تاریخ یہود

یعنی

ضمیمۂ مسیح و تاریخ "ارض مقدس" کا حصہ اولین جسمین بنی اسرائیل کی
تاریخ ابتدائے زمانہ سے انجام تک لکھی گئی ہے اور بجائے خود ایک مستقل تاریخ ہے

مصنفہ

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز مشہور مورخ و ناولسٹ

باہتمام

خاکسار حکیم محمد سراج الحق منیجر و پرنٹر و پبلشر

۱۹۲۵ء میں

دلگداز پریس لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان میں طبع ہوا

طبع سوم ۱۰۰۰ جلد

فی جلد عمر

پہلی کتاب

تاریخ یہود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

باب اول

بنی اسرائیل کا دور اولین

حضرت ابراہیم کا دارالہجرت۔ آپ کا سفر مصر۔ ارض فلسطین۔ اسکی تاریخی وقعت بیت المقدس۔ اس کا خط۔ اسکی دینی تقدس۔ اس کی خوفناک خونریزیاں۔ اس کی عبرتناک تصویر۔ حضرت خلیل اللہ کی بے نفسی۔ آپ کی اولاد۔ آپ کی وفات۔ بنی اسرائیل مصر میں۔ ان کی توحید و حق پرستی۔ حضرت موسیٰ کی ولادت بنی اسرائیل کی آزادی۔ اب اُن کی کیا شان تھی۔ ان کی تعداد و قوت۔ تابوت سکینہ۔ جناب موسیٰ کی وفات۔ ارض مقدس میں بنی اسرائیل کا ورود۔ ان کی سلطنت کا آغاز۔

حضرت ابراہیم کا دارالہجرۃ | شہر عُرف، کا وہ مشہور موحد جسے کو اکب کے طلوع و غروب سے [illegible]

خداشناسی کا سبق ملا تھا جب اُس نے یٰنَارُکُونِی بَرۡدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبۡرَاھِیۡمَ
کا مزہ اُٹھا کے وطن کو خیرباد کہی۔ اور جملہ متعلقین و اہل و عیال اور بھیڑ بکریوں کو ساتھ
لے کے مغرب کی طرف چل کھڑا ہوا۔ تو تقدیر نے چند ہی روز کی دشت نوردی کے بعد
ایک ایسے پُر فضا اور دلکش مرغزار میں پہونچایا جو خدا کی ایک بڑی نعمت اور مویشیوں
کے لیے ایک لازوال دولت نظر آتا تھا مقدس غریب الوطن نے یہیں پہ کمر کھول دی
اور ایک چھوٹا سا معبد الٰہی بنا کے خدا کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔ یہ جناب ابراہیم
خلیل اللہ تھے جنھوں نے اس وادی میں ٹھہرنے کا ارادہ کرتے ہی اپنے بھتیجے حضرت
لوطؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ایک بلند ٹیلہ پہ جہاں سے ساری وادی
ایک مخملیں فرش کی طرح پاؤں کے نیچے سے حد نظر تک پھیلی چلی گئی تھی۔ چڑھ گئے۔ اور
یہیں کھڑے کھڑے اور باتوں ہی باتوں میں اس وادی کو اپنے اور حضرت لوطؑ کے
درمیان تقسیم کر لیا۔ بس اتنی ہی بے تکلفانہ تقسیم کے بعد دونوں پھر اپنے اپنے قطعہ میں جا کے سکونت
پذیر ہو گئے چند روز بعد قحط کی مجبوریوں سے حضرت خلیلؑ کو سفر کے لیے پھر کمر باندھنی پڑی

آپ کا سفر مصر اب آپ نے سرزمین مصرؑ کی راہ لی۔ جو اس وقت قحط زدگان شام و عرب
کا مامن بنی ہوئی تھی۔ مگر اس آسمانی بلا کے دور ہوتے ہی پھر اپنے اُس نئے دار الہجرۃ میں
واپس آ گئے اور آخر تک یہیں رہ کے پیوند زمین ہوئے۔

عٰہ حضرت خلیل کا اصلی وطن قدیم کلدیا میں شہر بابل کے قریب کسی جگہ تھا۔ بعض محققین کا دعویٰ ہے کہ آپ
وَرقہ اور مغیر شہروں سے ہجرت کر کے گئے تھے۔ جن کے کھنڈر آج بھی نظر آتے ہیں۔ مگر زیادہ تر قابل وثوق
یہ ہے کہ وادی فرات کی بلندی میں عرفہ نام شہر جو آج تک موجود ہے۔ وہی آپ کا وطن تھا۔ عرفہ ارض فلسطین سے
شمال و مشرق جانب ۳۰۰ میل کے فاصلہ پہ ہے (گراج تاریخ ارض فلسطین) عٰہ یہ مختلف فیہ ہے کہ جناب ابراہیمؑ مصر
میں کب تشریف لے گئے تھے مسلمان مورخین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ آپ مصر میں ہوتے ہوئے شام میں آئے۔ لیکن
توریۃ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پہلے ارض مقدس میں پہونچ چکے تھے۔ مگر قحط کی مجبوری مصر لے گئی۔
قرآن پاک اس بارے میں ساکت ہے۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ توریۃ کا لحاظ نہ کیا جائے۔ اور خاصۃً جبکہ
جغرافیہ اور قیاس سے بھی توریۃ ہی کی تائید ہوتی ہے۔

ارض فلسطین | یہ چھوٹا سا خطۂ زمین جسے اب فلسطین کہتے ہین ملک شام کے وسیع و زرخیز میدانون اور بحیرۂ روم کے مشرقی سواحل کے درمیان مین واقع ہے جس کا طول ۱۸۰ میل اور عرض شمال مین صرف ۲۳ میل اور جنوب مین پھیل کے ۸۰ میل تک پہونچ گیا ہے۔ اس رقبہ کے اندر کل ۴۰ ۶۰ میل مربع زمین ہے۔ کوہستان کے دو متوازی سلسلون نے اس کی سطح مین نشیب و فراز پیدا کیے ہین۔ اور دریاے یردن کی عمیق وادی اس کو شاداب کرتی رہتی ہے۔ انھین ناہموار پہاڑیون پر دریاے یردن کے ایک جانب سرسبز جنگل کا ایک لا انتہاہی سلسلہ نظر آتا ہے جو حوران کے میدانون تک چلا گیا ہے۔ اور دوسری طرف خاکستری رنگ کی بھدی چٹانین اپنے سلسلہ کو عرب کے ناپیدا کنار ریگزارون تک کھینچ لے گئی ہین مغرب کی طرف سواحل بحیرۂ روم کے زرخیز میدان ہین اور شمال مین آستدریلان کا سرسبز و شاداب قطعہ جو کوہ لبنان کے دامن مین پھیلا ہوا ہے۔

اس کی تاریخی وقعت | اس مختصر خطہ کے چھوٹے ہونے کے ساتھ اس کی تاریخی اور مذہبی وقعت پر نظر ڈالی جاے تو حیرت معلوم ہوتی ہے۔ اور شاید یہی حیرت ہے جس نے اکثر یورپین مورخین کو جو ہر ملک و شہر کا مقابلہ اپنے موجودہ تمدن و تہذیب سے کیا کرتے ہین اس کی موجودہ حالت اور محدود رقبہ پر متحیر کر دیا۔ مگر نہین اس کی عظمت و وقعت کو زمین کی وسعت اور بوسیدہ کھنڈرون مین نہین بلکہ مذہبی کتابون اور تاریخ کے اوراق مین دیکھنا چاہیے۔ اس تنگ اور محدود خطہ

بیت المقدس | مین ایک چھوٹا سا شہر ہے مگر اسے چھوٹا نہ کہنا چاہیے۔ اس لیے کہ اگر مذہب کی سودبانہ نظر اور اخبار و روایت کی عینک سے دیکھیے تو شاید اس سے بڑا یا دوسرے الفاظ مین یون کہا جاے کہ اس سے زیادہ باعظمت شہر سارے کرۂ زمین پر نہ ملے گا بیت المقدس کی عظمت اتنی نہین کہ زمانہ اُسے

کبھی مٹا سکے۔

اس کا خطہ جس قطعہ زمین پر چھوٹا اور مقدس شہر آباد ہے وہ اگرچہ اپنی پیداوار کے اعتبار سے دیگر زرخیز خطہ ہائے زمین پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا مگر کچھ ایسے محفوظ موقع پر واقع ہوا ہے کہ جن انبیائے سلف نے دنیا میں توحید کا بیج بویا انہیں کا یہ پیغمبرانہ انتخاب دیکھ کے اُن کے فوجی اور تمدنی کمال پر حیرت معلوم ہوتی ہے اس کی قلعہ بندی کے سامان گویا قدرت نے پیدا کر رکھے ہیں۔ ایک مختصر کوہستانی سلسلہ ہے جس کی چوٹیوں پر خود قدرت نے ایک قلعہ بنا رکھا ہے۔ اس لیے کہ تین طرف تو برابر عمیق وادیاں چلی گئی ہیں جو ۴۰۰ سے ۵۰۰ فٹ تک گہری اور گویا قعر زمین دھنستی چلی گئی ہیں۔ چوتھی جانب ایک بلند چٹان ایک قوی ہیکل دیو کی طرح کھڑی پہرہ دے رہی ہے۔ اور حملہ آوروں کے روکنے کو ہر وقت تیار رہتی ہے۔ اسی پہاڑوں کی گود اور اسی قدرت کی قلعہ بندی میں یہ مبارک شہر آباد ہے۔ اور ایسے عمدہ موقع پر واقع ہونے ہی کی وجہ سے شہر بیت المقدس گرد کی زمینوں سے اتنا بلند ہے کہ معلوم ہوتا ہے گویا بلندی سے اپنے تمام توابع کی نگرانی و نگہبانی کر رہا ہے۔

اس کا دینی تقدس یہی مختصر اور پاک خطہ وہ ارض مقدس ہے جو بنی اسرائیل کی زمین موعودہ تھی۔ جس کے قریب ہی کبھی جناب ابراہیمؑ نے توحید کی پہلی بنیاد ڈالی تھی جہاں جناب داؤدؑ نے ایک ہیکل (عبادت خانے) کا نقشہ بنایا۔ اور اُن کے فرزند ارجمند حضرت سلیمانؑ نے باپ کی وصیت کے مطابق نہایت عالیشان مسجد الٰہی تعمیر کر کے کھڑا کر دیا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے ہمارے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج کو آسمان پر تشریف لے گئے۔ اور جہاں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس مقدس ہیکل سلیمانی کی تجدید کی۔ الغرض اسی

محدود زمین کے اندر کچھ ایسے ایسے خدا شناسی کے جذبات اور خدا پرستی کے قدیم تبرکات ودیعت رکھے گئے ہیں کہ آج تک خدائے لایزال کی عبادت کا بڑا بھاری مرجع اور مذہبی خوش اعتقادیوں اور کششوں کا اعلیٰ مرکز بنی ہوئی ہے۔ اور ہمیشہ کے لیے بیت المقدس کے مبارک نام سے نامزد ہو گئی ہزارہا انبیا و رسل اسی خاک سے اُٹھے اور یہیں پیوندزمین ہوئے۔ جن کے مزار آج بھی مرجع عالم ہیں۔ اور جن کے سامنے یہود عیسائی اور مسلمان سب ہی کے سر جھکتے ہیں۔ گر سچ کہا ہے "اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی"

اس کی خوفناک خونریزیاں ۔ اسی عقیدت و محبت نے یہ عجب خوفناک نتیجہ پیدا کیا کہ یہ شہر ابتدا سے انتہا تک ہمیشہ بڑی بڑی معرکہ آرائیوں اور سخت سخت خونریزیوں کا دنگل بنا رہا۔ جناب مسیحؑ نے تو بیشک کہا کہ "میں امن نہیں تلوار لے کے آیا ہوں" مگر اس شہر کا پہلے ہی سے یہ عالم ہے کہ شاید شاذ و نادر ہی کوئی ایسا زمانہ گذرا ہو گا جبکہ اس کی سواد میں تلوار نہ چل رہی ہو۔ حقیقت میں یہ کم حیرت انگیز کشش نہ تھی جس کے جذبات نے صدیوں یہ حالت برقرار رکھی کہ ممالک دور دراز سے قومیں کی قومیں اس جوش میں بھری اور کھنچی چلی آتی تھیں کہ اس کی دیواروں کے نیچے جوہر شجاعت دکھا کے جان دیں۔ جو تلوار قدیم سے قدیم زمانے میں چلنا شروع ہوئی تھی آج تک اطمینان کے ساتھ نہیں معلوم کر رکی یا نہیں بت پرست اور خدا پرست لڑے۔ یہود و نصاریٰ میں خون کے سیلاب بہے مسلمانوں اور مسیحیوں میں قتل و خون کا بازار گرم ہوا۔ الغرض سب لوگ اپنی اپنی باری آلہ جھڑ کے فنا ہو گئے۔ اور یہ شہر آج بھی اسی طرح تقدس اور برکت کا جامہ پہنے کھڑا ہے۔ مذہبوں اور ملتوں اور ملکوں اور سلطنتوں نے اس کے در دیوار پر بہادر سپاہ زادوں کی قربانیاں چڑھائیں۔ اس کے گلی کوچوں میں خون کی ندیاں

بہائین سب مٹ گئے اور تباہ ہو گئے مگر اس کا تقدس اسی داب و تمکنت سے آج بھی زیادہ بلکہ پہلے سے زیادہ قربانیاں لینے کو طیار ہے۔ ایک انگریزی مورخ[۵] نے اس کی عبرتناک تصویر کتنے موثر اور سچے الفاظ مین دکھائی ہے۔ وہ کہتا ہے "اس مین

ان کی عبرتناک تصویر نہ کوئی پتھر ہے جو انسان کے خون سے نہ رنگا گیا ہو۔ نہ کوئی جگہ ہے جہاں آدمیون مین دست بدست لڑائی نہ ہوئی ہو۔ کوئی ایسی پرانی دیوار نہ ملے گی جس کے ادھر سے ناشاد عورتون کے چیخنے کی آواز نہ بلند ہوئی ہو۔ یہود۔ بت پرست۔ نصارا۔ مسلمان سب ہی کو بتدریج و ترتیب فتح حکومت اور شکست سے سابقہ پڑا۔ بیرون شہر کے قبرستان کو کھود کے گڑی ہڈیاں اکھڑی جائین تو بتانا دشوار ہو گا کہ کون یہودی کی ہے کون بت پرست کی کون عیسائی کی ہے اور کون مسلمان کی۔

حضرت خلیل اللہ کی بے نفسی اگرچہ سب باتین بعد کی ہین۔ جس وقت جناب ابراہیم نے یہاں اپنا سادہ عبادت کدہ بنایا ہے اس وقت تک اس زمین کے دامن مین خون کے دھبے نہین لگے تھے۔ خود آپ یہاں ایک فاتح کی حیثیت سے نہین بلکہ ایک بے نفس اور بے لوث عابد و زاہد کی شان سے آ کے آباد ہوے تھے۔ اگرچہ گرد و پیش مختلف بت پرست قومین آباد تھین۔ مگر نہ آپ ہی نے کسی سے کچھ تعلق رکھا اور نہ کوئی اور آپ کا مزاحم ہوا۔

آپ کی اولاد حضرت ابراہیم کے دو بیٹے ہوے۔ اسحق جو خاص بنت عم اور ہم وطنی بی بی سے تھے وہ تو مقدس باپ کے دامن عافیت مین رہے۔ مگر اسمٰعیل کو جو مصر کی ایک ایسی شریف خاتون کے بطن سے تھے جسے تقدیر لونڈی بنا کے ابراہیمؑ کے

ع۵ جیروسلیم دی سٹی آف ہیروڈ اینڈ سلادین" (یروشلیم یعنی ہیروڈ اور صلاح الدین کا شہر) مصنفہ والٹر بیسنٹ اور ایچ۔

پاس لائی تھی۔ باپ کے جوار مین رہنا نہ نصیب ہوا۔ ایک چھوٹے سے خاندانی جھگڑے نے ابراہیم کے دونون بیٹون کو ایسا جدا کیا کہ پھر کبھی نہ ملے اور ملے بھی تو اس طرح کہ خدا دشمن کو نہ ملائے۔ حضرت خلیل اللہ کی بنت عم سارہ کو یہ کسی طرح نہ گوارا ہوا کہ ہاجرہ اولاد والی بن کے انھین کی چھت کے نیچے رہین جن کی ناراضامندی کے ساتھ خدا کی بھی کچھ ایسی ہی مرضی ہوئی۔ القصہ حضرت خلیل اللہ نے ہاجرہ اور اسمٰعیل دونون مان بیٹون کا ہاتھ پکڑا اور عرب کے لق ودق ریگزار کی ایک وادی مین جہان اب مکہ معظمہ آباد ہے چھوڑ کے واپس چلے گئے چند روز بعد آئے کہ دیکھین لخت جگر کے ساتھ زمانے نے کیا سلوک کیا۔ اور اس بے آب و گیاہ دشت کی جگہ ایک بستی آباد دیکھ کے خوش ہوے۔ یہان بیٹے کے ساتھ مل کر ایک خانۂ خدا تعمیر کیا۔ اس کے اور نسل اسمٰعیل کے لیے خیر و برکت کی دعا مانگی۔ اور اپنے ان جان دار اور بیجان دونون یادگارون کو خدا کے سپرد کر کے ارض یہود کو واپس گئے۔ ابراہیم علیہ السلام کی اس امانت کو خدا نے اچھی طرح رکھا۔ اور راستے درجہ بدرجہ پہونچایا کہ زمانہ آج تک متحیر ہے۔ اور سچ پوچھیے تو اسی کا بیان ہماری اس تاریخ کا اصل موضوع ہے۔

آپ کی وفات | بہر تقدیر حضرت خلیل اللہ شام و عرب دونون ملکون مین شرافت اور خدا پرستی کا تخم بو کے واصل بحق ہوے۔ اور آپ کی اولاد جس پر خدا نے پہلے ہی سے برکت کا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگی۔

بنی اسرائیل مصر مین | تقدیری ہی بات تھی کہ بھائیون کا باہمی حسد ایک عجیب شان سے سارے خاندان کو مصر لے گیا۔ جہان کی ابتدا تو یہ تھی کہ جناب یوسف دولت فراعنہ کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ اور خاتمہ یہ کہ ابراہیم کی اولاد جو اب آپ کے پوتے یعقوب علیہ السلام کے لقب اسرائیل کی طرف منسوب ہو کے بنی اسرائیل کے نام سے

مشہور تھی۔ مغرور قبطیون اور ظالم فراعنہ کے دست ستم مین اسیر تھی تو راۃ ہی نہین۔ اہرام مصری اور ممفس کے کھنڈرون کے در و دیوار تک بتا رہے ہین اور ہمیشہ بتائینگے کہ تمام بنی اسرائیل ایک ذلیل سے ذلیل غلامی مین مبتلا تھے۔ مجرمون سے زیادہ مار کھاتے۔ اور جانورون سے زیادہ بوجھ ڈھوتے۔ لڑکیان لونڈیان بنتین۔ اور لڑکے غلام۔ اور آخر یہ نوبت پہونچی کہ لڑکے قتل ہونے لگے تاکہ ان کی قوت و تعداد نہ بڑھنے پائے۔ سبب ان کی توحید و حق پرستی کچھ تھا مگر جناب ابراہیمؑ نے خدا پرستی کا کچھ ایسا نقش دل پر بٹھا دیا تھا کہ توحید کو نہ چھوڑتے۔ نہ کبھی مصری بتون کے آگے سجدہ کیا۔ اور نہ کبھی فراعنہ کے دعوائے الوہیت کو تسلیم کیا۔

حضرت موسیٰ کی ولادت اُن کی یہ حق پسندی و راستبازی خدا کو ایسی پسند آئی کہ اُسی مظلوم قوم مین جناب موسیٰؑ پیدا ہوے۔ ان کی ماں نے قبطیون کے خوف سے گھبرا کے آغوش دریا کے سپرد کیا۔ مگر تقدیر ناخدائی کر رہی تھی معصوم بچہ کی چھوٹی کشتی کو بہا کے شاہی محل کی طرف لے گئی۔ فرعون کی بیٹی یا بی بی نے نکلوا کے کلیجے سے لگایا۔ اور چونکہ لاولد تھی شاہزادہ بنا کے پالا۔

اس طرح جناب موسیٰ خود فرعون کے محل اور باغ مین کھیل کود کے بڑے ہوئے اور بڑے ہوتے ہی اس کا غرور توڑنے اور اُسے خدا کے بندہ بنانے کی کوشش کرنے لگے۔ مگر اس مین تو کیا کامیابی ہوتی۔ ہان اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ بنی اسرائیل کو

عہ مسلمان مورخ لکھتے ہین کہ حضرت موسیٰ کو فرعون کی بی بی آسیہ نے نکلوایا۔ دو ایک حدیثون سے اس بیان کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ مگر توراۃ مین لکھا ہے کہ جس عورت نے آپ کو دریا سے نکلوایا وہ فرعون کی بیٹی تھی اور اسی بنا پر تمام محققین یہود و نصاریٰ اسی آخری بیان کی تصدیق کرتے ہین۔ قرآن پاک مین ہے "فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ" یعنی فرعون کی آل نے آپ کو نکالا۔ آل سے متبادر معنی اولاد ہی کے ہین جو توراۃ کے بالکل مطابق ہین۔ ہمارے خیال مین مناسب ہوگا کہ قرآن کے بدلے حدیثون ہی کی تاویل کیجائے جن کا ثبوت ظنی مانا جاتا ہے۔

بنی اسرائیل کی آزادی | اُن کی خداپرستی و شرافت یاد دلا کے ابھارا۔ اور اُن مین آزادی و حکمرانی کا ذوق و شوق پیدا کیا۔ آخر ہر اسرائیلی شخص کے دل مین اس جوش کی آگ لگا دی کہ ناخداشناس اور ظالم و مغرور فرعون کی غلامی کا جوا اپنی گردن سے اُتار کے پھینکدے۔ لیکن مغلوب اور کمزور قوم کو زبردست حاکم کے پنجۂ ستم سے کسی طرح نجات نہ ملتی۔ اور حضرت موسیٰ کی ہر کوشش بیکار ثابت ہوتی تھی۔

آخر بڑی بڑی کوششون اور غیب کی بے انتہا تائیدون کے بعد ۱۳۳۶ برس قبل ولادت سرورکائنات حضرت موسیٰ نے اپنی پوری قوم کو قبطیون کی غلامی سے چھڑا لیا۔ اور شکستہ حال قافلے کے قافلہ سالار بن کے مشرق کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ خدا نے اسی زمین مین پہونچانے کا وعدہ کیا جہان ابراہیم نے پہلا عبادتکدہ بنایا تھا۔ اس سرزمین کو اس عہد مین ارض اریحا کہتے تھے جس پر کنعانیون کا قبضہ تھا۔ یہ لوگ بنی اسرائیل کو بہت ہی زبردست نظر آئے۔ اور ان کا ظلم و ستم اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ قرآن مین قوم جبارین کے نام سے یاد کیے گئے ہین۔ بنی اسرائیل نے ان کے مقابلہ مین جانے سے خوف کیا۔ اور اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کی قوم ایسی احسان فراموش اور ناسپاس تھی کہ اتنی بڑی عنایت الٰہی کے بعد بھی نافرمانیان کین۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مدتون دشت و در مین ٹکراتے پھرے اور زمین موعود نہ ملی۔

اب ان کی کیا شان تھی | لیکن اس ناکامی مین بھی جناب موسیٰ کی معجز نما کاروائیون نے بنی اسرائیل کو ایک عجیب مضبوط اور خداشناس قوم بنا دیا۔ حضرت کلیم اللہ ہی کی برکت تھی جس نے اس غلامی سے نکال کر ان کے دلون مین یہ اثر پیدا کیا کہ وہ اپنے

---

۱۵ ابن اثیر۔

آپ کو خدا کے منتخب بندے خدا کی رحمتون کے خاص مورد - اور ساری دنیا کے مقابل مین انسان کامل اور مہذب تصور کرنے لگے - اب وہ فراعنہ کی شان و شوکت اور دیگر بادشاہون کے دبدبے اور سطوت کو اپنی نظر مین ذلیل و ہیچ سمجھتے تھے یہودیون کی قوم اب وہ اگلی ضعیف و ذلیل اور مظلوم و مقہور قوم نہین - بلکہ ایک جنگجو اور سپہ گر قوم تھی - خدا کے حکم سے لڑنا یعنی جہاد انھون نے اپنے اوپر فرض سمجھا - اور بت پرست قومون کے مقابلہ مین صف آرا ہو گئے - اسرائیل کے معنی ہی اُن کی زبان مین یہ تھے کہ "خدا لڑتا ہے"[1] پوری قوم بنی اسرائیل نے اب حضرت موسٰی کی برکت اور آپ کی تعلیمات سے ایک باضابطہ اور جرار لشکر کی شان پیدا کر لی تھی - فوجی ضوابط و قوانین پوری طرح برتے جاتے - ہر جماعت آگے پیچھے اپنے اپنے سردار کے ساتھ اور اپنے جھنڈے کے نیچے کوچ کرتی - اور ہر گروہ کے لیے ٹھہرنے اور خیمہ زن ہونے کی جو جگہ قرار دی جاتی وہین قیام کرتا -

ان کی تعداد اور قوت

حضرت یعقوب کے بارہ بیٹون کے لحاظ سے پوری قوم بارہ سبطون یا بارہ گروہون پر تقسیم تھی جن مین سب کے آگے بنی یہودا کے ۷۴۶۰۰ جوان مرد ہراول تھے - ان کے پیچھے ایک طرف بنی یشخر کے ۵۴۴۰۰ - اور دوسری طرف بنی زبالون کے ۵۷۴۰۰ - بہادر رہتے - ان کے پیچھے بنی لاوی کا پہلا حصہ تھا - اسی سبط مین خود حضرت موسٰی و ہارون تھے - یہ لوگ سپاہی نہین قرار دیے گئے تھے بلکہ ان کے سر پر مقتدائی کا تاج تھا - ان کے بعد بنی روبیل تھے جو توریت مین بنی روبن کے نام سے یاد کیے گئے ہین - اُن کا ۴۶۵۰۰ کا اور بنی شمعون کا ۵۹۳۰۰ کا اور بنی جاد کا ۴۵۶۵۰ کا گروہ تھا - ان کے پیچھے بنی لاوی کا دوسرا حصہ ہوتا تابوت سکینہ اور تمام مقدس ظروف و اشیا اور مذہبی [illegible] انھین کے سپرد تھے جن کو حضرت ہارون کی

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا -

اولاد کے سوا کوئی ہاتھ نہ لگا سکتا۔ ان تبرکات کو یہ لوگ کندھوں پر لے کے چلتے تھے۔ بنی لاوی کے تمام مردوں کی تعداد ۲۲۰۰۰ تھی۔ ان کے پیچھے افرائیم بن یوسف کی نسل تھی جن لوگوں کا شمار ۴۰۵۰۰ تھا پھر ۳۲۲۰۰ کی تعداد میں منسا بن یوسف کی اولاد پھر نسل بن یامین کا ۳۵۴۰۰ کا گروہ تھا۔ یہ سب لوگ مغربی جناح یا بازو پر تھے اور مؤخر حصہ فوج میں ۶۲۷۰۰ بنی دان ۴۱۵۰۰ بنی اشر اور ۵۳۴۰۰ بنی نفتالی تھے۔ غرض بنی اسرائیل کے کل جنگ جو آدمیوں کی تعداد ۶۰۳۵۵۰ بتائی گئی ہے۔ بچوں اور عورتوں کا شمار ان کے علاوہ[عہ] تھا۔

تابوت سکینہ — تابوت سکینہ جس کو بنی اسرائیل نے ہمیشہ اپنے دین و ایمان کا مرکز سمجھا اصل میں اُس جھنڈے کا نام تھا جو پہلے پہلے حضرت موسیٰ کے عہد میں جہاد کے لیے بنایا گیا تھا۔ اور جب اس خیال کی پوری تقویت ہو گئی کہ وہ یہودا (خدا) کی موجودگی کا ثبوت ہے تو ایک صندوق میں محفوظ کر کے رکھا گیا۔ چند روز بعد اس میں توراۃ کی دو ایک لوحیں۔ حضرت موسیٰ کے عصا کی قسم سے چند اور تبرکات بڑھا دیے گئے۔ جو حضرت موسیٰ و ہارون کی یادگار رہے۔ لوحیں موتی اور یاقوت اور زبرجد کی تھیں اور کہتے ہیں اس میں وہ تشت بھی تھا جس میں قلوب انبیا دھوئے گئے تھے جس چیز کو وہ لوگ خاص سکینہ کے مبارک لفظ سے تعبیر کرتے۔ ایک بلی کا سر تھا۔ اور اس کی عظمت یہاں تک مانی جاتی تھی کہ بنی اسرائیل آیندہ لڑائیوں میں ہمیشہ تابوت سکینہ کو اپنے آگے آگے میدان جنگ میں لے جاتے۔[عہ]

جناب موسیٰ کی وفات — آخر چالیس سال کی بادیہ گردی کے بعد جناب موسیٰ کو ارض موعود کی ایک جھلک نظر آئی تھی کہ فرشتۂ اجل نے آ کے پیام مرگ دیا۔ اور آپ نے داعی اجل

عہ توراۃ مقدس سفر اعداد۔ اس تعداد میں آخر زمانہ کے مورخین کو اس لیے نا ماننا ہے کہ اتنی بڑی قوم کا ارض فلسطین میں سمانا بھی مشکل تھا۔

عہ انسائکلوپیڈیا برٹانکا۔ عہ ابن اثیر۔

کو لبیک کہی۔

ارض مقدس مین بنی اسرائیل کا ورود

آپ کے بعد ہی بنی اسرائیل ارض مقدس مین پہونچے۔ وہ قدیم معبد جہان ابراہیم علیہ و اسحٰق علیہ نے ذات وحدہ لاشریک کے سامنے سجدے کیے تھے اس کا تو کہین نام و نشان تک نہ تھا۔ قادسیہ کے کنوئین پہ جہان جناب موسیٰ نے چادر تانی تھی وہی جگہ مرکز عبادت قرار پا گئی۔ بنی اسرائیل کے آنے مین اب وہ شان ابراہیمی نہ تھی۔ نہ وہ سادگی تھی نہ وہ بے تعلقی۔ بلکہ زن و مرد کا ایک بڑا بھاری گروہ تھا جس نے ایک لشکر جرار کی طرح پہونچتے ہی تمام ملک پہ قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ قوم عاد اور کنعانی لوگ جو قریب بلکہ اسی سرزمین مین آباد و حکمران تھے ان سے لڑائیان ہونے لگین۔

ان کی سلطنت کا آغاز

آخر کار بنی اسرائیل کی ایک چھوٹی سی مگر زبردست اور نہایت ہی باضابطہ سلطنت شام کے اس چھوٹے سے ٹکڑے مین قائم ہو گئی۔ بنی اسرائیل مصر سے آ کے پہلے تو صرف مغربی حصۂ ملک پہ قابض و متصرف رہے مگر جناب موسیٰ علیہ کے بعد جب کہ یوشع قوم کی مقتدائی کر رہے تھے کنعانیون سے ایک سخت لڑائی ہوئی۔ اور اسی میدان مین فتح و نصرت کے جھنڈے اُڑا کے بنی اسرائیل ارض یہود اور خاص زمین موعودہ پہ حکمران و متصرف ہو گئے [۵ع]

باب دوم

قاضیون کا دور اور ایک بادشاہ کا انتخاب

قاضیون کا عہد۔ اسی عہد کے انقلابات۔ اسرائیلیون کی قومی ترقی۔ ان کی توحید پہ بت پرستی کا اثر۔ اس کی سزا۔ حضرت اشموئیل کی ولادت۔ اسرائیلی مقتداؤن کی سیاہ کاری

۵ع انسائکلوپیڈیا۔

فلسطین و بنی اسرائیل مین لڑائی۔ اسرائیلیون کی شکست۔ تابوت سکینہ
بھی چھین گیا۔ اس کا واپس ملنا۔ حضرت اشموئیل کی اصلاح۔ آپ کی تبلیغ اور اہل
فلسطین کی شکست۔ اسرائیلیون کا امپیریلزم (شاہی حکومت کی آرزو) بادشاہ کا انتخاب

قاضیون کا عہد | بنی اسرائیل مین جناب موسیٰؑ کے بعد دیگر اقوام و ملل کی طرح شاہی کا سلسلہ نہین جاری ہوا بلکہ صرف ایک قاضی قوم مین سے منتخب کرلیا جاتا جو حکمرانی کرتا۔ اسکے فیصلے مذہبی وقعت رکھتے۔ اور اسکی نافرمانی گناہ تصور کی جاتی۔ تعجب معلوم ہوتا ہے کہ اس قدیم سے قدیم زمانے مین بنی اسرائیل نے قومی اور جمہوری سلطنت کی بنیاد ڈال دی تھی۔ یہودیون کا یہ عہد قاضیون کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اس لیے کہ ساری حکومت اور سارا قومی نظام قاضیون کے ہاتھ مین رہتا تھا۔ یہ بھی نہین کہا جاسکتا کہ یہ زمانہ بالکل امن وامان کا تھا۔ خاص وطنی لوگ یعنی کنعانی ہر روز ایک نیا ہنگامہ برپا کرتے تھے۔ اور صدیون کی نبرد آزمائی و معرکہ آرائی کے بعد بنی اسرائیل اُن کی قوت توڑ سکے۔ اولاد یعقوب کا یہ عہد بہادری اور قوم کی شخصی زور آزمائیون کا زمانہ تھا۔ یہ بالکل ویسا ہی زمانہ تھا جیسے کہ بت پرست قومون مین عموماً دیوتاؤن کا زمانہ ہوا کرتا ہے۔ ان دونون مین کبھی انتہا درجہ کی بدکاری نظر آتی ہے اور کبھی انسانی قوت سے مافوق نبرد آزمائی اور زور آوری۔ سمسون کی طاقت کے افسانون کے سامنے دراصل بت پرستون کے دیوتاؤن کی بھی وقعت نہین باقی رہتی ہے۔ عربی مورخین[۹ع] کے نزدیک اس تمام زمانہ مین جو قاضیون کا زمانہ کہلاتا ہے صرف قاضیون ہی کی حکومت نہین رہی بلکہ تین حالتین گذرتی رہین کبھی قاضی رہتے

اس عہد کے انقلابات | کبھی کوئی اسرائیلی بادشاہ ہو جاتا اور کبھی بت پرست قومون کی حکومت ہوتی۔ اور بعض حالات کے دیکھنے سے یہ بیان صحیح بھی معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال حضرت یوشع کی وفات کے بعد سے ۲۰۰ ہم برس تک اسی قسم کا زمانہ گذرا

۹ع۔ تاریخ یہود مصنفہ ملیمن۔ عمدہ ابن اثیر

اسی قاضیون کے زمانے سے آہستہ آہستہ ہی ملک مین تغیرات پیدا کرنا شروع کر دیے۔ بنی اسرائیل کی اس ساخت نے اُن کو اس درجہ کامیاب

اسرائیلیون کی قومی ترقی

کیا کہ اُس سرزمین کی رہنے والی بہت سی قومین مٹ مٹ کے اُن مین کھپنا شروع ہوگئین۔ روز بروز وہ قومین زائل اور کم ہوتی رہین اور بنی اسرائیل کی تعداد بڑھتی جاتی تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ساؤل اور جناب داؤد کے عہد مین اُن کا شمار تیس لاکھ کے قریب پہونچ گیا تھا۔ الغرض کنعانی اور اُن کے ساتھ دوسری مغلوب و مفتوح قومین رعایا بننے کے بعد بنی اسرائیل مین داخل ہوتی گئین۔

ان کی توحید پر بت پرستی کا اثر

اس قومی امتزاج کا یہ نتیجہ ہوا کہ جس طرح ان کے خون مین بت پرستون کا خون ملا۔ اسی طرح اُن کے خالص اور موحدانہ عقائد مین بھی بت پرستون کے عقائد مل گئے۔ کنعان والون کا قدیم بت بعل جو زراعت اور زمین کی پیداوار کا دیوتا سمجھا جاتا تھا اس کی پرستش بنی اسرائیل مین بھی شروع ہوگئی۔ بلکہ اس عقیدۂ کفر کو یہان تک ترقی ہوئی کہ یہوا یعنی خداوند جل و علا کے نام کا ایک دیوتا قرار دیا گیا۔ اور اس کے مقابل مین بعل ایک دیوی سمجھی جانے لگی۔ حضرت الیاس علیہ السلام جو اس عہد کے پیغمبر تھے منع کرتے رہے مگر بنی اسرائیل نے ایک نہ سنی۔ انھون نے جس طرح من و سلویٰ پر پیاز اور مسور کو ترجیح دی تھی اسی طرح اب ایک مجرد اور غیر مرئی خدا کے مقابلہ مین انھین لکڑی اور پتھر کی مورتین زیادہ پسند آگئین جس کا لازمی نتیجہ تھا کہ اُن پر سخت عذاب الٰہی نازل ہوا۔

اس کی سزا

اس عذاب الٰہی کا ظہور یون ہوا کہ اسی زمانہ مین ایک اور قوم

ع۵ ابن اثیر

اُن کے مقابلہ کو اُٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ لوگ فلسطینی[1] کہلاتے تھے۔ اور ارض یہودا کے مغربی جانب سواحل بحیرۂ روم پر آباد تھے۔ اور اسی قوم کے سبب سے اس سرزمین کا نام بھی ارض فلسطین ہو گیا۔ قوم فلسطین کی قوت ایسی نہ تھی کہ بنی اسرائیل اس کو بلا تکلف توڑ دیتے۔ ساری دنیا کی تجارت انھین کے ہاتھ مین تھی۔ بحری قوت کے وہ موجد تھے اور تجارت سے اپنی حکومت کو مضبوط کرتے جاتے تھے۔ بنی اسرائیل کو انھون نے شکستون پر شکستین دین۔ اور آخر یہان تک نوبت پہونچی کہ حضرت موسیٰ کے بنائے ہوئے قدیم ہیکل کو جو قادیسیہ کے کنوئین پر تھا ڈھا دو ڈالا۔ وہ بنا مسجد بھی منہدم کر ڈالا جسے اسرائیلیون نے کنعانیون کو تباہ کر کے خاص ارض یہودا مین قائم کیا تھا۔ اور روز بروز اس کوشش مین زیادہ کامیاب ہونے لگے کہ بنی اسرائیل کو اپنا تابع اور غلام بنا لین۔

مین اس زمانے مین جبکہ مشہور و معجز نما قوت دکھانے والا اسرائیلی پہلوان سمسون مر گیا تھا اور قوم فلسطین کے ہاتھون بنی اسرائیل کو روز ایک نئی ذلت نصیب ہوتی ایک نیا قومی بہادر زمانے کے نشیب و فراز سے سبق لے کے اپنے تئین انتقام کے لیے تیار کر رہا تھا۔ بنی لاوی کی ایک عورت جس کا نام حنہ تھا اپنی

حضرت اشموئیل کی ولادت

لاولدی اور اپنے بانجھ ہونے پہ خدا کی درگاہ مین روئی۔ اور دعا مانگی کہ اگر میری نا امیدی ارتفع ہو جائے تو پہلی اولاد کو خدا کی خدمت کے لیے مخصوص کر دون گی۔ یہ دعا قبول ہوئی۔ اور اسے خدا نے اشموئیل نام ایک فرزند عطا کیا جو اس عہد کے سب سے بڑے مقتدا ہوئے اور خلعت پیمبری سے سرفراز ہوئے۔ اشموئیل ہاتھ پاؤن سنبھالتے ہی ایلی کی خدمت مین دینداری کی تعلیم پانے لگے۔ الی دونون تابوت سکینہ اور دیگر مقدس تبرکات شہر شلوہ مین تھے جو بنی افرائیم کے علاقہ مین واقع تھا۔

---

[1] عجیب ہے کہ عربی مورخین ان لوگون کو بھی کنعانی بتاتے ہین۔ اور یہود دو نصرانی۔ اور محققین ان کو فلسطین کہتے ہین۔ موجودہ توراۃ اسی کی موید ہے۔

مذکورہ بالا مقتدائے یہود بہت ہی سن رسیدہ تھا۔ اور چونکہ آنکھوں سے معذور ہو گیا تھا اس لیے عبادت کرانے کی خدمت کو اس کے بیٹے سرانجام دیتے تھے۔

اسرائیلی مقتداؤں کی سیہ کاری

جو نہایت ہی بدکردار اور گنہگار تھے۔ گناہوں پر اُن کی جرأت آخر یہاں تک بڑھی کہ جو عورتیں عبادت و زیارت کو آتیں اُن کی دامن عفت کو چاک کرتے اور اُن کو بے عصمت کر ڈالتے۔ بنی اسرائیل کی قوم میں یہ خاص بات تھی کہ خدا اُن کے گناہوں اور جرائم کے نتیجے انھیں دنیا ہی میں دکھا دیا کرتا تھا۔ اور اسی سبب سے وہ دنیا ہی میں ہر بدی کا بدلہ مل جانے کے قائل بھی تھے۔ الغرض ایلی کے بیٹوں کے اس شرمناک گناہ نے خدا کے غضب کو حرکت دے دی۔ اشموئیل جو ایلی کے رشید شاگردوں میں تھے ایک دن تابوت سکینہ کے قریب غنودگی کے عالم میں تھا کہ خدا نے تین دفعہ پکار کے اُنھیں حکم دیا کہ "ایلی کو اس تباہی سے آگاہ کر دے جو اس کے خاندان پر آنے والی ہے"

فلسطین و بنی اسرائیل میں لڑائی

اس واقعہ کے ساتھ ہی قوم فلسطین سے از سر نو لڑائی چھڑ گئی یہ پتا نہیں لگتا کہ چھیڑ کس کی طرف سے ہوئی۔ بنی اسرائیل اس زمانہ میں فلسطین کے تابع فرمان تھے۔ خواہ یہ ہوا ہو کہ اُنھوں نے آزادی حاصل کرنے اور اپنے کھوئے ہوئے علاقوں کے واپس لینے کا قصد کیا ہو۔ یا شمسون کے مرنے کی خبر سنتے ہی فلسطین نے اپنی قلمرو کے وسیع کرنے کا ارادہ کیا ہو۔ بہرحال جا ہے جو ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں قوموں کے سپاہی ارض یہودا کے شمالی

اسرائیلیوں کی شکست

شہر افیق میں مقابلہ کو آمادہ ہو گئے۔ بڑی سخت خونریزی ہوئی۔ اور بنی اسرائیل نے فاش شکست کھائی شکست کے بعد انھوں نے ارادہ کیا کہ تابوت سکینہ کو لا کے فوج کے درمیان میں رکھیں۔ اور امید تھی کہ اس کی برکت سے یقیناً فتح حاصل ہو گی۔ مقام شلوہ میں لوگوں کو بھیج کے اُس مقدس و

متبرک چیز کو منگوایا۔ اور پھر لڑائی کے لیے صفین درست کین۔ اولاد یعقوب اگرچہ اب کی دفعہ بہت جی توڑ کے لڑی مگر قسمت نے پھر دشمنی کی بہت ہی بری طرح سے پسپا ہوے۔ تیس ہزار اسرائیلی غیر مختونون بت پرستون کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جن مین ایلی کے گنہگار بیٹے بھی تھے اور سب سے زیادہ ستم یہ ہوا کہ

تابوت سکینہ بھی چھین گیا مقدس تابوت سکینہ بھی کافرون کے قبضہ مین ہو گیا اس امر نے بنی اسرائیل کی ہمتین پست کر دین۔ خدا کے غضب سے بے انتہا خائف ہوے۔ اور ایسا قومی صدمہ ہوا کہ ہر قسم کے رنج و الم بھول گئے۔ بوڑھا ایلی یہ خبر سنتے ہی گر کے مرگیا۔ اور ہر دل مین انتہا سے زیادہ دہشت پیدا ہو گئی۔

اس کا واپس ملنا ایسی حالت مین ناگہان خبر آئی کہ فلسطین نے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ تابوت سکینہ کو واپس کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ بڑے بڑے نقصان اٹھانے سے وہ لوگ ڈر گئے۔ اور اسرائیلون کے ان دینی و قومی تبرکات کو ہدیۃً ان کے پاس بھیج دیا۔ اس مذہبی بے عزتی کے دور ہو جانے سے اگرچہ ان کو کسی قدر اطمینان ہو گیا تھا۔ مگر اس کے بعد بھی بیس سال تک وہ فلسطین کے تابع فرمان اور اپنے فتحیاب پڑوسیون کے غلام رہے۔

حضرت اشموئیل کی اصلاح اشموئیل کا اب جوانی کا زمانہ تھا۔ ایلی کے بعد وہی بنی اسرائیل کے قاضی مقرر ہو گئے تھے انھون نے اتفاق کو ترقی دی۔ بت پرستی کو حتی الامکان اپنی قوم سے مٹایا۔ اور ایسے ایسے کام کیے کہ واقعی ہی نہین رہے۔ بلکہ اپنی قوم مین پیغمبر تسلیم کر لیے گئے۔

آپ کی تبلیغ اور اہل فلسطین کی شکست حضرت اشموئیل نے اب لوگون کو توحید کا پابند بنا کے ایک جگہ جمع کیا جس کی خبر سنتے ہی فلسطین لوگ پھر چڑھ [illegible]

اب خدا بنی اسرائیل کے حال پہ مہربان تھا۔ دشمنون کو شکست ہوئی۔ اور ایسے پریشان ہوے کہ تمام علاقہ یہود اخالی کر دینے اور ہمیشہ کے لیے مساوی حقوق کے ساتھ خاموش رہنے کا وعدہ کرکے واپس گئے۔

اسرائیلیون کا امپیریلزم (شاہی حکومت کی آرزو)

اس کامیابی نے اشموئیل کو بنی اسرائیل مین اور زیادہ ہردلعزیز بنا دیا اور آپ کو یہان تک کامیابی ہوئی کہ نسل یعقوب کے جنوبی اسباط کو بھی آپ نے متفق کر لیا جو منتشر اور ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے۔ اسی طرح حضرت اشموئیل اپنی قومی عزت بڑھانے کے دیگر تدابیر بھی کر رہے تھے کہ یکایک بنی اسرائیل کو اپنی قوم مین شاہی شان و شوکت پیدا کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ انھون نے پڑوس کی قومون کو دیکھا کہ ہر ایک مین کوئی بادشاہ ہے۔ اور اس کی حکومت خوش انتظامی کو روز افزون ترقی دلاتی ہے۔ جس سے ان کی وقعت بھی بڑھتی جاتی ہے۔ لہذا آرزومند ہوے کہ اُن کی قوم مین بھی بادشاہی کی آن بان پیدا ہو۔

بنی اسرائیل کی قوم بھی عجیب قوم تھی۔ کتب تواریخ کی تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قدیم عہد مین جب تک کہ خدا اس قوم پہ مہربان تھا ہمیشہ گر گر کے اٹھی اور بگڑ کے سنبھلی ہے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ اب قومی نظام قائم رکھنے کے لیے قاضیون کا سلسلہ کافی نہین ہو سکتا۔ اور ایک قوی سلطنت اور پولیٹکل قوت کی ضرورت ہے تو انھین خود ہی اس کا خیال آیا۔ اور پھر اُن کی مرضی کے موافق خدا نے بھی کچھ ایسا سامان فراہم کر دیا کہ وہ پرانا انتظام بدل گیا۔ اور ایک مضبوط سلطنت قائم ہو گئی۔

فلسطین لوگون سے مغلوب ہونے کا پہلے تو یہ نتیجہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو اپنے

گناہ اور اپنی نافرنیاں یاد آئیں۔ حضرت اشموئیل کی کوشش نے دلوں میں ایک رقت پیدا کی جس نے خدا پرستی کے جذبات کو ابھار کے اصلی مذہب اور حقیقی توحید کیطرف متوجہ کر دیا۔ اور جب ان باتوں میں کامیابی ہو گئی تو بادشاہ کے

بادشاہ کا انتخاب

منتخب کرنے کا مسئلہ پیش ہوا۔ یہ ایک نہایت ہی مشکل معاملہ تھا بنی اسرائیل کے سب سبط اور قبائل اپنے اوپر نازاں تھے۔ اور ممکن نہ تھا کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے۔ اگر ذرا بھی کسی کی طرفداری کی جاتی تو عمدہ انتظام قائم ہونے کی جگہ اور زیادہ قتل و خون کا بازار گرم ہو جاتا اس دشواری کو اللہ جل شانہ نے یوں مٹایا کہ حضرت اشموئیل نے محض الہامی ہدایت کے مطابق بلا رو و رعایت اور بغیر اس کے کہ کسی اپنے عزیز یا دوست کا نام لیں ایک خاص شخص کو منتخب کر لیا جو ایک توانا و تندرست قوی ہیکل اور تنو مند شخص تھا۔ یہ انتخاب اس طریقہ سے عمل میں آیا کہ حضرت اشموئیل کی دعا پر خدا نے ایک عصا اور ایک اندر سے خالی کیا ہوا سینگ جس میں تیل بھرا ہوا تھا مرحمت کیا اور بتایا کہ جس شخص کا قد اس عصا کے برابر ہو اسی کو بادشاہ منتخب کرنا اور یہ تیل بھی بتا دے گا کہ کون بادشاہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جیسے ہی وہ شخص ملے اس کے سر میں یہ تیل لگا دینا۔ اس ہدایت کے مطابق موعودہ بادشاہ کی جستجو ہو رہی تھی کہ نسل بنیامین کا ایک شخص جو دہقانی یا سقائی کا پیشہ کرتا تھا اپنے گم شدہ گدھے کو ڈھونڈھتا ہوا حضرت اشموئیل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا "یا نبی اللہ دعا کیجیے کہ میرا گدھا مل جائے"۔ بنی اسرائیل کی تاریخ واقعی عجیب عجیب کرشمہ ہائے قدرت کا نمونہ ہے۔ حضرت موسیٰ کو آگ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے پیمبری مل گئی تھی۔ اس بنیامینی شخص کو گدھا ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے سلطنت مل گئی۔ حضرت اشموئیل کے سامنے وہ آ کر کھڑا ہی ہوا تھا کہ وہ تیل سینگ میں سے ابلنے

لگا۔ فوراً عصا لا کے اس سے اس کا جسم ناپا تو سرمو فرق نہ تھا۔ ایسا کیا تھا فوراً
تیل اس کے سر پہ لگایا گیا۔ اور وہ بنی اسرائیل کا بادشاہ بن گیا۔

باب سوم

سلطنت بنی اسرائیل تا وفات حضرت داؤدؑ

طالوت۔ ابیونیون سے لڑائی۔ اسرائیلی سلطنت کا نشوونما۔ اہل فلسطین سے
چھیڑ چھاڑ۔ طالوت کا گناہ۔ اہل فلسطین پر فتح۔ اہل فلسطین کا دوسرا حملہ۔ حضرت
داؤد۔ آپ کی ابتدا۔ آپ کا فلاخن فلسطینی پہلوان کا مارا جانا۔ طالوت کو حضرت
داؤد سے حسد۔ آپ کا عروج اور شاہزادی کے ساتھ شادی۔ آپ کے ساتھ
طالوت کی دشمنیاں۔ علانیہ دشمنی۔ آپ کی غریب الوطنی اور صحرانوردی۔ سالے کی رقابت
طالوت اور اس کے خاندان کا خاتمہ۔ حضرت داؤد کا عہد۔ بے مانگے سلطنت۔ ایک
رقیب اور اس کا خاتمہ۔ زبردست قومی سلطنت۔ بیت المقدس دار السلطنت
قرار پایا۔ اس سلطنت کا عروج۔ ایک روحانی مرکز اور بیت اللہ بنانے کی آرزو۔
اس آرزو کو اپنے ساتھ قبر میں لے جانا۔ مگر اسکے لیے بہت سامان جمع کر گئے۔

طالوت | یہ بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ طالوت تھے جنکو سُریانی زبان میں ساؤل کہتے ہیں اور یہی نام انگریزی میں مشہور ہے۔ انتخاب کے بعد ثابت ہوا کہ وہ قبیلہ بنیامین کے معزز لوگوں میں اور اپنے گروہ کے ایک سردار کے بیٹے ہیں۔ طالوت کو بادشاہ ہوتے ہی جو پہلی مہم پیش آئی تھی یہ تھی کہ پڑوس کی ایک اور قوم نے جو لوگ ابیونی کہلاتے تھے حملہ کیا۔ ابیونیون کے بادشاہ ناحش نے شہر جابیز کا محاصرہ کر لیا اور محصورین کو حکم دیا کہ اپنی آنکھیں نکال ڈالیں جس ظالمانہ فعل کو اس نے علامت اطاعت قرار دیا تھا۔ جابیز والوں نے نئے بادشاہ طالوت سے مدد مانگی طالوت

(حاشیہ: مہم — ابیونیون سے لڑائی)

فوراً ایک بیل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے توڑ کے ہندوستانی غدر کی ٹکیہ کیطرح تمام اسرائیلی قبائل میں بھیجے جس سے سب کو اس امر پہ آمادہ کرنا مقصود تھا کہ لڑائی کے لیے طیار ہوجائیں اسطرح بنی اسرائیل کا ایک عظیم الشان لشکر طیار ہوا جس کی تعداد تین لاکھ تیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ اس قومی جوش نے ابیونوں کو فاش شکست دی۔ اس فتح کے بعد طالوت نے وہ انتظامات شروع کر دیے۔ قوم سے چند کے ایک بڑا اور باضابطہ لشکر طیار مرتب کیا۔ صرف ارض یہودا کا وہ حصہ جو ابھی تک اہل فلسطین کے تصرف سے بچا ہوا تھا اس چھوٹی سلطنت کا آغوش تھا بہت قرار پایا۔ اور دشمنوں کے روکنے کا بندوبست کیا جانے لگا۔

اسرائیلی سلطنت کا نشوونما | چند روز کی حکومت نے قومی اقبال کے بہت اچھے نمونے پیش کیے جن میں سب سے زیادہ امید دلانے والی یہ چیز تھی کہ طالوت کا بیٹا یونا تان ایک بہت بڑا مرد میدان ثابت ہوا۔ اور اس نے ہر طرف فتحیابی و اقبال مندی کے ساتھ حملے شروع کر دیے۔ اتفاقاً اس نے اپنی سلطنت کے پوری طرح مضبوط ہونے کے قبل ہی فلسطینوں کے شہر جبا پہ حملہ کر دیا۔ اس چھیڑ کے ہوتے ہی

اہل فلسطین سے چھیڑ چھاڑ | فلسطین لوگ تین ہزار رتھوں اور چھ ہزار سواروں کا لشکر لے کے چڑھ آئے۔ بنی اسرائیل گھبرا گھبرا کے ہر طرف بھاگے۔ اور چند ہی جانباز تھے جنھوں نے طالوت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کے اہل فلسطین کا سامنا کیا۔

طالوت کا گناہ | طالوت نے اس موقع پہ شریعت موسوی کے خلاف ارادہ کیا کہ خود ہی مقتدا سے دین بھی بن جائے۔ اور حضرت اشموئیل کی مرضی کے خلاف آپ بیچ جا کے خدا کے سامنے قربانی پیش کر دی۔ یہ ایک بڑا گناہ تھا۔ اور اس

حق کا چھیننا تھا جسے خدا نے بنی لاوی کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ اشموئیل
نے برہم ہو کے پیشین گوئی کی کہ اس جرم کے پاداش مین سلطنت طالوت
کے خاندان سے نکل کے کسی اور خاندان مین چلی جائے گی۔

اہل فلسطین پر فتح

ادھر تو یہ ہوا اُدھر اہل فلسطین سارے ملک یہودا مین پھیل
گئے۔ تمام اسلحہ اور سارے لوہارون کو اُنھون نے اپنے قبضہ مین کر لیا۔
اور طالوت کے پاس صرف چھ سو آدمی رہ گئے۔ جن کے ہتھیار بھی ناقص تھے
مگر خدا مہربان تھا۔ طالوت اور اُسکے بیٹے کی شجاعت سے دشمنون کو سخت
شکست ہوئی۔ اور اُن کے بہت سے لوگ بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل ہوے

اہل فلسطین کا دوسرا حملہ

چند روز بعد اہل فلسطین نے پھر حملہ کیا۔ اور اب ان
کے ساتھ ایک زبردست گروہ عمالقہ کا بھی تھا۔ ان کے مقابلہ مین طالوت
کو بڑی دشواری پیش آئی۔ علی الخصوص ان کے ایک زبردست پہلوان
نے بنی اسرائیل کو انتہا سے زیادہ پریشان کر رکھا تھا۔ وہ میدان مین کھڑا
مقابل کو طلب کر رہا تھا۔ اور یہان کسی کو قدم بڑھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ طالوت
نے اپنی بیٹی دینے اور دولتمند بنا دینے کا بھی وعدہ کر دیا۔ مگر کسی کو مقابلہ کا حوصلہ
نہ ہوتا تھا۔ چالیس دن تک دونون لشکر آمنے سامنے پڑے رہے وہ پہلوان
روز میدان مین آ کے مقابل طلب کرتا۔ اور بنی اسرائیل ڈر ڈر کے ایک دوسرے
کی صورت دیکھتے۔ بغلین جھانکتے۔ اور بھاگنے کا ارادہ کرتے۔

حضرت داؤد

چالیس دن کے بعد ایک روز جبکہ وہ پہلوان خود و زرہ
پہنے اور اپنا بھاری نیزہ ہاتھ مین لیے میدان مین تبختر سے ٹہل رہا تھا۔ ایک
خوبصورت نوعمر لڑکا پتھرون کی جھولی بغل مین لٹکائے اور ایک گوپھن ہاتھ
مین لیے اسکے مقابلے کو نکلا۔ جس کی صورت دیکھتے ہی دونون طرف کے لوگ

متحیر ہو گئے۔ اور سب نے اسے تحقیر و اہانت کی نگاہوں سے دیکھا۔ مگر لڑکے نے اس کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ میدان مین برابر بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور آخر اُس کی گوپھن کے ایک ہی پتھر نے اُس ہیبتن پہلوان کو خاک پر گرا دیا۔ یہ حضرت داؤد تھے جن کے فلاخن نے اس نازک موقع پر بنی اسرائیل کی جانین بچا لین۔

آپ کی ابتدا حضرت داؤد کی حقیقت یہ ہے کہ بیت اللحم نام ایک چھوٹے سے گانون مین یسّی نام ایک غریب اسرائیلی رہتا تھا۔ خدا نے اُسے آٹھ بیٹے دیے تھے جن مین سے تین بادشاہ طالوت کے ساتھ میدان جنگ مین پڑے ہوے تھے سب سے چھوٹے بھائی حضرت داؤد اپنے گمنام قصبہ مین باپ کی بھیڑیان چرانے کے ساتھ ساتھ فلاخن بازی اور سنگ اندازی کی مشق کیا کرتے۔ باپ نے ایک دِن کچھ روٹیان وغیرہ دے کے انھین میدان جنگ مین بھیجا۔ اور کہا "جاؤ یہ روٹیان اپنے بھائیون کو دے آؤ"

آپ کا فلاخن داؤد بچپن کی شان سے کھیلتے کودتے عرصۂ کارزار مین پہونچے۔ باپ کا ہدیہ بھائیون کو دیا۔ اور میدان جنگ کا تماشا دیکھنے لگے یہان فلسطین پہلوان کو لاف زنی کرتے اور اپنی قوم والون کو ترسان و لرزان دیکھا تو نہ رہا گیا۔ کسی سے اصل ماجرا دریافت کیا معلوم ہوا کہ اس پہلوان نے سارے اسرائیلیون کو عاجز کر رکھا ہے اس پر آپ نے جھنجھلا کے کہا "اس غیر مختون فلسطین کا اتنا حوصلہ ہو گیا کہ خدا کے منتخب لوگون کو میدان جنگ مین بلاتا ہے!"

اور کون نے کہا "مگر کس کا ایسا تن و توش ہے کہ اس کا سامنا کرے؟
بادشاہ نے اپنی بیٹی دینے تک کا وعدہ کر لیا لیکن اس پہ بھی کسی
کو قدم بڑھانے کی جرأت نہیں ہوتی" حضرت داؤدؑ کو سپاہیوں
سے باتیں کرتے دیکھ کے بڑا بھائی قریب آیا۔ اور گھرک کے کہنے لگا
جاؤ اپنی بھیڑیاں چراؤ۔ یہاں کھیلنے اور تماشا دیکھنے سے کیا حاصل؟"
مگر داؤدؑ گھر جانے کے بدلے بادشاہ طالوت کے سامنے گئے۔ اور کہا
"میں اس فلسطینی کے مقابلہ پہ جاتا ہوں" طالوت نے صورت دیکھی اور
کہا "تم ابھی بچے ہو" داؤدؑ نے بے پروائی سے جواب دیا "بچہ ہوں تو
کیا ہوا؟ اس سے بخوبی لڑلوں گا۔ میرے گلہ پہ شیر اور ریچھ نے حملہ کیا
تو میں نے انہیں تو مار ہی لیا۔ اس کی کیا ہستی ہے؟"

یہ جواب سن کے طالوت نے جناب داؤدؑ کی درخواست قبول
کی۔ آپ کو اپنا خود اور اپنی زرہ پنہائی۔ اپنے ہتھیار دیے۔ اور لڑائی
پہ بھیجا۔ مگر ان ہتھیاروں کو آپ نے وہیں ڈال دیا۔ اور ایک جریب
اور جھولی میں کچھ پتھر اور اپنا فلاخن لے کے مقابلہ کو نکلے۔

فلسطینی پہلوان کا مارا جانا

ایک لڑکے کو مقابلے پہ آتے دیکھ کے وہ پہلوان
بھی چکر میں آگیا۔ اور تعجب سے پوچھنے لگا "یہ جریب
ہاتھ میں لے کے میرے مقابلہ کو آئے ہو؟" حضرت داؤدؑ نے جواب میں
کچھ کلمات رجز کہے۔ خدا وند جل و علا پہ اپنا بھروسا ظاہر کیا۔ اور لڑائی کو
تیار ہو گئے۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف جھپٹے۔ مگر ملنے نہیں پائے تھے کہ
داؤدؑ کا فلاخن زور سے گھوما۔ ایک پتھر زور سے سنسناتا ہوا ہوا میں چلا۔ اور
پاس پہنچ کیا دیکھتے ہیں کہ فلسطینی پہلوان زمین پہ مردہ پڑا ہے۔ نوجوان ہمت نے

بڑھ کے اُسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور پلٹ کے طالوت کے سامنے آئے۔ طالوت نے حیرت سے پوچھا "تم کس کے بیٹے ہو؟" جواب دیا۔ "آپ کے غلام یسّی بیت لحمی کا!"

حضرت داؤد کی اس بہادری کو دیکھ کے طالوت کا بیٹا یوناثان آپ کا دوست ہو گیا۔ اس نے اپنے کپڑے اور اپنے اسلحہ آپ کو دے دیئے۔ اور کبھی طرح آپ سے جدا ہونا پسند نہ کرتا تھا۔ اور جب اسرائیلیہ عورتیں گا گا کے

طالوت کو حضرت داؤد کو حسد

تاجپی مبارک باد دینے کو آئیں تو انہوں نے طالوت سے زیادہ تعریف حضرت داؤد کی کی۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ طالوت کے دل میں حضرت داؤد کا حسد پیدا ہوا۔ اور آپ کی جان لینے کے درپے ہو گیا۔ مگر طالوت جس قدر آپ کا دشمن تھا اسی قدر اُس کا بیٹا یوناثان آپ کا دوست ہمدرد اور طرفدار ثابت ہوا۔ اور اسی کی ہمدردی و دوستی نے آپ کی جان بچائی۔

آپ کا عُروج اور شاہزادی کے ساتھ شادی

ابتداءً حضرت داؤد کے معجزنما لحن نے بادشاہ کی آتش حسد پر بہت کچھ پانی ڈالا۔ لیکن اُس پر بھی بادشاہ کے دل کا جوش مخالفت غالب آیا۔ اس نے دو دفعہ جان لینے کی کوشش کی اور دونوں دفعہ آپ کو تائید ایزدی نے بچا لیا۔ لیکن اس دلی عداوت کے ساتھ ظاہرداری اور عام لوگوں کے خوش کرنے کے لیے وہ فوجی عہدوں پر آپ کو برابر ترقی دیتا جاتا تھا۔ چند روز بعد آپ سے وعدہ کیا گیا کہ اگر ایک سو فلسطینوں کے ختنوں کی کھال کاٹ لاؤ گے تو شاہزادی مرب تمہارے عقد نکاح میں دی جائے گی۔ آپ نے اس شرط کو پورا کیا اور اگرچہ خود مرب بھی آپ کی دلدادہ تھی مگر پیمان شکن بادشاہ نے اب بھی بے وفائی کی۔ اور مرب کی شادی ایک اور شخص کے ساتھ ہو گئی۔ مگر قوم کی عام ناراضی کو

دیکھ کے طالوت سے سوا اس کے اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی کہ اپنی دوسری بیٹی میکل کا ہاتھ آپ کے ہاتھ مین دیدیا۔

اپنے ساتھ طالوت کی دشمنیان اب داماد بنانے کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ آپ کا دشمن تھا۔ لیکن یوناتان ہر موقع پر آڑے آتا اور آپ کا بال بیکا نہ ہونے پاتا اس زمانے مین بادشاہ کی طرف سے آپ کی جان پر جو حملے ہوئے اُن مین سے پچھلے کا یہ قطعی نتیجہ ہونے والا تھا کہ رات کی تاریکی مین آپ میکل کے ساتھ بچھونے پر سوتے کے سوتے رہ جائین۔ اور ساؤل بادشاہ کا خنجر آپ کے سینے مین پیوست ہو جائے۔ مگر خدا مددگار تھا۔ میکل جسے باپ نے اپنی سازش مین شریک کیا تھا ایسے ہر دلعزیز شوہر کی موت کو گوارا نہ کر سکی۔ خود اس نے آپ کو خبر کر دی اور کہا جتنی جلدی ہو سکے بھاگو۔ وفاکیش بی بی کی عنایت سے آپ تو بھاگ کے شہر رمہ مین پہونچے۔ اور حضرت اشموئیل کے ساتھ خدا کی مناجاتین گانے لگے۔ اور یہان بستر خواب پر طالوت کے خنجر نے جس کے سینہ کو چاک کیا وہ ایک مصنوعی گڈا تھا جسے میکل نے آپ کی جگہ پر چادر اُڑھا کے لٹا دیا تھا۔

علانیہ دشمنی اس دفعہ کی ناکامی نے طالوت کی خفیہ کارروائیون کو طشت ازبام کر دیا۔ اور اب وہ علانیہ دشمن تھا۔ آپ کی گرفتاری کے لیے لوگ رمہ مین بھیجے گئے مگر اُنھون نے آپکو اس حال مین پایا کہ جناب اشموئیل کے ساتھ خدا کی مناجاتین گا رہے ہین معجز نما لحن داودی نے قاتلون پر ایسا اثر کیا کہ اپنا فرض بھول گئے اور آپ کے ساتھ وہ بھی تانین لگانے لگے۔ اسی طرح طالوت کے بھیجے ہوئے لوگون کو تین بار ہیبت حق نے مغلوب کیا۔ آخر خود طالوت دشمنی اور جان لینے کا پورا تہیہ کر کے رمہ مین آیا۔ مگر اس پر بھی وہی کیفیت گزری جو اس کے فرستادون پر گزری تھی۔

آپ کی غریب الوطنی وصحرانوردی آخر جب حضرت داود نے دیکھا کہ طالوت کی طرف سے دشمنی کی کوششیں برابر جاری ہیں تو آپ نے یوناتان کو رخصت کر دیا جو اب تک آپ کا رفیق و انیس تھا۔ اور غیر آباد مقاموں جنگلوں اور بیابانوں میں پھرنے لگے۔ تھوڑے دنوں کی آوارہ گردی کے بعد ایک نہایت ہی غیر آباد اور وحشت انگیز غار میں پہونچے۔ جہاں چند اور آوارہ گرد آپ سے آملے۔ اُن کی جماعت کو مرتب کر کے آپ ایک فوجی افسر بن گئے۔ اور ایک خودمختار بدوی سردار کی شان سے یہاں سکونت اختیار کی۔ اِن دنوں غریب الوطنی اور خانہ بدوشی کی زندگی اور ہر گھڑی خوف و اندیشہ کی حالت میں رہنے کی بدولت آپ کو بڑی بڑی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اگرچہ طالوت کے آدمی ہر جگہ آپ کا سُراغ لگاتے پھرتے تھے مگر کوئی آپ پر دسترس نہ پاتا بلکہ کئی مرتبہ طالوت کو اُلٹے یہ نظر آیا کہ وہ خود آپ کے قبضہ میں ہے اور اگر آپ اس کے مار ڈالنے کا قصد کرتے تو وہ کسی طرح جان بر نہ ہو سکتا۔

سالے کی رفاقت یوناتان اس وقت تک آپ کا ہمدرد اور طرفدار تھا۔ اور آپ کی دوستی میں یہاں تک مستقل تھا کہ اگرچہ اصلی وارث سلطنت وہی تھا مگر تاج و تخت سے خود ہی دست بردار ہو کے کوشش کر رہا تھا کہ حضرت داؤد کو قوم بنی اسرائیل کا بادشاہ بنائے۔ اور آپ وزارت کی خدمت انجام دے۔ اس آوارہ گردی کے زمانہ میں بھی جناب داؤد نے فلسطیوں کے بعض گروہوں کو ایسی زکیں دی تھیں کہ بادشاہ طالوت کو چھوڑ کے اکثر اسرائیلی آپ کے ہمدرد دوست بن گئے

طالوت اور اُسکے خاندان کا خاتمہ آخر طالوت اور حضرت داؤد کی مخالفت نے فلسطیوں کو پھر حملہ آوری کا موقع دیا۔ اور ایک بروست لشکر لیکے وہ چڑھ آئے۔ شہر غلبوعا میں ایک سخت اور خونریز لڑائی ہوئی۔ جہاں کے تاریخی میدان نے قوم بنی اسرائیل کے اکثر ناموروں کے ساتھ یوناتان اور طالوت کے تمام بیٹوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور خدا کی

اس مخصوص قوم کو ایسی فاش شکست ہوئی کہ ساری قوم تباہ ہونے کے قریب پہنچ گئی
طالوت میدان سے بھاگ کے ایسا شکستہ دل تھا کہ اس ذلت کی زندگی کو نہ پسند کر سکا
اور اپنے اسلحہ بردار کو حکم دیا کہ تلوار کے ایک وار سے میری زندگی کا چراغ بھی گل کر دے
مگر وفادار خادم سے اس کی جرأت نہ ہوئی۔ تب اس نے اپنی تلوار پر آپ ہی گر کے
سلسلۂ عمر منقطع کرنے کی کوشش کی لیکن اس طرح بھی جو زخم آیا کاری نہ تھا۔ اب طالوت
نے ایک اور نوجوان خادم کو بلایا جو عمالقہ میں سے تھا۔ اور اس سے اپنے قتل کی فرمائش
کی۔ اس نے اس کی آرزو پوری کر دی۔ اس کے بعد اس اسلحہ بردار خادم سے بھی اپنے
آقا کی موت نہ دیکھی گئی۔ خود بھی اپنا کام تمام کر کے مرحوم بادشاہ بنی اسرائیل
کی لاش پر گرا اور دم توڑ دیا۔

نوجوان عملیقی یعنی طالوت کے قاتل نے اس کا کچھ زیور اور اس کے ہاتھ کے
کنگن اتار لیے اور انہیں لے کے حضرت داؤد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے
دوست یوناثان اور بادشاہ طالوت کی موت کی خبر سنی تو نہایت ہی افسوس کیا۔
پہلے تو آپ نے اس عملیقی نوجوان کو بادشاہ کے خون کے قصاص میں قتل کیا۔

حضرت داؤد کا عہد

پھر بادشاہ کا ایک نہایت ہی پرسوز و گداز مرثیہ لکھا۔ جو
آپ کی دیگر نظموں کی طرح ساری قوم میں مشہور ہو گیا۔ اور قومی ادبار پر ہر شخص
کو نوحہ خوان بنا کے آپ وادی برون میں آئے۔ اور ساری قوم کی آرزو کے
مطابق خالی شدہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔

یہ صرف حضرت داؤد کا پیمبرانہ اور معصومانہ کمال تھا کہ اول سے آخر تک

بے مانگ سلطنت

آپ کے قدم کو کبھی لغزش نہ ہوئی۔ ابتدائے عہد میں آپ نے بادشاہ
طالوت کی ہر مخالفانہ کوشش کو صبر و شکر سے ٹالا۔ اور کبھی انتقام کے درپے نہیں
ہوئے۔ پھر اس کے بعد بھی آپ کی تخت نشینی و سلطنت کی تائید میں حقیقی کاوش نمایاں

ہوئین۔ وہ سب من جانب اللہ تھین۔ اور آپ نے کبھی کوشش نہ کی تھی۔ کہ کسی خداشناس اسرائیلی کا خون اپنی غرض کے لیے گرائین۔ طالوت کے تمام بیٹے جو لائق اور تخت نشینی کے قابل تھے وہ سب دشمن کے ہاتھ سے میدان جنگ مین مارے گئے۔ خود اُس نے خودکشی کر کے اپنی زندگانی کا خاتمہ کیا۔ اب اس کے بعد اور اسوقت جب کہ آپ تخت نشین ہو چکے ہین طالوت کے ایک قریبی رشتہ دار ایک رقیب اور اس کا خاتمہ اور ابنیر سردار ابنیر نے شمالی اقوام بنی اسرائیل کی تائید سے مرحوم پادشاہ کے ایک نابالغ بیٹے اشبوشیت کو بادشاہ بنا لیا۔ مگر حضرت داؤد نے اس کی ابھی کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ سکوت و خاموشی کے ساتھ خدا کی مشیت اور فیصلۂ ربانی کے منتظر تھے کہ ناگہان خبر آئی ایوب نام ایک سردار نے جو حضرت داؤد کا طرفدار تھا ابنیر کو قتل کر ڈالا۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ ایوب مذکور کے بھائی کو ابنیر نے کسی گذشتہ لڑائی مین بے خطا و قصور مار ڈالا تھا۔ اسی خون کے انتقام مین کینہ پرور بھائی نے قاتل کی جان لی۔ اس خبر کو سن کے حضرت داؤد نے بہت افسوس کیا۔ ابنیر کو بڑی دھوم دھام اور سخت نوحہ و بکا کے ساتھ دفن کر دیا۔ اور خود اس کے سوگوار و عزادار بنے۔ اشبوشیت بالکل بچہ تھا۔ ابنیر کے بعد وہ کیا کر سکتا۔ مگر چونکہ خدا کو طالوت کے خاندان کا ختم ہی کر دینا منظور تھا اس لیے وہ معصوم بچہ بھی خاص اپنے دو طرفدارون رکاب اور بعناح کے ہاتھون بے گناہ مارا گیا۔ جن کی غرض شاید یہی ہو گی کہ حضرت داؤد کو خوش کر کے آپ کی حکمرانی کا راستہ کانٹون اور ٹھوکرون سے صاف کرین۔ مگر ایسے نامردی کے ظالمانہ وار اور ایسی بیرحمانہ خیرخواہی کا صلہ و انعام کسی دنیاپرست و جبار کے دربار مین چاہے کیسا ہی اعلیٰ درجے کا ہو مگر ایک معصوم پیغمبر کے دربار مین اسکے سوا کیا ہو سکتا تھا کہ اُن دونون مجرمون کے قتل کا فتویٰ دیا گیا۔ یون ان ظالمون کو اُن کے

کردار کی سزا دے کے آپ بالاستقلال اور بلا شرکت بادشاہ ارض یہود ہو گئے

زبردست قومی سلطنت | بادشاہ ہوتے ہی آپ نے ایک زبردست قومی سلطنت کی بنیاڈال دی۔ بنی اسرائیل کی تمام قومین جو اس سے پیشتر منتشر اور ایک دوسرے کی دشمن تھین بہ خوشی خاطر اور اپنا فخر سمجھ کے آپ کی تابع فرمان ہو گئین اور بیان کیا جاتا ہو کہ آپ دو لاکھ کے قریب فوج میدان مین لا سکتے تھے۔ فلسطینون کو ہر طرف شکستین دین اور وہ سرحدی مقامات کو چھوڑ چھوڑ کے اپنے علاقون کے اندرونی بلاد کی طرف ہٹنے لگے۔

اپنی حکومت کے ابتدائی ساڑھے سات برس تک تو آپ کا مستقر سلطنت قدیم شہر حبرون[۵۵] رہا۔ مگر اس کے بعد آپ نے ایک نئے دارالسلطنت کے آباد کرنے کا ارادہ کیا۔ آخر کنعانیون کا قدیم شہر جیوس بنی اسرائیل کا مرجع و ماویٰ قرار پایا

بیت المقدس دارالسلطنت قرار پایا | یہ شہر نہایت ہی محفوظ مقام مین واقع تھا۔ اور حضرت داؤد نے اس کو اپنا دارالسلطنت مقرر کرتے ہی یروشلیم کے مقدس نام سے نامزد کر دیا۔ شہر جیوس چاہے کتنے ہی پیشتر سے آباد ہو مگر تاریخ مین اس کا نام حضرت داؤد ہی کے عہد سے درج ہوا ہو۔ اور آپ ہی کی برکت تھی جس کی بدولت آج تک بیت المقدس کہلاتا ہو اور ایک عالم کا مرجع بنا ہوا ہے۔

اس سلطنت کا عروج | تابوت سکینہ بھی اس شہر یروشلیم مین لا کے ایک بلند ٹیلہ پر رکھا گیا جس سے اس شہر کو نہایت ہی مذہبی وقعت حاصل ہوئی۔ اس شہر کے مرکز سلطنت قرار پاتے ہی بنی اسرائیل کی ترقی و کامیابی کا زمانہ شروع ہو گیا۔ حضرت داؤد نے پوری قوت اور کامل توجہ سے مقابلہ کر کے حملہ آور قومون کو مغلوب کیا۔ بنی اسرائیل کو فلسطینون کی محکومی سے آزاد کرایا۔ آپ کی اس قوت نے تمام

[۵۵] حبرون بیت المقدس کے جنوب مین مغرب کی طرف ذرا ہٹا ہوا ہے۔

فرمانروایان شام کے دل مین بنی اسرائیل کی ہیبت بٹھادی۔ اور گرد و جوار کے کل درباروں نے اپنا فخر سمجھ کر اس پیرانہ دربار شاہی سے دوستانہ تعلقات پیدا کئے۔

اب ابراہیمی و اسرائیلی ملت نے تخت و تاج کے زیور سے آراستہ ہو کے دنیا کو ایسی شائستگی و تہذیب کا نمونہ دکھایا جس سے اُس وقت تک نوع انسانی محروم رہی تھی

ایک روحانی مرکز اور بیت اللہ بنانے کی آرزو

حضرت داؤد کی خدا پرستی نے قوم مین توحید کی ایک تازہ روح پھونک دی تھی۔ آپ کا ارادہ ہوا کہ نقش توحید کی مضبوطی اور اللہ جل شانہ کی عبادت کے لیے ایک عالیشان معبد قائم کرین۔ جو ساری قوم کا مرجع اور قدیم دینی تبرکات کا مرکز یا خزانۂ روحانیت قرار دیا جائے۔ لیکن اس تاجدار پیمبر کی یہ آرزو نہ پوری ہو سکی۔ اس لیے کہ اول تو حضرت داؤد کی حکومت کا زیادہ حصہ بت پرست قومون کے مغلوب کرنے ہی مین صرف

اس آرزو کو اپنے ساتھ قبر مین لیجانا

ہو گیا دوسرے خود خداوند جل وعلا نے بشارت دی کہ یہ کام تمہارے لیے نہین بلکہ تمہارے بیٹے کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس حکم ربانی نے آپ کے ارادے کو قطعاً روک دیا۔ تاہم آپ نے خدا کی اجازت سے اپنی سلطنت کے گیارھوین سال ایک چھوٹے معبد آلہی کی بنیاد ڈال ہی دی۔ مگر جس عالیشان اور بارونق عمارت کا خاکہ آپ کی آرزو نے کھینچا تھا اس کو اپنے صاحبزادے حضرت سلیمان کے لیے چھوڑا۔ اور تعمیر کی وصیت کر کے غریق رحمت آلہی ہوے۔

حضرت داود نے انتقال سے پہلے ہی اس مقدس عمارت کے لئے بہت کچھ سامان

مگر اس کے لیے بہت سا سامان فراہم کر گئے

فراہم کر لیا تھا۔ چنانچہ ۳ ہزار قنطار سونا اور ۷ ہزار قنطار چاندی خود شاہی خزانہ مین جمع تھا جس کو حضرت سلیمان کے سپرد کر گئے اور عمارت کا نقشہ بنا کے چالیس سال کی حکمرانی کے بعد آپ نے سفر آخرت کیا اور ایک زبردست سلطنت جس کے حدود دریائے دجلہ سے بحر روم تک پھیلے ہوئے تھے جوان سال و اقبالمند فرزند حضرت سلیمان کے ہاتھ مین

باب چہارم

حضرت سلیمان کا عہد اور بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر

حضرت سلیمان کی سلطنت۔ بیت المقدس کی تعمیر۔ چہ بینہ کا اہتمام۔ عمارت کا نقشہ۔ اُس کا ساز و سامان۔ طلاکاری۔ اس کا افتتاح۔ حرم الحرم میں کسی کو جانے کی جرأت نہ ہونے کا سبب۔ اس خانۂ خدا کا اثر۔

حضرت سلیمان کی سلطنت حضرت سلیمان نے بیس سال کی عمر میں عنان سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی پدر بزرگوار کی وصیت پوری کرنے کا ارادہ کیا۔ اور تمام بنی اسرائیل سے خواہش کی کہ اس کارِ خیر کے لیے روپیہ فراہم کریں۔ ساری قوم اپنے خدا شناس پادشاہ کا حکم بجالانے کی طرف جوش و خروش سے متوجہ ہوگئی اور جو سونا چاندی پہلے سے موجود تھا اُس کے علاوہ پانچ ہزار قنطار سونا۔ دس ہزار قنطار چاندی۔ دس ہزار درہم۔ اٹھارہ ہزار قنطار پیتل۔ اور ایک لاکھ قنطار لوہا لاکے حاضر کر دیا۔ اس سامان کے علاوہ اکثر لوگوں نے جواہرات وغیرہ کی قسم سے اور بھی بہت سی قیمتی چیزیں پیش کیں۔ اور جب ان سب سامانوں کا ڈھیر لگ گیا تو تخت نشینی کے چوتھے سال آپ تعمیر کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمارت کی بنیاد ڈال دی۔

بیت المقدس کی تعمیر شہر یروشلیم میں کوہِ موریا پر وہی جگہ جہاں بقول بعض راویان یہود کے حضرت ابراہیم اپنے لختِ جگر کو قربانی کرنے کی غرض سے لے گئے تھے۔ اور[1]

[1] تحقیق سے ثابت ہوگیا ہے کہ قربانی حضرت اسمٰعیل کی ہوئی تھی اور مکہ معظمہ کے قریب جبل عرفات میں ہوئی مگر یہود و نصاریٰ نے اصلی واقعہ کو دبا کے حضرت اسمٰعیل کی قربانی کے واقعہ کو مشتبہ کر دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض صحابہ و تابعین اور چند مسلمان مصنفین بھی بخلاف حضرت اسماعیل کے جناب اسحٰق کو ذبیح بتلاتے ہیں جو محض دھوکا اور غلطی ہے۔

قربان گاہ بڑے اہتمام سے تیار ہوئی - جو ۲۰ گز کے مربع مین اور ۱۰ گز بلند تھی
اسی کے قریب ایک برنجی مدوّر حوض تھا - اور اس کے بنانے مین ایسا کمال
دکھایا گیا تھا کہ اس عہد کی عجیب و غریب کاریگری کا ثبوت دیتا تھا - یہ پورا حوض
زنبق کے ایک شگفتہ پھول کی وضع مین تھا جس مین خوش نمائی کا پورا لحاظ رکھا
گیا تھا - اس کا دور ۳۰ گز کا تھا اور قطر ۱۰ گز کا - کنارون کا دل کلائی کی چوڑائی
سے زیادہ نہ تھا - اور بارہ بیل جو ایک مدور حلقہ مین قائم کئے گئے تھے - اس پورے
حوض کو جو ایک شگفتہ پھول کی وضع مین نظر آتا تھا اپنی پیٹھ پر اُٹھائے ہوئے
تھے - اس حوض مین ۳۰۰۰ مشکے پانی آتا تھا - اور انبیا و رسُل اور مقتدایان ملت
اسرائیلی کے سوا کسی کو اس حوض مین کچھ دھونے یا طہارت کرنے کی اجازت
نہ تھی - عام لوگون کی طہارت کے لیئے دس اور حوض تھے - جن مین سے پانچ صحن
مین داہنی جانب اور پانچ بائین جانب واقع تھے - ان حوضون مین زیادہ تر وہ
چیزین دھوئی جاتی تھین جو قربان گاہ مین سلگانے اور دھونی کے لیے لائی جاتین
دس سونے کے شمعدان تھے - اور یہ بھی اُسی طرح خاص ہیکل کے دہنے بائین
جانب پانچ پانچ کر کے تقسیم کئے گئے تھے - اس کے علاوہ اور بھی جتنا سامان
اور جتنے آلات و ظروف تیار کئے گئے سب خالص سونے کے تھے -

طلاکاری سونا صرف انھین چیزون مین نہین صرف کیا گیا تھا بلکہ اس کے بے
انتہا مصارف تھے یہ پوری عمارت اگرچہ سنگ رخام سے تعمیر ہوئی تھی - اور چھت
مین بھی اگرچہ صنوبر کی لکڑی لگی تھی مگر تیاری کے بعد نیچے سے اوپر تک در و دیوار
چھت اور دروازون پر ہر جگہ سونا پھیرا گیا تھا - اس دولت مندی کا اظہار صرف
اندر ہی کی طرف نہین کیا گیا تھا - بلکہ عمارت کے بیرونی رُخ پر بھی یہی شان دکھائی
گئی تھی - جس کا نتیجہ یہ تھا کہ یہ عمارت اندر باہر ہر طرف سے بالکل ایک سونے کا

ڈلا معلوم ہوتی جس مین سوا سونے کے اور کوئی چیز دکھائی ہی نہ دیتی تھی۔ پھر اس سونے پر جا بجا قرینہ سے جواہرات لگائے گئے تھے۔ اور بعض جگہ نقاشی سے بھی کام لیا گیا تھا۔ اور جب یہ مقدس عمارت قائم ہوئی تو اس کے گرد کئی دیوارین قائم کی گئین اور ہر دیوار کے اندر کا صحن بیرونی صحن سے مرتفع تھا۔

جب ایسے اہتمام سے اور اس دریادلی کے ساتھ یہ مقدس خانۂ خدا بن کے تیار ہو گیا تو اس کے افتتاح کی رسم عمل مین آئی۔ جس کے لئے حضرت سلیمان کی خداشناسی نے قومی جوش و خروش دکھانے مین کوئی دقیقہ نہین فروگذاشت کیا۔ تمام قبائل و اسباط بنی اسرائیل کے سردار اور معزز لوگ جمع کئے گئے۔ اور چونکہ عبادت کرانا اور مذہبی خدمات کا سرانجام دینا حضرت موسیٰ کے عہد سے خاص بنی لاوی کے ساتھ مخصوص ہو چکا تھا لہذا اس سبط کے قریب قریب تمام لوگ شہر یروشلم مین حاضر ہوئے۔ ان مین سے چوبیس ہزار عام فرائض دینی کے انجام دینے کے لیے۔ چھ ہزار دینی گروہ کی سرداری کے واسطے۔ چار ہزار نگہبانی و حفاظت کے لیے۔ اور چار ہزار گانے بجانے اور خدا کی مناجاتون مین خوش گلوئی کے جوہر دکھانے کے واسطے مامور ہوئے لیکن رسم افتتاح کے موقع پر تمام بنی لاوی بلا استثنا و امتیاز اندرونی صحن مین برنجی قربان گاہ کو گھیر کے کھڑے ہوئے۔ جن مین کہتے ہین کہ ۱۲۰ تو قرنا بجانے والے تھے اور ما بقی لوگون مین سے کسی کے ہاتھ مین جھانجھین تھین۔ اور کسی کے پاس ڈنگ و بربط تھے۔ خود حضرت سلیمان ایک برنجی تخت پر جلوہ افروز تھے۔ اور بیرونی صحنون مین تمام قوم بنی اسرائیل کا مجمع تھا۔ جب یہ مجمع پورا ہو لیا۔ اور لوگ مذہبی ادب و خموشی کے ساتھ اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہو چکے تو چڑھاوے کی چیزین یعنی وہ چیزین جن کی خوشبو کے لیے دھونی دی جاتی ہے بے اندازہ

وبیحد مقدار مین لاکے قربان گاہ پر ڈھیر کر دی گئین ۔ یہ سامان بھی فراہم ہو لیا
تو جلی اور سب سے اہم کام کے لیے ایک اشارہ کیا گیا جو پہلے ہی سے قرار
پاچکا تھا ۔ اشارے کے ساتھ ہی بنی لاوی کے پر جوش لوگ تابوت سکینہ کو
اپنے کندھون پر اُٹھا کے لے چلے کہ تعمیر خانۂ خدا مین لاکے رکھین ۔ بڑی دھوم
دھام بڑی شان و شوکت سے تابوت سکینہ جدید طلائی عمارت کی طرف آرہا
تھا ۔ لوگ ساتھ ساتھ مناجاتین گاتے آتے تھے ۔ اور زور و شور سے باجے
بج رہے تھے ۔ قدیم تبرکات اور انبیائے سلف کی یادگارون کا وہ مقدس خزانہ
لاکے خاص مقام پر فرشتون کے پرون کے نیچے رکھ دیا گیا جس کے رکھے جاتے
ہی کل باجے والون نے ایک ساتھ اور نہایت ہی جوش و خروش سے باجے
بجانا اور گانے والون نے عجیب محویت و ازخود رفتگی کے ساتھ گانا شروع کیا ۔
اس قومی جوش نے مقبولیت کا یہ فوری ثبوت دیا کہ آسمان سے ایک ابر اترا اور
خاص خاص مقدس کمرے مین جہان تابوت سکینہ رکھا گیا تھا بھر گیا ۔ اس ابر کی
صورت دیکھتے ہی حضرت سلیمان سجدے مین گر پڑے ۔ اور نہایت ہی رقت و
حضور قلب سے دعائین مانگنے لگے ۔ درحقیقت وہ عجیب دینی ذوق اور عبودیت کے
جوش کا وقت تھا جب خدا کا جلال بیت المقدس کی عمارت مین نمایان تھا ۔ جناب
سلیمان سجدے مین پڑے تھے ۔ اور گانے بجانے مین خاص قسم کا جوش صدق دلی نظر
آرہا تھا ۔ اب اس ابر مین ایک سفیدی اور پھر اس سفیدی مین روشنی پیدا ہونی
شروع ہوئی ۔ وہ روشنی بڑھتے بڑھتے خوب چمک اُٹھی ۔ آگ بن کے قربان گاہ پر
اتری ۔ اور خدا نے اسی آگ سے جس نے حضرت موسیٰ کو بیہوش کرکے گرا دیا تھا
جناب سلیمان کی چڑھائی ہوئی چیزون کو روشن کرکے قبول کیا ۔ یہ ایسا پرجلال
اور عقیدت افزا منظر تھا کہ تمام معتقدان قوم بہوت ہو گئے ۔ گویا کسی زبردست

ہاتھ نے سب کو زبردستی ہیکل کے سجدے مین گرادیا۔ اور اس ورود نورِ یزدانی
کا یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد سے پھر کسی شخص کو بارگاہِ الٰہی کے اندر جانے کی جرأت نہ ہوتی تھی

حرم الحرم مین کسی کو جانے کی جرأت نہ ہونے کا سبب

یہ معمول تھا کہ سال مین صرف ایک مرتبہ قوم کا سب سے
بڑا مقتدا اس خاص کمرے مین جاتا جہان تابوتِ سکینہ
رکھا گیا تھا اور جو حرم الحرم یا مقام اقدس کہلاتا تھا۔ دوسرا کمرہ جو اس سے کم درجے کا
تھا اور مقام قدس کہلاتا اس کے اندر جانے کے مجاز بھی صرف مقتدایانِ بنی
اسرائیل تھے۔ باقی اور سب لوگون کے لئے اصل عبادت کی جگہ گرد کے صحن تھے
جہان تمام بنی اسرائیل رسوم دینی بجالانے کے لیے آیا کرتے۔ اور وہین سب چڑھاوے
چڑھائے جاتے تھے۔ مذہبی رسوم کے لئے لکڑی کے کٹہرے سے ایک حصۂ صحن
مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اسی صحن مین دو حوض وغیرہ تھے۔ خاص رسم افتتاح مین
دو ہفتے تک ساری قوم کا مجمع رہا۔ برابر خوشبودار چیزین سلگائی جاتین۔ لوگ
روزے رکھتے۔ عبادتین کرتے۔ اور اس مدت مین دو مرتبہ اتنی بڑی قربانیان
ہوئین کہ ہر دفعہ بائیس ہزار گائے بیل اور ایک لاکھ بیس ہزار بھیڑ بکریان ذبح
کی گئین جن کو تمام عقیدت مندون نے جوشِ دل اور صدقِ عقیدت سے پیش کیا تھا

اس خانۂ خدا کا اثر

خدا کے وعدون اور داؤد و سلیمان کی دعاؤن نے بنی اسرائیل کو
تو یقین اس ہیکل الٰہی کا فریفتہ بنا رکھا تھا۔ مگر سونے کے پانی اور طلاکاری نے اس
کی رونق اور بڑھا دی اور اس قدر چمکا دیا کہ زیارت کرنے والون نے اس کے افسانے
دور دور پہونچائے۔ اور دور دور کی بت پرست قومین جو ظاہری شان و شوکت
کی دیوانی ہو رہی تھین وہ بھی بنی اسرائیل کے خدا کو ہیبت و جبروت کی نگاہ سے
دیکھنے لگین۔ اور بیشک اس وادی یردن مین جب کسی نے دور سے کھڑے ہو کے اس
سونے کے ڈھیلے پر آفتاب کی کرنین پڑتی دیکھی ہون گی۔ اور اس کی آنکھون مین

چکاچوند سی پیدا ہوئی ہوگی اُس کے دل پر ممکن نہین کہ بنی اسرائیل کے مذہب کا رعب نہ پڑا ہو۔

بہر تقدیر یہی عمارت ہے جو توحید کی شان دکھانے کے لیے کعبہ کے بعد دُنیا مین سب کے پہلے قائم ہوئی۔ اور یہی وہ گھر ہے جس کے لیے دنیا نے خون کے سیلاب بہا بہا دئے۔ اسی گھر نے بنی اسرائیل کے مذہب کو تمام سابق مذہبون سے افضل و اعلیٰ ثابت کیا۔ اور اسی کی بدولت حضرت سلیمان کی دولت و حشمت اور شان و شوکت کا ہر شخص کو اعتراف کرنا پڑا۔ حضرت سلیمان کی سطوت و جبروت اور دولتمندی و عالی حوصلگی کے افسانے آج بھی کل ہر بچہ کی زبان پر نہین ہین خود اُن کی زندگی مین بھی اس شاندار اور شہرہ معبد الٰہی کا تذکرہ قُرب و جوار کے ہر دربار مین ہونے لگا تھا۔ بنی اسرائیل کی ترقی اعلیٰ کمال کو پہونچ گئی تھی۔ مگر افسوس کہ اسی کے بعد سے ان کا زوال شروع ہوگیا۔

باب پنجم

سلطنت بنی اسرائیل کی تقسیم اور شمالی سلطنت کا زوال

رحبعم بن سلیمان کا عہد اور بنی اسرائیل مین پھوٹ۔ یوربعام حاکم شومرون حکومت و نبوت مین مفارقت۔ بت پرستون سے قرابت۔ خود ان مین بت پرستی بنی اسمٰعیل عرب مین بت پرستی۔ بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کا جواب بت خانہ شومرون۔ فراعنہ مصر و نینوا کی دولت اشوریا۔ مصر و نینوا کی رقابت۔ بنی اسرائیل باجگذار اشوریا اُن مین اور اشوریا والون مین بگاڑ ہونے کی بنا۔ اہل دمشق کے ساتھ شومرون والون کا حملہ اشوریا پر۔ انھین دونون کا حملہ بیت المقدس پر۔ اشوریا کا حملہ

شمال کی اسرائیلی سلطنت شومرون پر بنی اسرائیل کی پہلی اسیری اہل شومرون قبطیوں کی حمایت میں۔ اُن پر سلمانصر کا حملہ بنی اسرائیل کی دوسری اسیری اور شمالی اسرائیلی سلطنت شومرون کا خاتمہ۔ بنی اسرائیل کے دس سبطوں کا مفقود و معدوم ہو جانا۔

جناب سلیمان کے بعد بنی اسرائیل میں حسد و نفاق بڑھنا شروع ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ محدود قوم اور یہ چھوٹا سا حصۂ زمین بھی ایک بادشاہ کے قبضہ میں نہ رہ سکا۔ حضرت سلیمان کے عہد میں یہ اسرائیلی سلطنت شرقاً و غرباً صحرائے شام سے لے کے سواحل بحیرۂ روم تک اور شمالاً و جنوباً دمشق سے ذرا ہٹ کے کوہ ہیرمون سے صحرائے عرب تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس سرزمین کو بنی اسرائیل کے بارہوں سبطوں نے آپس میں بانٹ لیا تھا۔ اور ہر ایک کی قلمرو ایک اسرائیلی کالونی (نوآبادی) بن گئی تھی۔ بحر لوط سے بحر روم تک سبط یہودا کا علاقہ تھا جس میں شہر بیت المقدس تھا۔ اور اس کے شمال میں وادی یردن کے مغربی کنارے پر سبط بنیامین آباد تھا۔

رحبعم بن سلیمان کا عہد اور آپ کے بیٹے رحبعم کے تخت نشین ہوتے ہی بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں میں سے یہی دو گروہ یعنی سبط یہودا و سبط بنیامین تو آپ کے تابع فرمان رہے باقی دس گروہوں نے مخالفت یا بغاوت کر دی۔ رحبعم کی بادشاہی کو ابھی صرف بیت المقدس والوں نے تسلیم کیا تھا جہاں فقط یہودا اور بنیامین کی نسل آباد تھی۔ باقی سبطوں کے مطیع بنانے کے لیے مغربی شہر شکیم میں جو سبط افرائیم کے علاقہ میں واقع تھا بنی اسرائیل کے تمام قبائل کی ایک کونسل منعقد ہوئی جس میں حضرت سلیمان کا ایک فتنہ انگیز عزیز یربعام دشمن

عه عربی مورخین کا بیان ہے کہ یہ اختلافات رحبعم کی ۱۷ سالہ سلطنت کے بعد ان کے بیٹے افیا کے عہد سے شروع ہوا۔ مگر سب کو ہمیں اتفاق نہیں علامہ ابن خلدون کا یہی مسلک ہے جو ہم نے لکھا۔

بعد سے پیمبری شاہی سے جدا ہونے لگی۔ افسوس اس جدید نظام کے قائم ہوتے ہی بنی اسرائیل کے پادشاہوں میں دنیاوی لذتوں کا شوق پیدا ہونے لگا مذہبی خدمتیں صرف انبیا کا حصہ رہ گئیں جن کو سلطنت و حکمرانی سے کوئی علاقہ نہ تھا مگر پادشاہ دنیاوی لذتوں کا مزہ پاتے ہی کھل کھیلے جب وہ مقتدائی کے بار سے سبکدوش ہوئے تو انھوں نے دنیاوی عروج حاصل کرنے کے لیے بت پرست

بت پرستوں سے قرابت | قوموں سے قرابتیں پیدا کرنی شروع کیں۔ حضرت سلیمان کے بعد ہی کا زمانہ تھا کہ ان کے فرزند رحبعم اور اس کے رقیب یوربعم شاہ شومرون دونوں نے تمرد و حزت سمجھ کے فراعنۂ مصر کے شاہی خاندان کی دامادی حاصل کی ان بیرونی تعلقات نے اُن کے خون کو بھی گندہ اور گندہ کرنا شروع کر دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ نورانی عقائد میں بھی زنگ لگنے لگا۔

خود ان میں بت پرستی | اب پھر بنی اسرائیل میں مختلف طریقوں سے بت پرستی شروع ہوئی جس کو اُن کے پادشاہوں کی بت پرستی نے بیان اور ترقی دلائیں ابتداءً یہ جذبات شرک مغلوب اور دبے ہوئے تھے۔ مگر شمالی سلطنت میں یوربعم کے بعد جب چھٹا اسرائیلی شخص ۱۴۸۹ ق محمد (۹۱۹ قبل مسیح) میں تخت نشین ہوا تو اس نے شہر سدون کی شاہزادی جزبیل سے شادی کی جس نے شوہر پر غالب آکے بنی اسرائیل کے دسوں شمالی قبائل میں کنعانیوں کے قدیم دیوتا بعل (آفتاب) کی پرستش جاری کر دی چند روز بعد اس مورت کی ایک نقل بعض تاجرانہ قافلوں کے ذریعہ سے عرب میں پہنچی۔ اور صحرانشین

بنی اسمٰعیل عرب میں بت پرستی | اولاد اسمٰعیل بھی حضرت ابراہیم کی بتائی ہوئی خالص توحید پر نہ قائم رہ سکی۔ عرب تو اس وقت سے بالکل خدا فراموش ہو گئے۔

عـ۵ سیرۃ الحلبیہ و سیرۃ ابن ہشام۔

مگر بنی اسرائیل مین چونکہ پیمبرون کے پیدا ہونے کا سلسلہ جاری تھا۔ لہذا
جہان خرابیان پیدا ہوتین وہان وقتاً فوقتاً اصلاح بھی ہوتی رہتی۔
شاید یہ اسی ہیکل ربانی ہی کی برکت تھی کہ بنی اسرائیل کی جنوبی سلطنت

بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کا جواب بت خانہ شومرون

مین اتنی خرابیان نہین پیدا ہوئین جتنی کہ شمالی سلطنت
مین پیدا ہو گئیں۔ وہان کے مستقر شومرون مین مذکورہ
بالا شاہزادی جیزبیل نے یروشلیم کے ہیکل سلیمانی کے مقابلہ مین خاص بعل کے
نام کا ایک بڑا بھاری مندر بنوا دیا یہی چیز تھی جس نے شمال کی اسرائیلی سلطنت
کو بہت زیادہ خراب کیا۔ اور آخر چند روز بعد تباہ و برباد کر کے ایسا فنا کیا کہ
نام و نشان تک مٹ گیا۔

جن دونون بنی اسرائیل مین باضابطہ سلطنت قائم ہوئی ہے اور ملک و
ملت ان کے سلاطین و انبیا کے درمیان مین بٹے ہوئے تھے مشرق مین ایک نئی

فراعنۂ مصر

قوت ترقی کر رہی تھی۔ اس وقت تک دنیا مین صرف فراعنۂ مصر کی
سلطنت تھی جو سب سے زیادہ باوقعت اور تمام دولتون سے زبردست تصور کی
جاتی تھی۔ ان کے اولوالعزم تاجدار اٹھتے اور اپنے خیال کی ساری دنیا پر قابض
ہو جاتے۔ کمزور اور چھوٹی چھوٹی قوتون کے توڑنے کا کبھی ان کو خیال بھی
نہین آتا تھا۔ اس لیے کہ ان کے کوس لمن الملکی مین کسی کو رخنہ اندازی کی
جرأت ہی نہ ہوتی۔ مشرق کی طرف مصر والون کا خیال بھی نہ گیا اور بنی اسرائیل
کی دونون سلطنتون کے شمال و مشرق جانب ایک نئی سلطنت قائم ہو گئی۔ یہ اشوریا

نینوا کی دولت اشوریا

یا اسیریا والون کی سلطنت تھی جس کا دار السلطنت قدیم شہر
نینوا تھا جو موجودہ شہر موصل کے مقابل دجلہ کے کنارے واقع تھا۔ کہا جاتا ہے کہ
اس عہد عتیق مین اس کی آبادی چھ لاکھ کے قریب تک پہونچ گئی تھی۔ اور

اُس کے قصر و ایوان اور باغ ساری آباد دنیا مین افسانہ بنے ہوئے تھے۔

مصر و نینوا کی رقابت

اشوریا والون کی قوت بڑھتے بڑھتے اس درجہ کو پہنچ گئی کہ انھین فراغنۂ مصر کی ہمسری و رقابت کا دعویٰ پیدا ہوا۔ اور دونون نے اپنی اپنی سرحد اور اپنے تعلقات کو ایک دوسرے کے قریب کرنا شروع کیا تاکہ بڑھ سکے اپنے حریف کی قوت توڑ دین۔

بنی اسرائیل کی چھوٹی سلطنتین ان دونون زبردست دولتون کے درمیان مین واقع تھین جن کی حالت روز بروز خطرناک ہوتی جاتی تھی۔ اور شہر یروشلیم جو مصر و نینوا کی سرحدون کے درمیان مین ایک قدرتی اور نہایت مضبوط قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا اس کی نسبت دونون کا ارادہ ہوا کہ اُسے اپنے قبضہ مین کر کے اپنی سرحد کی حفاظت کرین۔ مگر یہ غنیمت تھا کہ بنی اسرائیل کی ناتوان اور خدا پرست قوم کو یہ دونون شہنشاہیان ایک بے خطر گروہ تصوّر کرتی تھین۔ ابتداءً امدت دراز تک دونون کی یہ پالسی رہی کہ بجائے اس کے کہ بیت المقدس پر خود قبضہ کرین اس کا بنی اسرائیل ہی کے ہاتھ مین رکھنا زیادہ مناسب ہے۔ اس لیے کہ وہ بے کچھ دیے اور بلا منت حریف کو روکین گے فراعنہ بھی اسی کو بہتر سمجھے کہ ایک چھوٹی سلطنت ان کی مشرقی سرحد پر پہرہ دیتی رہے۔ اور اشوریا والون کا بھی بظاہر یہی خیال تھا۔ ہر تقدیر ان دونون شاہنشاہیون کے تعلقات نازک ہونے کے بعد بھی مدت تک بنی اسرائیل کی شمالی و جنوبی دونون سلطنتین قائم رہین۔ بعینہٖ جس طرح ان دونون دولت روس و برطانیہ کی رقابت پر افغانستان ترقی کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے۔

بنی اسرائیل اور اشوریا

لندن کے مشہور عجائب خانہ (برٹش میوزیم) مین قدیم

نینوا کا ایک کتابہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے تاجدار تغلت فلسر اوّل
ہی کے عہد میں جو اشوریا والوں کے بہت ابتدائی زمانے کا بادشاہ تھا
بنی اسرائیل اُسے خراج ادا کرتے تھے۔ غالباً یہ کسی سرتابی کا نتیجہ ہوگا لیکن
شہنشاہ اشوریا نے اُن کی حقارت و ذلت نہیں گوارا کی تھی۔ وہ ان سے
بہ لطف و مہربانی پیش آتا۔ اور امید تھی کہ چند روز بعد انھیں آزادی بھی
نصیب ہو جائے گی۔ مگر بنی اسرائیل ایسی قوم نہ تھی کہ کسی کے ساتھ سلامت
روی سے اپنے تعلقات قائم رکھتی۔

اُنھوں نے اپنے اُس اطمینان کو خود اپنے ہاتھوں سے کھو دیا۔ اشوریا والے
شاید اُن کو اُن کی حالت پر باقی رہنے دیتے۔ لیکن اُنھوں نے خود ہی اس
نئی پرجوش قوم کو چھیڑ کے برہم کیا۔ سچ پوچھیے تو اشوریا والوں کو پہلے بنی
اسرائیل کا نام بھی نہیں معلوم تھا۔ اور نہ ان کا ادھر بڑھنے کا ارادہ تھا۔

ان میں اور اشوریا والوں میں بگاڑ ہونے کی بنا

خود بنی اسرائیل کی شامت اعمال نے انھیں بلایا۔
جس کی بنا یہ ہوئی کہ یہودیوں کی شمالی و جنوبی دونوں
سلطنتیں ہمیشہ آپس میں لڑتی رہتی تھیں اور اس باہمی حسد و رقابت نے
پولیٹکل سازشوں کا دروازہ بھی کھول رکھا تھا۔ دونوں کی یہی خواہش رہتی
کہ اپنے دوستوں کی تعداد بڑھا کے حریف کو پسپا کریں۔ یہود کے علاوہ شمالی شام
میں چھوٹی چھوٹی کئی اور سلطنتیں بھی قائم تھیں۔ اور چونکہ وہ شمال میں تھیں
اس لیے ان سب کے تعلقات زیادہ تر بنی اسرائیل کی شمالی سلطنت ہی سے رہتے
جنوبی یعنی یروشلم کی اسرائیلی سلطنت کو مدد مانگنے کے لیے دور دور نظر دوڑانا پڑتی
شام کے سب سے زیادہ شمالی اضلاع میں دمشق کی سلطنت تھی جو بت پرستوں
کے ہاتھ میں تھی۔ اور شومرون والے یہودی اس کے دوست تھے۔ دمشق والوں

سے اشوریا والون کی سرحد بڑھ کے مل گئی تھی۔ اور نینوا کی عظمت کا سب سے زیادہ دباؤ دمشق پہ پڑنا شروع ہو گیا تھا۔

اہل دمشق کے ساتھ شومرون والون کا حملہ اشوریا پر

دمشق کے بت پرست بادشاہ نے گرد و جوار کے تمام حکمرانون کو ساتھ لے کے اشوریا والون پر ایک سخت حملہ کیا۔ اس موقع پہ بنی اسرائیل کے دل مین بھی شاید یہ خیال خام پیدا ہوا کہ سلاطین شام کی مجموعی قوت سے اہل اشوریا کا زور توڑ کے اپنا خراج موقوف کرالین۔

اسی امید موہوم کے دھوکے مین شومرون کا یہودی بادشاہ منحویم دمشق کے بت پرستون کے ساتھ اشوریا کی قلمرو پہ جا کے حملہ آور ہوا۔ شام کی تمام فوجون نے یکایک شہر تفساح پر جو اشوریا کی مغربی قلمرو مین دریائے فرات کے کنارے آباد تھا تاخت کی۔ تفساح والے لڑائی کو تیار نہ تھے غنیم کی صورت دیکھتے ہی بدحواس ہو گئے۔ اور بنی اسرائیل نے ساتھی حملہ آورون کی طرح انکو اس بے رحمی اور بہیمیت سے لوٹا مارا کہ شہنشاہ اشوریا انتقام لینے کو آمادہ ہو گیا۔

ان دنون جبکہ بنی اسرائیل نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے اتنی بڑی زبردست سلطنت کو خود ہی چھیڑ کے اپنا دشمن بنایا ہے۔ اُن کی قومی حالت نہایت ہی خراب تھی۔ باہمی نااتفاقیون نے یہ کیفیت پیدا کر رکھی تھی کہ شمالی و جنوبی سلطنتون مین آئے دن لڑائی رہتی۔ اور شام کی ان چھوٹی چھوٹی سلطنتون کے جھگڑون مین اشوریا اور مصر کی عظیم الشان سلطنتین جو دنیا مین سب سے زبردست تصور کی جاتی تھین اپنے پولیٹیکل اغراض کے مطابق حصہ لیتین۔ اسیریا والون کو چونکہ خاص شمالی سلطنت سے دشمنی تھی لہذا ان کی اکثر یہ پالیسی رہتی کہ جنوبی سلطنت بنی اسرائیل یعنی بیت المقدس والون کی طرفداری کرتے اور

مصر والے کبھی ادھر ہوتے اور کبھی ادھر ہوتے۔

اتفاقاً شہر تفساح پر حملہ کرنے کے بعد ہی یہ واقعہ پیش آیا کہ دمشق کے بادشاہ رصین اور شومرون کے بادشاہ پیکاہ نے باہم مل کے ارض یہودا یعنی جنوب کی

رصین و فقحین کا حملہ بیت مقدس پر

اسرائیلی سلطنت پر حملہ کیا۔ جہاں ان دنوں آحاز نام ایک شخص حکومت کر رہا تھا۔ آحاز نے جب اپنے میں لڑنے اور مقابلہ کرنے کی قوت نہ دیکھی تو اشوریا والوں کا دامن پکڑا اور اپنے آپ کو شاہ نینوا کی ظل حمایت میں دیدیا۔

اشوریا کا حملہ شمال کی اسرائیلی سلطنت شومرون پر

اشوریا کا بادشاہ تگلاتھ پلیسر موقع پاتے ہی اپنی فوجیں لے کے چل کھڑا ہوا اور شمالی دولت یہود میں قتل و غارت شروع کر دی۔ ان کے بڑے بڑے شہر تباہ کر دیے۔ اور آخر سنہ ۱۳۰۳ قبل ولادت محمدی میں خاص شہر شومرون کا محاصرہ کر لیا۔ شومرون کے پھاٹک بھی زبردستی کھول لیے۔ وہاں کے بادشاہ پیکاہ کا سر کاٹ کے اس کی جگہ ہوشیع نام ایک دوسرے اسرائیلی شخص کو بادشاہ مقرر کیا۔ اور اپنے ملک کو

بنی اسرائیل کی پہلی اسیری

واپس گیا اور بہت سے بنی اسرائیل کو بھی گرفتار کر کے اور لونڈی غلام بنا کے اپنے ساتھ لیتا گیا۔ اسیریا والوں کی یہ تاخت اگرچہ وادی یردن کے مشرق جانب صرف پہاڑی علاقہ اور شومرون تک محدود تھی۔ مگر اس سے یہودیوں کو بہت سخت نقصان پہونچا۔ نینوا کے سپاہیوں نے تفساح والوں کا بدلہ اس سختی سے لیا کہ جس حصہ ملک تک اُن کا قدم آیا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ اور وہاں کی زیادہ رعایا اسیر ہو کے نینوا والوں کی مملوک بن گئی۔ الغرض اس بدنصیب قوم کی پہلی اسیری اسی وقت سے شروع ہوئی اور اسی لیے یہ بنی اسرائیل کی پہلی گرفتاری سمجھی جاتی ہے۔ اور کہنا چاہئے کہ آج

زمانے سے ارض یہود اپر بت پرستون کے حملے شروع ہوئے۔

ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو اس حملہ نے صرف صدمہ ہی نہین پہونچایا۔ بلکہ آئندہ کے لیے بھی بہت کچھ ڈرا دیا تھا۔ اب انھین اس کے سوا کسی بات مین مصر نہ نظر آیا کہ مشرق و مغرب کی دو زبردست قوتون مین سے ایک کو اپنا حامی و مددگار بنائین۔ مشرق کی جانب اسیریا یعنی نینوا والے تھے۔ مگر ان سے

اہل شومرون قبطیون کی حمایت مین

بگاڑ ہو چکا تھا۔ اور انھین کے دست ستم کی شکایت تھی لہذا وہ مجبور تھے کہ فراعنہ مصر کی مغربی شہنشاہی کے دامن مین پناہ ڈھونڈھین جن کی عظمت و قوت کے وہ ہمیشہ سے معترف تھے۔ جن سے اکثر قرابتین بھی ہو چکی تھین۔ اور بعض موقعون پر اُن سے مدد بھی ملی تھی۔ الغرض بنی اسرائیل کے نئے بادشاہ ہوشع نے باوجودیکہ اسیریا کا مامور کردہ اور باج گزار تھا۔ مصر کے قبطی دربار مین فریاد کی۔ اور سو فرعون مصر کے دامن مین پھینا چاہا۔ یہ درخواست منظور رہوئی۔ اور مصر والون سے قابل اطمینان تعلقات قائم ہوگئے۔ شومرون کا خراج وش ہی وقت ادا ہونے پایا تھا کہ تگلاتھ پلیسر مر گیا اور اس کے مرنے کی خبر سنتے ہی ہوشع کو تعلقات اطاعت کے قطع کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے خراج موقوف کر دیا۔ اور سارے شومرون مین اسیریا والون کے خلاف ایک جوش پیدا کر کے بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ جب یہ خبر نینوا مین پہونچی تو ہر شخص مین سخت برہمی پیدا ہوئی۔ اور تگلاتھ پلیسر کا وارث

ان پر شلمانصر کا حملہ

شلمانصر رابع ایک بڑی فوج لے کے چل کھڑا ہوا۔ اب کی مرتبہ اہل اسیریا کا ارادہ تھا کہ بنی اسرائیل کی شمالی سلطنت کا بالکل خاتمہ کر دین۔ اور یہی ہوا۔ مصر والے بیٹھے تماشا ہی دیکھتے رہے۔ اور شلمانصر نے بنی اسرائیل کو شکستون پر شکستین دیتا اور ساری رعایا کو قتل و غارت کر کے لونڈی غلام بناتا ہوا

شومرون پر آپہونچا۔ حضرت یعقوب کی اولاد نے بہت کچھ حرکت مذبوحی کی۔ اور اپنی قوت سے زیادہ روکا مگر اس کو کیا کرتے کہ خود ضعیف تھے۔ دشمن زبردست تھا

بنی اسرائیل کی دوسری اسیری اور شمالی اسرائیلی سلطنت شومرون کا خاتمہ

اور قسمت برسر خلاف تھی۔ تاہم انھون نے اتنے دنون تک روکا کہ شلمانصر رابع اسی محاصرے مین مر گیا۔ اور اس کے بیٹے سرگون نے سنہ ۱۲۹۱ قبل محمدی مین چاروں طرف سے یورش کر کے شومرون کی پھاٹک کھول لیے۔ اور غارتگرون نے شہر مین گھس کے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ سرگون نے شہر کو بالکل مسمار کر دیا۔ تمام شریف اور خوش حال اسرائیلی مع زن و فرزند گرفتار کر لیے۔ اور شومرون کے کھنڈرون مین خاص اسیریا کے چند بت پرستون کو آباد کر کے نینوا کی راہ لی۔ یہ بنی اسرائیل کی دوسری گرفتاری تھی

یہی زمانہ ہے جبکہ یہود کی شمالی سلطنت جو بنی اسرائیل کے دس سبطون کے

بنی اسرائیل کی دس سبطون کا مفقود و معدوم ہو جانا

ہاتھ مین تھی فنا ہو گئی۔ اہل اسیریا نے وہان کے سب یہودیون کو لے جا کے آرمینیہ اور دیگر دور و دراز مقامات مین آباد کر دیا۔ ان دونون مذکورہ حملون مین جو بنی اسرائیل گرفتار ہوئے تھے۔ ایسی قید و غلامی مین مبتلا ہوئے اور دیگر مشرقی و شمالی اقوام مین اس قدر رل مل گئے کہ کہنا چاہیئے وہ یہودیون کی قوم ہی سے نکل گئے۔ اگرچہ بت پرستی نے اُن کے دلون مین پہلے ہی سے جگہ پکڑ لی تھی۔ مگر پھر بھی کسی حد تک خدا شناس تھے۔ اب اس جلاوطنی نے ان مین نہ وہ خدا شناسی ہی باقی رکھی اور نہ وہ قومیت۔ بنی اسرائیل کے صدہا معزز و ممتاز خاندان اس آفت مین مبتلا ہو کے گئے اور ایسے گئے کہ پھر پتہ نہ لگا۔ انھین کا پتہ کوئی افغانیون کے

ع۵ عربی مورخین کی اختلاف پر تو یورپ والے بہت ہنستے ہین مگر نہین معلوم اس اختلاف کو دیکھ کے کیا کہین گے کہ جس شلمانصر نے شومرون کا خاتمہ کیا اس کو مسٹر گینج اپنی تاریخ فلسطین مین ثانی لکھتے ہین اور انسائکلوپیڈیا برٹانکا کا مصنف رابع لکھتا ہے۔

خط و خال سے لگاتا ہے - اور کوئی بلوچون کی عادت و رسوم سے - بے شک اُن
کی نسل آج بھی دنیا مین ہوگی - مگر نہ اُسے خبر ہے کہ باپ دادا نبی اسرائیل تھے -
اور نہ موجودہ نبی اسرائیل جانتے ہین کہ وہ اُن کے نبی عم ہین -

باب ششم

بیت المقدس کی تباہی اور یہود کی آخری اسیری

بیت المقدس کی اندیشہ ناک حالت - اُس پر سنحاریب کا حملہ - اشوریا والون کی
تائید الٰہی - یعنے جیسے بیت اللہ کعبہ ابرہہ کے ہاتھ سے بچایا گیا - بت پرست قومون پر
تائید الٰہی کا اثر - نبی اسرائیل اس تائید کے مستحق نہ تھے - پولٹیکل حالت بیت المقدس
باج گذار مصر - بخت نصر فرمان روائے بابل - اس کا پہلا حملہ - اُس کا دوسرا قہار حملہ
مصر والون کی ناکام کمک - بیت المقدس کا عبرت ناک محاصرہ - اُس پر دھاوا
اور قتل عام - مسجد اقصیٰ یعنی ہیکل سلیمانی کا انہدام - دونون اسرائیلی سلطنتون کے
فرمان رواؤن کی فہرست - نبی اسرائیل کی آخری اسیری - اُن کی مصر کی
اور بابل کی غلامی کا فرق - مدت اسیری -

بیت المقدس کی اندیشہ ناک حالت اب صرف یہودیون کی جنوبی سلطنت باقی رہ گئی
تھی جس کا مستقر شہر بیت المقدس تھا اور جس مین یہود کے فقط دو سبط یعنے
حضرت یعقوب کے دو بیٹون یہودا و بنیامین کی نسل آباد تھی - اگرچہ انھین لوگون
کے تعلقات نے شومرون کی سلطنت کو تباہ کیا تھا - مگر انجام مین جب انھین اپنی
پولٹیکل کمزوری نظر آئی تو پریشان ہوئے اور اپنے کیے پر پچھتائے - لیکن اب معاملہ
اختیار سے باہر تھا اس لیے کہ اشیریا اور مصر کی سرحد بالکل قریب ہو گئی تھی -

اور اُن کا شہر یروشلیم اپنی خوبی و مضبوطی کی وجہ سے دونون کو زیادہ کھٹکتا تھا۔
آخر اس اسرائیلی سلطنت مین بھی نحوست و ادبار کے آثار نظر آنے لگے۔

اس پر سنخاریب کا حملہ

اور نینوا کے لٹیرون کا سیلاب عظیم اُن کی طرف چلا۔ سنخاریب بادشاہ اشوریا بے حد و شمار فوجین لے کے روانہ ہوا۔ اس عالمگیر فوج کشی مین اسیریا والے صرف بنی اسرائیل ہی کے تباہ کرنے کو نہین چلے تھے۔ بلکہ اُن کا ارادہ تھا کہ درمیان کا میدان صاف کرتے ہوئے جا کے سلطنت مصر پر حملہ کرین اور فراعنہ کی قدیم شان و شوکت کو خاک مین ملا دین۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس غرض کے پورے ہونے کے لیے اسرائیلی سلطنت کا تباہ ہونا لازمی تھا۔ خلاصہ یہ کہ سنخاریب کی فوجون کا طوفان ارض یہودا کے حدود مین داخل ہوا۔

یہودیون کی یہ حالت دنیا کو عبرت کا بہت ہی موثر سبق دیتی ہو کہ نینوا کی

اشوریا والون کی ہولناکی آمد

بہائم صفت قوم ایک ٹڈی دل کی طرح بڑھتی چلی آتی ہے اور جن جن مقامات سے گزرتی ہے وہ فنا ہوتے جاتے ہین۔ اس عہد کا پادشاہ بنی اسرائیل صدقیا حیران و پریشان اور حواس باختہ ہی۔ حضرت حزقیا و اشعیا جو اس عہد کے خدا شناس پیغمبر ہین دل ہی دل مین سہمے ہوئے ہین۔ کہ دیکھیے کیا ہوتا ہو اور خانۂ خدا پر کیا گزرتی ہو۔ خبرون پر خبرین چلی آتی ہین کہ فلان مقام کے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ فلان شہر مین بت پرستون نے آگ لگا دی۔ وہ موضع دشمنون کے قبضہ مین آگیا۔ اُس شہر کے لوگ بلا استثنا و امتیاز قتل کر ڈالے گئے۔ اُس جگہ کے لوگ سب زن و مرد لونڈی غلام بن گئے۔ یہان کوئی انسان نہین باقی رہا۔ اور یہان کے مویشیون تک کو دشمن نے مار ڈالا۔ لوگ اطراف و جوانب سے بھاگ بھاگ کے بیت المقدس مین آتے ہین۔ اور حواس باختہ رعایا کو اور بدحواس کرتے ہین

۵۶۔ ابن اثیر۔

خاص بیت المقدس والون کے دلون پر خوف طاری ہے۔ اور کوئی تدبیر نہین بن پڑتی۔ حقیقت مین اس حالت کا سین توراۃ نے نہایت ہی عمدگی سے دکھایا ہے۔ آخر خبر آئی کہ سنحاریب نے شہر لقیس کا محاصرہ کر لیا۔ جو ان دنون نہایت ہی مضبوط شہر تصور کیا جاتا تھا۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد لقیس کی تباہی و بربادی کی خبر کے ساتھ سنحاریب کی سفارت بھی آگئی کہ کیا ارادہ ہے؟ لڑتے ہو یا اطاعت قبول کر وگے؟" یروشلیم والون پر یہ بہت ہی نازک وقت تھا۔ کسی کو کچھ جواب دیتے نہ بن پڑتی تھی۔ حزقیا و اشعیا نے بہت ہی متوکلانہ اور بے نفسی کی شان دکھائی۔ اپنی طرف سے نہ تو اطاعت ہی کا اظہار کیا۔ اور نہ مخالفت پر آمادگی ظاہر کی۔ بلکہ سارا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔

اب یروشلیم والے منتظر تھے۔ کہ اہل اشوریا آتے ہون گے۔ اور چند ساعت مین گرفتاری و قتل کا بازار گرم ہوگا۔ مرد ایک سناٹے مین مایوس بیٹھے ہین بچے سہمے ہوئے ہین۔ اور عورتین رُو رُو کے درگاہ الٰہی مین دعا کر رہی ہین۔ آخر ان مظلومون کی

| تائید الٰہی |

دعا خدا نے سن لی۔ اور اللہ جل شانہ کا جلال اپنے مقدس معبد کے بچانے کی طرف متوجہ ہوا۔ سنحاریب کی فوج مین ناگہان ایک وبا پیدا ہوئی۔ اور اس تیزی سے بڑھی اور پھیلی کہ آناً فاناً مین اشوریا والون کے دو لاکھ آدمی مر گئے سنحاریب گھبرا کے بھاگا۔ اور اس کے سپاہیون کو اپنی جان کے ایسے لالے پڑ گئے کہ انتہائی بدحواسی کے ساتھ گرتے پڑتے نینوا کی طرف بھاگے۔

| بعینہ جیسے بیت اللہ کعبہ ابرہہ کے ہاتھ سے بچایا گیا |

بالکل اسی طرح خدا نے ابرہہ کے ہاتھ سے اپنے عرب کے اور سب سے قدیم معبد خانۂ کعبہ کو بچایا تھا۔ اور اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد بزرگوار عبد المطلب سے بھی ویسا ہی استقلال اور ویسی ہی للٰہیت ظاہر ہوئی تھی جیسی کہ یہان اس موقع پر حزقیا و اشعیا سے ظاہر

ہوئی۔ دونون جگہ نتیجہ بھی یکسان ظاہر ہوا۔ بیت المقدس سے قہر آلہی نے سنخاریب کو بھگایا[عـ۵]۔ اور خانۂ کعبہ سے ابرہہ کو۔

بت پرست قومون پر اس تائید آلہی کا اثر

اس تائید غیبی نے آس پاس کی قومون پر بڑا اثر کیا۔ ان کے فرمان روا ہدایا اور چڑھاوے کی چیزین لے کے حضرت حزقیاہ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور اجازت چاہی کہ ان کو مقدس معبد آلہی مین چڑھائین۔ اور بنی اسرائیل کے خدا کو خوش کرین۔ تاکہ اس سے کبھی اُن کو بھی مدد مل جائے۔

بنی اسرائیل اس تائید کے مستحق نہ تھے

لیکن سچ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے اخلاق و عادات مین اب ایسی ایسی خرابیان پیدا ہو گئی تھین کہ وہ اس تائید غیبی کے مستحق ہی نہ تھے۔ اس بلائے عظیم سے نجات پاتے ہی وہ پھر گمراہیون مین مبتلا ہو گئے۔ انبیا کے پیدا ہونے کا سلسلہ ہی موقوف ہونے لگا۔ اس لیے کہ اُن کی نافرمانیون نے نبوت کو بیکار سا کر رکھا تھا۔ بت پرستی کا جوش رہ رہ کے پیدا ہوتا۔ اور خدا پرستی و توحید ساعت بہ ساعت فنا ہوتی جاتی۔

پولٹیکل حالت

دوسری طرف ملک کی پولٹیکل حالت اور زیادہ نازک ہو رہی تھی۔ نینوا کے ساتھ مشرق مین اب ایک نئی قوت بابل والون کی بھی بڑھ رہی تھی۔ فراعنہ کے اور اُن کے تعلقات پیشتر سے بھی زیادہ نازک تھے۔ اور یروشلم کی حالت ساعت

عـ۵ سنخاریب کے ظلم سے خدا نے جس طرح بیت المقدس کو بچایا اس کا قصہ عرب مورخون نے بھی وہی لکھا ہے جو شاید یہودیون کی مذہبی تاریخون سے لیا گیا ہو۔ اُن کا بیان ہے کہ خداوند جل و علا نے ایک فرشتہ کو بھیجا جس نے ایک ایسی ہیبتناک اور سینہ شگاف چیخ ماری کہ سب لوگ مر گئے۔ سوا چھ آدمیون کے جن مین ایک خود سنخاریب اور پانچ اس کے منشی تھے۔ کوئی نہ بچا۔ یہ لوگ اپنی جان لے کے بھاگے۔ مگر بنی اسرائیل نے گرفتار کر لیا اور یروشلم مین لا کے ان کے ساتھ ہیکل سلیمانی کے گرد طواف کیا۔ اور چند روز بعد خدا کے حکم سے ان کو چھوڑ دیا۔ دیکھو ابن اثیر مگر ابن خلدون نے وہی لکھا ہے۔ جو حال کے مورخین لکھ رہے ہین کہ سنخاریب کی فوج مین طاعون پھیلا اور وہ خوف کھا کے بھاگ گیا۔

بہ ساعت زیادہ خطرناک ہوتی جاتی تھی۔ بنی اسرائیل نے اپنی سلامتی اسی مین سمجھی تھی۔ کہ دونون کے اختلاف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرین کبھی مصر والون کا ساتھ دے کے اشوریا والون سے لڑتے۔ کبھی اشوریا والون کی جانب داری مین فراعنہ کی فوجون سے مقابلہ کرتے۔ اور دونون صورتون مین

بیت المقدس باج گزار مصر

درصل انھین کے ملک کو نقصان اٹھانا پڑتا۔ اس لئے کہ دونون کی سرحد پہ تھے۔ آخر یہ نوبت پہونچی کہ فرعون مصر نے حملہ کر کے اسرائیلی بادشاہ بیت المقدس کو معزول کر دیا۔ اور اس کے ایک عزیز یہویاقیم کو اپنی طرف سے وہان کا بادشاہ مقرر کیا۔ اور اس کے ذمہ خراج بھی واجب الادا کیا۔ یہویاقیم کے بعد جب اس کا بیٹا یہویاحین تخت پر بیٹھا تو یہ حالت تھی کہ ایک طرف تو اشوریا والے اپنا سخت دباؤ ڈالتے تھے۔ اور دوسری طرف مصر والے دھمکیان دے رہے تھے[عہ]۔

بہر حال شومرون کی تباہی کے بعد ارض یہودا کی کمزور اور زوال پذیر سلطنت کو اس کشمکش مین اتنا زمانہ گزرا کہ سات اور اسرائیلی بادشاہون نے حضرت سلیمان کے تخت پہ بیٹھنے کی عزت حاصل کر لی۔ ان سات تخت نشینون کے عہد مین دنیا نے یہ رنگ بدلا کہ اشوریا والون کی قوت دب گئی۔ اور اہل کلدانیہ یعنی شہر بابل کے فرمان روا اتنے بڑھے کہ وادی نیل تک ان کی حکومت پھیل گئی مگر یہ غنیمت تھا کہ ابتدائی حملون مین ان کی فوجین اوپر ہی اوپر نکل جاتی والی آندھیون کی طرح ارض یہودا کو بچا کے گزر گئین یعنی بنی اسرائیل کو کسی قسم کا نقصان نہین پہونچا۔

بخت نصر فرمان روائے بابل

آخر کلدانیون مین بخت نصر کا اقبال چمکا۔ اس نے اشوریا والون کے ساتھ نینوا کو بھی تباہ کر کے شہر بابل کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔ جو

عہ ابن اثیر۔

دریائے فرات و دجلہ کے ملنے کے موقع پر آباد تھا - اب سلطنت اشوریا کی قائم مقام یہی سلطنت تھی - اور یہی لوگ تھے جو آخری شاہان ارض یہود ایویاقیم و یویاحین کو دبا رہے تھے[۵۴]۔

بخت نصر نے حکمران ہوتے ہی ملک شام سے مصر والوں کا اثر بالکل مٹا دیا اور دیگر شامی اقوام کی طرح ارض یہود والوں یعنی بیت المقدس کے تاجداروں کو بھی اپنا خراج گزار بنانا چاہا تین ہی سال اس حالت کو گزرنے پائے تھے۔ کہ بنی اسرائیل بابل والوں سے اطاعت کا زبانی وعدہ کرتے مگر دربار مصر کے خوف سے خراج ادا کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے کہ ناگہاں یہ برہم و غضب آلود

اس کا پہلا حملہ

تاجدار بابل سنہ ۱۷۴ ق محمد (سنہ [illegible] قبل مسیح) میں اپنی فوجیں لیے ہوئے آپہونچا - اور آتے ہی بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا - بنی اسرائیل کا بادشاہ یویاحین تاب مقاومت نہ لا سکا حاضر ہو کے اظہار اطاعت کیا - اور شہر کے پھاٹک کھول دیئے[۵۵]

بخت[۵۶] نصر نے بیت المقدس کا تمام سونے چاندی کا اسباب لوٹ لیا - قدیم بادشاہ کے ساتھ دس ہزار شریف و وضیع اسرائیلی گرفتار کر کے اپنے ساتھ لیے اور متقونیا نام ایک نئے اسرائیلی شخص کو جو یویاحین کا چچا زاد بھائی تھا اور صدقیا کے لقب سے مشہور تھا بادشاہ مقرر کر کے واپس گیا -

---

۵۴ ابن اثیر - ۵۵ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا -

۵۶ - بخت نصر کی نسبت انگریزی مورخوں کی تحقیق سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مستقل بادشاہ تھا اور یہی بیان ابن خلدون کا ہے - مگر قدیم عربی مورخوں کا بیان ہے کہ وہ کوئی مستقل فرمانروا نہ تھا بلکہ شاہنشاہ ایران بہمن بن گشتاسپ بن لہراسپ کی طرف سے بابل و اشوریا کا عامل یا گورنر تھا - بہمن نے اپنے ایلچی بنی اسرائیل کے پاس بھیجے تھے جن کو انہوں نے بے حمیتی سے قتل کر ڈالا - اسی پر برہم ہو کے بہمن نے بخت نصر کو اپنے مغربی علاقوں کا گورنر مقرر کر کے حکم دیا کہ یروشلیم کو مسمار کر ڈالے -

اسرائیلی اگر عبرت حاصل کرنا چاہتے تو یہی واقعہ کافی تھا۔ مگر بنی اسرائیل کی قسمت میں پوری تباہی تھی۔ وہ کسی طرح متنبہ نہ ہوئے۔ چار ہی سال میں انھیں پھر دعوی آزادی پیدا ہو گیا۔ فرعون مصر نے از سر نو مدد و اعانت کا وعدہ کیا۔ اور صدقیا نے علانیہ بخت نصر کی مخالفت شروع کر دی۔ بنی اسرائیل کی طرف سے بغاوت کا ظاہر ہونا تھا کہ بخت نصر کے غصہ کی کوئی انتہا نہ تھی انتہا سے زیادہ برہم ہوا اور بڑے غیظ و غضب کے ساتھ فوجیں لے کے پھر روانہ ہوا۔

اُس کا دوسرا قہار حملہ

جس مصیبت کا انتظار سنخاریب کے زمانہ میں حزقیا اور اشعیا کر رہے تھے اب اس کے انتظار کرنے والے ارمیا اور دانیال تھے۔ اُسی قدیم عہد کی طرح اب بھی برابر خبریں آ رہی تھیں کہ بخت نصر کی فوجیں فلاں مقام تک پہونچیں۔ فلاں شہر کو کلدانیوں نے تباہ کر ڈالا۔ حضرت ارمیا جو عام تباہی اور خانۂ خدا کی بے حرمتی کی پیشین گوئی کر چکے تھے آفت کو سر پر دیکھ کے ایسے از خود رفتہ ہوئے کہ شہر یروشلیم کو چھوڑ کے صحرا میں چلے گئے۔ اور ایک مجنونانہ وضع سے انھوں نے دشت نوردی میں پھرنا اور وحشی جانوروں میں رہنا شروع کر دیا۔ آپ کے جانے کے بعد ہی ۵۵ سنہ ۱۱ ق م (۵۸۸ قبل مسیح) میں بخت نصر نے آ کے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ دہشت زدہ اہل شہر نے پھاٹک بند کر لیے۔ گویا باہر کی آمد و رفت مطلقاً موقوف ہو گئی بنی اسرائیل میں نہ لڑنے کی طاقت تھی اور نہ اہل بابل سے مقابلہ کا حوصلہ کر سکتے تھے۔ لیکن یہ بھی نہ ہو سکا کہ شہر کے دروازے کھول کے مصیبت کو خود ہی اپنے سر پہ بلا لیں۔

یقیناً بہت لوگ منتظر ہوں گے کہ پہلے کی طرح اب بھی کسی قسم کی تائید غیبی ضرور ہو گی۔ مگر اب بنی اسرائیل اس کے مستحق نہ تھے۔ حضرت ارمیا سمجھا سمجھا کے پوری طرح اتمام حجت کر چکے تھے۔ اور جب قوم نے نہ مانا تو انھوں نے عاجز آ کے نحوست

مصر والوں کی ناکام کمک

وادبار کی پیشین گوئی نہایت ہی زور و شور کے ساتھ کر دی لیکن جب بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی فوجیں مغرب کی طرف سے کمک پہ آتی نظر آئیں تو ذرا ڈھارس بندھی اس لیے کہ انھیں لوگوں کے بھروسے پر اُنھوں نے بخت نصر سے وعدہ خلافی اور بدعہدی کی تھی۔ مصری فوج نے آکے پہلے تو کلدانیوں کو یہاں تک دبایا کہ وہ بیت المقدس کا محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور ہو گئے۔ اور بنی اسرائیل بہت خوش تھے۔ کہ ظالم حملہ آوروں اور وحشی لوٹیروں کو اپنی سرکشی و دست برد کی سزا ملا چاہتی ہے۔ مگر جب دیکھا کہ بابل کے پرجوش سپاہیوں نے فرعون کی فوج کو شکست دیدی اور مصری بدحواس بھاگے تو گھبرائے۔ اور جب بخت نصر نے پھر محاصرہ کر لیا اُنکی حسرت و یاس کی کوئی انتہا نہ تھی۔[۱]

بیت المقدس کا عبرت ناک محاصرہ

یہ اٹھارہ مہینہ کا محاصرہ بھی دنیا کی تاریخ میں یادگار ہے۔ اور ہمیشہ کے لیے عبرت انگیز رہے گا۔ شہر میں قحط پڑ گیا۔ یہ معمولی باتیں تھیں کہ بچے بھون بھون کے کھائے گئے۔ اور انسانی ذلت و تباہی کی ایسی ایسی صورتیں نظر آئیں جن کا اظہار غیر ممکن ہے۔ اس محاصرے نے بنی اسرائیل کو ایسے بعید از قیاس اور از خود رفتگی کے کاموں پر مجبور کیا جن میں شاید کبھی کوئی قوم نہ مبتلا ہوئی ہوگی۔

اس پر دھاوا اور قتل عام

آخر شہر کے پھاٹک توڑ ڈالے گئے۔ اور بنی اسرائیل کے بچوں اور عورتوں تک کے معصومانہ خون سے خاص خانۂ خدا کی زمین رنگی گئی۔ بخت نصر کی نسبت خود بعض سرداران بنی اسرائیل کا بیان ہے۔ کہ وہ بالطبع ظالم نہ تھا

مسجد اقصیٰ یعنی ہیکل سلیمانی کا انہدام

مگر اس مرتبہ کچھ ایسا برہم ہو کے آیا تھا۔ کہ پوری قوم بنی اسرائیل کو مع زن و فرزند گرفتار کر لیا۔ خانۂ خدا کی تمام چیزیں لوٹ لیں حضرت

[۱] انسائکلوپیڈیا۔ بحوالہ مذکور۔

سلیمان کی بنائی ہوئی مقدس عمارت کو کھود کے زمین کے برابر کر دیا۔ سارا شہر منہدم کر ڈالا۔ گرد کی فصیل گرا دی۔ ہر جگہ آگ لگا دی۔ ہر چیز جلا کے خاک سیاہ کر ڈالی۔ اور اس ظلم و ستم کی یادگار یہیں جو منہدم اور جلے جھلسے کھنڈر اور خاک کے ڈھیر باقی رہ گئے تھے ان پر رونے کے لئے محض ان چند لوگوں کو چھوڑ دیا جو بالکل ادنیٰ اور ذلیل قسم کے تھے۔

رحبعم کے عہد سے بیت المقدس کے منہدم ہونے تک ۳۹۲ سال کا زمانہ گزرا اس مدت میں بنی اسرائیل کی شمالی و جنوبی دونوں سلطنتوں میں جو لوگ تخت نشین ہوئے۔ اُن کے نام اور ان کے زمانے کا حال مندرجہ ذیل نقشہ سے بخوبی معلوم ہو جائے گا۔

دونوں اسرائیلی سلطنتوں کے فرمانرواؤں کی فہرست

شاہان ارض یہودا (سلطنت جنوبی)		سنین جلوس		شاہان شومرون (سلطنت شمالی)	
اسمائے ملوک	مدت سلطنت	قبل محمدؐ	قبل مسیح	اسمائے ملوک	مدت سلطنت
رحبعام	۱۷ سال	سنہ ۱۵۴۹	سنہ ۹۷۹	یربعام	۲۲ سال
ابیاہ	۳ سال	سنہ ۱۵۳۲	سنہ ۹۶۲		
آسا	۴۱ سال	سنہ ۱۵۲۹	سنہ ۹۵۹		
		سنہ ۱۵۲۷	سنہ ۹۵۷	نداب	۲ سال
		سنہ ۱۵۲۵	سنہ ۹۵۵	بعشا	۲۴ سال
		سنہ ۱۵۰۲	سنہ ۹۳۲	ایلہ	۲ سال
		سنہ ۱۵۰۰	سنہ ۹۳۰	زمری عمری	۱۱ سال
		سنہ ۱۴۸۹	سنہ ۹۱۹	اخاب	۲۲ سال
یہوسفاط	۲۵ سال	سنہ ۱۴۸۸	سنہ ۹۱۸		
		سنہ ۱۴۶۷	سنہ ۸۹۷	اخازیہ	۲ سال
		سنہ ۱۴۶۵	سنہ ۸۹۵	یہورام	۱۲ سال
یہورام	۸ سال	سنہ ۱۴۶۳	سنہ ۸۹۳		
اخازیہ	۱ سال	سنہ ۱۴۵۵	سنہ ۸۸۵		
عتالیہ	۶ سال	سنہ ۱۴۵۴	سنہ ۸۸۴	یاہو	۲۸ سال
یہوآش	۴۰ سال	سنہ ۱۴۴۸	سنہ ۸۷۸		
		سنہ ۱۴۲۵	سنہ ۸۵۵	یہواخز	۱۴ سال
		سنہ ۱۴۱۱	سنہ ۸۴۱	یہوآش	۱۶ سال
امازیہ	۲۹ سال	سنہ ۱۴۰۸	سنہ ۸۳۸		
		سنہ ۱۳۹۵	سنہ ۸۲۵	یربعام ثانی	۴۲ سال
عزریہ یا عزاریہ	۵۲ سال	سنہ ۱۳۷۹	سنہ ۸۰۹		

شاہان ارض یہودا (سلطنت جنوبی)		سنین جلوس		شاہان شومرون (سلطنت شمالی)	
اسمائے ملوک	مدت سلطنت	قبل محمد	قبل مسیح	اسمائے ملوک	مدت سلطنت
		۱۳۵۱	۷۸۱	انتر غنوم	۱۱ سال
		۱۳۴۰	۷۷۰	زکریا و شالوم	۱ سال
		۱۳۳۹	۷۶۹	مناحیم	۱۰ سال
		۱۳۲۹	۷۵۹	پکاہیہ	۲ سال
		۱۳۲۸	۷۵۸	پکاہ	۲۰ سال
یوثام		۱۳۲۷	۷۵۷		
احاز	۱۶ سال	۱۳۱۱	۷۴۱		
		۱۳۰۷	۷۳۷	انتر غنوم ثانی	۹ سال
		۱۲۹۸	۷۲۸	ہوشع	۹ سال
خزقیاہ	۲۹ سال	۱۲۹۶	۷۲۶		
		۱۲۸۹	۷۱۹	زوال شومرون	
منساہ	۵۵ سال	۱۲۶۷	۶۹۷		
آمون	۲ سال	۱۲۱۲	۶۴۲		
یوشع	۳۱ سال	۱۲۱۰	۶۴۰		
یہواحاز	۳ ماہ	۱۱۷۹	۶۰۹		
یویاخیم	۱۱ سال	۱۱۷۹	۶۰۹		
یویاحین	۳ ماہ	۱۱۶۸	۵۹۸		
صدقیا	۱۱ سال	۱۱۶۸	۵۹۸		
تباہی یروشلیم و اسیری بابل		۱۱۵۷	۵۸۷		

بنی اسرائیل کی آخری اسیری

الغرض اس تاریخی فتنہ عظیم کے خاتمہ پر ساری قوم بنی اسرائیل گرفتار ہو کے بابل کو روانہ ہوئی[۵۵]۔ بخت نصر یہودیون کے بادشاہ صدقیا کو بھی اپنے ساتھ پکڑ لے گیا۔ اور بابل مین پہونچنے کے بعد اس کے بیٹے اس کی آنکھون کے سامنے طرح طرح کے عذابون سے قتل کئے گئے۔ اور یہ جگر پاش منظر دکھانے کے ساتھ ہی اُس کی آنکھین پھوڑ ڈالی گئین تاکہ پھر کوئی خوشی کی چیز نہ دیکھ سکے۔ انھین اسیر شدہ غلامون مین حضرت دانیال بھی تھے جنھون نے بابل مین پہونچ کے ترقی کی۔ اور آخر واصل بہ حق ہو کے علاقہ خوزستان کے شہر سوس مین دفن ہوئے۔ بنی اسرائیل کی یہ آخری گرفتاری تھی اور بالکل اُسی شان کی جس طرح کہ جناب موسیٰؑ سے پہلے ساری قوم فراعنہ مصر کے ہاتھ مین گرفتار تھی۔

ان کی مصر کی غلامی اور بابل کی غلامی کا فرق

لیکن نہین فرق تھا۔ مصر مین بنی اسرائیل زیادہ ذلیل کئے جاتے تھے۔ اُن کو غلامون سے زیادہ وقعت نہ دی جاتی تھی۔ ان سے سخت سخت محنتین لی جاتی تھین۔ مگر یہ گرفتاری بالکل دوسرے طریقہ کی تھی۔ بابل مین بنی اسرائیل فقط لا کے آباد کر دئیے گئے تھے۔ یا یون کہنا چاہئے کہ محض جلا وطنی کی سزا تھی۔ اس کے علاوہ اور سب باتون مین اُن کو آزادی حاصل تھی۔ ان کو اختیار تھا کہ جو چاہین کرین۔ اور جس طرح چاہین رہین وہ وہان ہر قسم کی ترقیان کر سکتے تھے حتی کہ آراضی اور جائدادین خرید کے رئیسون کی شان بھی پیدا کر سکتے تھے[۵۶]۔ اور آخر مین تو ان کے بعض انبیا اور عقلا دربار بابل مین معزز خدمات پر مامور کئے گئے۔ لیکن اس مین شک نہین کہ پولٹیکل مصالح سے اُن کی قومیت مٹانے اور ان کی مجموعی حالت کے توڑ دینے کا پورا سامان

۵۵ گبج۔ ۵۶ ابن اثیر

البتہ کیا گیا تھا۔ ان کو ہدایت کی گئی کہ مختلف بلاد و اضلاع مین پھیل جائین اور اجازت تھی کہ اپنے وطن کے سوا جس حصہ سلطنت مین چاہین جا کے آباد ہون۔ مگر خود بنی اسرائیل نے اس طرح منتشر ہونے کو نہ پسند کیا۔ شاذ و نادر ہی وہ کسی اور جگہہ گئے۔ ورنہ سب کے سب آخر تک شہر بابل ہی مین رہے۔ اور یہین معاش کے ذریعہ پیدا کئے۔ اسی یکجائی کا نتیجہ تھا کہ ان کی قومیت نہین ٹوٹی۔ اُن کے چند لوگ تو البتہ بت پرستون مین مل کے غائب ہوگئے۔ باقی سب کا یہ حال تھا کہ سخت محنت و جفاکشی مین مبتلا رہتے۔ اور اپنی حالت کو یاد کر کے روتے۔ انھین اپنی مذہبی رسمون کے بجا لانے کی بھی ممانعت تھی۔ نہ قربانی کر سکتے نہ روزہ رکھ سکتے یہ سب کچھ تھا اور ان تمام ذلتون کا سامنا تھا۔ مگر ان کے دلون مین اپنے نسب کا فخر بدستور قائم تھا اب بھی وہ اپنے آپ کو اسی طرح خدا کی خاص اور مقبول قوم تصور کرتے اور بیت المقدس مین واپس آنے کے لیے ہمیشہ تیار اور مستعد رہتے۔

مدت اسیری آخر بنی اسرائیل کو اس جلاوطنی و غلامی مین ستر سال گزر گئے نسلین بدل گئین۔ جو لوگ یروشلیم سے اسیر کر کے گئے تھے۔ سب پیوند خاک ہوگئے اور نئی نسل جو ارض بابل مین پیدا ہوئی تھی باپ داداؤن کی کہی سنی باتون اور تمناؤن پر اپنے اصلی وطن اور مرکز کی مشتاق تھی اس مدت مین بنی اسرائیل کی نسل ہی نہین پلٹی بلکہ بابل کی حکومت و سلطنت مین بھی بڑا بھاری انقلاب ہوگیا۔ کلدانیون کا وہ دور دورہ مٹ چکا تھا اور اب شہنشاہ ایران سائرس جسے عوام کیخسرو[عہ] کہتے ہین اس ملک و دولت کا مالک تھا

عہ موجودہ مورخین یورپ کے نزدیک معلوم ہوتا ہی کہ نینوا و بابل کی مستقل سلطنتین بلکہ اولوالعزم شہنشاہیان تھین مگر مورخین عرب کو اس سے اختلاف ہی وہ بخت نصر وغیرہ کو تاجداران ایران کا والی سمجھتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ بخت نصر زوال بیت المقدس کے بعد ۴۰ سال زندہ رہکے عذاب الٰہی مین گرفتار ہوا۔ اور مرا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اولمرودج والی بابل مقرر ہوا ۲۳ سال بعد وہ مرا تو اسی کا بیٹا بلتا نصر مقرر کیا گیا۔ جو تیس ۳۰ سال رہا۔ اس کے بعد انقلاب ہوا تاجداران ایران نے اس خاندان کو موقوف کر کے دار یوش کو والی بابل و شام مقرر کیا۔ غالبًا یہ وہی دار یوش ہو جس کو یونانی ڈیریس کہا کرتے ہین ۔ داریوش کے بعد اخشویرش مقرر ہوا جسکے بعد اُسکا بیٹا کیرش چودہ برس بعد مقرر ہوا۔ کیرش ہی وہ شخص ہو جس نے بنی اسرائیل کو ارض یہودا مین واپس جانے کی اجازت دی اور غالبًا یہی نام ہو جس کو انگریزی مین سایرس لکھتے ہین اگر یہ صحیح ہو تو جو لوگ سایرس کو کیخسرو خیال کرتے ہین وہ غلطی پر ہین

باب ہفتم

دولت عجم کے ماتحت یہودی اماموں کا زمانہ

سائرس کی پالیسی حضرت دانیال۔ یہود کو وطن آنے کی اجازت۔ بہت سے اسرائیلی وہین رہ گئے۔ عازمان وطن کا پہلا قافلہ۔ انھون نے وطن کی کیا حالت پائی مسجد اقصیٰ کی تعمیر اہل شومرون سے سخت عداوت۔ اسرائیلیون کی یہان کیا حالت ہوئی۔ دوسرا قافلہ اور حضرت عزرا۔ تاجدار عجم کا ساقی نحمیا اور شہر کی تعمیر نحمیا کے ساتھ تیسرا قافلہ۔ ترقی کا جدید دور شہر و معبد کی درستی۔ تجدید شرع موسوی۔ گم شدہ توریت کا پھر ہاتھ آنا۔ مجموعہ عہد عتیق کی تدوین مسجد اقصیٰ کے سوا دوسری معبد یہود۔ مجموعہ توریت کی تکمیل۔ توحید کا استقلال۔ اور شرک سے ہمیشہ کے لیے باز آجانا۔ موجودہ شریعت یہود۔ یہود کے نئے عیوب حیات بعد الموت۔ فقہی فرقے فریسی و صدوقی۔ انتظار مسیح۔ جلا وطنی کا فائدہ۔ یہود کا دوسری ملکون مین پھیلنا اب ان کی حکومت کہین نہ تھی۔ ارض یہودا دولت عجم کا ایک صوبہ تھی۔ مگر یہان کا والی یہودیون مین سے منتخب ہوتا۔ حنانی اور حنانیہ امام۔ الیا شیب امام۔ منا امام یہودا اور یوحنا امام۔ خاص حرم کے اندر قتل۔

سائرس کی پالسی مشہور تاجدار ایران سائرس کی پالسی جلا وطن یہودیون کی متعلق بدل گئی اس کی غالبًا وجہ یہ تھی کہ اسرائیلیون نے بخت نصر کے مذہب اور وہان کی معاشرت کو کسی طرح نہین اختیار کیا حضرت دانیال جو اسیر ہو کے بیت المقدس سے آئے **حضرت دانیال** تھے پیغمبر تھے اور قوم یہود کے صاحب فراست مقتداؤن مین تھے۔ انھون نے نہ بخت نصر کی سنہری مورت پوجی۔ اور نہ اس کے جانشین بعل شنصر کے آگے سجدہ کیا۔ جس کی سزا مین ایک بار درندون کے کٹھرے مین ڈالے گئے۔

اور دوسری بار بھی عزت ہی کی سزا دی گئی۔ مگر دونوں بار معجزنما طریقوں سے زندہ بچے
اتفاقاً بعل شضر کے قصر کی دیوار پر چند ایسے الفاظ لکھے نظر آئے جن کے کوئی کچھ
معنی نہ بیان کرسکا۔ مگر حضرت دانیال نے ان کے ویسے ہی معنی بیان کر دیے جیسے
کہ حضرت یوسف نے فرعون کے خواب کی تعبیر کہی تھی۔ اس غیر مفہوم عبارت کا
مطلب حضرت دانیال نے یہ بیان کیا کہ "اس کی سلطنت چھین جائے گی۔ اور میڈیا
والے (اہل فارس) اُسکے مالک ہوں گے" چند روز بعد جب یہ پیشین گوئی پوری ہوئی
تو حضرت دانیال نئے فارسی تاجدار سائرس کے وزیر مامور ہوئے۔ اور بادشاہ کو
اپنے وزیر کی قوم کے ساتھ ہمدردی پیدا ہو گئی۔ اُس نے جب یہ دیکھا کہ اتنی مدت
دراز کی جلاوطنی کے بعد بھی یہودیوں کا قومی خیال بدستور باقی ہے۔ اور اپنے وطن
واپس جانے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ تو اُسے مناسب معلوم ہوا کہ مہربانی
ظاہر کرکے ان سے سرحدی حفاظت کا کام لیا جائے۔ اب ان لوگوں کی طرف سے
اسے اس بات کا بالکل اندیشہ نہ تھا کہ ایران کی مشرقی فیاض دولت کی اطاعت
چھوڑ کے کبھی مصر کے قبطیوں کی طرف رخ کریں گے۔ اس نے یہ بھی خیال کیا کہ
بنی اسرائیل میں وطنی محبت کا سچا اور انتہا سے زیادہ جوش ہے لہذا غیر حملہ
آوروں کے مقابلہ میں وہ یقیناً غیر معمولی جوش و خروش سے لڑیں گے۔ الغرض یہ
خیالات تھے اور یہ پالسی تھی جس کی بنا پر سائرس نے ۵۳۸ ق م میں دولت بابل کا

یہود کو وطن آنے کی اجازت

خاتمہ کرنے کے بعد بہت سے بنی اسرائیل کو بیت المقدس جانے
کی اجازت دیدی۔ اور اس کے ساتھ ہی مسجد اقصیٰ کا تمام طلائی ساز و سامان بھی
واپس کر دیا جسے بخت نصر لوٹ لایا تھا۔ چنانچہ بنی اسرائیل اُسے بڑے ادب و تعظیم
سے اپنے ساتھ لے کے ارض یہودا کی طرف واپس روانہ ہوئے۔

بہت سے اسرائیلی وہیں رہ گئے

بنی اسرائیل نے ارض بابل میں اکثر تعلقات پیدا

کر لیے تھے. بعض نے زمینداریاں اور جائدادیں حاصل کر لی تھیں. بہت ایسے تھے جو مہاجنی کا لین دین کرتے اور ان کا بہت سا روپیہ اہل بابل میں پھیلا ہوا تھا. یہ ایسے تعلقات تھے جن کی وجہ سے ممکن نہ تھا کہ ساری قوم یہود ایک ہی مرتبہ بابل کے تمام تعلقات کو منقطع کر دیتی. بہت سے لوگوں نے تو واپسی کو پسند ہی نہ کیا اور بعض آمادہ بھی ہوئے. تو دل میں یہ ٹھہرا کے کہ ایک محدود زمانہ کے بعد روانگی کا سامان کریں گے. اس لیے کہ وہ اپنے کاروبار اور اپنی جائدادوں کو نہیں چھوڑ سکتے تھے. خلاصہ یہ کہ ساری قوم اتنی باخدا نہ تھی کہ اجازت ملتے ہی ہر شخص دولت و عزت پر لات مار کے چل کھڑا ہوتا. اور بہتوں کو اجازت ہی نہیں دی گئی تھی.

عازمان وطن کا پہلا قافلہ

تاہم اس حکم کے ساتھ ہی اسرائیلیوں کا ایک بڑا گروہ واپسی پر مستعد ہو گیا. اور ان کا پہلا قافلہ جس میں ۴۲۳۶۰ یہود تھے. ارض بابل سے روانہ ہو کے ۵۳۸ ق مء میں ارض یہود میں پہونچا. اور شہر یروشلیم کے کھنڈروں میں آ کے اُترا.

اُنھوں نے وطن کی کیا حالت پائی

یہ لوگ جس وقت اپنے قدیم وطن اپنی مقدس آبائی سرزمین اور حضرت سلیمانؑ کے بنائے ہوئے شہر میں پہونچے ہیں. اور جس وقت انھیں پہلے پہل اپنے معبد اور اپنے آباؤ اجداد کے مکانوں کے کھنڈر نظر آئے ہیں اُس وقت کا منظر عبرت سے خالی نہ تھا. ارض یہود کی یہ حالت تھی کہ اس کا سارا علاقہ غیر قوموں نے اپنی سرحدیں بڑھا بڑھا کے باہم تقسیم کر لیا تھا. فقط شہر یروشلیم اور اس کے گرد کی تھوڑی سی زمین باقی تھی جس میں نہ وہ رونق تھی نہ وہ شان. ہر طرف غیر آباد کھنڈر اور بدنما وحشت ناک جنگل اور جھاڑیاں نمودار تھیں جن میں آدمیوں کے عوض وحشی درندے آباد تھے. اگلی دولت و حشمت کو یاد دلانے والی عمارتیں چمگادڑوں اور ابابیلوں کے آشیانے بنی ہوئی تھیں. اور

زمین دوزتہ خانون کے اندر عزلت گزین اُنوانپی شب بیداری کا وظیفہ پڑہا کرتا تھا
حضرت سلیمان کے مطلا و مذہب دار السلطنت کی جو صورت ان نو وارد رونے والون
کو فی الحال نظر آئی یہ تھی کہ گرد کی شہر پناہ کے بدلے پتھرون اور مٹی کے ڈھیرون
کے ایک بڑے حلقہ کے درمیان مین عالیشان عمارتون کے جلے اور جھلسے ہوئے منہدم
کھنڈر پڑے تھے۔ اور انھین کھنڈرون مین وہ مقدس مطلا و مذہب معبد آلہی (ہیکل
سلیمانی) تھا۔ اس محترم عالیشان طلائی عمارت اور منقش و مرصع در و دیوار کی جسگہ
راکھ کا ڈھیر اور خاک کا تودہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس منظر کو دیکھ کے ان دلدادگان وطن کے
دل پر کیا گزری ہوگی۔ ان کھنڈرون اور خاک کے ڈھیرون پر پہلے انھون نے
آنسو بہائے۔ اور جی بھر کے روئے۔ پھر اس کے بعد پہلا یہ کام کیا کہ مسجد اقصیٰ یعنی
حضرت سلیمان کے بنائے ہوئے خانہ خدا کے از سر نو تعمیر کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ بنی
اسرائیل نے واپس آتے ہی اطراف و جوانب مین پھیلنا نہین پسند کیا۔ بلکہ جتنے آئے
تھے سب کے سب حرم آلہی مین اُتر پڑے۔ اور انھین کھنڈرون مین آباد ہو گئے۔

مسجد اقصیٰ کی تعمیر

سائرس کے مرنے کے بعد جب دارائے ہستاسپس کے عہد مین اسرائیلی
پیمبرون حقائی۔ اور زکریا کے ابھارنے سے زروبابل نے جو پہلے اسرائیلی قافلہ کا
قافلہ سالار تھا۔ دربار عجم سے مسجد اقصیٰ کے از سر نو تعمیر کرنے کی منظوری حاصل کی
اسنے تعمیر بیت اللہ کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اور اگرچہ گرد و جوار کی قومون کی طرف
سے بڑی بڑی مزاحمتین پیش آئین۔ مگر وہ اور اس کے ساتھی اپنے اس خدا
شناسی اور یزدان پرستی کے کام سے ہرگز نہ باز آئے۔ کہتے ہین کہ ہیکل ربانی کی
تعمیر کا یہ زمانہ علی العموم اس طرح گزرا کہ بنانے والے ایک ہاتھ سے کام کرتے اور
دوسرے ہاتھ مین سلاح جنگ لیے رہتے۔ آخر اس طرح ۲۱ سال کی محنت و کوشش
مین مسجد اقصیٰ پھر بن کے تیار ہوئی۔ اگرچہ یہ جدید عمارت پہلی عمارت سے ایک

ثلث حصہ بڑی تھی۔ مگر وہ قدیم طلاکاری۔ جواہرات کے نقش ونگار اور وہ اگلی شان داری اب کہاں نصیب ہو سکتی تھی؟

اہل شومرون سے سخت عداوت

اب ان اسرائیلیون کو شومرون والون سے سخت عداوت تھی۔ اگرچہ اخلاق و عادات اور مذہب وعقائد مین وہ یہود کے بہت مشابہ تھے مگر یہود انھین ایک بت پرست قوم کی نسل بتاتے اور اس قدر ناپاک خیال کرتے کہ اگر شومرون کا کوئی آدمی کسی کھانے پینے کی چیز کو ہاتھ لگا دیتا تو اسے لحم خنزیر کے برابر ناپاک خیال کرتے۔

اس کے مقابل شومرون والون کو بھی اُن سے عداوت ہو گئی کہ جب زروبابل نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی اجازت حاصل کی ہے تو شومرون والون کی طرف سے اس مضمون کی درخواست دربار عجم مین پہونچی "اس خراب اور باغیانہ شہر کے دوبارہ تعمیر ہونے کی اجازت سے طرح طرح کے اندیشے ہین۔" مگر اس پر کچھ لحاظ نہ کیا گیا۔

اسرائیلیون کی یہان کیا حالت ہوئی

زروبابل اور اسرائیلیون کے اس پہلے قافلہ والون نے اپنے پاس سے سرمایہ فراہم کر کے خانۂ خدا کو تو پھر بنا لیا۔ مگر اپنی قومی وضع و شان اور پرانی آن بان کو نہین باقی رکھ سکے۔ بلکہ اپنی قدیم خود پسندی و عصبیت کو چھوڑ کے انھون نے قرب و جوار کی بت پرست قومون سے شادی بیاہ کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے اُن کی نسلین بگڑنے لگین اور ابراہیمی و یعقوبی خون کی اگلی یکرنگی مین فرق پڑنا شروع ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک طرف تو خود ہی دوسری قومون مین جذب اور فنا ہوتے جاتے تھے۔ دوسری طرف ایرانی حکومت کی گرفت بھی بہت سخت تھی۔ تاجدار ایران نے اُن کو آزاد کر دیا تھا۔ مگر ارض یہود اپر اپنی گرفت اگلے تمام حکمرانون سے زیادہ سخت رکھی تھی۔ حکومت کا جوا ان کی گردن پر پھٹا اور

نہایت گران بار تھا۔ الغرض اس کے آثار صاف صاف نمایان تھے کہ پہلے قافلہ کے یہودی اپنی قومیت اور اپنے مذہب دونون چیزون کو کھو بیٹھین۔ یکایک پہلے

دوسرا قافلہ اور حضرت عزراد

آنے والون کے ۷۷ سال بعد ۴۵۸ لمہ ق محمد مین حضرت عزرا دنبی اسرائیل کے ایک دوسرے قافلے کو لیئے ہوئے آپہونچے۔

حضرت عزراد نے آکے اپنی قوم کے سابقون اوّلون کو اس خرابی و ادبار کی حالت مین پایا تو بہت پریشان ہوئے۔ اصلاح کی تدبیرین سوچ رہے تھے۔ اور قوم یہود مین ایک تازہ روح پھونکنے کو تھے۔ کہ ارتازرکشیز سریرآرائے عجم ہوا

تاجدار عجم کا ساقی نحمیا اور شہر کی تعمیر

اس کا ساقی نحمیا نام ایک اسرائیلی نژاد شخص تھا جسے کجکلاہ عجم نے اِس غرض کے لیے بیت المقدس روانہ کیا کہ شاہی خزانے سے روپیہ دے کے شہر بیت المقدس کو از سر نو آباد کر دے۔ اور اس مین مضبوط قلعہ بندی کرے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ایرانیون کو شکست کھانے کے بعد یونانیون سے یہ معاہدہ کرنا پڑا تھا کہ وہ سمندر کے کنارے سے تین دن کی مسافت تک کہین اپنی فوج نہ رکھین گے۔ لہذا تاجدار عجم نے اپنی حفاظت کے لیے یہ تدبیر سوچی کہ بیت المقدس کو جو سمندر سے قریب تھا ایک زبردست شہر پناہ کے ایک ایسی قوم کے ہاتھ مین رکھے جسے وہ وفادار سمجھتا تھا۔ اور اس مین ہمیشہ ایک زبردست لشکر رہا کرے۔ جو اگرچہ سلطنت فارس کے ماتحت ہو گا۔ مگر اپنی قومی وقعت قائم رکھنے کے لیے اچھی قوت پیدا کر لے گا۔

نحمیا کے ساتھ تیسرا قافلہ

غرض ۴۴۵ لمہ ق محمد مین نحمیا تیسرا قافلہ لے کے آپہونچا۔ یہود کی خوش نصیبی سے دربار ایران نے اسے ارض یہودا کا والی مقرر کر کے روانہ کیا تھا۔ جب ارض یہودا اور اسرائیلیون کو ایک ہم قوم والی و حکمران بھی مل گیا۔ تو قومی فلاح کی پھر امید پیدا ہوئی۔ اور ترقی کی کوششین

شروع ہو گئیں۔ پچھلے دونوں قافلوں میں تھوڑے ہی آدمی تھے اس لیے کہ حضرت عزرا کے ساتھ صرف چھ ہزار کا گروہ آیا تھا۔ اور نحمیا کے ساتھ اس سے بھی کم تھے۔

ترقی کا جدید دور

حضرت عزرا اور نحمیا کے آتے ہی بنی اسرائیل کی حالت پھر سنبھلنا شروع ہوئی۔ اس لیے کہ خدا کے فضل سے پیمبر بھی موجود تھا جس کی ہدایت سے قوم کے اخلاق و عادات درست ہو سکیں۔ اور حاکم بھی اپنی قوم کا اور اپنا ہم خیال و ہم مذہب تھا جو شہر کی گزشتہ رونق کے واپس لانے اور اصول مذہب کے مروج کرنے میں ہر طرح کی مدد دینے کو تیار تھا۔ علاوہ بریں خود بنی اسرائیل بھی غضب الٰہی کا اتنا کڑا تازیانہ کھا چکے تھے کہ اب اپنے دینی احکام کے بجا لانے اور اپنے انبیا کی نصیحت پر عمل کرنے کے لیے پوری جوش و خروش سے آمادہ تھے۔

شہر و معبد کی درستی

نحمیا نے آتے ہی یہ کام کیا کہ پہلے تو شہر کی حفاظت کے لیے نئی شہر پناہ تعمیر کی۔ پھر قدیم دار السلطنت اور معبد کی رونق بڑھانے اور اس کی حفاظت کا سامان فراہم کرنے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ صدیوں کی تباہی کے بعد خانۂ خدا میں چراغ جلایا۔

تجدید شرع موسوی

نحمیا نے گزشتہ رونق کے واپس لانے کی تدبیریں شروع کیں تو حضرت عزرا قومی اور مذہبی اصلاح میں مصروف ہوئے۔ آپ نے یہودیوں کو غیر قوموں میں مناکحت کرنے سے قطعاً روک دیا۔ تاکید کے ساتھ صاف کہدیا کہ بنی اسرائیل کو اپنے خون میں بت پرستوں کا خون ملانا قطعاً حرام ہے۔ آپ کے اس حکم سے کسی نے انحراف نہیں کیا۔ اور آپ کے اس ارشاد کے ساتھ ہی غیر قوموں سے یہودیوں کے تعلقات کلیۃً منقطع ہو گئے۔

گم شدہ توراۃ کا پھر ہاتھ آنا

توراۃ مقدس اور قدیم آسمانی صحف انبیا کا کہیں پتہ نہ تھا

اس لیے کہ بابل والون کے طوفان بے تمیزی نے اُن کی قدیم تاریخ اور اگلے اسرائیلی لٹریچر کے ساتھ ان مقدس کتابون کو بھی فنا کر دیا تھا حضرت عزرا نے اس کتاب کو ڈھونڈھنا شروع کیا۔ اتفاقاً بیت المقدس کے کھنڈرون ہی کے نیچے ایک تہ خانے سے ایک نسخہ برآمد ہو گیا۔ اور جناب عزرا اسے ادب و تعظیم اور قدر و منزلت کے ساتھ نکال کے پھر قوم مین پھیلانے اور رواج دینے لگے مگر معترضون کو اس وقت تک اس امر کا اطمینان نہین ہوا کہ یہ کتاب جو اس وقت ملی فی الحقیقت تورات تھی یا کوئی اور کتاب۔ مگر یہودیون اور عیسائیون کو اطمینان ہی اور جب حضرت عزرا کے سے ایک نبی برحق نے اس کی تصدیق کر دی تو ہمین بھی اپنے شبہات کو واپس لینا چاہیئے۔

مجموعہ عہد عتیق کی تدوین — جناب عزرا نے تورات ہی کو بہم نہین پہونچایا بلکہ بعد کے دیگر صحیفون مین ملا کے اسے ایک نئی ترتیب سے مرتب کیا۔ اور اس مقدس مجموعے کو قوم کی مذہبی کتاب قرار دے کے یہود کے شرعی اور اخلاقی احکام و ضوابط کا منبع و منشا بنا دیا۔ اگرچہ چند کتابین اس مین بعد ملائی گئین مگر درحقیقت کتاب عہد قدیم کی اصلی تدوین و تجدید اسی زمانے مین ہوئی اُس عہد عتیق کی یہی ایک کتاب ہے جو آج تک دنیا مین باقی ہے۔ اور قدیم تاریخ کے ساتھ اگلے زمانہ کے لٹریچر کا بھی ایک اعلیٰ اور بے مثل نمونہ ہے۔ اگرچہ بعد کے مذہبی اختلافات اور متعصبانہ جھگڑون نے تصرف و تحریف کے حملہ آورکو جاری کر کے اُسے بہت کچھ مشکوک کر دیا ہے تاہم اس کی انشاپردازی مین قدامت کی شان چمک رہی ہے۔ اور معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت داؤد کے عہد کی مناجاتون جناب سلیمان کے زمانے کی شاعری اور حضرت ارمیا کے دور کی مرثیہ خوانی کس رنگ کی تھی۔

مسجد اقصیٰ کے سوا دوسری معبد یہود — گزشتہ اسیری سے پہلے بھی بنی اسرائیل ہمیشہ ایک

گئے تھے وہ سب ان کی قوم اور ان کے نسب سے نکل گئے۔ اپنی صحیح النسبی کا پتہ وہ صرف اسیری بابل سے لگاتے تھے۔ اور جن لوگون کی نسبت ثابت ہو جاتا کہ وہان نہین گئے ان کو اپنے سے جدا اور اپنے گروہ سے باہر خیال کرتے۔

حیات بعد الموت

اسی عہد سے یہود مین زندگی آخروی کا خیال بڑھا۔ اس سے پیشتر ان مین زیادہ تر یہ خیال تھا کہ بدی کا بدلہ دنیا ہی مین ملا کرتا ہے۔ مگر اب زیادہ تر حیات بعد الممات کے قائل تھے اور عقاب و ثواب کا دارومدار زندگی بعد الموت پر پڑ گیا۔

فقہی فرقے۔ فریسی و صدوقی

اسی زمانے مین ان کے دو فقہی فرقے ہو گئے۔ فریسی جو قدامت پرست تھے۔ قیاس و رائے سے کم کام لیتے۔ اور جب تک صریح نص نہ دکھا دی جائے کسی اجتہاد کو نہ مانتے۔ دوسرے صدوقی جو بہ نسبت اُن کے آزاد تھے۔ اور جو نئے مسائل قوم مین پیدا ہو گئے تھے ان کو صحف انبیائے سلف کی آیتون مین تاویل کر کے اور نئی توجیہین کر کے ثابت کرتے۔ اور یہی زمانہ ہے جب سے یہود مین

انتظار مسیح

کسی مسیح کے ظہور کے خیال کو زیادہ اہمیت پیدا ہوئی جس کی نسبت ان کا خیال تھا کہ وہ ہمارا ایک قومی بادشاہ اور بڑا فاتح ہوگا۔

جلا وطنی کا فائدہ

جلا وطنی نے بنی اسرائیل کی مجتمعہ قوت کو اگر توڑا تو یہ فائدہ بھی پہونچایا کہ ان مین باہر نکلنے اور غیر ممالک مین جانے کا شوق پیدا ہوا اور غیر اقوام سے ملنے جلنے اور ان سے تاجرانہ یا دیگر قسم کے تعلقات پیدا کرنے کی عادت پڑی۔ یہود مین باہر نکلنے اور اپنی قوم کی پوری جماعت کو چھوڑ کے کہین اور چلے جانے کا سلسلہ بابل کی غریب الوطنی ہی سے شروع ہوا تھا جس کو روز بروز ترقی ہوتی گئی۔

یہود کا دوسرے ملکون مین پھیلنا

واپسی کے چند ہی روز بعد وہ دور دور از ممالک مین پھیلنے لگے۔ اُن کے جفاکش اور محنت پسند اولو العزمون نے قسمت آزمائی کے لیے ہر طرف جانا شروع کیا۔ اور آخر یہ حالت ہو گئی کہ اس عہد کی آباد دنیا مین کم

مقامات تھے جہان بنی اسرائیل نہ موجود ہون۔ مغربی ایشیا کے ہر حصہ مین وہ کاشتکاری اور محنت مزدوری مین مشغول ملتے بحیرۂ روم کے گرد جہان جہان یونانیون کی نوآبادیان پھیلی ہوئی تھین وہان یہودی بھی موجود تھے۔ ایتھنز و اسپارٹا سے لے کے اسپین و افریقہ کے سواحل تک اور خاص قرطاجنہ (کارتھیج) کی قلمرو مین کوئی جگہ نہ تھی جہان یہودی نظر نہ آتے ہون۔ الغرض اب حضرت یعقوب کی اولاد ارض یہودا اور جرزون کی پہاڑیون مین بند نہ تھی بلکہ ہر طرف کے دروازے اس پر کھل گئے تھے۔ اور وہ خدا جس کا جلوہ وادی سینا مین نظر آیا تھا۔ اب اس کی پرستش انھین موسوی و سلیمانی طریقون سے دجلہ اور فرات کے کنارون سے لے کے اٹلانٹک اوشن (بحر اعظم مغرب) کے سواحل تک ہر زمین پر اور ہر حصہ آسمان کے نیچے ہو رہی تھی۔ اور چونکہ حضرت عزرا کے دینی قوانین نے ہر زمین پر معبد الٰہی بنانے کی اجازت دیدی تھی لہذا ہر ملک اور ہر شہر مین ان کے سیناگاگ (معبد) بننا شروع ہو گئے۔ مگر بدنصیبی اور سرد مہری زمانے سے جہان تھے وہان انھین رعیت ہی کی حیثیت حاصل تھی۔ کوئی ایسا مقام نہ تھا جہان کی فرمان فرمائی کا تاج ان کے سر پر ہو۔ ہر جگہ ان کی حیثیت مفتوح قوم کی تھی۔ خاص ارض یہودا اور یروشلیم اگرچہ سائرس کی مہربانی یا اس کی پولٹیکل مصلحتون سے دوبارہ آباد ہو گئے تھے اور سلیمان علیہ السلام کے پرانے اور منہدم خانۂ خدا مین پھر خدا پرستی کا دور دورہ تھا۔ مگر وہان بھی حکومت ائمہ یہود کے ہاتھ مین ہوا کرتی جو دولت فارس کے ایک ادنے صوبہ دار کی شان رکھتے تھے۔ تاجداران ایران ہی کی منظوری سے یہان یہود کے امام منتخب ہو کے مقرر ہوتے اور انھین کے حکم سے وہ معزول بھی ہو جایا کرتے۔ صرف اتفاق

اب ان کی حکومت کہین نہ تھی

ارض یہودا دولت عجم کا ایک صوبہ تھی

گرہان کا والی یہود ہی مین سے منتخب ہوتا

البتہ دیا گیا تھا کہ والی ارض یہود یہودیون اور خاص بیت المقدس کے رہنے والون ہی مین سے منتخب ہوتا۔ اور وہی اُنکا مذہبی پیشوا یعنی امام ہوتا۔ نحمیا کے عہد سے مدت دراز تک یہودیون کی یہی حالت رہی۔ دولت عجم کی خفیف سی نگرانی رہتی۔ مگر عام طور پر وہ اپنے وطن اور اپنی مبارک و موعودہ سرزمین مین آزاد تھے۔

نحمیا اگرچہ حاکم مقرر ہو کے آیا تھا مگر اس نے یہان رہنا پسند نہ کیا۔ شہر اور قلعہ کی عمارتون کی تعمیر کا انتظام کر کے اس نے اپنے بھائی حنانی کو حاکم اور

حنانی اور حنانیہ

حنانیہ نام ایک اسرائیلی کو امام مقرر کیا اور دربار عجم مین واپس گیا اس کے جاتے ہی انتظامی حالت خراب ہو گئی۔ اور قوم کا نظم و نسق بگڑ گیا۔ چنانچہ چند روز بعد اس نے واپس آکے دیکھا تو بہت ہی خراب حالت پائی۔ حنانیہ کا

الیا شیب

جانشین اس زمانے کا امام الیا شیب تھا جس نے خود ہی غیر قومون اور دشمنان یہود سے میل جول بڑھا رکھا تھا۔ بہت سے یہود نے غیرون مین شادیان کر لی تھین چنانچہ خود امام الیا شیب کا پوتا بھی اس جرم کا مرتکب تھا۔ اسی طرح یوم السبت کے آداب کی بھی نگہداشت نہ ہوتی جس کی علانیہ بےحرمتی ہو رہی تھی۔

منسا

نحمیا الیا شیب کے زمانے تک تو خاموش رہا مگر جب امامت مین اس کا جانشین منسا منتخب ہوا تو نحمیا نے اسے بیت المقدس سے نکلوا دیا۔ اس لیے کہ اُس کی جورو بھی بیرونی اور حوران کے رئیس سن بالات کی بیٹی تھی۔ سن بالات اپنے داماد کے ساتھ یہ بدسلوکی دیکھ کے بہت برہم ہوا۔ اور بڑے اہتمام سے کوہ عزیزیم پر ایک نیا معبد اور حرم الٰہی تعمیر کر کے منسا کو اس کا امام مقرر کر دیا۔ سن بالات چونکہ شومرونی تھا اس لیے اس معبد کے بنتے ہی اسرائیلیون مین اور شومرونیون مین عداوت بڑھ گئی۔ اور اس وقت

جو گرہ دلون مین پڑ گئی تھی پھر کبھی نہ نکلی۔

یہودا اور یوحنا | سنبلّا کے نکالے جانے کے بعد مسجد اقصیٰ کا امام یہودا ہوا۔ اور اُس کے بعد اس کا جانشین یوحنا۔ اس یوحنا کا ایک بھائی تھا۔ عیسیٰ۔ اُسے فارسی گورنر شام کے مزاج مین زیادہ درخور حاصل تھا۔ یوحنا کے دل مین خیال پیدا ہوا کہ وہ عجمیون سے سازش کر کے چاہتا ہے کہ مجھے امامت سے معزول کر کے خود ہی امام ہو جائے۔ اس خیال نے اس کو اس قدر طیش دلایا کہ ایک دن موقع پا کے

خاص حرم کے اندر قتل | خانۂ خدا کے خاص حرم کے اندر اُسے قتل کر ڈالا۔ یہ امر فارسی گورنر کو اس قدر ناگوار ہوا کہ بیت المقدس پر چڑھ آیا۔ اور سارے اسرائیلیون سے جرمانے کے نام سے ایک بڑی بھاری رقم وصول کر لی۔

باب ہشتم

عہد اسکندر اعظم سے یونانیون کے آخری دور تک

سکندر اعظم شام مین۔ اس کا استقبال سکندر پر امام یہود کا اثر۔ بیت المقدس مین سکندر کا داخلہ درحقیقت یہ ایک موضوع قصہ ہے۔ اہل شومرون کی بدقسمتی۔ سکندر کا جانشین بیت المقدس پر بطلیموس کا حملہ۔ ارض یہود اسلاطین مصر و شام کی جولانگاہ شمعون عادل امام یہود۔ اس کے کرامات۔ سلوقس بادشاہ شام۔ بیت المقدس مین چند روزہ امن۔ اونیاس امام یہود۔ بیت المقدس کا ایلچی مصر مین۔ یوسف ارض یہودا کا شاہی کمشنر اس کی سختیان۔ انطیوقس اور بطلیموس کی لڑائیان بطلیموس بیت المقدس مین اس پر حرم کا رعب۔ اس شہر مین انطیوقس کی حکومت۔ وہ کلیوپٹرا کے جہیز مین۔ یوسف کمشنر اور اس کی اولاد۔ اس کا بیٹا ہرقانوس دربار مصر مین۔ اونیاس ثالث امام یہود و خزانۂ حرم

کے متعلق امام یہود اور اس کے نائب مین جھگڑا - اپولونیس کے پاس فریاد - سلوقس کا خزانچی خزانۂ حرم لوٹنے کو آتا ہے - پھر تائید غیبی - دشمنون پر اس واقعہ کا اثر - اونیاس امام یہود انطاکیہ مین - سلوقس کا مجنون جانشین اسے یہود سے بغض - یہود پر یونانی معاشرت کا اثر - یوشع امام یہود - وہ یونانی معاشرت کا دلدادہ ہے - یوسف کا بیٹا اونیاس امام یہود - حرم کے قیمتی ظروف عبادت کا بکنا اور معزول امام کا دعوے اس کی ناکامی اور موت - عوام کی شورش - انطیوقس نے شکایت سے کان بہرے کر لیے - اُس کی موت کی افواہ - انطیوقس بیت المقدس مین قتل عام - حرم کی توہین - اس کا لٹنا - مسجد اقصیٰ ناپاک کی گئی - بیت المقدس مین یونانی والی - رومیون کا ڈھر کا بنسل اسرائیل کے فنا کر دینے کی فکر - پھر بیت المقدس مین قتل عام - شہر کی بربادی - مذہب یہود کے استیصال کی تدبیر - شومرون والے بت پرست ہو گئے - بیت المقدس مین جبریہ بت پرستی - حرم الحرام مین المپیوس دیوتا کی مورت - اسرائیلی رسوم بجا لانے پر سزائین - بعض خدا پرستون کا استقلال - وہی مظالم کا فرن مین یہود کی عید بھی موقوف - بظاہر ملت اسرائیلی مٹ گئی -

سکندر اعظم شام مین | اسرائیلی امام تاجداران عجم کی اطاعت مین بیت المقدس اور ارض یہودا پر حکومت کر رہے تھے کہ اسکندر اعظم دارائے عجم کو پہلی شکست دے کے ملک شام مین آیا - اور ساحلی شہر طائر کا محاصرہ کر لیا - اسی محاصرے کے اثنا مین اُس نے اہل بیت المقدس کے پاس کہلا بھیجا کہ "میری اطاعت قبول کرو" اس کا جواب امام بیت المقدس یدوا نے یہ دیا کہ "مین دارائے عجم سے عہد وفا کر چکا ہون - اور بد عہدی ہماری وضع کے خلاف ہے" یہ جواب سن کے سکندر اس وقت تو خاموش رہا مگر جب طائر کے فتح کر لینے کے بعد اُس نے شہر غزہ کو بھی اپنے تصرف مین کر لیا تو اس نے ۹۳۷ قبل محمد (۳۶۶ قبل مسیح) مین خاص بیت المقدس کا رخ کیا -

اس کا استقبال | اس کے آنے کی خبر پہونچتے ہی شہر مین تہلکہ پڑ گیا۔ اور کوئی تدبیر کسی کے بنائے نہ بنتی تھی۔ آخر امام قوم یدوا کو خواب مین الہام ہوا کہ "شہر کے پھاٹک کھول دو۔ اور اس وضع و شان سے اس یونانی حملہ آور کے استقبال کو جاؤ کہ خلعت امامت تمہارے جسم پر ہو تمہارے ماتحت زہاد و المہ بھی اپنے اپنے مخصوص لباس مین ہون اور باقی معززین شہر سفید کپڑے پہنے ہون۔ ملہم غیب کی اس ہدایت کے مطابق وہ اپنے پورے جلوس اور ساز و سامان کے ساتھ شہر سے نکل کے کوہ صفا نام ایک ٹیکرے پر ٹھہر گیا۔ جہان سے شہر کی عمارتین اور مسجد اقصیٰ کے گنبد اور کلس صاف نظر آ رہے تھے۔

سکندر پر امام یہود کا اثر | سکندر اپنے یونانی سردارون اور شام کے باج گزار بادشاہون کی جھرمٹ مین آ رہا تھا کہ اس کی نظر یدوا کے مطلا و مذہب لباس اور سنہری عمامے پر پڑی اور دیکھتے ہی بے اختیار اس کے آگے سجدے مین گر پڑا۔ تمام یونانی سردار اور اُن سے زیادہ شاہان شام یہ دیکھ کے گھبرا گئے۔ اور عرض کیا "ساری دنیا تو آپ کے آگے سربسجود ہے۔ پھر آپ نے اس کے سامنے کیون سجدہ کیا؟" سکندر نے کہا "مین نے اس شخص کی نہین بلکہ اس کے خدا کی پرستش کی۔ مقدونیہ مین مجھے خواب مین یہی صورت اسی وضع و لباس مین نظر آئی تھی۔ اور حکم دیا تھا کہ ایشیا مین آ کے ایران پر حملہ کرو۔ اور اسی کے کہنے سے مجھے اس ملک پر چڑھائی کرنے کی ہمت ہوئی۔"

بیت المقدس مین سکندر کا داخلہ | اب سکندر اور امام بنی اسرائیل ہاتھ مین ہاتھ دیئے شہر بیت المقدس مین داخل ہوئے۔ سکندر نے مسجد اقصیٰ مین حاضر ہو کے قربانی کی چڑھاوا چڑھایا۔ عین اسوقت امام نے اپنا اثر بڑھانے کیلئے کہا "ہمارے پیغمبر دانیال نے پہلے ہی سے کہہ رکھا تھا کہ ایک یونانی شخص سلطنت فارس کو

تہ و بالا کر دے گا"۔ یہ سن کے سکندر خوش ہوا۔ ان لوگون نے جو کچھ مانگا انھین دیا اور انھون نے جب یہ درخواست کی کہ ہمارے جو بھائی فارس اور بابل مین ابھی تک اسیر ہین۔ آزاد کر دئے جائین تو اسے بھی قبول کر لیا۔

در اصل یہ ایک موضوع قصہ ہے

سکندر کے آنے کے جو کچھ حالات بیان کیے گئے یہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہین۔ یونانی مورخ خاموش ہین۔ صرف اسکندریہ و مصر کے مسیحیون نے غالباً اس قصہ کو بنا لیا ہو جو حضرت مسیح کے مولد و موطن کے متعلق طرح طرح کے معجزات اور خوارق عادات تصنیف کر کر کے دنیا مین پھیلا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعد کے مسیحی مورخون۔ اور مستند محققون نے بھی اس واقعہ کی تردید کر دی ہے۔

لیکن اس مین شک نہین کہ سکندر اعظم نے بیت المقدس والون کے ساتھ بہت ہی اچھا برتاؤ کیا۔ انھین خراج سے مستثنی کر دیا۔ اور یہود کی طرف سے اُس کے دل مین اس قدر جگہ ہو گئی تھی کہ یہان سے ایک لاکھ اسرائیلیون کو لے جا کے اپنے نو تعمیر شہر اسکندریہ مین آباد کر دیا۔ اور اُن کو وہی حقوق عطا کئے جو خاص مقدونیہ والون کے سوا کبھی اور کو نہ حاصل تھے۔

اسکندریہ کے جن لوگون نے سکندر کے بیت المقدس مین داخل ہونے کا یہ قصہ بیان کیا ہے وہی یہ بھی کہتے ہین کہ سکندر کو اسرائیلیون پر مہربان دیکھ کے

اہل شومرون کی بدقسمتی

شومرون والے بھی اُس کی نظر عنایت کے امیدوار ہوئے۔ کوشش کی کہ اسے اپنے حال پر بھی مہربان بنائین اور خود بھی خراج سے مستثنی ہو جائین۔ سکندر اس معاملہ پر غور کر رہا تھا کہ یکایک اہل شومرون کی شامت اعمال سے وہان کے چند لوگ اندروماخوس یونانی کے خلاف بغاوت پر اُٹھ کھڑے ہوئے جسے سکندر نے اپنی طرف سے حاکم شومرون مقرر کیا تھا۔ اس

واقعہ سے سکندر اس قدر برہم ہوا۔ کہ شومرون کے تمام لوگون کو جلا وطن کر دیا۔ اُن کے عوض شومرون مین اہل مقدونیہ کی آبادی قائم کر دی۔ اور شومرون والے بھاگ کے شہر سیشیم مین آباد ہوئے۔ جہان ہمیشہ ذلیل و خوار رہے

سکندر کے جانشین

۳۲۳ قبل محمد مین جب سکندر نے وفات پائی تو اس کی ساری مملکت اس کے سپہ سالارون مین بٹ گئی اور بیت المقدس سپہ سالار لاؤمیدون کے تصرف مین آیا۔ اسی کے مقابل ملک مصر کا حاکم اُس کا دوسرا سپہ سالار بطلیوس ہو گیا۔ بطلیوس نے چاہا کہ ملک شام کو بھی اپنے قبضہ مین کرلے۔ چنانچہ اس نے مصر سے نکل کے ارض یہودا پر حملہ کر دیا۔ اور خاص ہفتہ کے دن یعنی یوم السبت کو

بیت المقدس پر بطلیوس کا حملہ

بیت المقدس پر دھاوا کیا جس دن یہود لڑنا بھڑنا اور کوئی دنیوی کام کرنا حرام سمجھتے تھے۔ بت پرست حریف کو اس کی کیا پروا ہو سکتی تھی ؟ اسرائیلیون نے سبت کی بے حرمتی گوارا نہ کی۔ اور بطلیوس بغیر اس کے کہ کوئی مزاحمت پیش آئے شہر پر قابض ہو گیا۔ اور ایک لاکھ یہود کو پکڑ لے گیا۔ جن کو اسکندریہ اور سرین مین لے جا کے بسایا۔ لیکن چند روز بعد کسی وجہ سے وہ ایک حد تک اسرائیلیون پر مہربان ہو گیا۔ اور کوشش کرنے لگا کہ اُن کا دل اپنے ہاتھ مین لے۔ چنانچہ اسی خیال سے اُس نے تیس ہزار یہود کا ایک لشکر مرتب کر کے بیت المقدس مین اپنی طرف سے چھوڑ دیا۔ اور ارض یہودا کی حفاظت اسی فوج کے ذمے کی۔

ارض یہودا سلاطین شام و مصر کی جولانگاہ

یہ پرشور و شر زمانہ اس متبرک سرزمین کے لیے نہایت نازک تھا۔ مصر کے بطلیوس اور دمشق شام کے انطی گونس کی لڑائیان درمیانی علاقون کو کسی طرح چین نہ لینے دیتی تھی۔ بیت المقدس پر دو بار انطی گونس نے قبضہ کیا اور دونون دفعہ بطلیوس نے حملہ کر کے اُس سے چھین لیا۔ لیکن اسے غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ ان ہنگامون مین خاص شہر بیت المقدس

لوٹ مار اور قتل و غارت سے بچا رہا۔

یدوا کے بعد اسرائیلیون کا امام اونیاس ہوا۔ جو ۲۱ سال تک یہود کی مسند امامت پر جلوس کرتا رہا۔ اس کے بعد شمعون امام منتخب ہوا جو ایسا عدالت گستر اور نیک سرشت تھا کہ یہود میں "شمعون عادل" کے لقب سے مشہور ہے۔ اس میں فقط انصاف پسندی کی صفت نہیں بیان کی جاتی بلکہ اُس کی نسبت یہود میں عجیب عجیب روایتیں مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی زندگی میں قربانیان نہایت ہی عمدگی کے ساتھ درگاہ الٰہی میں قبول ہو جایا کرتی تھیں مگر اُس کے مرتے ہی اُن کی مقبولیت مشتبہ ہو گئی۔ قاعدہ تھا کہ جو بکرا قربانی کے لیے چڑھایا جاتا وہ ایک چٹان پر سے نیچے پھینک دیا جاتا۔ اور معمول تھا کہ گرتے ہی وہ پاش پاش ہو جاتا۔ اور اُس کے پاش پاش ہو جانے سے لوگون کو یقین واثق ہوتا کہ خدا کی درگاہ میں قبول ہو گیا۔ مگر شمعون عادل کے بعد جو بکرا وہان سے پھینکا گیا تو بجائے مرنے کے اُٹھ کے بھاگا۔ اور ریگستان میں ہو رہا۔

شمعون عادل امام یہود

اُس کے کرامات

اسی طرح حرم مسجد اقصیٰ میں مغرب کی جانب جو طلائی قندیل آویزان تھی۔ شمعون عادل کے عہد میں بڑی آب و تاب سے روشن ہوا کرتی تھی۔ مگر اُس کے بعد اس کی روشنی نہایت دھیمی پڑ گئی۔ اور اکثر خود بخود خاموش ہو جاتی قربان گاہ کی آگ جو دھونیون کے لیے ہر وقت سلگتی رہتی ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ آپ ہی آپ بجھ گئی۔ اسی طرح قربان گاہ کی روٹی میں اُس کے زمانے میں تو اتنی برکت ہوتی کہ کل مقتداؤن کے لیے کافی ہو جاتی۔ مگر اب اکثر ایسا ہوتا کہ پوری ہی نہ پڑتی۔ بہرحال اس کی وفات کے ساتھ ہی یہود پر طرح طرح کی آفتین نازل ہونا شروع ہو گئین۔

سیلوقس بادشاہ شام

اب انطی گونوس کو قتل کرکے سیلوقس نے ارض شام مین اپنی یونانی سلطنت قائم کرلی۔ اور انطاکیہ اسکا دارالسلطنت قرار پایا۔ ارض یہود اکے لیے اکثر باعث تباہی بھی چیز ہوا کی ہیکہ وہ زبردست حریفون کے درمیان مین واقع ہونیکی وجہ سے اس پرآفت آتی بھی اب بھی ہوا۔ اگلے دنون جس طرح بابل و مصر کی رقابت اسکے حق مین عذاب بن گئی تھی اسی طرح اب سیلوقس اور بطلیموس کی رقابت اسکی تباہی و بربادی کا باعث ہوئی۔

بیت المقدس مین چندروزہ امن

پہلے تین بطلیموس۔ سوتر، فلاڈلفوس، اور یورگیٹس اسرائیلیون کے حال پر بڑے مہربان رہے اور انھین بڑی بڑی عنایتون سے سرفراز کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ آس پاس کے دوسرے شہرون پر تو دونون حریف سلطنتون کی نزاع سے روز کوئی نئی آفت نازل ہوتی مگر بیت المقدس کے امن وامان مین فرق نہ پڑتا اور وہ قتل و غارت سے بالکل بچا ہوا تھا۔ مگر یہود

اونیاس امام یہود

کے امام اونیاس ثانی کی بیہودگی و گستاخی سے یہ اطمینان خطرے مین پڑ گیا۔

اونیاس ثانی شمعون عادل کا بیٹا تھا۔ اور اپنے دو چچاؤن الیعزر اور منساہ کے بعد امام منتخب ہوا تھا مقررہ خراج کے ادا کرنے مین اس نے تاخیر کی جس پہ بگڑ کے بطلیموس مصر نے چڑھائی کردینے کی دھمکی دی کہ "یاد رہے تمھارا ملک فتح کرکے اپنے سپاہیون مین تقسیم کردونگا" اونیاس خواہ کسی معذوری کی وجہ سے جانیکے قابل نہ تھا یا اسے خود جانا نامناسب معلوم ہوا جوابدہی کے لیے اپنے بھانجے یا بھتیجے یوسف کو روانہ کیا۔ تاکہ فرمانروا ے مصر کو اطمینان

بیت المقدس کا ایلچی یوسف مصر مین

دلاے اور اسکی ناراضی کو جس طرح بنے دور کرے۔

یوسف جس قافلہ کے ساتھ اسکندریہ روانہ ہوا اس مین چند فلسطینی امرا بھی تھے جو اس غرض سے جارہے تھے کہ بطلیموس کے دربار سے اس علاقہ مین شاہی ٹیکس وصول کرنے کا ٹھیکہ لین۔ یوسف نے باتون باتون مین اسکا بھی پتہ لگا لیا کہ یہ لوگ کتنی رقم پہ ٹھیکہ لینا چاہتے ہین اور اس مین کتنی بچت ہوگی۔

اسکندریہ مین پہونچ کے جب وہ دربار مین حاضر ہوا بطلیموس اس سے بہت

خوش ہوا۔ اُسکی بے انتہا خاطر داشت کی عزت کے ساتھ اپنا مہمان بنایا اور روز بروز اس کی عزت بڑھاتا ہی گیا یہان تک کہ اُن ٹھیکے کے امیدوارون کی درخواستین دربار مین پیش ہوئین جس مین انھون نے آٹھ ہزار ٹیلنٹ[۱] (سونے کی ایک مقدار معینہ) ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ یوسف نے کہا مین اس خدمت کے انجام دینے کے لیے اس سے دونی رقم دینے کو تیار ہون۔ بادشاہ نے اسکی درخواست قبول کی اور ضمانت مانگی یوسف نے ادب سے کھڑے ہوکے بادشاہ اور ملکہ کے نام لیے اور کہا "یہی میرے ضامن ہین" درخواست ضمانت کو اس نے کچھ ایسے موثر طریقے سے پیش کیا تھا کہ فوراً بادشاہ نے اسکی ضمانت کرلی اور وہ ساری ارض یہودا، سماریہ۔ اور فلسطین وغیرہ کا کلکٹر یا کمشنر ہوگیا۔ اور اسے یہ حق مل گیا کہ اس ملک کے لوگون سے شاہی ٹیکس وصول کرے۔ دو ہزار سپاہی اس کے پاس متعین کیے گیے۔ تاکہ اُن کی قوت واثر سے اسے ٹیکس کی وصول کرنے مین سہولت ہو۔

یوسف ارض یہودا کا شاہی کمشنر

اسکی سختیان

اب واپس آکے اُس نے بڑے زور و شور سے اس سارے ملک پر حکومت شروع کردی اور ٹیکس کے وصول کرنے مین بڑی سختیان کین عسقلان مین بیس آدمیون کو قتل کرڈالا۔ اور ان کی ساری جائداد پر قبضہ کرلیا جو ایک ہزار ٹیلنٹ تھی۔ ایسی ہی کاروائیان اور شہرون مین بھی کین جس سے اس کا خوب رعب جم گیا اور مسلسل بائیس سال تک سلطنت مصر کا کمشنر رہی رہا۔

اسکی کمشنری کے زمانے مین حاکم شام انطیوقس نے حملہ کرکے اپنا ہاتھ سے کھویا ہوا علاقہ لینے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ ارض یہودا پر بھی قابض ہوگیا۔ لیکن خود بطلیموس فلیوپاطور نے ایک زبردست لشکر کے ساتھ آکے شہر غزہ کے قریب مقام

انطیوقس اور بطلیموس کی لڑائیان

۱؎ ٹیلنٹ قدیم الایام کا ایک وزن جس سے سونے چاندی اور نقد رقم کا اندازہ کیا جاتا اس کی مقدار [illegible] مختلف ہوا کرتی۔ یہودی سونے کا ٹیلنٹ [illegible] پونڈ کا ہوتا تھا جس کی تعداد [illegible] روپیہ کی ہوتی ہے۔ لہذا آٹھ ہزار ٹیلنٹ کے ایک [illegible] ہزار [illegible] روپیہ ہوئے۔

رافیہ مین اُسے ایسی فاش شکست دی کہ انطیوقس کے بنائے کچھ نہ بنی اور بطلیموس خاص بیت المقدس
مین چلا آیا اور مسجد اقصیٰ مین حاضر ہو کے چڑھاوا چڑھایا۔

بطلیموس بیت المقدس مین

اس تمام کارروائی مین یہود کی طرف سے جو بے پروائی اور بے وفائی ظاہر ہوئی اس نے بطلیموس کا حوصلہ ایسا بڑھا دیا کہ خانہ خدا کی زیارت کرتے کرتے بڑھا کہ خاص حرم المحرم کے اندر داخل ہو جائے۔ ان دنون بیت المقدس مین اسرائیلیون کا امام اونیاس کا بیٹا شمعون تھا۔ اس نے گستاخ فاتح کو حرم کی بے حرمتی کرتے دیکھا تو بڑھ کے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا "آپ یا حرم المحرم کے اندر نہین جا سکتے"۔ شمعون کی اس بیباکی نے

اس پر حرم کا رعب

بطلیموس کے دل پہ عجب اثر ڈالا۔ وہ اس معبد ربانی کی عظمت و جلال سے بہت ہی خائف و مرعوب ہوا اور اندر داخل ہونے کے ارادے سے باز آ گیا۔ مگر اسی گھڑی سے وہ اسرائیلیون کا جانی دشمن ہو گیا۔ اور اُن پہ طرح طرح کے ظلم شروع کر دیے۔

اسکے مرنے کے بعد اس کا بیٹا بطلیموس ایپی فانس ہوا۔ اور پھر مصری و شامی دول یونان مین لڑائیان شروع ہوئین۔ انطیوقس نے پھر حملہ کر کے ارض یہودا پر قبضہ کر لیا۔ اس کا بدلہ لینے کے لیے مصری سپہ سالار سقوپاس آیا اور انطیوقس کو شکست دی۔ اسے چند ہی روز ہوے

اس شہر مین انطیوقس کی حکومت

تھے کہ انطیوقس پھر زبردست لشکر لے کے آیا۔ سقوپاس کو شکست دی اور بیت المقدس مستقل طور پر انطیوقس کے تصرف مین آ گیا۔ بنی اسرائیل یونانی فرمان روا مصر کے مظالم کو بھولے نہ تھے۔ انطیوقس کی فتح سے بہت خوش ہوے اور اس نے بھی اسرائیلیون کو اپنا دوست بنانے کے لیے ایسے احکام جاری کیے جو قوم یہود کے حق مین نہایت مفید تھے۔

وہ کلیوپیٹرا کے جہیز مین

اسی اثنا مین انطیوقس کی بیٹی کلیوپیٹرا کی شادی نوجوان فرمان روا مصر بطلیموس ایپی فانس کے ساتھ ہوئی۔ اور ارض یہودا کا علاقہ اسے جہیز مین دے دیا گیا۔ مگر باوجود جہیز مین دینے کے شرط یہ تھی کہ ارض یہودا اور بیت المقدس کا محاصل آدھا آدھا فرمانروایان شام و حکمران مصر مین تقسیم ہو جایا کرے۔ لیکن چند ہی روز کے اندر کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ انطیوقس نے پھر لیا

پورا قبضہ جما لیا۔

یوسف کمشنر اور اسکی اولاد اس زمانے مین اسرائیلی امام آدنیاس دوم کا عزیز یوسف جو بطلیموس کی طرف سے ارض یہودا اور دیگر علاقون کا کمشنر تھا بیت المقدس کے امام سے کم اثر نہ رکھتا تھا۔ اور بہ اعتبار قوت کے وہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔ اس کے آٹھ بیٹے تھے۔ جن مین سب سے چھوٹا ہیرقانوس تھا بطلیموس کے محل مین لڑکا پیدا ہوا اور مصر مین خوشی کے جشن منائے جانے لگے۔ تو یوسف اپنے اس چھوٹے فرزند کو دربار مصر مین بھیجا کہ اس کی طرف سے رسم

اسکا بیٹا ہیرقانوس دربار مصر مین مبارکباد ادا کرے۔ اور اس کے ساتھ بطریق نذر کے ایک سو حسین و بے مثال کنیزین اور ایک سو حسین و نازک اندام لڑکے بھیجے۔ ان کنیزون اور لڑکون مین سے ہر ایک کی قیمت ایک ٹیلنٹ تھی۔ اور پیش کیے جاتے وقت ایک ہی ٹیلنٹ کا توڑا ہر ایک کے ہاتھ مین تھا۔ اس نذرانے سے بطلیموس بہت خوش ہوا۔ اور اس کی نظر مین ہیرقانوس کی بھی ویسی ہی عزت ہو گئی جیسی کہ اس کے باپ یوسف کی تھی۔

اسکے بھائیون کا حسد یہ عزت حاصل کر کے ہیرقانوس واپس آ رہا تھا کہ راستہ مین اسکے بھائیون نے یہ خیال کر کے کہ مصر سے بہت سی دولت لیے آتا ہوگا اس پر یورش کر دی۔ اس لڑائی مین اس کے دو بھائی جان سے مارے گئے۔ اور خود اسے بھی دریائے یردن کے دوسری طرف بھاگ کے پناہ لینی پڑی۔ مگر اس نے وہین سے بیٹھ کے سرکاری مالگذاری وصول کرنا شروع کر دی۔

اسی اثنا مین یوسف مر گیا۔ اور اسکے مرنے پر بیٹون مین تقسیم ترکہ کی بابت

ادنیاس ثالث امام یہود سخت جھگڑے ہوے۔ اور جب یہ جھگڑا امام بیت المقدس ادنیاس ثالث کے سامنے پیش ہوا تو اس نے ہیرقانوس کے خلاف اور اسکے بڑے بھائیون کے

موافق فیصلہ کیا۔ اور ہیرقانوس کو دریاے یردن کے اس پار بھاگنا پڑا۔ اب کی وہان
پہونچ کے اس نے ایک نہایت ہی مضبوط قلعہ تعمیر کیا۔ اور وہان سے بیٹھ کے قرب و جوار
کے عربی اور نبطی قافلون پہ لوٹ مار کرنے لگا جو تجارت کے لیے ادھر سے گذرا کرتے تھے
اسکا حال جب شام کے بادشاہ انطیوقس کو معلوم ہوا جو یہان کا مستقل فرمان روا تھا
تو وہ سزا دہی پر آمادہ ہوا۔ اور اُسکی وحشت سے سہم کے ہیرقانوس نے زہر کھا کے اپنی زندگی ختم کر دی

خزانہ حرم کے متعلق امام یہود اور اُسکے نائب مین جھگڑا

اسی اثنا مین امام بیت المقدس اونیاس اور یوسف کے بڑے بیٹے شمعون
مین ایک جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا۔ شمعون مقتداے اعظم یہود کے ماتحت مسجد اقصیٰ
کا منتظم تھا اور اسکے ساتھ وہ شاہی محاصل وصول کرنیکے لیے سلوقس کیجانب سے کمشنری کی خدمت
پر بھی ممتاز تھا۔ مسجد اقصیٰ کے متعلق ایک بہت بڑا خزانہ تھا۔ اونیاس چاہتا تھا کہ خزانہ میرے
قبضہ مین رہے۔ اور شمعون کے دل مین سمائی ہوئی تھی کہ یہ خزانہ میرے چھوٹے بھائی ہیرقانوس کا
جمع کیا ہوا ہے اس لیے کہ امام یہود نے خود ہی ہیرقانوس کو اس خزانے مین دولت جمع
کرنے کی اجازت دی تھی۔

اپولونیس کے پاس فریاد

جب اونیاس پر شمعون کا کچھ زور نہ چلا تو شکایت لے کے اپولونیس
کے پاس دوڑا گیا جو علاقہ جات جنوبی شام مین سلوقس کا نائب تھا۔ اور اسے بتایا کہ بیت المقدس
مین کتنی دولت جمع ہے۔ اس نے بجاے اسکے کہ اسکی کچھ مدد کرے خزانہ مسجد اقصیٰ کے مشرح حالات
سلوقس کو لکھ بھیجے۔ سلوقس ان دنون رومیون کے ہاتھ سے پریشان ہو رہا تھا۔ اور روپیہ کی
ضرورت نے اسے پریشان و عاجز کر رکھا تھا۔ اس دولت غیر مترقبہ کا حال سنا تو منھ مین پانی بھر آیا

سلوقس کا خزانچی خزانہ حرم کو لوٹنے آتا ہے

چھوٹتے ہی اپنے خزانچی ہیلیوڈورس کو روانہ کر دیا کہ فوراً
جا کے اس بیشمار دولت کو اپنے قبضہ مین کر لے۔ اُسکی روانگی
کا حال بیت المقدس کے لوگون کو معلوم ہوا تو سب کے ہوش جاتے رہے۔ پورے شہر
مین ایک سناٹا اور ناامیدی چھیل گئی۔ اور سب سے زیادہ اثر امام شہر اونیاس پر پڑا۔ اُسنے

زیادہ اندیشہ اس بات کا تھا کہ ایک کافر کے آنے سے خانۂ خدا کی بے حرمتی ہو گی۔ مگر
پھر تائید غیبی خدا ہی کو منظور نہ تھا کہ ہیلیوڈورس کے ہاتھ سے مسجد اقصیٰ یا اسکے خزانے کو
کسی قسم کا ضرر پہونچے۔ ہیلیوڈورس شہر میں داخل ہو کے حرم محترم کیطرف بڑھ رہا تھا
اور لوگ اُس کے جلوس کو یاس و حسرت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ اور کمال
بیکسی سے آسمان کیطرف نظر اُٹھا اُٹھا کے دیکھتے تھے کہ ناگہاں ایک ازغیبی سوار
نمودار ہوا جو سر سے پیر تک زرہ بکتر سے آراستہ تھا۔ اور دو خوبصورت جوان اُس
سوار کے داہنے بائیں تھے۔ وہ سوار ہیلیوڈورس کے قریب پہونچا۔ اور اس کے
گھوڑے نے یکایک دونوں اگلی ٹاپیں اُٹھا کے اس گستاخ یونانی افسر کو اس
زور سے مارا کہ وہ غش کھا کے زمین پر گر پڑا۔ ساتھ ہی سوار کے دونوں رفیقوں
نے ہیلیوڈورس کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا۔

دشمنون پر اس واقعے کا رعب اس خلاف امید اور غیر معمولی واقعے اور خدا کی ازغیبی
مدد کو دیکھ کے بنی اسرائیل بہت ہی خوش ہوے۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دینے
لگے۔ اور ہیلیوڈورس اُسی طرح زمین پر بیہوش پڑا تھا۔ جب اس کے ہمراہیون نے امام
بیت المقدس ادنیاس کے پاس حاضر ہو کے اسکی بے انتہا منت و سماجت کی اور اس نے
درگاہ الٰہی میں دعا کی تو اسکی دعا کے بعد ہیلیوڈورس کو ہوش آیا۔ اب ہمگین ہیلیوڈورس کے
حواس ٹھیک ہو گئے اور سارے شام میں مسجد اقصیٰ کے اس معجزے کی شہرت ہو رہی تھی۔

مگر شمعون جس کی وجہ سے حرم مسجد اقصیٰ پر یہ آفت آئی تھی اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اُس نے
علانیہ کہنا شروع کیا کہ یہ سراسر فریب تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باہم فساد بڑھا۔ اور شمعون نے کئی
آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اسرائیلی امام ادنیاس نے جو یہ خرابیاں دیکھیں تو فوراً انطاکیہ
ادنیاس امام یہود انطاکیہ میں میں چلا گیا تاکہ خود بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کے دادرسی کا
امیدوار ہو۔ مگر اُسکے پہونچتے ہی سلیوقس مر گیا اور انٹیا فانس مجنون اُسکا جانشین ہوا۔

سلوقس کا مجنون جانشین | فرمان روا عجیب و غریب شخص تھا۔ ادنیٰ درجے کے ذلیل و حقیر
لوگ اس کی صحبت میں رہتے۔ گلی کوچوں میں اچکتا اور اچھلتا کودتا پھرتا چھوٹے
چھوٹے شراب خانوں اور ذلیل قسم کے حماموں میں جاتا۔ چونکہ رومیوں سے اُسے
نفرت تھی اس لیے ان کے چڑھانے کی غرض سے رومی مجسٹریٹوں کے سے سفید
کپڑے پہن کے کسی چوراہے پر بیٹھ جاتا۔ اور گویا اپنے نزدیک رومیوں کی عداوت
میں دل کی بھڑاس نکال لیتا۔

اسے یہود سے بغض | یہود سے بھی اسے خاص عناد تھا۔ چاہتا تھا کہ یہ مذہب ہی دنیا
سے غائب ہو جائے اور اس کے عوض اس کا یونانی کیش و آئین پھیلے اور ترقی
کرے۔ مگر ہوا یہ کہ اس کے تعصب و اختلاف سے یہود کو بجائے ضرر کے فائدہ پہنچا۔

یہود پر یونانی معاشرت کا اثر | یہود ان دنوں یونانیوں کی معاشرت سے بہت کچھ گرویدہ
ہو رہے تھے۔ یونانیوں کے عادات و اطوار رفتہ رفتہ اور آہستہ آہستہ
اُن کی معاشرت میں داخل ہوتے جاتے تھے۔ اسرائیلی قوم میں یونانیت کے جراثیم
پیدا ہونے لگا تھا کہ دفعۃً یہود کو ایک یونانی فرمان روا کے اس تعصب
کا حال معلوم ہوا اور ساری قوم جوش و خروش سے مخالفت پر آمادہ ہو گئی۔
اور جب اپنے قومی کیش و آئین کا خیال آیا تو [illegible] سے بیزار ہو کے [illegible] یونانیوں
کے رسوم سے متنفر ہو کے دوڑے اپنے خدائے [illegible] کی عبادت کرنے لگے۔

یوشع امام یہود | اس زمانے میں امام یہود اونیاس تھا۔ [illegible] اس کے
بھائی یوشع نے بادشاہ شام کی خدمت میں [illegible] کے ساتھ
درخواست پیش کی کہ امامت کے عہدے سے اونیاس معزول کر دیا جائے اور
اس کی جگہ مجھے خلعت امامت عطا ہو۔ یہ درخواست ایسی بھاری رشوت کے ساتھ
تھی کہ بادشاہ نے اونیاس کو اپنے پاس بلا کے [illegible] کر لیا۔ [illegible]

اجازت نہ دی۔ گویا وہ ایک قسم کی اعزازی قید مین رکھا گیا۔ اور یوشع کو امامت کی سند عطا ہوئی۔ جو اس طریقہ سے یہود کا امام بن گیا۔ اپنے عہد امامت مین اس نے کوشش کی کہ یونانیون کی تقلید مین بنی اسرائیل کے قومی امتیاز اور ان کے خصائص قدیم کو مٹا دے۔ خود اپنا عبرانی نام یوشع چھوڑ کے اپنے لیے یونانی نام "جاسون" اختیار کیا۔ اور انتیفنز کی طرح بیت المقدس مین ایک اکھاڑا (جمنیشیم) بنوایا۔ جہان شہر بھر کے اسرائیلی نوجوان جمع ہو کے طرح طرح کی کثرتین کیا کرتے۔ غرضکہ اس مقتداے امت نے رفتہ رفتہ آباو اجداد کی پوری رسمون کو مٹا دیا۔ یونانیون کے طور طریقے سب کو سکھا دیے اور نوبت یہان تک پہونچی کہ مسجد اقصی مین نماز ادا کرنے اور اسکی عبادت کے جاری رکھنے مین بھی بے پروائی کرنے لگا۔

وہ یونانی معاشرت کا دلدادہ تھا

آخر خدا خدا کر کے جاسون کی امامت کا دور بھی ختم ہوا۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ اس نے یوسف کے بیٹے اور شمعون کے بھائی ادنیاس کو اپنی طرف سے انطاکیہ مین بھیجا تاکہ بادشاہ کے خزانے مین خراج کی رقم داخل کرے۔ ادنیاس نے کچھ اس طرح باتین بنا کے بادشاہ کو شیشے مین اتار لیا کہ اس نے جاسون کو معزول کر کے اس کی جگہ اسی شخص کو یہود کا امام بنا دیا۔ چنانچہ اب اس ادنیاس نے انطاکیہ سے واپس آکے خلعت امامت پہنا۔ اور چونکہ یونانیت اس کے دماغ پر بھی چھائی ہوئی تھی اس لیے اپنا یونانی نام "منیلاؤس" قرار دیا۔

یوسف کا بیٹا ادنیاس امام یہود

اب اتفاق سے مسجد اقصی کا خزانہ بالکل خالی تھا۔ اس لیے کہ جاسون کی فضول خرچیون کی وجہ سے کچھ بھی نہین بچا تھا۔ اور انطاکیہ کے خزانے مین رقم خراج ادا کرنا لازمی تھا۔ منیلاؤس نے خزانۂ حرم کو تاکا۔ اور اس کے سونے کے

ظروف خفیہ طور پر شہر طائر میں بیچ کے بکوا لئے پرانا امام اونیاس جس کو معزول

قوم کے قیمتی ظروف عبادت کا بکنا اور معزول امام کا دعویٰ

کرا کے جاسون امام بنا تھا اب تک انطاکیہ میں زندہ موجود تھا۔ اُس کو یہ حالات معلوم ہوئے تو خانۂ خدا کی بے حرمتی پہ صبر نہ آیا۔ فوراً منیلاؤس کے خلاف انطاکیہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ مگر اس کا کیا علاج تھا کہ فیصلہ کرنے والے جج منیلاؤس سے رشوت لے چکے تھے فیصلہ اونیاس کے خلاف ہوا۔ اور اُلٹا وہی ملزم قرار دیا گیا۔ یہ نتیجہ سُن کے اونیاس اپنی جان بچانے کی غرض سے

اُس کی ناکامی اور موت

بھاگ کے ایک خانقاہ میں بیٹھ رہا۔ لوگوں نے اُبھار اُبھار کے اُسے پھر گوشۂ عزلت سے نکالا کہ قوم و ملت کی خدمت کرے۔ مگر خانقاہ کے باہر نکلتے ہی اندرونیقوس نام ایک شخص نے اُسے مار ڈالا جسے منیلاؤس نے رشوت دے کے اس خدمت پہ بھیجا تھا۔ اونیاس کی زندگی نہایت سچائی اور راست بازی میں گزری تھی۔ اور ایسا پاک باز و پاک نفس تھا کہ مکار شاہ انطاکیہ کو بھی چاہے فقط دکھانے کے لیے ہو اُس کی موت پہ بڑا افسوس ہوا۔

عوام کی شورش

لیکن اب بیت المقدس میں ایک سخت شورش پیدا ہو گئی تھی۔ لوگوں کو پتہ لگ گیا تھا کہ موجودہ امام صاحب نے مسجد اقصیٰ کے سونے کے ظروف اندر ہی اندر بیچ ڈالے ہیں۔ عوام کو مشتعل دیکھ کے منیلاؤس کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا اُس نے اپنے بھائی لی سی ماخوس کو اپنا نائب بنایا اور اُسے تین ہزار فوج کی حفاظت میں چھوڑ کے بیت المقدس سے بھاگ گیا۔ مگر وہ فوج کام نہ آئی لوگوں نے نرغہ کر کے لی سی ماخوس کو مار ڈالا۔

انطیوخس نے شکایت سے کان بہرے کر لیے

اُن دنوں انطیوخس نے مصر پہ حملہ کر دیا تھا۔ اور زبردست لشکر کے ساتھ اُس طرف جا رہا تھا۔ وہ شہر طائر میں تھا کہ

بیت المقدس کے معزز اسرائیلیوں کا ایک وفد اُس کی خدمت میں حاضر ہوا اور مینلاؤس کے مظالم کی فریاد کی۔ ہوشیار و مکار مینلاؤس ان لوگوں سے پہلے ہی انطیوقس سے مل چکا تھا اور اُس کے کان بھر دیے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انطیوقس اِن لوگوں کی صورت دیکھتے ہی اس قدر برافروختہ ہوا کہ اُن سب کو قتل کر ڈالا۔

اُس کی موت کی افواہ

اس کے بعد انطیوقس نے مصر میں جا کے پوری کامیابی حاصل کی۔ سارے علاقۂ مصر کو فتح کر لیا۔ اور اس خوشی میں وہاں جشن منا رہا تھا کہ دفعتہً ارض مقدس میں کسی نے یہ غپ اُڑا دی کہ انطیوقس مر گیا۔ یہ سنتے ہی جاسون جو معزول ہو چکا تھا اُٹھ کھڑا ہوا۔ بیت المقدس پر قابض ہو گیا۔ اپنے بھائی مینلاؤس کو قلعۂ عکہ میں قید کر دیا۔ اور جو لوگ اُس کے خلاف تھے اُن پر نہایت

انطیوقس بیت المقدس میں

سخت مظالم کرنے لگا۔ یہ خبر انطیوقس کو پہونچی تو طیش کھا کے چلا۔ اور بیت المقدس کے قریب آپہونچا۔ اسرائیلی حامیان وطن کی طرف سے ایک خفیف سی مزاحمت ہوئی۔ مگر کچھ زور نہ چلا۔ انطیوقس شہر پر قابض ہو گیا۔

قتل عام

قبضہ کرتے ہی قتل عام شروع کر دیا۔ تین دن کے اندر چالیس ہزار اسرائیلی قتل ہوئے۔ اور اتنی ہی مقدار میں پکڑ کے غلام بنا لیے گئے۔

حرم کی توہین

یہود اپنے کیش و آئین کے اس قدر دلدادہ تھے کہ اگر اُن کے مذہب کی توہین نہ ہو تو ایسے قتل عام کو بھی صبر و شکر سے گوارا کر لیتے۔ مگر انطیوقس نے قیامت تو یہ کی کہ مسجد اقصیٰ میں بلا تامل گھس پڑا۔ اور اُس کے بعد حرم الحرم میں جہاں اُن لوگوں کے اعتقاد میں فرشتہ پر نہیں مار سکتا تھا دراتا چلا گیا۔ اور وہاں کے

اس کا لوٹنا

قیمتی سامان اور ظروف عبادت کی لوٹ مار شروع کر دی۔ تمام سونے چاندی اور جواہرات کی چیزیں اپنے قبضے میں کر لیں۔ جن میں سونے کا شمعدان۔ عود لوبان سلگانے کی طلائی انگیٹھی۔ اور بہت سے ظروف

اس لوٹ مار مین اٹھارہ سو ٹیلنٹ کی مالیت اُس کے ہاتھ آگئی۔

مسجد اقصیٰ ناپاک کی گئی | مگر جوش انتقام اب بھی ٹھنڈا نہین ہوا تھا۔ مسجد اقصیٰ مین حرم الحرم کے اندر وہان کی خاص قربانگاہ پر ایک بہت بڑا سور لا کے ذبح کیا گیا۔ اُس کا گوشت اُبال کے شوربا حرم الحرم اور ساری مسجد اقصیٰ کے در و دیوار پر چھڑکا گیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہان امام بھی فقط سال مین ایک مرتبہ ڈرتا ہوا جاتا تھا۔ اور خدائے واحد ذوالجلال کا یہ وہ عبادت خانہ تھا جو نہایت ہی محترم اور پاک سمجھا جاتا۔ اور صدیون سے اُس مین اللہ جل شانہ کی عبادت ہو رہی تھی۔ مگر متعصب دشمن نے کسی بات کا پاس و لحاظ نہ کیا۔

جاسون انطیوقس کے آنے کی خبر سنتے ہی شہر سے نکل کے بھاگ گیا تھا۔ مگر اِدھر اُدھر آوارہ پھرتا تھا اور کہین پناہ نہ ملتی تھی۔ آخر اسی دشت نوردی مین وہ پیوند زمین ہو گیا۔ وہ نہایت ہی نالائق اور ناپاک امام یہود تھا جس سے ہر شخص کو نفرت تھی جس کا ایک نمونہ یہ بھی تھا کہ ایسی غریب الوطنی اور بیکسی کی موت کے وقت کوئی متنفس اُس کے ساتھ نہ تھا۔ انطیوقس نے اتنے مظالم کرنے کے بعد منیلاؤس کو پھر امام یہود مقرر کیا۔ لیکن اب اُس نے اس

بیت المقدس مین یونانی والی | علاقے مین اپنی طرف سے دو اور عہدہ دار بھی مامور کیے۔ پہلا فلپ۔ جسے اُس نے بیت المقدس اور ارض یہودا کا والی مقرر کیا اور دوسرا اندرونیقوس جو اُس کی جانب سے شومرون کا والی مقرر ہوا۔

رومیون کا دھڑکا | اس واقعے کو دو ہی سال ہوئے تھے کہ رومیون کا علم اقبال اس سرزمین تک آپہونچا۔ اُنھون نے مصر کو چھین لیا۔ اور انطیوقس کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنے باقی ملک کو اس قدر دبا کے اپنے قبضہ مین رکھے کہ کسی کو سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہو۔ رومیون کا معمول تھا کہ طاقتور سلطنتون

کمزور کرنے کیلیے اُن کی پڑوس کی کمزور ریاستون کو بھڑکا بھڑکا کے اُن کی مخالفت پر کھڑا کر دیتے۔ اور اُن کو مدد دیکے زبردست سے زبردست قوتون کا خاتمہ کر دیتے اور اگر کوئی دوسری ریاست نہ ملتی تو خود اُنھین کی قلمرو مین رعایا کو ابھار ابھار کے اُس مین شورش پیدا کر دیتے۔ اور خود شورش کرنے والون کے حامی و ہمدرد بنتے

نسل اسرائیل کے فنا کردینے کی فکر رومیون کی اس پالسی سے واقف ہونے کے بعد انطیوخس کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو بنی اسرائیل بھی رومیون کے بھڑکانے مین آجائین اس وہم مین پڑکے اُس نے عام حکم جاری کر دیا کہ ساری اسرائیلی نسل کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس کام کے انجام دینے کے لیے اُس نے اپولونیوس نام ایک سنگدل رومی سردار کو مقرر کیا جس نے یہ خدمت بڑی ہی مستعدی سے انجام دی۔ اور سخت بے رحمی کے ساتھ ایسے ایسے مظالم کیے کہ شاید دنیا کا اور کوئی ظالم اس سے زیادہ مشق ستم نکر سکا ہوگا

پھر بیت المقدس مین قتل عام ایک یوم السبت (ہفتہ) کو جس دن یہود لڑنا جھگڑنا اور دنیاوی کام کرنا داخل معصیت سمجھتے تھے۔ اور اُس دن بھی خاص اُس وقت جبکہ ساری قوم مصروف عبادت تھی اپولونیوس نے اپنے جلّاد سپاہیون کو قتل عام کا حکم دے دیا۔ آناً فاناً مین ہر طرف تلوار چلنے لگی۔ سڑکون اور گلیون مین خون کی ندیان بہ نکلین مرد بلا استثنا قتل ہوئے۔ اور عورتین ساری کی ساری کی لونڈیان بنا لی گئین۔ اس قتل عام کے بعد ظالم یونانی حاکم نے شہر کو برباد کرنا شروع کیا۔ سارا شہر خالی کرا لیا

شہر کی بربادی جابجا آگ لگا دی۔ عمارتین مسمار کر دین۔ پھر کوہ صیہون پر ایک نہایت مضبوط قلعہ تعمیر کرایا۔ جہان سے مسجد اقصیٰ اور اُس کے گرد کی زمین کی پوری نگرانی ہو سکتی۔ اور شہر کی بخوبی نگہبانی کی جا سکتی۔ اس قلعے مین جو فوج رکھی گئی اُس کے سپاہیون کا یہ طریقہ تھا کہ اکثر قلعہ سے نکل کے آس پاس کے گاؤن کو لوٹا کرتے اور کوئی نہ پوچھتا کہ کیا کرتے ہو۔ جو دل خون شدہ دلدادگان ملت شہر کی

زیارت کو یا لوگون سے چھپ کے مسجد اقصیٰ مین عبادت کرنے کو آتے اُنھین یہ ظالم سپاہی پکڑ لیجاتے یا لوٹ لیتے۔ غرض توحید کی آواز دب گئی اور خداپرستی جُرم ٹھہری۔ اور اُس کے عوض جہان دیکھیے بت پرستی اور رسوم شرک کا دور دورہ تھا

مذہب یہود کے استیصال کی تدبیر انطیوکس کا دل اتنے مین بھی نہ ٹھنڈا ہوا۔ اب اُس نے ایک عام فرمان اپنی تمام قلمرو مین جاری کر دیا کہ ہمارے ممالک محروسہ مین جتنے لوگ آباد ہین اُن سب کا ایک ہی مذہب ہونا چاہیے۔ اور وہ مذہب یونانی بت پرستی ہے۔ اس فرمان پر عملدرآمد ہونے کے لیے اُس نے جا بجا بہت سے عہدہ دار مقرر کیے جن کا فرض منصبی یہ تھا کہ اس شاہی حکم کی پابندی رعایا سے نہایت سختی سے کرائین۔

جو عہدہ دار اس خدمت کے انجام دینے کے لیے ارض یہودا اور شومرون مین آیا اُس کا نام اتھنائیوس تھا۔ یہ ایک معمر و سن رسیدہ شخص تھا۔ یونانی مذہب کے رسوم و عادات اور فرائض و عبادات سے خوب واقف تھا۔ اہل شومرون تو اُسکی

شومرون والے بت پرست ہو گئے پیروی کرنے اور اُس کے احکام بجا لانے پر آمادہ ہو گئے۔ اور شاہی مذہب کو فوراً قبول کر لیا۔ اور اُن مین جریزیم کا جو عبادت خانہ قائم تھا باضابطہ طریقے سے یونانیون کے دیوتا جیوپٹر زیوس کی جانب منسوب کر دیا گیا۔

بیت المقدس مین جبریہ بت پرستی اہل شومرون کو بت پرست بنا کے اتھنائیوس بیت المقدس مین آیا۔ اور وہان جو فوج پہلے سے موجود تھی اُس سے مدد لیکے یہود کو مجبور کیا کہ اپنے قدیم طریقہ عبادت کو چھوڑ کے یونانی بت پرستی اختیار کرین۔ یوم السبت اور دیگر ایام مین کوئی امتیاز نہ کرین۔ سور کا گوشت سب کو زبردستی کھلایا گیا۔ اور اس سے بھی زیادہ آفت یہ کہ اپنی قدیم قومی رسم ختنے سے قطعاً

روک دیے گئے۔ اور ختنہ کرنا جرم قرار دے دیا گیا مسجد اقصیٰ مین بت پرستی ہونے لگی۔

حرم الحرم مین المپوس دیوتا کی مورت | اور اُس معبد الٰہی کو جو مندر بنا یا گیا وہ یونانی دیوتا المپیوس کی جانب منسوب تھا۔ یہ مورت خاص حرم الحرم مین قربان گاہ کی جگہ پر قائم کی گئی اور اُس کے سامنے اُس پر جانور بھینٹ چڑھائے جانے لگے۔

اسرائیلی رسوم بجا لانے پر سزائین | اتفاقاً دو اسرائیلیہ عورتون نے اپنے بچون کے ختنے کرا لیے تھے اس جرم کی سزا مین وہ شہر کے باہر ایک نمایان جگہ پر بیجا کے پھانسی پہ لٹکا دی گئین اور اُنھین کے ساتھ اُن کے دونون مختون بچون کی بھی گردنین باندھ دی گئین۔ اسی قسم کے صدہا ایسے ایسے مظالم ہوئے جو بیان نہین ہو سکتے اس عام ظلم کے زمانے مین جو لوگ جان سے مارے گئے اُن مین ایک نیک نفس بزرگ الیزر بھی تھے۔ اُن کی عمر نوے سال کی تھی۔ توحید کے سچے شیدا اور اپنے دین کے دلدادہ تھے۔ جن اسرائیلیون نے کفر و بت پرستی کو اختیار کر لیا تھا اُنھین مارا۔ اور محض اس جرم پر کہ اپنے دین الٰہی سے دست بردار نہ ہوئے اُنھون نے نہایت ہی استقلال و جوانمردی سے جان دے دی مگر بے دینی نہ اختیار کی۔ اور نوجوانان قوم کے لیے ایک قابلِ اتباع نظیر چھوڑ گئے۔

بعض خدا پرستون کا استقلال | بنی اسرائیل مین وہ سات بھائی بھی بہت مشہور ہین جنھون نے اس سخت آزمائش کے زمانے مین اپنی مان کے جرأت دلانے سے شریعت موسوی کی پیروی اور اُس کے رسوم توحید کی پابندی نہ چھوڑی۔ طرح طرح کی مصیبتین برداشت کین۔ اور لاکھ بت پرستی اختیار کرنے کے لیے ترغیب و ترہیب کی گئی مگر اُنھون نے ذرا پروا نہ کی۔ اور مرتے دم تک حق پرستی اور سچائی کو نباہ دیا۔

دیہی مظالم گاؤن مین | جب بیت المقدس کی یہ حالت ہو گئی کہ اب ظلم کرنے کو کوئی دلدادۂ حق نہ ملتا تھا تو گرد و پیش کے گاؤن اور ارض یہودا کے دوسرے

شہروں مین بھی مظالم شروع ہو گئے - اور انبیاے سلف کی اس برگزیدہ خاک پر خدا پرستوں کو کوئی پناہ کی جگہ نہ ملتی تھی -

یہود کی عید بھی موقوف

اب سب سے بڑا جور یہ ہوا کہ یہود کو حکم دیا گیا کہ اپنی قومی عید ملتوی کر دین اور اُس کے عوض یونانیون کی عید منایا کرین - ملت اسرائیلی کی یہ سب سے بڑی بے حرمتی تھی - جس مین بنی اسرائیل زبردستی پکڑ پکڑ کے شرک کی عیدون مین شریک کیے جاتے اور معبودان باطل یعنی یونانی دیوتاؤن کی مورتین اُنھین کے کندھون پہ اُٹھوا کے شہر مین نکالی اور گلی کوچون مین پھرائی جاتی تھین -

بظاہر ملت اسرائیلی مٹ گئی

بہر حال اس زمانے مین بنی اسرائیل کے مذہب توحید اور یہوا (خداے عزوجل) کی عبادت کی ایسی نازک اور ابتر حالت تھی کہ بظاہر معلوم ہوتا قوم بنی اسرائیل اور اُن کا کیش و آئین دونون صفحۂ ہستی سے مٹے جاتے ہین - اور اُن کے بچنے کی کوئی اُمید نہین -

باب نہم

آزادی کے لیے بنی اسرائیل کی کوششین یونانی شاہان شام کے عہد مین

خود خدا بنی اسرائیل کا نگہبان تھا - خاندان اسمونی یا مکابی کا آغاز - ان لقبون کی مشہور ہونے کی وجہ - شاتھیاس - اُس کا مذہبی جلال - یوم السبت کو لڑنا جائز ہوا - جا بجا نئے معبد بنے - یہودا مکابی - اُس کی فتحین - شام کے یونانیون کا اُس پر حملہ - یہود کی کمزوری - اور پریشانی - سچے حامیان ملت کے سوا سب اسرائیلی لشکر سے نکال دیے گئے - یونانیون کی پہلی شکست - دوسری شکست - تیسری شکست - اور نقصان عظیم - سلطنت شام کا دوسرا حملہ اور پھر شکست - یہودا مسجد اقصی کے کھنڈرون مین اُس کی تعمیر و درستی و آراستگی کا سد پڑ رہی - اور اُن کی سرگرمی - یہودا مکابی کی پالیسی - ایک نافرمانی

اور اُس کی سزا - انطیوقس کی نامرادی موت - یوپاتور بادشاہ شام - ارض یہودا پر اُس کا زبردست حملہ - بیت سورہ پر اُس کا قبضہ - بیت المقدس کا محاصرہ - یونانیوں کی دغابازی - دمیطریوس بادشاہ شام - بنی اسرائیل میں پست ہمتی - السیمس امام یہود - اُس کے مظالم طرفداران یہودا پر - بیت المقدس پر یہودا کا حملہ - پھر یونانیوں کی شکست - شکست پر شکست - رومیوں سے یہودا کا پہلا تعلق اور دولت روم کی پالیسی - دمیطریوس کا نہایت سخت حملہ - یہودا کی بہادرانہ موت - اسکی خوبیاں - پھر یہ امیرش امام کے مظالم - یہودا کا بھائی یوناتان - ... کی عبرتناک موت - یونانیوں کی ... سے اور یوناتان سے صلح - وہی نقارہ ... ارض یہودا - اسکندر سلطنت شام پر - یونانیوں کے باہمی جھگڑوں سے یوناتان نے فائدہ اٹھایا - بیت المقدس پر یوناتان کا قبضہ - اسکندر کے وعدے - یوناتان امام یہود - اور اسکندر بادشاہ شام - نقاطور بادشاہ شام - یوناتان اور نقاطور میں - نقاطور اور یوناتان میں مخالفت - انطیوقس بادشاہ شام - طرفیون کی مکاری اور یوناتان سے دغا - شمعون یہودا کا سپہسالار - یوناتان کا دغابازی سے مارا جانا - انطیوقس بھی دغابازی سے مارا گیا - دیمطریوس بادشاہ شام - شمعون یہود کا خود مختار بادشاہ اور اسکی حکومت - روم میں سفیر یہود - شمعون کی خوبیاں - دیمطریوس فارسیوں کا قیدی - انطیوقس سیدیتیس بادشاہ شام - اُس سے اور شمعون سے مخالفت - سلطنت شام کا شمعون پر حملہ اور شکست - شمعون دغابازی سے مارا گیا - یوحنا ہرقانوس امام یہود - ایک یہودیہ کا ایثار نفس - ارض یہودا پر پھر یونانیوں کا حملہ - انطیوقس کی رحمدلی - صلح اور ارض یہودا پر بادشاہ شام کا قبضہ - فارسیوں نے سلطنت شام کو شکست دی - دیمطریوس پھر بادشاہ شام - ارض یہودا کی آزادی -

اگرچہ یونانی تاجدار شام اور یونان کے بت پرستوں سے بظاہر اسباب ملت اسرائیلی کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ کے پھینک دیا تھا - اور معلوم ہوتا تھا کہ قوم یہود صفحہ ہستی سے بالکل مٹ جائیگی - خود خدا بنی اسرائیل کا نگہبان تھا مگر خداوند جل و علا کو نہیں منظور تھا کہ یہ خدا پرست قوم فنا ہو - بمصداق "اذا اراد اللہ شیئا ھیّا اسبابہ" خدا نے اُنکی بقا کا سامان پیدا کر دیا - اور صاف نظر آگیا کہ زبردست سے زبردست فرمان رواؤں کو بھی مظلوم کی آہ کمزور کر دیا کرتی ہے -

اس مرتبہ خدا نے بنی اسرائیل کی مدد کسی معجز نما طریقے یا خلاف فطرت واقعے سے

نہین کی بلکہ خود یہودیہی مین سے ایک ایسا جان باز اُٹھ کے کھڑا کر دیا جس نے
اپنی شجاعت - اپنے حوصلے - اپنی دینداری - اور اپنے استقلال سے یونانیون کی
تلوارین کُند کر دین - اور اُن کی مشرکانہ آرزو کسی طرح نہ پوری ہونے دی - اُس کی بنیاد

خاندان اسمونی یا مکابی کا آغاز

یون پڑی کہ ارض یہودا کے ایک گمنام شہر مودین مین جسکی
نسبت یقین کے ساتھ کوئی نہین کہہ سکتا کہ کہان پر واقع تھا متاتھیاس نام ایک اسرائیلی
تھا - جو یواریب کی نسل اور مقتدایان اُمت کے گھرانے سے تھا - اور بہت ہی معمر و سن
رسیدہ تھا - اُس کے پانچ بیٹے تھے (۱) یوحانان (۲) شمعون (۳) یہودا مکابی (۴)
الیعزر - (۵) یوناثان - یہی خاندان بعد کے زمانے مین اسمونی اور مکابی کے لقبون
سے مشہور ہوا - اسمونی اس لیے کہ متاتھیاس کے پردادا کا نام حسمون تھا - جو کثرت

ان لقبون سے مشہور ہونے کی وجہ

استعمال سے اسمون ہو گیا - اور مکابی اس لیے کہ متاتھیاس
کا سنجھلا بیٹا یہودا گرز زنی مین کمال رکھنے کے باعث مکابی کے لقب سے مشہور ہو گیا
تھا جس کے معنے گرززن کے ہین -

جس وقت ساری ارض یہودا مین یہودیون کے قتل اور شریعت موسوی کے
مٹانے کی کوشش ہو رہی تھی انطیوقس کا ایک عہدہ دار اپلیس نام مذکورہ شہر
مودین مین بھی اسی غرض کے لیے آیا - اور تمام یہود کو حکم دیا کہ اپنا مذہب چھوڑ کے
یونانی بُت پرستی اختیار کر لین - اس قصبے مین چونکہ سب سے زیادہ صاحب اثر
یہی بوڑھا متاتھیاس تھا اس لیے سب سے پہلے اُسی کو بُلا کے یہ ظالمانہ حکم سنایا گیا

متاتھیاس

اور اس کے ساتھ ہی اُسے دولت و عزت کا بھی بہت کچھ لالچ دیا
گیا - متاتھیاس اپنے دین برحق کا ایسا دلدادہ تھا کہ صاف انکار کر گیا - اور

ع ۵ اس شہر کا پتہ ڈاکٹر رابنسن نے یہ لگایا ہی کہ فی الحال یہی پرانا شہر لطرون کہلاتا ہی جو
ارض یہودا کی پہاڑیون کے دامن مین اُس سڑک پر واقع ہی جو بیت المقدس سے رملہ کو گئی ہی -

علانیہ کہدیا کہ "مین اپنے دین کی حمایت مین جان دے دون گا۔ مگر اُس سے دست بردار نہ ہون گا"

اس پر بُت پرست حاکم بگڑا۔ اور اُس کے حکم سے یونانی سپاہی اُسے پکڑ کے اپنے ایک بُت کے سامنے لے گئے۔ اور ارادہ کیا کہ اُس پر بھینٹ اُس کا مذہبی خلال چڑھا دین۔ یہ دیکھ کے متاتھیاس کو کچھ ایسا جوش آیا کہ اُنھین بوڑھے ہڈیان پڑے ہاتھ پاؤن سے اپلیس پر جھپٹ پڑا۔ اُٹھا کے دے مارا۔ اور سینے پر چڑھ کے مار ڈالا۔ پھر اُسے قتل کر کے دوسرے سردارون پر جھپٹا جنمین سے کئی ایک کو قتل کیا۔ اور بھاگ کے پہاڑون مین چھپ رہا۔ جہان اُس نے اور بہت سے ہم مذہب جمع کر لیے۔ جن کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ یہان تک کہ شاہی فوج سے کوئی تدبیر نہ بن پڑتی تھی۔

اتفاقاً ایک مرتبے اُس کے ہمراہیون مین سے ایک ہزار اسرائیلی کسی گھاٹی مین گھر گئے۔ اور قیامت یہ کہ اُس دن یوم السبت (ہفتہ) تھا۔ یونانیون نے اُن مین گھس گھس کے قتل کرنا شروع کیا۔ اور وہ ہفتے کا دن ہونے کی وجہ سے ہتھیارون کے قبضون پر ہاتھ نہ لیجا سکتے تھے۔ سب کے سب صبر و استقلال کے ساتھ قتل ہو گئے۔ اور کسی نے چُون نہ کی۔ لیکن اُن لوگون کے جان دے دینے سے یہودونے ابد الآباد تک کے لیے یہ فائدہ اُٹھایا کہ یہ حالت دیکھ کے متاتھیاس نے یوم السبت کو لڑنا جائز ہوا اور اُس کے رُفقا نے یوم السبت کو بھی دشمنون سے لڑنے کا فتویٰ دیدیا۔ کیونکہ اب بغیر اس کے مفر نہ تھا۔

قوت پکڑ لینے کے بعد متاتھیاس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب موقع پاتا پہاڑیون کی کمین گاہ سے نکل کے شہرون پر آ پڑتا۔ یونانی مندرون کو منہدم کر دیتا۔ مورتون کو توڑ ڈالتا۔ زبردستی پکڑ کے لوگون کا ختنہ کر دیتا۔ اور شر

موسوی کی کتابین یا توراۃ کے نسخے جہان ملتے اُٹھالیجاتا۔ اس لیےکہ یونانی اُن کے
جابجا نئے معبد بنے
مٹانے اور فنا کرنے کے درپے تھے۔ اسی زمانے مین اُن اسرائیلیون
نے خداے واحد ذوالجلال کی عبادت کے لیے جابجا اپنے عبادت خانے "سناگاگ"
بنالیے۔ اس سے پیشتر اُن کی عبادت گاہ صرف مسجد اقصیٰ تھی۔ جو اب دشمنون کے
قبضے مین تھی اور نجس کردی گئی تھی۔

ان لوگون کی کامیابیان دیکھ کے جابجا سے یہود اُن کے پاس آآکے جمع
ہونے لگے۔ یہان تک کہ ایک بڑی بھاری جماعت پیدا ہو گئی جس مین علی العموم
فریسی گروہ کے لوگ تھے۔ اور اُن کا مشغلہ بُت پرست لوگون کو لُوٹنے مارنے کے سوا کچھ نہ تھا

یہودا مکابی
اسی اثنا مین متاتھیاس نے سفر آخرت کیا۔ اور اُس کا بیٹا یہودا مکابی جو
سب بھائیون مین زیادہ بہادر تھا باپ کا جانشین اور اس اسرائیلی گروہ کا سردار قرار
پایا۔ مگر متاتھیاس نے مرنے سے پہلے اتنی قوت پیدا کر لی تھی کہ اُس کا جنازہ اُس کے
وطن مودین مین بڑے کروفر اور نہایت ہی اطمینان کے ساتھ لے جا کے دفن کیا گیا

اُس کی فتحین
اب یہودا نے علی الاعلان مکابی جھنڈا بلند کیا۔ اور سلیوقس کی فوجون
سے کھلے میدانون مین مقابلہ کرنے لگا۔ سب سے پہلے شومرون کا یونانی والی اپولونیوس
اُس کے مقابلے کو آیا۔ اسرائیلی اس طرح جان توڑ کے لڑے کہ یونانی لشکر کو فاش
شکست ہو گئی۔ اور اپولونیوس مارا گیا۔ یہودا مکابی نے مال غنیمت مین سے فقط
اُس کی تلوار لے لی۔ اور اُس کے بعد سے وہ لڑائیون مین بجاے گرز کے اسی
تلوار کو کام مین لایا کرتا تھا۔

حاکم شومرون کے بعد اب ممالک سواحل شام کے نائب والی سیرون نے
آکے مقابلہ کیا۔ مگر اُس نے بھی شکست کھائی۔ اور اپنی جان دی۔ ان دونون فتحون
نے اسرائیلیون کا زور بہت بڑھا دیا تھا۔ اور کثرت سے یہودی آآکے اِس جماعت

دین کی کارروائی مین شریک ہونے لگے -

ان دنون انطیوقس نہایت ہی پریشان اور مصیبتون مین گھرا ہوا تھا فضول خرچیون کے باعث خزانہ خالی تھا اور ٹکا پاس نہ تھا مشرقی صوبون آرمینیہ اور ایران مین ہر طرف بغاوت ہوگئی تھی - اور وہان کے لوگون نے خراج دینا موقوف کر دیا تھا - یہ حالت دیکھ کے خود اُس نے تو ایک زبردست

شام کے یونانیون کا اُس پر حملہ

فوج ساتھ لے کے مشرق کی راہ لی - مگر لیسیاس نام اپنے ایک سردار کے پاس فوج کا ایک زبردست حصہ چھوڑ کے حکم دے گیا - کہ وہ ارض یہودا کی بغاوت فرو کرے -

یہ لشکر دو حصون پر منقسم ہو کے ارض یہودا کی طرف چلا - اگلے حصہ مین بیس ہزار سپاہی تھے جن کے افسر نکونر اور گورجیاس تھے - دوسرا حصہ سپہ سالار اعظم بطلیموس مقرون کے زیر علم تھا کل فوج کی مجموعی تعداد چالیس ہزار پیدلون اور سات ہزار سوارون کی تھی - یہودا اس عظیم الشان شاہی لشکر کے

یہود کی کمزوری اور پریشانی

مقابلے کے لیے بدقت تمام چھ ہزار آدمی فراہم کر سکا - جو شہر مزپہ مین جمع ہوئے - یہ لوگ چونکہ اپنی تعداد کی بے انتہا کمی کی وجہ سے پریشان اور مایوس تھے اس لیے سب نے صدق دل سے خدا کی طرف رجوع کیا - روزے رکھے عبادتین کین - انجام کی دہشت ناک حالت کے تصور کے ساتھ حرم ربانی کی حالت یاد کر کے روئے اور جان دینے کو تیار ہو گئے -

یہودا کو یقین تھا کہ لڑائی مین حضرت رب العزت کی رحمت و عنایت کے بعد اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہے تو وہ ہر ہر سپاہی کا ذاتی جوش - اُس کا پابند شریعت موسوی ہونا - اور اُس سے خالص محبت رکھتا ہے - اس خیال کے مطابق اُس نے اپنے تمام لشکریون مین اعلان کرا دیا کہ " یہ حمایت دین کا معاملہ ہے اور ہمارے لیے نہایت نازک وقت - لہذا وہ تمام لوگ جو بیوی بچون والے ہون - یا جنھون نے ذاتی مکان بنا لیے ہون - یا جو پہلے

سچے حامیان ملت کے سوا سب اسرائیلی لشکر سے نکال دیے گئے

اور میوہ دار باغ رکھتے ہون - یا جن لوگون کے دل مین ذرا سی بھی دہشت ہو ہماری لشکرگاہ چھوڑ کے اپنے گھر چلے جائین ہمین تو اُن لوگون کی ضرورت ہو جو فارغ البالی کے ساتھ لڑنے اور خالصۃً لوجہ اللہ جہاد کرنے - اور اپنی جانین خدا کی نذر کرنے کے لیے تیار ہون" اس اعلان کا یہ اثر ہوا کہ گنتی کے چھ ہزار آدمیون مین سے بھی تین ہزار چلے گئے - فقط تین ہزار دلدادگان دین و وطن کٹنے مرنے کو باقی رہ گئے - اس منتخب لشکر کو لے کے یہودا شہر اَمادُس کی طرف بڑھا جہان دشمنون کا لشکر عظیم خیمہ زن تھا -

راستے مین اُسے خبر ملی کہ دشمنون کا ایک افسر گورجیاس پانچ ہزار پیدل اور ایک ہزار سوارون کی منتخب فوج لے کے اس لیے روانہ ہوا ہو کہ رات کو اسرائیلیون پر اچانک حملہ کر دے - یہودا نے اس کو غنیمت جانا - اور کوشش کی کہ اُن لوگون سے بچ کے آگے نکل جائے اور خود ہی رات کو یونانی لشکر پر ناگہان جا پڑے - یہی منصوبہ سوچ کے وہ تیزی کے ساتھ چلا - مگر دشمنون کے پڑاؤ تک پہونچتے پہونچتے صبح ہو گئی - اس کی اُس نے کچھ پروا نہ کی - بلا تامل حملہ کر دیا -

یونانیون کی پہلی شکست

شاہی و یونانی سپاہیون کے ایک متلاطم سمندر مین یہ تین ہزار جان نثار پھاند پڑے - اور خون کے دریا مین پیرا کی سا جوہر کہانے لگے - خدا کی قدرت - تھوڑی ہی دیر کی لڑائی مین یونانیون کے حواس جاتے رہے - اور کمال بدحواسی و بدنظمی کے ساتھ وہ میدان چھوڑ چھوڑ کے بھاگے -

دوسری شکست

مگر یہودا نے اُن لوگون کا تعاقب نہین کیا - اس لیے کہ گورجیاس کا دھڑکا لگا تھا جس کے پاس شاہی لشکر کا منتخب حصہ تھا - گورجیاس کو جب اسرائیلیون کا پتہ نہ لگا تو اپنے لشکر مین واپس آیا - یہان کیا دیکھتا ہو کہ اُس کے تمام رفقا بھاگ گئے - لشکرگاہ کے خیمون پر شعلے بلند ہین - اور اسرائیلی فتح و نصرت کے نعرے

نکال رہے ہیں - یہ دیکھتے ہی اُس نے یہودا کے لشکر پر حملہ کر دیا - پھر لڑائی ہونے لگی - اور پہلے سے زیادہ سخت اور جان ستان لڑائی لیکن شام ہونے سے پہلے ہی یونانیوں کا یہ منتخب لشکر بھی جان دینے والے اسرائیلیوں کی شجاعت کا لوہا مان گیا - سب ہمت ہار کے بھاگے - اور یونانی لشکر کو پوری شکست ہو گئی -

تیسری شکست اتنے میں یہوداہ مکابی نے سُنا کہ دریاے یردن کے اُس پار دو یونانی سرداروں طموتیوس اور بخشی دیرنس کے جھنڈے کے نیچے ایک بہت بڑی یونانی فوج جمع ہو گئی ہے - فوراً اُس کے مقابلے کو بھی چل کھڑا ہوا - یردن کے پار اُترا - سامنا ہوتے ہی بلا تامل اُن پر جا پڑا - اور نہایت ہی سخت لڑائی ہوئی - آخر اس میدان میں بھی یونانیوں ہی کو شکست ہوئی - لشکرگاہ چھوڑ کے بدحواس بھاگے

اور نقصان عظیم اور بہت سی دولت اور تمام سامان جنگ اسرائیلیوں کے ہاتھ آیا اس لڑائی میں یونانیوں کے بہت بڑے بڑے نامی جنرل مارے گئے - ایسی شکست ہوئی کہ ایک سال تک دم نہ لینے پائے - اور انھیں سر اُٹھانے یا ارض یہوداکی طرف رخ کرنے کی جرأت نہ ہوئی -

سلطنت شام کا دوسرا حملہ اور پھر شکست دوسرے برس خود لیسیاس جسے انطیوخس ارض یہوداکی مہم کا ذمہ دار بنا کے چھوڑ گیا تھا ساٹھ ہزار پیدل اور پانچ ہزار سواروں کی جمعیت سے جودیہ کی طرف چلا کہ یہودا اور اُس کے سرکش گروہ کا کلی استیصال کرے - یہوداہ مکابی کے پاس اب دس ہزار فوج تھی - مقابلہ ہوا - خوفناک ہنگامہ آرائی ہوئی - آخر کار اس میدان میں بھی یونانی اپنی پانچ ہزار لاشیں چھوڑ کے خائف و مضطرب الحال بھاگے اور اسرائیلیوں نے صدق دل سے خداوند جل و علا کا شکریہ ادا کیا -

اب یہوداہ ہر طرف سے مطمئن ہو کے تباہ شدہ شہر بیت المقدس میں آیا

حبس کی عجیب حالت ہو رہی تھی مسجد اقصیٰ کے صحن میں جھاڑیوں کا ایک جنگل پیدا

یہوداسجد اقصیٰ کے کھنڈروں میں ہو گیا تھا - اس کی عمارت مسمار ہو گئی تھی - گو کہ اس کے تمام در و دیوار ناپاک اور چھوت کر دیے گئے تھے - مگر بغیر اس کے کہ اس کا کچھ بھی لحاظ کرے - انھیں افتادہ اور ویران کھنڈروں میں صدق دل سے عبادت کی -

اُس کی تعمیر اس کے بعد معبد الٰہی کے تعمیر کرنے کا انتظام کیا - مگر بیت المقدس کے یونانی قلعے میں ابھی تک یونانی فوج موجود تھی اس لیے یہوداکو اپنے بہادر سپاہیوں کی ایک جماعت کو اس خدمت پر مامور کرنا پڑا کہ ہر وقت تیار رہیں - تاکہ یونانی اگر دھوکہ دے کے نکل پڑیں تو اُن کی بخوبی سرکوبی کی جائے -

درستی و آراستگی اس فوجی انتظام کے بعد مسجد اقصیٰ کی تعمیر اور مرمت شروع ہو گئی - یہودانے نہایت ہی نیک نفس اور پاک باطن امام عبادت کرانے اور قوم کی مذہبی سربراہی کے لیے مقرر کیے - نئی قربان گاہ بنی - نئے ظروف عبادت تیار ہوئے - پھر جب مرمت ہو چکی - اور سب سامان درست ہو گیا تو بنی اسرائیل نے آٹھ روز تک خوشی منائی - اور از سر نو حرم ربانی کا افتتاح کیا گیا - تاریخ یہود میں یہ ایسا مبارک وقت تھا کہ اُس کی خوشی میں آج تک اِن دنوں میں عید منائی جاتی ہے -

حاسد پڑوسی ارض یہودا میں اسرائیلی قوت کو از سر نو قائم ہوتے دیکھ کے پاس پڑوس کی دوسری قوموں کو اُن پر حسد آیا - اور مخالفت پر آمادہ ہو گئیں - اس خیال سے یہودا مکابی نے مسجد اقصیٰ کی درستی و آراستگی کے بعد اُن لوگوں کی کی طرف توجہ کی - اور آمونیوں اور ادومیوں پر حملہ کر دیا - اس موقع پر یہودا نے

اور اُن کی سرکوبی اپنی فوج کے تین حصے کیے - آٹھ ہزار سپاہیوں کو خود اپنے ساتھ لیکے دریائے یردن کے پار اُترا - اور گلیاد پر حملہ کر دیا - تین ہزار سپاہی اپنے بھائی شمعون کے ماتحت کیے - اور اُن سے ارض جلیل پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا -

اور باقی سپاہیون کو یوسف بن زکریا کے ماتحت کر کے ارض یہودا مین چھوڑ دیا تاکہ ارض مقدس کی حفاظت کرین۔ یوسف کو سخت تاکید کر دی کہ خبردار تم اپنی طرف سے پہل کر کے کسی پر حملہ نہ کرنا۔

یہودا مکابی کی پالسی یہودا اور شمعون دونون کی مہمین کامیاب ہوئین۔ اور سارے ملک پر قبضہ ہو گیا۔ یہودا کی پالسی یہ تھی کہ اسرائیلی قوت یکجا رہے۔ لہذا اُس نے عام یہودیون کو حکم دیا کہ اُنھین دوسرے ملکون مین پھیل کے منتشر ہونے کے عوض خاص ارض یہودا مین آکے بسنا اور آباد ہونا چاہیئے۔ تاکہ حرم الٰہی بیرونی حملون سے محفوظ رہے اور اسرائیلی قوت خوب مضبوط ہو جائے۔

ایک نافرمانی اور اُسکی سزا بنی اسرائیل کی یہ خصوصیت ہم بیان کر چکے ہین کہ اُنھین نافرمانی و معصیت کی سزا ہمیشہ دنیا ہی مین مل جایا کرتی تھی۔ چنانچہ اس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ یہودا جس لشکر کو یوسف بن زکریا کے ماتحت ارض یہودا مین چھوڑ گیا تھا اور منع کر گیا تھا کہ خبردار کسی پر خود سے حملہ نہ کرین اُن لوگون نے اُس حکم کے خلاف ایک یونانی سپہ سالار کے لشکر پر خود ہی حملہ کر دیا جو نہایت ہی تجربہ کار کہنہ مغز اور بہادر افسر تھا۔ اُس کے مقابلے مین اُن لوگوں کو سخت شکست ہوگئی اور سمجھا گیا کہ خدا نے اُنھین یہ اُسی نافرمانی کی سزا دی۔

انطیوقس کی نامرادی و موت ارض یہودا کا یہ رنگ تھا کہ ۱۶۵ء قبل محمدؐ مین انطیوقس جو یہود کا سب سے بڑا دشمن تھا ایران مین مر گیا۔ وہ ایران اور مشرقی صوبون کی بغاوت فرو کرنے کو گیا تھا۔ اِس غرض مین بالکل ناکامی ہوئی۔ اسی ناکامی کے وقت خبر پہنچی کہ ارض یہودا کا علاقہ بالکل قبضے سے نکلا جاتا ہے۔ اور جتنے لشکر گئے سب بُری طرح سے شکست کھا کے بھاگے۔ غم و غصہ کے ساتھ شام کی طرف پلٹا۔ لیکن فکرون نے دل و دماغ پر ایسا مضر اثر ڈالا کہ راستے ہی مین مر گیا۔ اور

انطاکیہ تک پہونچنا نصیب ہوا۔

یوپاتور بادشاہ شام یہ غمناک خبر سنتے ہی لی سیاس نے اُس کے ایک بیٹے یوپاتور کو اُس کی جگہ تخت پر بٹھا دیا۔ اور اُس کی طرف سے حکومت کرنے لگا۔ اصلی وارث تاج و دیہیم دیمیتریوس تھا۔ مگر وہ رومیون کے ہاتھ مین اسیر تھا۔ لی سیاس نے **تخت نشینی کا یہ انتظام کرتے ہی ارض یہودا پر اُس کا زبردست حملہ** ارادہ کیا کہ سب سے پہلے ارض یہودا کی بغاوت فرو کرکے اُسے اپنے قبضے مین کرے تو اور طرف توجہ کرے چنانچہ اُس نے بڑھ کے شہر بیت سورہ کا محاصرہ کر لیا۔ یونانی فوج اس مرتبہ بڑے کر و فر اور جوش و خروش سے آئی تھی۔ اُس مین ایک لاکھ پیدل اور بیس ہزار سوار تھے۔ سب سے زیادہ ہیبت ناک یہ چیز تھی کہ اس لشکر عظیم مین بتیس کوہ پیکر ہاتھی تھے۔ یہود کا بیان ہے کہ ان ہاتھیون مین سے ہر ایک کی پیٹھ پر بچاسے ہودے کے بڑی بڑی عماریان تھین ہر عماری مین بتیس جنگجو بہادر تیر و کمان ہاتھون مین لیے بیٹھے تھے۔ اور ہر ہاتھی کے گرد ایک ہزار پیدل سپاہیون اور پانچ سو سوارون کا غول تھا۔

اس یونانی لشکر نے بیت سورہ پر بڑے بڑے دھاوے کیے۔ مگر اہل شہر بھی جان پر کھیل کے لڑے۔ اور خوب خوب مقابلہ کیا۔ آخر خود یہودا شہر والون کی مدد کے لیے بیت المقدس سے روانہ ہوا۔ گو کہ اُس کے ہمراہی اسرائیلیون پر ہاتھیون کی بے انتہا ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ مگر یہودا اور اُس کے لشکر نے بڑی بہادری سے سامنا کیا۔ اور اس طرح لڑے کہ فتح یہود ہی کو حاصل ہوئی۔ گو کہ اُنھون نے نقصان بھی بیحد اُٹھایا۔ اسی نقصان کی وجہ سے یہودا بغیر اس کے کہ دشمنون کو مار کے بھگا دے **بیت سورہ پر یونانیون کا قبضہ** بیت المقدس مین واپس چلا آیا۔ اور رسد نہ پہونچ سکنے کی وجہ سے بیت سورہ والون کو بھی ہتھیار رکھ دینا پڑے۔ لیکن اپنی بہادری و شجاعت سے اُنھون نے ایسی شرطون پر شہر دشمنون کے سپرد کیا جو نہایت ہی

معزز بنھین اور اُن کے ذریعے سے اُنھین آزادی کے بہت سے حقوق مل گئے تھے۔

بیت المقدس کا محاصرہ اس شہر پر قابض ہو جانے سے یونانیون کا حوصلہ بڑھا۔ اور بڑھ کے خاص بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ یہودا نے اس نتیجے کو پہلے سے سمجھ کے مقابلے کا سامان کر رکھا تھا۔ لڑائی شروع کر دی۔ اور بیت المقدس کے گرد سخت خونریزی ہونے لگی۔

یونانیون کی دغا بازی یہ محاصرہ قائم تھا کہ یونانی لشکر مین خبر آئی انطیوقس یُوپا تور کو فوراً انطاکیہ مین پہونچنے کی ضرورت ہے۔ لی سیاس نے جیسی شرطون پہ ممکن ہوا اسرائیلیون سے صلح کر لی۔ اور صلح کے بعد جیسے ہی شہر کے پھاٹک کھلے اور وہ اندر داخل ہوا تو بدعہدی کی۔ تمام مضبوط عمارتون اور قلعے کی دیوارون کو مسمار کرا ڈالا۔ مگر اس کی سزا بھی اُسے انطاکیہ پہونچتے ہی مل گئی۔

دیمطریوس بادشاہ شام انطاکیہ مین جس آفت کے اُٹھ کھڑے ہونے کی وجہ سے اُسے واپس جانے کی ضرورت پیش آئی یہ تھی کہ اصلی وارث سلطنت دیمطریوس جو رومیون کے ہاتھون مین اسیر تھا اُسے کسی تدبیر سے رہائی مل گئی۔ روم سے بھاگ کے انطاکیہ مین آیا۔ اور دعویدار سلطنت ہوا۔ لی سیاس اور یُوپا تور کے پہونچنے سے پہلے ہی اُس نے اپنا رنگ جما لیا۔ اور یہ لوگ جیسے ہی قریب پہونچے ان کے سامنے صف آرا ہو گیا۔ دونون لشکرون مین سخت لڑائی ہوئی جس کا انجام یہ ہوا کہ لی سیاس اور یُوپا تور دونون مارے گئے۔ اور دیمطریوس تاج و تخت سلیوقس کا وارث ہوا۔

بنی اسرائیل مین پست ہمتی آخری لڑائیون اور سالہا سال کی جنگجوئی نے اسرائیلیون کا حوصلہ اس قدر پست کر دیا تھا کہ ہمت ہارنے لگے۔ اور ساری قوم چاہتی تھی کہ

جن شرطوں پر ممکن ہو صلح کر لی جائے۔ یہاں تک کہ اُن میں بہت سے لوگ
ایک حد تک شاہان انطیوقس کے طرفدار ہو گئے۔ اُدھر اس خاندان کے نئے
تاجدار دمیطریوس نے بجائے فوج کشی کے حکمت عملی سے کام لینا شروع کیا۔ اُس نے

لیسی موس امام یہود — پہلی چالاکی یہ کی کہ القیموس نام ایک شخص کو جو لیسی موس کے
لقب سے مشہور تھا اسرائیلیوں کا امام مقرر کر کے بھیجا اور حکم دیا کہ یہود اس کی امامت
کو قبول کریں۔ دمیطریوس نے دل میں سوچ لیا تھا کہ اگر سارے یہودی اس کو امام
نہ مانیں گے تو کم از کم اتنا ضرور ہو گا کہ بہت سے اُس کے طرفدار ہو جائیں گے اور انکی
جماعت میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ اُس کی یہ کارروائی بخوبی چل گئی اور سارے
بیت المقدس والے جو لڑائی سے اُکتا گئے تھے اُس کے طرفدار ہو گئے۔ اور فوراً
اُسے اپنا امام مان لیا۔

اس کے مظالم طرفداران یہودا پر — امامت کے اقتدارات حاصل کرتے ہی اُس نے
اس بات کی کوشش شروع کی کہ یہودا کے طرفداروں کی ساری قوت توڑ کے
نیست و نابود کر دے۔ چنانچہ اُس کے نامور سرداروں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا
اور قرب و جوار کے گاؤں میں بھی سختیاں شروع کر دیں۔

بیت المقدس پر یہودا کا حملہ — یہ حالات سن کے یہودا نے آس پاس کے شہروں سے
ایک فوج جمع کی۔ اور اس زور و شور سے آ کے بیت المقدس پر حملہ کیا کہ یونانی
تاجدار شام کے مقرر کیے ہوئے امام یہود لیسی موس اور اُس کے سپہ سالار نقیدیس
دونوں کو اپنی جان لے کے بھاگنا پڑا۔ لیکن اب بھی شہر بیت المقدس یونانی سپاہیوں
کے قبضے میں تھا اور یہودا کو اس کے اندر داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔
اب انطیوقس دمیطریوس نے اپنے دوسرے سپہ سالار نیقانور کو روانہ کیا
کہ مفرور امام یہود کی مدد کرے۔ نیقانور نے بڑی بڑی کوششیں کیں کہ مکر و فریب

یہودا کو گرفتار کر لے۔ مگر یہودا اس قدر ہوشیار اور سیانا تھا کہ کوئی تدبیر نہ چلی۔ آخر کار سنہ ۱۰۳ قبل مسیح مین شہر کفر سالامہ کے پاس بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس مین دونون حریفون کا بہت نقصان ہوا۔ اور نیقانور کو اپنی پانچ ہزار لاشین خاک و خون مین غلطان چھوڑ کے بیت المقدس مین واپس آنا پڑا۔

پھر یونانیون کی شکست

مگر اس لڑائی نے اس کے دل مین یہود کی جانب سے ایسا تعصب پیدا کر دیا تھا کہ واپس آتے ہی بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم شروع کر دیے۔ اور ایسے سخت مظالم جو بیان سے باہر ہین۔ اس ظلم و جور مین اس کا مقصد یہ تھا کہ اسرائیلی تنگ آکے اپنے سرغنا کو پکڑ کے اس کے حوالے کر دین۔ مگر یہ غرض کسی طرح نہ حاصل ہوئی۔ یہودا نے دوڑ دھوپ کے پھر ایک زبردست لشکر تیار کر لیا۔ نیقانور بھی ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے کو آیا۔ اگرچہ اس میدان مین یونانی لشکر کی تعداد بہت ہی زیادہ تھی۔ مگر اسرائیلیون کے جوش اور ان کی سچی دینی حمیت نے بڑی فاش شکست دے دی جس مین خود نیقانور مارا گیا۔

شکست پر شکست

رومیون سے یہود کا پہلا تعلق اور دولت روم کی پالیسی

اس فتح کے بعد یہودا نے اپنے ملک کی حفاظت کی ایک نئی تدبیر سوچی۔ وہ یہ کہ رومیون سے اس نے دوستی پیدا کی۔ اور تعلقات بڑھائے۔ رومیون کا طرز عمل یہ تھا کہ ایمانداری یا بے ایمانی سے جس طرح ہو دنیا کی بڑی بڑی طاقتور سلطنتون کے کمزور کرنے کی کوشش کرتے۔ اس کوشش مین وہ ان ملکون اور قومون کے دوست اور حامی بن جاتے جن سے انھین کوئی تعلق نہ تھا۔ اور نہایت ہی فیاضی و وسیع الاخلاقی سے ان کو مدد دیتے۔ اسی بنا پر انھون نے ارض یہودا کی خود مختاری کو بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ اسی قدر نہین بلکہ آس پاس کی چھوٹی ریاستون کو بھی اسرائیلیون کی حفاظت مین لے لیا

دمیطریوس کا نہایت سخت حملہ مگر اس صلح کا حال کھلنے سے پہلے ہی دمیطریوس نے اپنی پوری قوت کے ساتھ ارض یہودا پر حملہ کر دیا۔ اس مرتبہ اُس نے ایسے زبردست لشکر کے ساتھ اور ایسی شان و شوکت سے چڑھائی کی کہ اُس کی روانگی کا حال سنتے ہی یہود کے حواس جاتے رہے۔ اُن کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اور لڑائی سے بھاگنے اور منہ چرانے لگے۔ یہودا کے جان نثار ساتھیوں میں سے اکثر ساتھ چھوڑ کے بھاگ گئے۔ اور بڑی کوششوں اور بار بار جرأت دلانے سے وہ فقط آٹھ سو آدمیوں کو جمع کر سکا جو آخر تک اُس کا ساتھ دینے اور اُس کے جھنڈے کے نیچے جان دینے کو تیار تھے۔ مگر اس ناکامی پر بھی بہادر یہودا کے حوصلے میں فرق نہ آیا۔

یہودا کی بہادرانہ موت انھیں آٹھ سو آدمیوں کو لے کے وہ اس یونانی طوفان عظیم کے روکنے کو کھڑا ہو گیا۔ اور فوراً مع اپنے رفقا کے یونانی لشکر پر جا پڑا۔ یہ لوگ جدھر رُخ کرتے دشمنوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیتے۔ آخر یونانی فوج کے ایک بازو کو بالکل درہم و برہم کر دیا۔ اب دوسرے بازو کی طرف رُخ کرنے کو تھے کہ یونانیوں کے نرغے میں گھر گئے۔ اب بھی اگرچہ مایوس اور بےبس تھے مگر اپنی شجاعت کی وضع نہ چھوڑی۔ یہودا اور اُس کے وہ آٹھ سو رفقا سب کے سب ملک و ملت پر قربان ہو گئے۔ اور وہ زبردست قومی تحریک جس نے بڑے بڑے یونانی سپہ سالاروں کے دانت کھٹے کر دیے تھے ایک دم کے دم میں فنا ہو گئی۔

اُس کی خوبیاں یہ یہودا بڑا زبردست شخص تھا۔ اُس کی زندگی اول سے آخر تک بےداغ رہی۔ اور بغیر کسی ذریعے اور وسیلے کے صرف اپنی ذاتی شجاعت و حمیت سے اُس نے جتنا بڑا کام کیا دنیا کی تاریخ میں ایک بےنظیر یادگار ہے۔

یہود پر اپنے بد اندیش امام کے مظالم اب ایسی موس پھر یہود کا امام بن گیا۔ مکابی گھرانے کے طرفدار ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے پکڑے اور چن چن کے مارے جانے لگے۔ اور جنھوں نے

روز کے اندر بنی اسرائیل کے بڑے بڑے بہادر نہایت دغا بازی اور بے رحمی و سنگدلی سے مار ڈالے گئے۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ قومی آزادی کی جو تحریک اسمونی خاندان سے شروع ہوئی تھی پھر فنا ہونے کو ہے۔

یہودا کا بھائی یوناتان

اتفاقاً یہودا مرحوم کے سب سے چھوٹے بھائی یوناتان نے اپنے گروہ کے چند لوگوں کو جمع کیا اور تیکواہ کے جنگل میں چھپ کے بیٹھ رہا۔ یہ جنگل نہایت ہی محفوظ تھا۔ اُس کے ایک جانب دریاے یردن تھا اور دوسری طرف ایک گہری دلدل تھی۔ یونانیوں نے ان لوگوں کے استیصال کی بھی کوشش کی۔ اور فوج لے کے گئے۔ مگر مقام ایسا دشوار گزار تھا کہ کچھ نہ کر سکے۔ اور ناکام واپس آئے۔

السیمس کی عبرتناک موت

یہ حالت دیکھ کے یونانی سپہ سالار بخشی دیس نے ارض یہودا کے تمام شہروں میں زبردست قلعے بنوائے۔ اور ان میں فوجیں متعین کیں۔ اسی اثنا میں امام ملت الیمس نے حرم محترم مسجد اقصیٰ کی ایک پردے کی دیوار منہدم کرانا شروع کی۔ وہ پوری منہدم نہیں ہونے پائی تھی کہ امام صاحب کے دماغ میں خلل پیدا ہو گیا۔ اور یکایک کچھ ایسی گرمی اور اُلجھن معلوم ہوئی کہ دم نکل گیا۔

یوناتان کی تاختیں

اُس کے مرنے کے بعد بخشی دیس نے جو ارض یہودا کی تمام فوج کا کمانڈر انچیف تھا کسی ضرورت سے انطاکیہ کی راہ لی۔ اس کے ہٹتے ہی یوناتان اپنی کمین گاہ سے نکل پڑا اور لوٹ مار شروع کر دی۔ یہ سنتے ہی بخشی دیس بڑی بھاری فوج کے ساتھ واپس آیا۔ اور اُس کے آتے ہی یوناتان پھر اپنے جنگل میں جا کے چھپ رہا۔ لیکن اب اُس کی وضع یہ تھی کہ بار بار جنگل سے نکل کے یونانی فوج پر جا پڑتا۔ اور بہت کچھ نقصان پہنچاتے

بھاگ جاتا۔ آخر تخبنشی دیس کو اُس سے لڑنا بے نتیجہ معلوم ہوا۔ اور اُس کے استیصال کی کوئی صورت نہ نظر آئی۔ مجبور ہو کے برابر کے شرائط پر اُس سے صلح کر لی۔ اِس

اُس سے اور یونانیون سے صلح

صلح کی صرف یہی وجہ نہ تھی کہ تخبنشی دیس کا یونا تان پر زور نہ چلا۔ بلکہ اس میں یہ مصلحت بھی تھی کہ دربار انطاکیہ کو خیال ہوا کہ ریاست ارض یہودا اور دولت روم مین دوستی ہے۔ ایسا نہ ہو ان لوگون سے لڑنا رومیون کو ناگوار ہو۔

رومی فرمان روا سے ارض یہودا

بہر حال کچھ ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ اب جو صلح یونا تان اور یونانیون مین ہوئی تو اُس کی رو سے یونا تان ارض یہودا کا مالک اور رئیس تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن ایسی صلح ہو جانے پر بھی بیت المقدس اور دوسرے بڑے بڑے شہر جن مین یونانی فوج موجود تھی اور نیز وہ مقامات جہان ایسے یہودی آباد تھے جو یونانیون کے اثر مین آ چکے تھے سب یونا تان کے خلاف تھے۔ اور اُس سے لڑنے پر آمادہ تھے۔

اسکندر رومی سلطنت شام

اسی اثنا مین شام کی یونانی سلطنت مین ایک نیا انقلاب ہو گیا۔ جس کی وجہ سے یونا تان کو سنبھلنے اور اپنی قوت بڑھانے کا بہت اچھا موقع مل گیا۔ وہ انقلاب یہ تھا کہ اسکندر بالاس نام ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین انطیوقس اپی فانس کا بیٹا ہون۔ اور اصلی وارث تاج و تخت مین ہی ہون۔

یونانیون کے باہمی جھگڑے سے یونا تان نے فائدہ اُٹھایا

رومیون نے فوراً تصدیق کر دی۔ اور اُس کی پشت پناہی کو کھڑے ہو گئے۔ یونا تان کی قوت چونکہ دونون حریفون کی نظر مین زبردست تھی اس لیے دونون خوشامدین کر کر کے اُسے اپنی طرف بلاتے تھے۔ ادھر دمیطریوس اپنی طرف بلاتا تھا۔ اُدھر یہ نیا دعویدار سلطنت اسکندر اپنا شریک بنانا چاہتا تھا۔ دمیطریوس کو جب یہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو یونا تان اسکندر

بیت المقدس پر یوناتان کا قبضہ

اسکندر کی مدد پر اٹھ کھڑا ہوا تو اپنا اثر ڈالنے کے لیے اُس کے پاس بہت سا روپیہ اور قیمتی تحفے ہدیے بھیجے - اور جتنے اسرائیلی کفیل اس کے ہاتھ میں اسیر تھے سب کو چھوڑ کے عزت کے ساتھ بھیج دیا - یوناتان نے موقع پاتے ہی بیت المقدس پر قبضہ کر لیا گو کہ قلعے سے ابھی تک یونانی لشکر نہیں نکلا تھا -

اسکندر کے وعدے

اس کے مقابل اسکندر بالاس نے یوناتان کے سامنے یہ شرطیں پیش کیں کہ "میں آپ کو بنی اسرائیل اور مسجد اقصیٰ کا امام تسلیم کرتا ہوں خراج سے آپ کو بالکل مستثنیٰ کر دوں گا - شاہی ٹیکس اور نمک کا محصول بھی معاف کر دوں گا - جس قدر غلہ ہر سال ارض یہود سے لیا جاتا ہے اُس کا ایک تہائی حصہ اور جتنے میوہ جات لیے جاتے ہیں اُن کا نصف حصہ بھی چھوڑ دوں گا - اور جتنے اسرائیلی دولت انطاکیہ کے ہاتھ میں اسیر ہیں سب کو آزادی دے دوں گا - اور باقرار واثق کہتا ہوں کہ آیندہ کبھی اسرائیلیوں کے مذہب میں کسی قسم کی مداخلت نہ کی جائیگی بلکہ مسجد اقصیٰ کی تعمیر اور مرمت کے لیے آپ کو کچھ نقد رقم بھی دی جائیگی اور شہر طالمیس اسی غرض کے لیے اسرائیلیوں کو دیدیا جائیگا -

یوناتان امام یہود

یوناتان نے یہ شرطیں فوراً قبول کر لیں - امامت کا خلعت پہنا - اور یوں کہنا چاہیے کہ اسی وقت سے خاندان اسمونی کی سلطنت شروع ہوئی -

اسکندر بادشاہ شام

اور اسرائیلیوں کا ساتھ دینے کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسکندر کو پوری فتح حاصل ہوئی - دیمطریوس اُس کے ہاتھ سے مارا گیا - اور وہ مستقل طور پر شام و انطاکیہ کا فرمانروا ہو گیا - تاجدار مصر کی بیٹی کے ساتھ شادی کر کے خاندانی عزت و وجاہت بھی حاصل کر لی - اور یوناتان کو جو شادی کے جشن میں شریک تھا ہاتھوں ہاتھ لیا - اور دربار میں اس کی بے انتہا عزت کی -

نقاطور بادشاہ شام

مگر اسکندر بالاس چند ہی روز سلطنت کرنے پایا تھا کہ

خسر بطلمیوس نے اُس کے خلاف سازشیں کر کے اُسے نکال باہر کیا - اور نقاطور انطاکیہ کا فرمانروا ہو گیا - یوناثان نے مصر و شام کے اس جھگڑے سے فائدہ اُٹھا کے بیت المقدس کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جس میں اب تک یونانی لشکر موجود تھا - محاصرے کے دوران میں اُس نے سُنا کہ یہودیوں کی جو پارٹی اُس کے خلاف تھی اُس کے چند نائب انطاکیہ بلیں گئے ہیں کہ بادشاہ کے دربار میں اُس کی شکایت کریں اور سلطنت شام کو اُس کے خلاف بنا دیں - یہ سنتے ہی اُس نے قلعہ بیت المقدس کے محاصرے پر ایک زبردست لشکر چھوڑ دیا اور خود پیروی کے لیے انطاکیہ کی راہ لی - اس مرتبہ

یوناثان انطاکیہ میں

انطاکیہ میں اُس کی ہمیشہ سے زیادہ عزت ہوئی - اور ایک نیا عہد نامہ ہوا جس کی رُو سے یوناثان کو بہت سے نئے حقوق و دیے گئے - اور تین ہزار اسرائیلیوں کا ایک باڈی گارڈ خاص شاہ انطاکیہ کی حفاظت جان کیلیے مقرر ہوا - اتفاقاً اسکندر بالاس کے بیٹے انطیوقس نے انطاکیہ میں ایک ایسی سازش کی کہ سارے شہر میں بلوہ ہو گیا - بلوائی نقاطور کی جان لینے کے درپے تھے - مگر یہودی باڈی گارڈ نے ایسی حفاظت کی کہ اُس کا بال بھی بیکا نہ ہو سکا - اس واقعے سے انطاکیہ

نقاطور اور یوناثان میں مخالفت

میں اسرائیلی باڈی گارڈ کی اور وقعت ہو گئی - مگر چند روز بعد ایسے واقعات پیش آئے کہ شاہ انطاکیہ نقاطور میں اور یوناثان میں مخالفت ہوئی - وہ اختلاف عداوت کے درجے کو پہونچ گیا - اور یوناثان نے اپنا یہودی باڈی گارڈ انطاکیہ سے واپس بُلا لیا -

انطیوقس بادشاہ شام

اس گارڈ کا واپس آنا تھا کہ انطیوقس نے پھر شورش بپا کر دی - اب کی چونکہ نقاطور کی حفاظت کا کافی انتظام نہ تھا اُسے شہر چھوڑ کے بھاگنے کے سوا کسی بات میں مفر نہ نظر آیا - اُس کا بھاگنا تھا کہ انطیوقس تاج و تخت پر قابض ہو گیا - اور سلطنت پھر اسکندر بالاس کے گھرانے میں آ گئی - انطیوقس نے یوناثان کی بڑی قدر و منزلت کی

اُسنے بدستور امامت یہود پر بحال رکھا - اور اُس کے بھائی شمعون کو ساحل طائر سے حدود مصر تک کی کل یونانی فوج کا کپتان اعظم مقرر کر دیا - کیونکہ دراصل یوناثان ہی کی مدد سے اُسے حکومت ملی تھی - اور اُسی کے بِرتے پر وہ حکومت کر رہا تھا -

طریفون کی مکاری

مگر دیمطریوس کے سپہ سالار طریفون کو اُس پر حسد آیا - اس کو خیال تھا کہ اگر یوناثان انطیوقس کی مدد نہ کرے تو مین خود شام کا بادشاہ ہو جاؤن اس بغض و حسد نے یہان تک ترقی کی کہ اُس نے بہ ظاہر محبت بڑھا کے اور بہت سے عہد و پیمان کر کے یوناثان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اپنی فوج کو بے ضرورت ہونے کی وجہ سے گھٹا دے - کیونکہ اب نہ کسی سے لڑنا ہے اور نہ کسی بیرونی حملہ آور کا اندیشہ ہے - اس کے بعد اُسے لکھا کہ شہر طولمیس گو کہ آپ کو دیا گیا مگر ابھی تک یونانیون ہی کے قبضے مین ہے - اور اُن کی طرف سے مین قابض ہون - آپ اپنے چند احباب کے ساتھ یہان تشریف لا کے میرے مہمان ہو جیئے - تاکہ مین اُسے آپ کے حوالے کر دون

اور یوناثان سے دغا

یوناثان نے اُس کی خاطر داشت کے خیال سے اور اُس کی محبت کا لطف اُٹھانے کے لیے طولمیس کی راہ لی - مگر جیسے ہی شہر کے اندر داخل ہوا طریفون نے پھاٹک بند کروا لیے - اور جو فوج چھپا رکھی تھی اُس کے ذریعے سے اُسے گرفتار کر لیا - اور ساتھ ہی ارض یہود پر حملہ کر دیا - اس دغا بازی کی کارروائی سے بنی اسرائیل سخت متحیر ہوئے - مگر یہ نہین ہوا کہ خاموش ہو جاتے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیٹھ رہتے - اُنھون نے فوراً یوناثان کے بھائی شمعون کو اپنا سردار و

شمعون یہود کا سرغنا

سرغنا بنایا اور سارا اسرائیلی لشکر اُس کے زیر علم ہو گیا -

دغا باز طریفون نے یہ حالت دیکھی تو فوراً پیام صلح دے دیا - اور لکھ بھیجا کہ اگر امن و امان قائم رکھا جائے اور جنگجوئی موقوف ہو تو مین ایک سو سلنٹ چاندی لیکے یوناثان کو چھوڑ دون گا - لیکن بعدہٗ امن و امان کی ضمانت و کفالت مین اُس کے دو بیٹے

میرے حوالے کر دیے جائین۔ یہود کو یوناثان کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ طریفون کی سب شرطین قبول کرلین۔ اور رقم مطلوبہ اور یوناثان کے دو بیٹے فوراً اُس کے پاس بھیج دے گئے۔ مگر طریفون اتنا بڑا بدعہد اور دغاباز تھا کہ اب بھی یوناثان کو آزادی نہ دی۔ بلکہ اس شریف و شجاع اسرائیلی کو ۱۴۳ء قبل مسیح مین نہایت ہی بے رحمی و سنگدلی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

یوناثان کا دغابازی سے مارا جانا

اِس کے بعد طریفون نے ارادہ کیا کہ بیت المقدس کے قلعے مین جو یونانی اسرائیلیون مین گھرے ہوے تھے اُن کو مدد پہونچائے۔ مگر کچھ زور نہ چلا۔ اور یہان کے معاملات کو یونہین چھوڑ کے وہ مع اپنے لشکر کے انطاکیہ مین جا پہونچا۔ وہان بھی اُس نے اپنی کیادی و مکاری اور دغابازی بدعہدی کی شان دکھادی۔ مکر و فریب سے انطیوقس تاجدار انطاکیہ پر قابو حاصل کیا۔ اور موقع پاتے ہی اُسے نہایت سفاکی سے قتل کر ڈالا۔

انطیوقس بھی دغابازی سے مارا گیا

دیمطریوس بادشاہ شام

اب طریفون اور دیمطریوس کے درمیان سلطنت کے لیے جھگڑا تھا۔ شمعون نے دیمطریوس کی طرفداری کی۔ اور اُس نے بھی حکومت پاتے ہی اُس کا یہ معاوضہ کیا کہ شمعون کو ارض یہود اکا خود مختار بادشاہ تسلیم کرلیا۔

شمعون یہود کا خود مختار بادشاہ اور اُس کی حکومت

اب شمعون نے اسرائیلی تاج و تخت پاتے ہی اپنی قلمرو کی اندرونی اصلاحون کی طرف توجہ کی۔ اپنا ایک سفیر رومۃ الکبریٰ مین بھیجا۔ جہان اُس کی بہت بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ شہر بیت سورہ کو جو آدمی لوگون کی سرحد پر واقع تھا خوب مضبوط کر کے ایک زبردست قلعہ بنا دیا۔ بیت المقدس کے نہایت ہی اہم بندرگاہ یافہ کو بھی مستحکم کیا۔ شہر غزارہ کو فتح کر کے اپنی قلمرو مین شامل کرلیا اور سب سے بڑا کام شمعون نے یہ کیا کہ بیت المقدس مین جو یونانی قلعہ قائم تھا اُسے فتح کر کے

روم مین سفیر یہود

مسمار کر ڈالا - اور اسی قدر نہین بلکہ جس پہاڑی پر یہ قلعہ واقع تھا اُسے توڑ توڑ کے اتنا نیچا اور پست کر دیا کہ اب اُس مقام سے مسجد اقصیٰ پر کوئی اثر نہین پڑ سکتا تھا - شمعون

شمعون کی خوبیان

بہت ہی اچھا فرمان روائے یہود تھا - رعایا کے معاملات مین بلا رُو و رعایت انصاف کرتا - مسجد اقصیٰ کی مرمت کرائی - مقدس ظروف عبادت جو بک گئے تھے پھر فراہم کیے - غرضکہ اُس کے عہد مین ساری قلمرو کے اندر امن تھا اُس کی خوش انتظامی و پاک نفسی سے اِس سلطنت مین پھر اگلے زمانے کی سی خوش حالی پیدا ہو گئی - اور جتنے لوگ اُس کے ملک مین تھے سب مطمئن اور شادان و فرحان تھے - یہ سنہ ۷۴۲ قبل محمد کا واقعہ ہے - اور مورخین کہتے ہین کہ اس زمانے مین بوڑھے لوگ عام شاہراہون اور تنگ گلیون مین بیٹھ بیٹھ کے وطن کی دولت مندی کے افسانے بیان کرتے - اور نوجوانون کی یہ حالت تھی کہ جسے دیکھیے شاندار فوجی لباس پہنے اور بانکا ترچھا بنا نظر آتا - اہل روم سے دوستی بڑھانے کے لیے شمعون نے ایک سونے کی ڈھال تحفے کے طور پر رومتہ الکبریٰ مین بھیجی جس کا وزن ایک ہزار پونڈ تھا

دیمطریوس فارسیون کا قیدی

اسی اثنا مین سلطنت شام اور دولت فارس مین لڑائی چھڑ گئی - دیمطریوس فارسیون کے مقابلے پر گیا جس مین شکست کھائی اور فارسیون کے ہاتھ مین گرفتار ہو گیا - طریفون اس وقت تک فساد پیدا کرنے مین مصروف تھا - دیمطریوس کی گرفتاری کا حال سنا تو اور شورش مچا دی - اُس کی یہ حالت دیکھ کے

انطیوقس سی دیٹس بادشاہ شام

دیمطریوس کے بھائی انطیوقس سی دیٹس نے فوج جمع کی اور طریفون کو دو تین میدانون مین شکست دینے کے بعد مقام دوڑا مین محصور کر لیا - شمعون قدیم تعلقات کی وجہ سے انطیوقس کا طرفدار تھا لیکن انطیوقس کے خیال مین یہ بات گذری کہ دوستی و اعانت کے معاوضے مین فرمان روائے ارض یہودا کو جو حقوق دیے گئے ہین وہ بہت زیادہ ہین - اُس سے اور شمعون سے رنجش

ارض مقدس کا آزاد کر دیا جانا چاہیے گوارا بھی کر لیا جائے مگر بلاد غزاره اور یافا پر شمعون کا قبضہ ہونا اُس کی عقل میں بالکل خلاف مصلحت تھا۔ دل میں یہ سوچ کے اس نے شمعون کے پاس اپنا ایک ایلچی بھیجا اور رقم خراج اور زر تاوان کا تقاضا کیا۔ اس کے جواب میں شمعون نے خراج ادا کرنے سے تو قطعاً انکار کر دیا لیکن بندرگاہ یافا کے معاوضے کی رقم ادا کرنے کا البتہ وعدہ کیا۔ مگر جو یونانی ایلچی آیا تھا اُس نے یہاں کی دولت مندی اور شمعون کے محلوں کی رونق و شوکت اور آن سازوسامان کو دیکھا تو عش عش کر گیا۔ اور واپس جا کے اِن واقعات کو انطیوکس کے

سلطنت شام کا شمعون پر حملہ

سامنے اس انداز سے بیان کیا کہ وہ فوراً لڑائی چھیڑ پر آمادہ ہو گیا۔ اور اپنے سپہ سالار قندےبوس کو حکم دیا کہ یہود پر دست اندازی کی جائے اور اس نئی سلطنت ارض یہودا کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ ڈالو۔

اور شکست

اب شمعون کی عمر بہت زیادہ آ چکی تھی۔ میدان میں جانے کے قابل نہ تھا۔ اپنے بیٹوں یہودا اور یوحنا ہرقانوس کو اس یونانی لشکر کے مقابلے پر روانہ کیا جنھوں نے جاتے ہی قندےبوس کو شکست دے دی۔ اور بڑھ کے شہر ازدوتوس پر قبضہ کر لیا۔

شمعون دغابازی سے مارا گیا

اُدھر تو یہ لڑائی ہوئی اِدھر اپولوس کے بیٹے بطلیموس نے انطیوکس شاہ انطاکیہ سے سازش کر کے شمعون اور اُس کے بڑے بیٹے یہودا کو سنہ قبل محمدؐ میں دعوت کے طریقے سے شہر جریکو میں بُلایا اور وہ اطمینان و خاطر جمعی سے دعوت کا لطف اُٹھا رہے تھے کہ اچانک حملہ کر کے دونوں باپ بیٹوں کو قتل کر ڈالا۔ چھوٹا بیٹا یوحنا ہرقانوس اتفاقاً کسی ضرورت سے شہر غزاره میں گیا ہوا تھا۔ بطلیموس نے کوشش کی کہ اُس کی زندگی کا خاتمہ اُسی شہر میں کر دیا جائے۔ چالاکی سے اُس کے اسیر کر لینے کی کوشش کی۔ اور چاہا کہ خبر ہونے سے پہلے ہی

ہرقانوس امام یہود

اُسے پکڑ لے - مگر وہ دل میں کچھ کھٹک گیا تھا - دغاباز مہماندار کے پنجے سے بھاگ کے بیت المقدس میں ہو رہا - اور جیسے ہی شمعون کے مارے جانے کی وہاں خبر پہونچی تمام اسرائیلیوں نے مل کے بالاتفاق اُسی کو اپنا مقتدا و سردار اور حرم محترم کا امام منتخب کر لیا -

یوحنا ہرقانوس نے امام یہود منتخب ہونے کے بعد سب سے پہلا یہ کام کیا کہ فوج جمع کی - اور جوش و خروش سے چلا کہ اپنے باپ اور بھائی کے خون کا انتقام لے لے

ہرقانوس کی ماں اور اُس کے اور کئی عزیزوں کو دغاباز بطلمیوس نے قید کر رکھا تھا - جیسے ہی ہرقانوس زبردست لشکر لے کے آیا اُس نے جریشو کے پھاٹک بند کرا لیے - مظلوم قیدیوں کو سامنے فصیل پر لا کے کھڑا کر دیا اور ہرقانوس کے پاس کہلا بھیجا "اگر تم نے شہر پر حملے کا ارادہ کیا تو تمھاری ماں اور عزیزوں کو ایسی ایسی اذیتیں پہونچا کے ماروں گا کہ تم بھی یاد کرو گے" ساتھ ہی شمعون کی بیوہ نے فصیل پر سے چلا کے اپنے بیٹے سے کہا "تم میری کچھ پروا نہ کرو - اور بے تکلف حملہ کر کے اپنے باپ اور بھائی کے خون کا بدلا لے لو" مگر ہرقانوس سے یہ نہ ہو سکا - ماں کی تکلیف و مصیبت نہ دیکھی گئی - فقط محاصرہ کیے پڑا رہا - کبھی شہر پر دھاوا کرنے کا ارادہ نہ کیا - اتنے میں اسرائیلی نوروز کا زمانہ آ گیا - اور ہرقانوس کو مجبوراً محاصرہ اٹھا لینا پڑا - راستہ کھلتے ہی بطلمیوس شہر فلاڈلفیا کی طرف بھاگ گیا اور اُس کے بعد پتہ نہ چلا کہ وہ کیا ہوا اور کہاں گیا -

ایک یہودیہ خاتون کا ایثار نفس

ارض یہود پر پھر یونانیوں کا حملہ

اب سنہ ۱۳۵ قبل مسیح میں عجوز انطیوقس نے زبردست یونانی لشکر کے ساتھ آ کے ارض یہود پر بڑے جوش و خروش سے یورش کی - اور سارے ملک کو لوٹنا مارنا اور ویران و تباہ کرنا شروع کر دیا - یہاں تک کہ بڑھ کے خاص بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا - ہرقانوس یہیں تھا - اور باہر کی رسد بند

ہو جانے سے سخت پریشان تھا۔ اہل شہر بھوکون مر رہے تھے۔ اور کوئی تدبیر بن نہ پڑتی تھی اس محاصرے کے زمانے مین عید تابوت سکینہ کا زمانہ آگیا جس کے قریب بنی اسرائیل مسلسل ایک ہفتہ تک عید منایا کرتے تھے۔ انطیوقس بالطبع نہایت ہی رحم دل شخص تھا اور اسکے ساتھ

انطیوقس کی رحم دلی

بڑا ہی فیاض تھا۔ اُس سے یہ نہ دیکھا گیا کہ یہودی اپنے عید کے دن بھی فاقہ کرین۔ فوراً ایک ہفتے کے لیے صلح کر لی۔ اور اسرائیلیون کے پاس قربانی کے لیے بہت سے جانور بھیج دیے۔ اُس کی یہ فیاضی بے نتیجہ نہ رہی۔ ایسے فیاض فرمان روا سے لڑنا یہود کو بھی

صلح اور ارض یہودا پر بادشاہ شام کا قبضہ

خلاف انسانیت و شرافت معلوم ہوا۔ جن شرطون پر اُس نے چاہا صلح کر لی۔ اور ہتھیار رکھ دیے۔ یہ شرائط اگرچہ بہت ہی سخت تھے تاہم اس سے اچھا ہوا کہ اسرائیلیون کو بغیر کسی شرط کے ہتھیار رکھنا پڑتے۔ اس لیے کہ اُن مین ہمت چاہے کیسی ہی ہو مگر اب مقابلہ کرنے کا دم نہ تھا۔ اب ارض یہودا پھر انطیوقس کے زیر نگین تھی۔ اور بیت المقدس کا قلعہ جسے یہود نے بنا لیا تھا منہدم کر دیا گیا۔

اس کے چار سال بعد ۱۲۹ قبل مسیح مین فارسیون اور شام کے یونانیون مین پھر لڑائی چھڑ گئی۔ انطیوقس اس مہم پر چلا تو یوحنا ہرقانوس کو طلب کیا کہ میرے ساتھ چل کے ایرانیون سے لڑو۔ ہرقانوس اپنے اسرائیلی لشکر کے ساتھ گیا۔ مگر وہان پہونچ کے لڑائی کا رنگ دیکھا تو اُسے یاس ہو گئی۔ اور یقین ہو گیا کہ اس لڑائی مین انطیوقس کو کامیابی حاصل ہونا غیر ممکن ہے

فارسیون نے سلطنت شام کو شکست دی

لڑائی کے ختم ہونے سے پہلے ہی تاجدار انطاکیہ سے رخصت ہو کے واپس چلا آیا۔ اور گھر پہونچ کے سنا کہ لڑائی مین یونانیون کو فاش شکست ہوئی۔ اور انطیوقس مارا گیا۔

دمیطریوس پھر بادشاہ شام

اتفاقاً دیمطریوس جو اس وقت تک ایرانیون کے

ہاتھ میں قید تھا۔ انطیوکس کے مارے جاتے ہی کسی حکمت سے چھوٹ کے بھاگ آیا۔ اور اپنے ملک میں پہونچتے ہی بغیر اس کے کہ کوئی مزاحم ہو تاج و سریر پر قابض ہو گیا۔

ارض یہوداہ کی آزادی

سلطنت شام کی اس نازک حالت کے وقت ہرقانوس نے موقع پاتے ہی اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور اس کے بعد سے پھر کبھی تمام کی سلطنت یونان ان کو اپنا مطیع نہ بنا سکی۔ اس لیے کہ اب انھیں کسی دوسرے کی فرمانبرداری اُسی وقت کرنا پڑی جب رومیوں نے یونانی سلطنت شام کا خاتمہ کر کے اس سرزمین کو اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔

باب دہم

خاندان اسمونی کی خودسر و آزاد حکومت

ہرقانوس کا عروج۔ شہر سیخم اور اُس کے بتخانے کا انہدام۔ سامرہ شام کی تباہ حالت۔ اسرائیلی قلمرو کی سرسبزی۔ حکومت ادوم اور اُس کے مذہب کا خاتمہ۔ دولت روم سے دوستی۔ سامریہ پر حملہ۔ اُس ملک پر یہود کا قبضہ۔ سامریہ ایک تالاب بنا دیا گیا۔ ہرقانوس کی فریسیوں سے مخالفت۔ صدوقیوں کی طرفداری اور موت۔ ارسطوبولوس شاہ یہود۔ خاندان والوں پر اُس کے مظالم۔ انطوریہ کی فتح۔ جوانمرد بھائی کو دغابازی سے قتل کرانا۔ آہ مظلوم کا اثر۔ اور ارسطوبولوس کی خوفناک موت۔ اسکندر جانوس بادشاہ یہود۔ گرد و پیش کی سلطنتوں کی حالت۔ طلیمس کا عام محاصرہ۔ لاطیروس حاکم قبرس۔ اسکندر کی پُرفن کارروائی۔ اُس کے ملک پر لاطیروس کا حملہ۔ لاطیروس کے ہولناک مظالم۔ اسکندر کی کمک کو مصر کا لشکر آنا۔ اسکندر مصر میں۔ اُس کا مصریوں کے مکر سے بچ کے نکل آنا۔ مشرقی

یہودن کے علاقے پر اُس کا ناکام حملہ - غزہ پر ناکام حملہ - غزہ پر دوسرا حملہ اور نقصان اُٹھانے کے بعد فتح - جوش انتقام میں اُس کی بدعہدی - بیت المقدس کے خانگی جھگڑے - عوام کی شورش - خود اپنی رعایا کو قتل کرنا - پھر مشرقی یردن پر ناکام حملہ - گدر کے ہنگامے - شاہ شام یہودی رعایا کی مدد پر - اسکندر کا شکست کھا کے بھاگنا - پھر یہودی بادشاہ اور رعایا میں اتحاد - بیت ہوم کا محاصرہ اور فتح - اپنی رعایا پر سخت ترین مظالم - اسکندر کی موت - مرتے وقت وہ فریسیون کا دوست تھا - اُس کے مرتے وقت سلطنت اسرائیلی کے حدود -

ہرقانوس کا عروج | انطاکیہ میں مذکورہ بالا جھگڑون کے اُٹھ کھڑے ہونے سے فرمان رواے یہود ہرقانوس کو موقع مل گیا - اِدھر سے اطمینان ہوتے ہی اُس نے اپنی قوت بڑھانا شروع کی - اپنی قلمرو کے حدود بھی وسیع کر لیے - اور یردن کے اُس پار حملہ کر کے بلاد مِمیگہ اور میدابہ بھی اپنے قبضہ و تصرف میں کر لیے -

شہر سخیم اور اُس کے تبخانے کا انہدام | لیکن اُس نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ شہر سخیم پر قابض ہو گیا - اور وہان کے تبخانے کو جو مسجد اقصیٰ کے جواب میں کوہ جرزیم پر تعمیر کیا گیا تھا کھود کے خاک میں ملا دیا - یہان تک کہ اُس کی کوئی اینٹ بھی اپنی جگہ پر نہ باقی رہی - یہ واقعہ سنہ ۶۸۰ قبل محمدؐ (مطابق سنہ ۱۰۹ قبل مسیحؑ) کا ہے - یہ تبخانہ دو سو برس تک شان و شوکت میں بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کا مقابلہ کرتا رہا تھا - اب خداے واحد ذوالجلال کی عبادت کے لیے فقط مسجد اقصیٰ رہ گئی اور یہود کے دل پر شومرون یعنی سماریہ کے تبخانے کے موجود ہونے کا جو بار تھا ہٹ گیا - یون تو دنیا میں ہزارون بڑے بڑے مشہور تبخانے پڑے تھے مگر اس بتکدے کے قیام سے بنی اسرائیل کو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا اُن کے خدا کو کسی نے اُن سے چھین لیا ہے - اب اُس کے کُھد جانے کے بعد اُن کی

جان مین جان آئی - اور اُن کا خدا پھر اُن کو ملا - اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی قائم ہو گیا کہ خانۂ خدا فقط مسجد اقصیٰ ہے -

مصر و شام کی تباہ حالت

مصر و شام مین دونون جگہ نئے نئے دعویداران سلطنت اُٹھ کھڑے ہوئے - اور دونون سلطنتین تباہ و برباد ہو رہی تھین - اُن کی

اسرائیلی قلمرو کی سرسبزی

اندرونی خرابیون کی وجہ سے ارض یہوّدا مین بالکل امن و امان تھا - اور خوش تدبیر و قابل فرمان روا ہرقانوس کے زیر حکومت ارض یہوّدا کو روز افزون سرسبزی حاصل ہوتی جاتی تھی - سخیم کے نیست و نابود کرنے کے بعد اس یہودی فرمان روا نے علاقۂ ادومیہ کی طرف رُخ کیا - اور اُدھر توجہ ہوتے

حکومت ادومیہ اور اُس کے مذہب کا خاتمہ

ہی سارا ملک اُس کے قبضے مین تھا - اپنی اس رقیب سلطنت کو فنا کر کے اُس نے وہان کے مذہب کو بھی فنا کر دیا - وہان کی رعایا مین سے ہر شخص کو مجبور کر دیا کہ شریعت موسوی اور دین اسرائیلی کو قبول کرے اور زبردستی پکڑ پکڑ کے سب کا ختنہ کرا دیا - بس اُسی زمانے سے پھر کبھی تاریخ مین ملک ادومیہ کا نام نہین سُنا گیا -

دولت روم سے دوستی

ہرقانوس کی سب سے بڑی عقلمندی یہ تھی کہ اُس نے دولت روما سے ہمیشہ دوستانہ تعلقات قائم رکھے - ادومیہ کے فتح کر لینے کے بعد اُس عہدنامے کی تجدید ہوئی - اور نئے معاہدے مین دونون جانب سے وعدہ کیا گیا کہ دونون سلطنتین اپنے اپنے دشمنون کے مقابلے مین ایک دوسرے کی ممد و معاون رہین گی -

تخت نشینی کے چھبیسوین سال ہرقانوس نے علاقۂ سماریہ پر (جسے ہم اکثر

سماریہ پر حملہ

شومرون کے نام سے بھی یاد کرتے آئے ہین) فوج کشی کی - اور ارادہ کیا کہ اُسے بھی فتح کر کے اپنی سلطنت مین شامل کر لے - اس مہم پر اُس نے

اپنے دو بیٹون ارسطو بولوس اور انطی غونس کو روانہ کیا۔ سماریہ والون نے فرمانروائے دمشق انطیوقس فری قنوس سے مدد مانگی۔ وہ فوراً اُن کی کمک پر آ گیا۔ لیکن دونون اسرائیلی بھائیون نے اُسے بھی پوری شکست دے دی۔ اس اثنا مین مصر سے بھی چھ ہزار فوج سماریہ والون کی مدد کو آ گئی۔ یہودیون نے جوش و خروش سے حملہ کر کے اُسے بھی مار کے بھگا دیا۔ اور فوراً بڑھ کے خاص سماریہ کا

اس ملک پر یہود کا قبضہ

محاصرہ کر لیا۔ جو پورے ایک سال تک قائم رہا۔ آخر کار اسرائیلیون نے دھاوا کر کے شہر کو فتح کر لیا۔ لیکن محاصرے کے دوران ہی مین شہر اسقفی توقلیس اور علاقۂ شومرون کے دیگر عظیم الشان بلاد یہودیون کے قبضے مین آ چکے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سماریہ کے فتح ہوتے ہی سارا علاقہ سماریہ اور پوری ارض جلیل بھی ہرقانوس کے قبضے مین آ گئی۔ شہر سماریہ بالکل منہدم اور برباد

سماریہ ایک تالاب بنا دیا گیا

کر دیا گیا۔ اور گرد کی پہاڑیون سے کاٹ کے اُس پر نہرین گرا دی گئین۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قدیم شہر جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد سے بیت المقدس کی رقابت کا علم بلند کر رکھا تھا بجائے ایک آباد و بارونق شہر کے ایک گہرا تالاب بن گیا۔ اُس کا تختہ بہت ہی نشیب مین واقع تھا۔ اس لیے پہاڑون سے جو نہرین آ کے گرتی تھین اُن کا پانی بجائے بہ کے نکل جانے کے وہین جمع رہا کرتا۔

بیرونی معاملات مین ہرقانوس ہمیشہ کامیاب ہی رہا۔ مگر آخر مین چند اندرونی معاملات ایسے پیش آ گئے کہ اُس کی زندگی کے آخری ایام نہایت پریشانی مین گزرے۔ ہم بتا چکے ہین کہ یہود کے دو فرقے ہو گئے تھے۔ فریسی اور صدوقی۔ مکابی خاندان کی کامیابی کا اصلی راز یہ تھا کہ فریسی فرقے والے ہمیشہ اُس کے

ہرقانوس کی فریسیون سے مخالفت

مدد و معاون رہے تھے۔ لیکن ہرقانوس آخر عمر مین فریسی لوگون کے خلاف ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک

آہ مظلوم کا اثر | یہ ایسا ظالمانہ واقعہ اور اتنا بڑا گناہ تھا کہ ارسطو بولوس خود بھی اس کا بوجھ نہ اٹھا سکا - بھائی کی لاش دیکھ کے دل مین کچھ ایسی ہول سما گئی کہ خون کی قی آنے لگی - یہ بھی اتفاق کی بات کہ اس کا غلام خونی استفراغ کا طشت پھینکنے کو لیے جاتا تھا کہ عین اس مقام پر جہان انطی غونس قتل ہوا تھا اور اس کا خون گرا تھا غلام کے ہاتھ سے طشت چھوٹ کے گرا اور الٹ گیا - اور دونون بھائیون کا خون ایک ہی جگہ زمین پر گر کے مل گیا - اس حیرت انگیز واقعے سے سارے

اور ارسطو بولوس کی عبرت ناک موت | محل مین شور مچ گیا - غل سن کے بادشاہ نے پوچھا یہ کیسا شور ہو رہا ہے؟ کسی نے اصل حقیقت بیان کر دی سنتے ہی ارسطو بولوس کے دل مین کچھ ایسی ہول سما گئی کہ اسی دھڑکے مین اس کا دم نکل گیا -

اسکندر جانوس شاہ یہودا | اب ارسطو بولوس کا بھائی اسکندر جانوس جانشین ہوا - اسکے چھوٹے بھائی نے مخالفت مین خفیف سی حرکت کی تھی کہ گرفتار ہوا - اور فوراً مار ڈالا گیا - اسکندر اگرچہ کوئی کامیاب فرمان روا بنی اسرائیل نہ تھا مگر بڑا عالی ہمت شخص تھا - اور اس کا زمانہ بھی ارض یہودا کے لیے غنیمت تھا اس لیے کہ اس پاس کی تمام ریاستین آپس کے جھگڑون مین پھنسی ہوئی تھین اور کسی کو یہودی قلمرو کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ تھی -

گرد و پیش کی سلطنتون کی حالت | مصر مین بطلمیوس فسقون مر چکا تھا - اور اس کی جانشین اس کی بیوہ کلیو پٹرا تھی - اس کا بڑا بیٹا بطلمیوس لاطیروس جزیرۂ قبرس مین حکومت کر رہا تھا - مگر اپنی مان کے خون کا پیاسا تھا - شام کی یونانی سلطنت کے اب دو ٹکڑے ہو گئے تھے - ایک کا فرمان روا انطیوقس غرافوس تھا اور دوسرے کا انطیوقس سی شیقنوس - ایک کا دار السلطنت انطاکیہ تھا اور

دوسرے کا دمشق۔ شہر طولمیس کو چھوڑ کے ساری ارض یہودا اسرائیلی سلطنت کے قبضے مین تھی۔ شہر غزہ بھی اسرائیلیون ہی کی قلمرو مین شامل تھا۔ اور بلاد دوزا اور اسطراطون۔ نمزولوس نام ایک اور فرمان روا کے زیر تصرف تھے جو ایک حد تک شامی سلطنت کا ماتحت تھا۔

طولمیس کا ناکام محاصرہ | اسکندر نے چاہا کہ متاخر الذکر شہرون کو اپنے قبضے مین کر لے چنانچہ بڑھ کے شہر طولمیس کا محاصرہ کر لیا۔ طولمیس والون نے اپنے مین مقابلے کا دم نہ پایا تو قبرس کے حاکم بطلیوس لاطیروس سے مدد مانگی۔ وہ فوراً ۳۰ ہزار فوج کے ساتھ اُن کی کمک کو آ گیا۔ اُس کے آتے ہی اسکندر محاصرہ چھوڑ کے واپس

لاطیروس حاکم قبرس | چلا آیا۔ اور لاطیروس نے طولمیس مین داخل ہونے کا ارادہ کیا تو طولمیس والے ڈرے کہ ایسا نہ ہو یہی ہمارے شہر پر قبضہ کر لے۔ اور آخر مین یہ مثل صادق آئے کہ ”ولیکن عاقبت خود گرگ بودی“ اس اندیشے سے اُنھون نے شہر کے پھاٹک بند کر لیے۔ اور اُسے اندر نہ آنے دیا۔ لاطیروس کے پاس کافی فوج تو موجود تھی مگر طولمیس پر قبضہ پانا دشوار نظر آیا۔ دل مین یہ سوچ کے کہ اب خالی خولی کون واپس جائے اُس نے اسرائیلیون کے شہر غزہ اور زدولوس کی قلمرو پر حملہ کر دیا۔

اسکندر کی پُرفن کارروائی | اسکندر نے اس موقع پر یہ چالاکی کی کہ ایک طرف تو لاطیروس سے متنازع فیہ شہرون کے قبضے کے متعلق صلح کی مُراسلت شروع کر دی۔ اور دوسری طرف اُس کی مان کلیوپطرا کو لکھا کہ ایک زبردست لشکر سے ہماری مدد کیجیے۔ ورنہ آپ کا دشمن فرزند آپ کی سرحد پر اپنا قدم جما لیگا۔

مُلک کے ملک پر لاطیروس کا حملہ | اس دورُخی کارروائی کی خبر لاطیروس کو ہو گئی فوراً جھنجھلا کے خاص ارض یہودا پر چڑھ دوڑا۔ اور ایک یوم السبت کو زدرو

شور سے دھاوا کرکے شہر اسوخلیس پر قابض ہو گیا - اور اسکندر کی پوری فوج کو جو مزاحم تھی شکست دے دی - تیس ہزار یہودی لڑائی مین قتل کیے - اور اُن پر اپنی ہیبت بٹھانے کے لیے فتح کے بعد بے انتہا مظالم شروع کر دیے - اسوخلیس پر قبضہ جما لینے کے بعد ایک یہودی گاؤن کو ناگہان جا کے چارون طرف سے گھیر لیا - اور اُس کے کل باشندون کو جن مین مرد عورت بڈھے بچے سب شامل تھے بلا استثنا و وا تمیاز قتل کر ڈالا - اسی قدر نہین لاشون کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور اُن کو بڑی بڑی دیگون مین بھر کے اُبال ڈالا -

یہ ایسے مظالم تھے کہ سُنتے ہی بنی اسرائیل کے ہوش اُڑ گئے - اور اُن کے دلون پر لاطیروس کی ایسی ہیبت چھا گئی کہ اُس کا نام سُنتے ہی کانپ جاتے - اور اُس کی طرف رُخ کرتے وحشت کھاتے تھے - اسرائیلیون کی اس کمزوری سے اب بظاہر اُن کی سلطنت کے بچنے کی کوئی صورت نہ نظر آتی تھی کہ یکایک مصر سے مدد آ گئی - ملکۂ کلیوپٹرا نے ایک بہت بڑا زبردست لشکر اپنے مخدوم اسکندر کی کمک کو مصری لشکر کا آنا | یہودی سپہ سالارون خلیقاس اور انانیاس کے زیر علم روانہ کر دیا تھا - اس لشکر کے آنے کا حال سُنتے ہی لاطیروس کمال بدحواسی کے ساتھ شامی اضلاع ارض یہودا کی طرف بھاگا - اور مصری لشکر کے دو حصے ہو گئے - ایک نے اُس کا تعاقب کیا - اور دوسرے نے شہر طولمیس کا محاصرہ کر لیا - جہان سے یہ آفت شروع ہوئی تھی - لاطیروس نے بھاگتے بھاگتے دل مین یہ مسودہ گانٹھا کہ تعاقب کرنے والون کو جھکائی دے کے کسی نئے راستے سے سرحد مصر کی طرف نکل جاؤن - اور جبکہ مصری فوج یہان مصروف جنگ ہے میں خود اپنی مان کے ملک پر حملہ کر دون - اس تجویز مین کامیابی نہ ہوئی تو جان بچا کے اپنے جزیرے مین نکل گیا - اور مصری

فوج نے شہر طولمیس پر قبضہ کر لیا۔

اسکندر مصر مین

جب یہ ہنگامہ دور ہو گیا تو فرمان روائے یہود اسکندر اظہار شکر گزاری اور مبارکباد کے لیے بذات خود مصر مین جا کے کلیوپٹرا کے دربار مین حاضر ہوا۔ اور اظہار احسان مندی مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا۔ مگر یہ ایسا دغا بازی اور بے اعتباری کا زمانہ تھا کہ ملکۂ مصر کے بعض مشیرون نے اُسے مشورہ دیا کہ پھر ایسا موقع نہ ہاتھ آئے گا۔ اس سے بہتر کوئی تدبیر نہین ہو سکتی کہ اسکندر کو یہین گرفتار کر لیا جائے۔ اور قبل اس کے کہ بیت المقدس مین خبر پہونچے اپنے

اُس کا مصریون کے مکر سے بچ کے واپس آنا

افسران فوج کو جو ابھی وہین ہین اشارہ کر دیا جائے کہ مملکت ارض یہودا کو حملہ کر کے اپنے قبضہ مین کر لین"۔ کلیوپٹرا اس مشورے پر عمل کرنے کو تیار بھی ہو گئی تھی۔ مگر یہودی سپہ سالار مصر آنانیاس نے ہم مذہبی کے جوش مین اس کارروائی سے سخت مخالفت کی۔ اور کہا "ایسی دغا بازی اور مکر و فریب کی کارروائی ہماری شان سے بعید ہے"۔ غرض شریف النفس انانیاس کے طفیل مین اسکندر مصر کے دغابازون کے پنجۂ مکر سے بچ کے اپنی قلمرو مین آیا۔ مصری فوج ارض یہودا سے مصر مین واپس گئی۔ اور اسکندر پھر خود مختاری کے ساتھ اپنی مملکت مین فرمان روائی کرنے لگا۔

مشرقی یردن کے علاقے پر اُس کا ناکام حملہ

لیکن اسکندر سے بھی سیدھا نہ بیٹھا جاتا تھا۔ پھر نئے جھگڑے مول لے لیے۔ گو کہ اُن سے کوئی مفید نتیجہ نہین حاصل ہوا اُس نے دریائے یردن کے مشرق جانب حملہ کر کے شہر غدارہ پر قبضہ کر لیا لیکن جب آگے بڑھ کے شہر اماتھوس پر پہونچا تو دشمنون سے شکست کھائی۔

غزہ پر ناکام حملہ

ادھر سے ناکامی ہوئی تو مغرب کی طرف جا کے شہر غزہ پر حملہ کر دیا۔ اس شہر کو گھیرے پڑا تھا کہ ناگہان خبر آئی اطیروس نے شہر والون کی مدد کیلیے

اپنی فوج بھیج دی ہے۔ لاطیروس کا ہولناک نام سنتے ہی محاصرہ چھوڑ کے واپس آیا۔ اور گھر میں خاموش بیٹھ رہا۔ لیکن دوسرے سال پھر اس نے شہر غزہ پر چڑھائی کر کے محاصرہ کر لیا۔ اب کی محصورین اس طرح جان پر کھیل کے لڑے کہ اسکندر کے دانت کھٹے ہو گئے۔ انھوں نے اپنی پوری قوت صرف کر دی۔ اور ایک دن شہر سے یکایک نکل کے اس زور و شور سے حملہ کیا کہ اسکندر کی ساری فوج تہ و بالا ہو گئی۔ اور اسے اپنی شکست آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی تھی کہ ناگہاں شہر والوں کا سپہ سالار اپولودوطوس جس کے دم کا سارا ظہور تھا مکر و فریب سے مار ڈالا گیا۔ اور اس کے مرتے ہی اہل شہر نے گھبرا کے ہتھیار رکھ دیے۔

غزہ پر دوسرا حملہ

اور نقصان اٹھانے کے بعد فتح

اسکندر شہر پر قبضہ کرتے وقت تک تو رحم دل تھا لیکن جب پورا قابو مل گیا تو اپنے لشکر کی تباہی یاد آئی۔ دل میں انتقام کی آگ بھڑکی۔ اور سپاہیوں کو لوٹ مار کی اجازت دے دی۔ اہل شہر نے یہ بدعہدی دیکھی تو پھر ہتھیار لے کے مقابلے کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سے اسکندر کو کسی حد تک دشواریاں ضرور پیش آئیں۔ مگر جو حریف ہتھیار ڈال کے اپنی حمایت کے موقعے ہاتھ سے کھو چکا ہو وہ کیا کر سکتا ہے؟ نتیجہ یہ ہوا کہ شہر والے بالکل تباہ و برباد ہو گئے۔ اور اسکندر نے غیظ و غضب کے جوش میں شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی سارے شہر کو مسمار و منہدم کر ڈالا۔ اور ایک آباد شہر کی جگہ کھنڈروں اور ملبے کے ڈھیروں کو چھوڑ کے واپس آیا۔

جوش انتقام میں اس کی بدعہدی

لیکن اسکندر ناحق ہی دشمنوں کو ادھر ادھر ڈھونڈھتا پھرتا تھا۔ اصلی دشمن خود اس کے گھر کے اندر موجود تھا۔ عوام بنی اسرائیل جن کا قوم میں زور تھا سب فریسی تھے۔ اور وہ صدوقیوں کا دست سینا ہوا تھا۔

بیت المقدس کے خانگی جھگڑے

ایک سال عید تابوت سکینہ کے موقع پر عین اس حالت مین کہ وہ دینی فرائض ادا
کرنے کیلیے بادشاہی اور امامت قوم کا خلعت پہنے بیٹھا تھا عوام مین یکایک ایک
شورش پیدا ہوئی۔ اور لوگون کو اور کچھ نہ ہاتھ آیا تو دُوکانون سے ترنج اور
چکوترے اُٹھا لیے اور اُسے کھینچ کھینچ کے مارنے لگے۔ ہوتے ہوتے
بلوائیون کا گروہ قریب آ گیا جو اس کے نسب کو عیب لگا کے گالیان دیتے اور
اُس کی امامت سے انکار کرتے تھے۔

عوام کی شورش

یہ رنگ دیکھ کے اسکندر نے فوج طلب کی۔ اور فوجی سپاہی آتے ہی اُس کے
حکم سے غیر مصلح اور نہتے بلوائیون پر ٹوٹ پڑے۔ اور دم بھر مین چھ ہزار آدمیون
کو کاٹ کے ڈال دیا۔ اس کے بعد اس خیال سے کہ پھر کبھی لوگون
کو ایسی گستاخی کی جرأت نہ ہو حرم مسجد اقصیٰ مین ایک چوبی اوٹ بنوا کے کھڑا
کر دیا جو مقتداؤن اور عوام الناس کے درمیان مین حد فاصل رہا کرتا۔ پھر لوگون
کے دلون پر اپنا رعب جمانے کے لیے اُس نے ایک اور تدبیر یہ کی کہ غیر قوم کے
سپاہیون کا ایک دستہ اپنے باڈی گارڈ کے طریقے سے مقرر کیا۔ کہ ساری قوم
کے لوگ بگڑ جائین تو یہ سپاہی کام آئین۔

خود اپنی رعایا کو قتل کرنا

گھر کی شورش دبانے کے بعد اُس نے دریاے یردن کے
اُس پار کے علاقے پر پھر حملہ کر دیا۔ اس حملے مین ابتداءً تو اسے کچھ کامیابی ہوئی
لیکن انجام یہ ہوا کہ پوری شکست ہو گئی۔ اور ناکام و شکستہ حال واپس آیا۔
بیت المقدس کے اسرائیلیون کو جو اُس کے خلاف ہو رہے تھے اس شکست سے
اُس کی کمزوری کا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے پھر سر اُٹھایا
جس کے ہنگامے مسلسل چھ سال تک جاری رہے۔ اور سخت سے سخت خانہ
جنگیون سے ارض یہود اتباہ و برباد ہوتی رہی۔

پھر مشرقی یردن پر ناکام حملہ

گھر کے ہنگامے

آخر مین جب عوام نے یہ دیکھا کہ بادشاہ کا زور ہمارے دبائے نہین دبتا تو فرمان روائے شام دیمطریوس سے مدد مانگی - وہ تو ایسا موقع ڈھونڈھ ہی رہا تھا

شاہ شام یہودی رعایا کی مدد پر - اسکندر کا شکست کھاکے بھاگنا

فوج لے کے خود آ پہونچا - اور اسکندر کو جو اندر باہر سب طرف سے دشواریون مین گھرا ہوا تھا شکست دیدی آخر کار اسکندر بھاگ کے پہاڑیون مین چھپ رہا - اور دیمطریوس بھی اپنی فوج لے کے واپس چلا گیا -

اس کے بعد خدا جانے کیا واقعات پیش آئے کہ دفعتہً یہود کے خیالات

پھر یہودی بادشاہ و رعایا مین اتحاد

مین ایک انقلاب پیدا ہوا - یا تو بادشاہ کے خلاف اور دشمن تھے یا یک بیک سب کے سب اُس کے طرفدار بن گئے - اسکندر اپنی کوہستانی کمین گاہ سے نکل کے آیا - اور ساٹھ ہزار یہودی اُس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے - اس لشکر کو لے کے اُس نے شہر بیت ہوم کا محاصرہ کر لیا - جہان

بیت ہوم کا محاصرہ اور فتح

اُس کے بہت سے مخالفین جمع تھے - مگر یہ محاصرہ ایسا زبردست تھا کہ شہر والون نے مجبور ہو کے ہتھیار رکھ دیے - اور اسکندر بڑی شان و شوکت اور بڑے کر و فر سے سالم و غانم بیت المقدس مین داخل ہوا - اب

اپنی رعایا پر سخت ترین مظالم

اُس نے اطمینان سے بیٹھ کے مخالف اسرائیلیون سے انتقام لینا شروع کیا - جو نہایت ہی سخت اور ہولناک تھا - آٹھ سو اسرائیلیون کو گرفتار کر کے پہلے اُن کی آنکھون کے سامنے اُن کے جورو بچون کو قتل کرایا - پھر اس کے بعد اُن سب کو علی الاعلان سُولی پر لٹکا دیا - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آٹھ ہزار اسرائیلی شہر چھوڑ کے بھاگ گئے - لیکن اس کے بعد اُس کے ما بقی ایام فرمان روائی مین ہر جگہ امن قائم رہا -

اسکندر کی موت

اس واقعے کے بعد وہ بارہی سال زندہ رہا اور ۷۹ سنہ

مرتے وقت وہ فریسیون کا دوست تھا

قبل مسیح مین پیوند زمین ہو گیا۔ اُس سے اگرچہ زندگی بھر فریسی فرقے والون [illegible] مخالفت رہی تھی مگر مرتے وقت اپنی ملکہ اسکندرہ کو جسے اپنا جانشین بنایا گیا تھا وصیت کی کہ "خیریت نے تو چاہا کیا مگر تم اپنے زمانۂ حکومت مین فریسی لوگون ہی کے کہنے پر چلنا۔ اُنھین کی مدد اور اُنھین کے مشورے سے حکمرانی کرنا۔ اور کل اقتدارات اِسی فرقے والون کے ہاتھ مین رکھنا۔ اس لیے کہ عوام الناس علی العموم اسی گروہ کے طرفدار ہین" اس وصیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آنکھ بند ہوتے ہی وہ نہایت ہر دلعزیز بادشاہ بن گیا۔ اور اُس کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے اُٹھایا گیا۔

اُس کے مرتے وقت سلطنت اسرائیلی کے حدود

اُس کے مرتے وقت قلمرو ارض یہود اگلے عہد سے [illegible] وسیع تھے۔ ساحلی شہر اسطراطون [illegible] شہر "رینوکورورا" تک ساری زمین اُسی کے زیر نگین تھی۔ علاقہ [illegible] اور سماریہ بھی اُسی کی مملکت مین شامل تھے۔ اور دریائے یردن کے مشرق مین بھی کئی صوبے اُس کے زیر فرمان تھے۔

باب یازدہم

خاندان اسمونی کا زوال

اسکندرہ ملکۂ ارض یہود۔ صدوقیون پر ظلم۔ ملکہ کا بیٹا ارسطوبلوس صدوقیون کا حامی۔ ملکہ کا نہایت مناسب فیصلہ۔ ارسطوبولوس فاتح دمشق۔ ملکۂ اسکندرہ کی وفات۔ دونون بھائیون ارسطوبولوس اور ہرقانوس مین لڑائی۔ ارسطوبولس کی فتح۔ ہرقانوس کی تاج و تخت سے دست برداری۔ انتی پاطر ہرقانوس کو اُبھارتا ہے۔ شاہ عرب ارطاس اُس کی مدد پر۔ ارسطوبلوس کو شکست۔

اور مسجد اقصیٰ میں محصور ہونا - ونی اونیاس - اس کی دعا پر اُس کا مارا جانا - قربانی کے جانور دینے کا وعدہ اور دغا - رومی جھنڈا دمشق میں - دونوں بھائی رومیوں کو اپنے موافق بنانا چاہتے ہیں - رومی سپہ سالار ارسطوبلوس کا طرفدار - ارطاس واپس گیا - فرمان روا ئے روم پوپیے دمشق میں - اُس کے سامنے دونوں بھائیوں کا دعویٰ - دونوں بھائیوں کے خلاف ایک تیسرا وکیل قوم - کچھ فیصلہ نہ ہوا - پوپیے عرب پر حملہ کرنا چاہتا ہے - پوپیے ارض یہودا میں - بیت المقدس پوپیے کے حوالے کیا گیا - مگر اہل شہر نے پھاٹک بند کر لیے - پوپیے بیت المقدس میں - حرم مسجد اقصیٰ کا محاصرہ - پوپیے کا اُس پر قبضہ - پوپیے حرم المحترم میں - حرمت حرم کا پاس - ہرقانوس شاہ ارض یہودا - پوپیے کو بے ادبی کی سزا - جوبیس قیصر یہود کا طرفدار - ارسطوبلوس کا بیٹا اسکندر - ارسطوبلوس کی رہائی اور پھر اسیر ہونا - حکومت ارض یہودا جنرل گابی نوس کے ہاتھ میں - مجالس صنہادرین - پھر اسکندر کا زور اور پھر شکست - جس رومی سردار نے یہود کو ستایا اُس کا پھل ضرور پایا - روم کے جھگڑے - انطی پاطور رومیوں کا خیر خواہ - اُس کے بیٹے فسائل اور ہیرودڈ - ہیرودڈ حاکم ارض جلیل - ہیرودڈ دمشق میں - بیت المقدس پر اُس کا حملہ اور واپسی - قاسیوس رومی حاکم شام - اُس کا ارض یہودا کو لوٹنا - انطی پاطور کی موت - ارسطوبلوس کا دوسرا بیٹا انطی غونس - فرمان روا ئے روم انطونی اور ہیرودڈ کے تعلقات - اہل پارتھیا کا غلبہ - وہ انطی غونس کا حامی ہے - انطی غونس اور ہرقانوس کے باہمی جھگڑے - سپہ سالار پارتھیا حکم بدل گیا - ہیرودڈ کا اس کے فریب سے بچنا - ہرقانوس اور فسائل کی گرفتاری - انطی غونس شاہ یہودا - ارسطوبلوس کی طرفداری میں ہیرودڈ کی کوشش - اور خود ہیرودڈ کا بادشاہ قرار پانا - اُس کا ارض جلیل پر قبضہ -

بیت المقدس پر حملہ اور ناکامی - آرسطوبولس کی بہن مریم سے ہیروڈ کی شادی -

اور بیت المقدس پر اُس کا قبضہ - انطی غونس کا قتل -

اسکندرا ملکۂ ارض یہودا | اسکندر کے بعد اُس کی بیوہ اسکندرہ تخت پر بیٹھی - اور شوہر کی وصیت اور اُس کی بتائی ہوئی پالسی پر عمل کرنے لگی - فریسی لوگون ہین سے اپنے وزیر و مشیر منتخب کیے - اور اُس کا بیٹا ہرقانوس ثانی قوم کا امام اور مقتدائے اعظم منتخب ہوا - فریسی لوگون کو جو موقع مل گیا تو اُنھون نے اپنے قدیم رقیبون پر بغض نکالنا شروع کیا - جتنے

صدوقیون پر ظلم | فریسی اسیر و پابزنجیر تھے سب کو چھوڑ دیا - اور جو جلا وطن تھے اُن کو واپس بلا لیا نوبت یہان تک پہونچی کہ اُنھون نے شاہ اسکندر مرحوم کے وزیر اعظم دیو جانس کو طرح طرح کے الزام لگانا شروع کیے - اور اُن سب لوگون سے جواب طلب کیا جن کے مشورے سے بادشاہ

ملکہ کا بیٹا ارسطوبلوس صدوقیون کا حامی | نے آٹھ سو آدمیون کو مصلوب کیا تھا - اسکندرہ اگرچہ بذات خود اِن باتون کے بالکل خلاف تھی - مگر مجبور تھی - اور اُس کی کوئی سُنتا نہ تھا تاہم اُس کے چھوٹے بیٹے ارسطوبلوس سے نہ رہا گیا - یہ حالت دیکھ کے صدوقیون کی طرفداری و حمایت مین اُٹھ کھڑا ہوا - جو لوگ ستائے جا رہے تھے اُن کی طرف سے دربار مین عرضی پیش کر دیا - اور ملکہ (اپنی ماں سے) رحم کی درخواست کی - اسکندرہ نے اس

ملکہ کا نہایت مناسب فیصلہ | موقع پر نہایت ہی عمدہ پالسی اختیار کی حکم دے دیا کہ سارے صدوقی بیت المقدس سے چلے جائین اور جو فوجین سرحدی قلعون مین رہتی ہین اُن مین شریک ہو جائین - اِس حکم کو صدوقی اپنے حق مین غنیمت سمجھ کے ایک حد تک مطمئن ہو گئے - اور فریسی بھی کچھ زیادہ برافروختہ و برہم نہین ہوئے - اسی قدر نہین ملکہ نے اپنے بیٹے ارسطوبلوس کو جو غیر مطمئن اور کسی قدر ناراض دیکھا تو اُسے تھوڑی سی فوج کا افسر مقرر کر کے حکم دیا کہ جا کے بطلیموس کی گوشمالی کر و جس نے خالقیس مین خود مختاری کا جھنڈا بلند کیا ہے اور

ایک چھوٹی سی خودمختار سلطنت قائم کرلی ہے۔ اس میں اسکندرہ نے دو باتیں اور مصلحتیں مضمر رکھی تھیں۔ ایک تو یہ کہ ارسطوبلوس بیت المقدس سے چلا جائے جو صدوقیوں کی طرفداری میں دیوانہ ہو رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ خالقیس پر فوج کشی کرنے کے بہانے دمشق پر حملہ کر دیا جائے۔ اور وہاں کی یونانی قوت کا خاتمہ ہو جائے۔

ارسطوبلوس فاتح دمشق

ارسطوبلوس ماں کے حکم سے فوراً اس مہم پر روانہ ہو گیا اور اس میں پوری طرح کامیاب ہوا۔ اس نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ اور اس سے بھی زیادہ ترقی یہ کی کہ اپنی فوج میں نہایت ہی ہر دلعزیز ہو گیا۔ اور یہ حالت ہو گئی کہ ہر سپاہی اس پر جان فدا کرنے کے لیے تیار تھا۔

ملکہ اسکندرہ کی وفات

اسکندرہ نے نو سال تک بڑی لیاقت اور کامیابی سے حکومت کی۔ اور ۷۰ قبل مسیح میں دنیا سے رخصت ہو گئی۔

ارسطوبلوس ماں کی وفات سے پہلے ہی بیت المقدس سے نکل کے چلا گیا۔ فوج جو اس کے پسینے کی جگہ خون بہانے کو تیار تھی سب طرف سے سمٹ کے اس کے ساتھ جمع ہو گئی۔ سرحد کی فوجیں بھی جس قدر آسکیں سب

دونوں بھائیوں ارسطوبلوس اور ہرقانوس میں لڑائی

اس نے اپنے پاس بلا لیں۔ اور ماں کی آنکھ بند ہوتے ہی اس لشکر عظیم کو لے کے بیت المقدس کی طرف چلا۔ فریسی فرقے والوں نے ہرقانوس ثانی کو اپنا سردار اور امام بنایا۔ ارسطوبلوس کی بیوی بچے جو شہر ہی کے اندر تھے انھیں پکڑ کے قید کر لیا۔ اور اپنا لشکر مرتب کر کے اس کے مقابلے کو چلے۔

شہر جریحو کے پاس دونوں حریف بھائیوں کا سامنا ہوا۔ مگر فوج کا زیادہ تر حصہ ارسطوبلوس کے علم کے نیچے تھا۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ ہرقانوس کی

ارسطوبلوس کی فتح | فوج کے بھی بہت سے لوگ اُس کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کے ارسطوبلوس سے جا ملے۔ جو فوج ہرقانوس کے جھنڈے کے نیچے باقی تھی وہ بھی اس قدر بددل نظر آئی کہ ہرقانوس کو لڑنے میں خطرہ ہی خطرہ نظر آیا۔ آخر بے لڑے میدان چھوڑ کے

ہرقانوس کی تاج و تخت سے دست برداری | پلٹا۔ اور قصر باریس نام اپنے ایک دیہاتی قصر تک پہونچنے پایا تھا کہ حریف بھائی نے آلیا اور وہ اُس قصر کے اندر محصور ہو گیا اور جب فلاح کی کوئی صورت نہ نظر آئی تو مجبوراً چھوٹے بھائی ارسطوبلوس کو اطلاع دی کہ میں تاج و تخت سے دست بردار ہوتا ہون۔ اور وعدہ کرتا ہون کہ جب تک زندہ ہون نہایت ہی سادگی کے ساتھ بالکل خاموشی کی زندگی بسر کرون گا اور اس کے بعد ہتھیار رکھ دیے۔

اس واقعے سے فریسی لوگون کی بڑی دلشکنی ہوئی۔ جیسے اُن کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور مجبوراً بالکل خاموش ہو کے بیٹھ رہے۔

مگر اب ایک اور ایسا سخت دشمن پیدا ہو گیا تھا جو اسمونی خاندان کے

انطی پاطور | حق میں فریسی لوگون سے بھی زیادہ مہیب و خطرناک تھا۔ انطی پاطور نام ایک شخص جو اصل میں قوم ادوم کا ایک شریف و معزز شخص تھا۔ اسکندر جانس کے مفتوح علاقہ ادوم کا صوبہ دار مقرر ہوا تھا۔ اُس نے ہرقانوس کے دل میں بڑی جگہ پیدا کر لی تھی۔ یہان تک کہ اُسے یہ اُمید پیدا ہو گئی کہ جب ہرقانوس بادشاہ ہو گا تو وہ برائے نام صاحب تاج و تخت ہو گا اصل میں اُس کے نام سے میں حکمرانی کرون گا۔ جملہ اقتدارات میرے ہاتھ میں ہون گے۔ جب ہرقانوس کو زک دے کے ارسطوبلوس فرمان روائے ارض یہود ہو گیا تو اُس کی ساری اُمیدون پر پانی پھر گیا۔

وہ ہرقانوس کو اُبھارتا ہے | ہرقانوس جب گوشہ نشینی کا عہد کر کے بیت المقدس میں

واپس آیا تو انطی پاطر نے اُسے ڈرایا کہ "آپ یہ نہ سمجھیں کہ اطمینان سے بیٹھ سکیں گے۔ ارسطو بلوس کسی نہ کسی طرح آپ کو مروا ڈالیگا۔ اور آپ اُس کے ہاتھ سے زندہ نہ بچ سکیں گے۔ اس لیے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بیت المقدس چھوڑ کے قربان روائے عرب ارطاس عـه کے پاس بھاگ جایئے۔ اور اُس سے مدد مانگیے۔ میرے صوبے ادومیا سے اُس کی سرحد ملی ہوئی ہے۔ اور اسی وجہ سے مجھ سے اُس سے دوستی ہے۔ میں اُسے آپ کا دوست بنا دوں گا۔ اور وہ جب اپنا عربوں کا زبردست لشکر لے کے آئے گا تو یہاں کے تمام فریسی بھی آپ کی طرفداری میں اُٹھ کھڑے ہوں گے اور ارسطو بلوس کے بنائے کچھ نہ بنے گی"۔

ہرقانوس اُس کے فقرے میں آگیا۔ اور بھائی سے بدعہدی کر کے ادوم سے ہوتا ہوا عرب کی طرف چلا۔ عرب کی یہ شمالی سلطنت ان دنوں

شاہ عرب ارطاس اس کی مدد پر

ایک بڑی زبردست ہو گئی تھی اور اُس کا دارالسلطنت بترا عـه ایک بہت بڑی تجارت کی منڈی تھا۔ ارطاس پچاس ہزار عربوں کے بہادر لشکر کے ساتھ اس کی کمک کو آگیا۔ ارسطو بلوس

ارسطو بلوس کو شکست

اُس کے مقابلے کو نکلا۔ مگر فاش شکست ہوئی۔ اور بھاگ کے بیت المقدس میں محصور رہا۔ اب وہاں جا کے جو دیکھا تو ساتھ والوں نے بھی رفاقت چھوڑ دی۔ مجبور ہو کے حرم مسجد اقصیٰ میں جا کے بیٹھ گیا۔ اور پھاٹک بند کروا لیے۔ اس سے مقتدایان

عـه روم و شام کی تاریخ قدیم میں تاجدار عرب ارطاس کا اکثر ذکر آیا کرتا ہے۔ یہ قربان روا شمالی عرب کا اُس سرزمین پر حاکم تھا جس میں بعد کے زمانے میں بنی غسان کے تاجداران عرب نے اپنا تخت قربان گاہ بنایا۔ غالباً یہ بنی قضاعہ کے قبیلہ تنوخ کا کوئی سردار تھا جن لوگوں نے عمالقہ سے اس ملک کو چھین کے اپنی حکومت قائم کی تھی۔ عـه شہر بترا شمالی عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک موجود تھا۔ اُن دنوں یہاں بنی لحیان آباد تھے۔ اور غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ نے حجر بنا نام مقام بھی تھا جس میں ٹھہر کے نماز ادا فرمائی اُن میں سے ایک

اور مسجد اقصیٰ مین محصور ہونا

قوم اُس کے ساتھ ہو گئے اور اُنھین نے قلعہ بند ہو کے
لڑنے کا بندوبست کیا۔ یہ بندوبست ہو ہی رہا تھا کہ ہرقانوس۔ انطی پاطور۔ اور
ارطاس تینون حملہ کرکے شہر بیت المقدس مین داخل ہو گئے۔ اور ارسطو بلوس
خاص حرم مسجد اقصیٰ کے اندر محصور ہو گیا۔

اس محاصرے مین دو خاص واقعے پیش آئے جو عجیب و غریب ہین۔

ولی ادنیاس

پہلا واقعہ یہ تھا کہ بیت المقدس مین ادنیاس نام ایک شخص رہتا تھا
جو یہود مین ایک ولی کامل اور صاحب باطن خیال کیا جاتا۔ ایک سال بارش
نہ ہوئی تھی اور قحط کے آثار نمایان تھے۔ لوگون کے کہنے سے اُس نے مینھ برسنے
کی دُعا مانگی۔ اُس کی دُعا کے ساتھ ہی ابر رحمت حرکت مین آیا۔ اور خوب پانی برسا۔
اس واقعے نے ساری قوم کو اُس کے تصرف باطن اور اُس کی دعا کے مقبول
ہونے کا یقین دلایا تھا جب یہ محاصرہ شروع ہوا تو محاصرہ کرنے والے سپاہی جو
شہر مین داخل ہو چکے تھے ادنیاس کو زبردستی ہرقانوس کے سامنے پکڑ لے گئے۔

اس کی دعا

اور کہا ہماری فتح کی دعا مانگئے۔ اس لیے کہ آپ کی دُعا مقبول ہے
اُس نے مجبور ہو کے ان الفاظ مین دُعا کی "اے پاک پروردگار! یا الہ العالمین!
اس لڑائی مین ایک طرف تیری عام مخلوق ہے اور ایک طرف تیری اُمت کے
مقتدا ہین۔ اس لیے تیری درگاہ مین میری یہ دعا ہے کہ ان دونون فریقون

اس دُعا پر اس کا مارا جانا

مین سے جس کسی کے خلاف کوئی دُعا کرے اُسے ہرگز
نہ قبول کر!" اُس کی زبان سے یہ الفاظ سُنتے ہی وہ لوگ جو اُسے پکڑ لائے تھے
نہایت ہی برافروختہ ہوے۔ غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چارون طرف
اُس پر پتھر اور ڈھیلے پڑنے لگے۔ اور یہان تک سنگسار کیا کہ وہ نیک نفس ولی
شہید ہو گیا۔

قربانی کے جانور دینے کا وعدہ اور دغا

دوسرا واقعہ یہ تھا کہ یہود کی عید فسح سر پر آگئی تھی اور حرم والون کے پاس قربانی کے لیے جانور نہ تھے۔ اس ضرورت کو دونون فریقون نے محسوس کیا۔ اور باہم معاہدہ ہو گیا کہ محاصرہ کرنے والے عید کی قربانی کیلیے محصورین کو ایک مقررہ شرح قیمت سے جانور فراہم کر دین گے۔ اس قرارداد کے مطابق حرم والون نے اپنی فصیل پر سے ٹوکریان رسّی مین باندھ کے لٹکا دین۔ اور اُنھین مین قیمت رکھ دی۔ مگر بدعہد محاصرہ کرنے والون نے ٹوکریون مین سے قیمت تو نکال لی مگر جانور نہ دیے۔ بلکہ بعض مورخ بیان کرتے ہین کہ قربانی کے جانورون کے عوض ٹوکریون مین سور کا گوشت رکھدیا۔

رومی جھنڈا دمشق مین

اب یہ محاصرہ قائم ہی تھا کہ رومی علم اقبال ارض شام مین آپہونچا۔ اور دولت رُوما کے سردار اعظم پومپے کے ایک سپہ سالار اسقورس نے آکے شہر دمشق پر قبضہ کر لیا۔ اس کا اثر چونکہ یہان کی تمام چھوٹی چھوٹی سلطنتون پر پڑا اس لیے بیت المقدس کے محصور و محاصر دونون فریقون نے رشوت کا لالچ دلا دلا کے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ ارسطوبلوس نے جو محصور تھا ۔۔۔ ٹیلنٹ

دونون بھائی رومیون کو اپنے موافق بنانا چاہتے ہین

کی مقدار ادا کرنے کا وعدہ کیا اور اتنی ہی رقم دینے کا وعدہ ہرقانوس نے بھی کیا۔ اسقورس چندروز متردد رہا کہ دونون حریف بھائیون مین سے کس کی جانبداری کرے۔ آخر اُس کے ذہن مین یہ

رومی سپہ سالار ارسطوبلوس کا طرفدار

بات آئی کہ حرم مسجد اقصیٰ کا خاص خزانہ ارسطوبلوس کے قبضے مین ہے۔ اس لیے اُس سے جو کچھ مل سکتا ہے دوسرے بھائی سے نہین مل سکتا۔ یہ سوچتے ہی فوراً ارسطوبلوس کا طرفدار ہو گیا۔ اور فرمان روائے عرب ارطاس کے پاس اس مضمون کا حکمنامہ بھیجا کہ ”بیت المقدس کا محاصرہ

ارطاس واپس گیا

چھوڑ کے فوراً اپنے ملک کو واپس جاؤ“۔ ان لون رومیون کا

اس قدر اثر تھا کہ ارطاس کو سوا اس کے کہ بے عذر اس حکم کی تعمیل کرے کوئی مفر نہ نظر آیا۔ اور محاصرہ اٹھا کے واپس چلا۔ لیکن وہ تھوڑی ہی دور جانے پایا ہوگا کہ ارسطوبلوس نے مسجد اقصیٰ سے نکل کے اس کا تعاقب کیا۔ اور اس طرح اچانک اس کے لشکر پر جا پڑا کہ سب کے ہاتھ پاؤن پھول گئے۔ اور ارسطوبلوس نے فاش شکست دے کے اس کے سارے لشکر کو سخت نقصان پہونچا دیا۔

فرمان روا سے روم پومپے دمشق مین

ان واقعات کو چند ہی روز ہوے تھے کہ خود پومپے کروفر اور رعب و داب سے دمشق مین آیا۔ اور ان اطراف کے تمام ملوک و فرمان روا نذرانے اور تحفے لے کے اس کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ تاجدار مصر نے ایک سونے کا تاج لا کے نذر کیا جس کی قیمت کا تخمینہ چار ہزار طلائی سکون کا کیا گیا۔ ارسطوبلوس نے ایک طلائی انگور کی بیل نذر کی جس کی قیمت چار سو ٹیلنٹ تھی۔ ان نذرانون کے پیش ہو جانے کے بعد پومپے کے سامنے سلطنت ارض یہودا کے دونون دعویدار بھائیون کا مقدمہ پیش ہوا۔

اس کے سامنے دونون بھائیون کا دعویٰ

پومپے نے اس مقدمے کو سال آیندہ پر ملتوی کر دیا اور وعدہ کیا کہ اس معاملے مین اس وقت کافی غور و خوض کیا جائے گا۔

دوسرے سال حسب وعدہ وہ مقدمہ پھر پیش ہوا۔ ہرقانوس کی جانب سے پیروی کے لیے انطی پاطور پہونچا۔ ارسطوبلوس کی طرف سے بھی کوئی ہوگا یا وہ خود ہو۔ مگر ایک تیسرا اسرائیلی شخص بھی آیا جو اپنی قوم کے حقوق کی نگہداشت کا دعویدار تھا۔ اس نے ان دونون یہودی بھائیون کو ملزم ٹھہرایا۔ اور کہا یہ دونون اس حق کے لیے باہم جھگڑا کر رہے ہین جو در اصل ان مین سے کسی کا بھی

دونون بھائیون کے خلاف ایک تیسرا وکیل قوم

نہین ہو۔ بلکہ وہ حق قوم کے کسی امام اور مقتدائے ملت کو ملنا چاہیے۔ یہ لوگ اپنی ایک خود مختار بادشاہی قائم کرکے زبردستی لوگون کے جان و مال پر قابض ہو گئے ہین۔ اور ایک آزاد و شریف قوم کو اپنا غلام بنا لیا ہے

کچھ فیصلہ نہ ہوا

پوپیے نے تینون دعویدارون کا بیان سُنا۔ مگر فیصلہ کچھ نہ کیا۔ وہ اور ہی تاک مین تھا۔ اور ایک اس سے زیادہ اہم

پوپیے عرب پر حملہ کرنا چاہتا ہی

معاملے پر غور کر رہا تھا۔ وہ سرزمین عرب کو اپنا مطیع فرمان بنانا چاہتا تھا۔ شہر بترا کی رونق و شوکت اور دولت مندی و تجارت کو حرص و طمع کی نگاہون سے دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ دمشق سے کوچ کرکے وہ سیدھا ارض عرب کی طرف چلا۔ اور جب وہان سے پلٹا تو ارض یہودا مین داخل ہوکے اس مقدمے کے فیصلے کا

پوپیے ارض یہودا مین

ارادہ کیا۔ ارسطوبلوس اُس کی آمد سنتے ہی ایک مضبوط پہاڑی مقام اسکندرون مین جا کے بیٹھ رہا۔ مگر جب پوپیے نے اُسے طلب کیا تو پہاڑون سے نکل کے آیا۔ اور حاضر ہو گیا۔ اس موقع پر پوپیے نے کوشش کی کہ اُس سے ایک ایسے عہدنامے پر دستخط کرا لے جس کی رو سے اُسے اپنے تمام کوہستانی قلعون اور مضبوط و مستحکم مقامون سے دست بردار ہونا پڑتا تھا۔

ارسطوبلوس کو یہ نہ گوارا ہوا کہ بے لڑے بھڑے اتنی آسانی سے پوپیے کی خواہش پوری کر دے۔ کوئی نہ کوئی موقع پیدا کرکے اُس کے پاس سے بھاگ کے بیت المقدس مین آیا۔ اور محصور ہو کے لڑنے کی تیاریان شروع کر دین۔ مگر یہان دیکھا تو یہ رنگ نظر آیا کہ شہر والون مین اختلاف ہی بہت سے لوگ پوپیے سے لڑنا نہین پسند کرتے۔ بہرحال اُسے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ آخر تک میرا ساتھ نہ دین گے اور اُن سے آخر تک ثابت قدم رہنے کی امید نہین۔ ہم وطنون سے مایوس ہو کے وہ پھر پوپیے کے پاس چلا گیا

بیت المقدس پوپیے کے حوالے کیا گیا

ایک بہت بڑی رقم لبطریق نذرانے کے پیش کی۔ اور شہر بیت المقدس بھی اپنی طرف سے اُس کے حوالے کر دیا۔

مگر اہل شہر نے پھاٹک بند کر لیے

پومپے نے اپنے سپہ سالار گوبی نیوس کو روانہ کیا کہ جا کے اس محترم شہر پر قبضہ کر لے۔ شہر والون نے جو رومی لشکر کو آتے دیکھا تو فوراً پھاٹک بند کر لیے۔ اور اُسے اندر قدم نہ رکھنے دیا۔ اس واقعے کی اطلاع پومپے کو ہوئی تو اُس نے بے تکلف ارسطوبلوس کو قید کر لیا۔ اور خود بیت المقدس

پومپے بیت المقدس میں

کی طرف چلا۔ شہر مین ہرقانوس کے طرفدار بہت تھے۔ اُنھون نے بڑے ہی جوش و خروش سے اُس کا خیر مقدم ادا کیا۔ مگر ارسطوبلوس کے سپاہی مسجد اقصیٰ پر قابض تھے۔ اُنھون نے اپنی اندرونی فصیل حرم کے پھاٹک بند کر لیے۔ جتنے مقتدا اور مذہبی سرغنا تھے سب کو حرم کے اندر لے لیا۔ اندر جانے کے جتنے راستے تھے بند کر دیے۔ اور جتنے پُل تھے توڑ دیے۔ اور پوری طرح مقابلے کی تیاریان کر لین۔

جس پہاڑی پر مسجد اقصیٰ قائم تھی وہ تین طرف سے بالکل ڈھالو تھی

حرم مسجد اقصیٰ کا محاصرہ

اور کوئی اُن اطراف سے اندر جا ہی نہ سکتا تھا فقط شمال کی طرف سے راستہ تھا۔ اُسی طرف سے پومپے نے حرم پر حملہ کر دیا۔ مگر راستہ بہت چڑھائی کا تھا۔ اور جا بجا بلند پولن پر برج بنے تھے۔ لہذا رومیون کے منتخب سپاہیون اور اُن کی بہترین فوج سے بھی مسجد اقصیٰ فتح نہ ہو سکی۔ یہ مجبوری دیکھ کے پومپے نے شہر طائر سے منجنیقین منگوائین۔ مگر اس پر بھی حرم مسجد پر کوئی زور نہ چلتا تھا۔ محاصرے کو تین مہینے ہو گئے۔ اور کامیابی کی کوئی صورت نظر نہین آتی تھی۔

اتفاقاً رومیون کو معلوم ہو گیا کہ بنی اسرائیل یوم السبت کو لڑنا گناہ

اور حرام سمجھتے ہین۔ مکابی خاندان کے حکمرانون نے ہفتے کے دن لڑنا جائز کر لیا تھا وہ بھی صرف مجبوری کی حالت تک محدود تھا۔ اور یہ قید لگی ہوئی تھی کہ اپنے بچانے اور مدافعت کے لیے ہو کسی حریف پر حملہ کرکے جانا وہ آج تک حرام سمجھتے تھے۔ پومپے نے بھی اُن کے اس دینی رواج کے مطابق حکم دے دیا کہ ہفتے کے دن لڑائی ملتوی رہا کرے۔ مگر اس سے وہ یہ فائدہ اُٹھاتا تھا کہ ہفتے کے روز رومی اپنی منجنیقون کو ڈھکیل ڈھکیل کے فصیل کے قریب پہونچا تے۔ اپنی خندقین درست اور گہری کرتے۔ اور دیگر ضرورتون سے فارغ ہوتے۔

تین مہینے کے بعد انھین کارروائیون سے ایک بُرج منہدم ہوگیا۔ اور

پومپے کا اُس پر قبضہ | رومیون نے اُسی طرف سے بڑے زور و شور کے ساتھ دھاوا کر دیا۔ آخر ایک نہایت ہی جان ستان مقابلے اور خونریز لڑائی کے بعد رومی حرم کے اندر داخل ہوئے۔ اور مسجد اقصیٰ فتح ہو گئی۔

پومپے حرم المحرم مین | اب پومپے مسجد اقصیٰ کے حرم کے اندر گھُسا۔ چارون طرف پھر کے اُس کے ہر ہر کونے اور ہر ہر حصے کو دیکھا۔ اور آخر خاص حرم المحرم کے اندر بھی گھس گیا جہان سوا مقتدائے اعظم کے کسی معمولی مقتدا اور دولت مند اسرائیلی کو بھی اندر قدم رکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ یہان اُسی یہ دیکھ کے بہت ہی تعجب ہوا کہ نہ کوئی مورت ہے نہ بُت۔ نہ تصویرین ہین نہ کوئی اور پُوجنے کی چیز۔ حرم کے بعض حصون مین اُس نے بیشمار دولت دیکھی۔ مگر کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔ بلکہ حکم دے دیا کہ "بس ہو چکا۔ اب رومی سپاہی

حرمت حرم کا پاس | اس محترم و مقدس حرم کو اپنے قدمون سے ناپاک نہ کرین۔" یون اُس کے حکم سے تمام رومی باہر نکل گئے۔ اور ہرقانوس کو اُس نے امام بنایا۔ مگر امامت کے ساتھ شاہی تاج اُس کو نہین دیا گیا۔

ہرقانوس شاہ ارض یہودا

اس کے بعد پومپئے نے سالانہ خراج کی رقم تشخیص کی شہر بیت المقدس کی شہر پناہ منہدم کرادی۔ اور صرف ارض یہودا کو ہرقانوس کے حوالے کر کے چلا گیا۔ لیکن ارسطوبولوس اور اس کے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کو زنجیروں میں جکڑ کے اپنے ساتھ روم میں لے گیا جہاں اس کے جلوس داخلہ کے ساتھ وہ ذلت و اسیری کی حالت میں روم کی سڑکوں پر نکالے اور تشہیر کرائے گئے۔

پومپئے کو بے ادبی کی سزا

پومپئے نے اگرچہ مسجد اقصیٰ کے خزانے کو یا حرم کے قیمتی مال و اسباب میں سے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا تھا مگر اس کی یہ حرکت کہ خاص حرم الحرم کے اندر در آتا چلا گیا تمام اسرائیلیوں کے دل میں کھٹک رہی تھی۔ اب شام سے واپس جاتے ہی اس کا زوال شروع ہوا تو وہ اس کی ناکامی کے واقعات کو بڑی خوشی سے سنتے۔ اور انھیں یقین تھا کہ اس کے زوال کا باعث

جولیس قیصر یہود کا طرفدار

اس کی یہی گستاخی تھی جو اس نے حرم اقدس کے ساتھ کی اب اسرائیلی جولیس قیصر کے طرفدار تھے۔ اور اسی وجہ سے انھیں بہت سے حقوق بھی مل گئے۔

ارسطوبلوس کا بیٹا اسکندر

ارسطوبلوس کا بیٹا اسکندر جو ارض یہودا میں موجود تھا شجاعت و جوانمردی میں وہ بھی اپنے باپ کی نظیر تھا۔ چنانچہ اس نے آہستہ آہستہ ایک فوج جمع کر لی۔ اور یکایک حملہ کر کے یلاونشائروس۔ ہرقانیہ اور اسکندرون پر قبضہ کر لیا۔ ہرقانوس سے جب خود کچھ بناتے نہ بنی تو رومیوں سے فریاد کی۔ فوراً اگابی نیوس فوج لے کے اس کی کمک پر آ گیا جس نے آتے ہی اسکندر کو شکست دیدی۔ اور شہر اسکندرون میں اسے گھیر لیا۔ اسکندر کی ماں رومیوں کی طرفدار تھی۔ اور دربار روم میں کچھ اثر رکھتی تھی۔ اس نے کہہ سن کے اپنے بیٹے اسکندر کا قصور معاف کرا دیا۔ اور رومی سپہ سالار نے وعدہ کیا کہ اگر

وہ شہر حوالے کر دے تو اُس کی خطا دربار روم سے معاف کرا دی جائے گی۔

ارسطوبلوس کی رہائی اور پھر اسیر ہونا

ادھر یہ معاہدہ ہوا اور اُدھر ارسطوبلوس اور اُس کا چھوٹا بیٹا جو روم مین گرفتار تھے کسی تدبیر سے بھاگ آئے۔ اور آتے ہی اپنے اثر سے ارض یہودا مین بغاوت کرا دی۔ لیکن مقابلے پر اکیلا بھائی نہ تھا بلکہ رومی بھی تھے۔ اور اُن سے پیش پانا دشوار تھا۔ لڑائی مین ارسطوبلوس زخمی ہو کے گرا اور گرفتار کر لیا گیا۔ اور فوراً پھر زنجیرون مین جکڑ کے روم بھیج دیا گیا۔ اب کی مرتبہ اُس کی بیوی نے پھر اپنے اثر سے کام لے کے دربار روم مین پیروی شروع کی۔ اور رومی سینٹ (پارلیمنٹ) کی منظوری سے اپنے بیٹے انطی غونوس کو آزاد کرا لیا۔ مگر ارسطوبلوس قید ہی رہا۔

حکومت ارض یہودا رومی جنرل گابی نوس کے ہاتھ مین

اب ارض یہودا کی حکومت رومی سپہ سالار گابی نوس کے ہاتھ مین تھی۔ اُس نے یہان کا نظم و نسق اور طرز حکومت بالکل بدل دیا۔ ہرقانوس قوم کا امام بے شک تھا مگر اب امور حکومت سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ گابی نوس نے پانچ مقامات مین جدا جدا

مجالس صنہادرین

صنہادرین کی پانچ مجلسین قائم کر دین جو اسرائیلیون کے تمام قومی جھگڑون کا فیصلہ کیا کرین۔ ایک بیت المقدس مین تھی۔ دوسری جریشو مین۔ تیسری غدارہ مین۔ چوتھی اماتھوس مین۔ اور پانچوین سفوریس مین۔ یہود کی یہ قومی مجلس جو مجلس صنہادرین کہلاتی اسیری بابل کے زمانے سے قائم تھی جس مین اکثر ممبر ہوا کرتے۔ اور مدت ہائے دراز سے وہی اُن کی عدالت تھی۔ یہ طرز حکومت ایک زمانے تک قائم رہا۔ یہان تک کہ جولیس قیصر نے ہرقانوس کو شاہی اختیارات عطا کر دیے۔

پھر اسکندر کا زور

پھر انگابی نوس نے ارض یہود مین یہ انتظامات کر کے

مصر کی جانب توجہ کی۔ اُس طرف روانہ ہی ہوا تھا کہ یکایک اسکندر نے میدان خالی دیکھتے ہی پھر علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور جو تھوڑے سے رومی اس سرزمین مین چھوڑ دیے گئے تھے اُنھین ہر طرف سے ہٹا کے کوہ جرزیم مین محصور کر لیا۔ گابی نوس یہ خبر سُنتے ہی پلٹ پڑا۔ اور اسکندر اُس کے مقابلے کو اسّی ہزار اسرائیلیون کی جمعیت کے ساتھ بڑھا۔ مگر یہ رومیون کے عروج اقبال کا زمانہ تھا۔ ہر طرف اُن کی پامردی و نبرد آزمائی کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ بہادر سے بہادر سپاہی اُن کے خوف سے کانپتے اور اُن کے نام سے ڈرتے تھے۔ اسکندر کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ گابی نوس نے اسرائیلیون کے اس زبردست قومی لشکر کو بھی شکست

اور پھر شکست

دے دی۔ اور اسکندر شکست کھا کے اُفتان وخیزان بھاگا۔

جس رومی سردار نے یہود کو ستایا اُس کا پھل ضرور پایا

مگر یہ عجیب بات ہے کہ یہودی تو کبھی کامیاب نہین ہوئے مگر رومیون مین سے جس کسی نے اُن پر مظالم کیے اور اُنھین ستایا اُسے گھر جاتے ہی خود اپنی قوم کے ہاتھ سے اُس ظلم کا بدلہ مل گیا۔ پومپے نے حرم مین گستاخی کی تھی وطن جاتے ہی بد اقبالی کے کرشمے دیکھنے لگا۔ اسی طرح گابی نوس اسرائیلیون کو تہ و بالا کر کے روم مین گیا تو وہان اُس پر کچھ ایسے الزامات عائد کیے گئے کہ جلاوطن کر دیا گیا۔ اور ایسے ہی متعدد واقعات بعد بھی پیش آئے۔

اس خانہ جنگی کے دور مین ارض یہودا کی قسمت بھی آس پاس کے دیگر صوبون کی طرح تغیر پذیر رہتی۔ اور برابر "کل یوم ہو فی شان" کی حالت آیا کرتی۔

روم کے جھگڑے

اب عظیم الشان دولت روم مین جھگڑے بپا تھے۔

پوَمپے چاہتا تھا کہ قومی آزادی اور جمہوری سلطنت قائم رہے - اور اُس کا حریف پولیوس قیصر (جولیس سیزر) چاہتا تھا کہ سارے رومیون کو اپنا غلام بنا کے شہنشاہ بن جائے - قیصر نے جو رومۃ الکبریٰ پر قابض ہو چکا تھا ارسطوبلوس کے نام حکم بھیجا کہ اپنے ملک کے تمام لوگون کو میرا طرفدار بناؤ - اُس نے اس کی تعمیل کی - مگر یہان پوَمپے کے بھی بہت سے طرفدار موجود تھے - اُنھون نے کسی تدبیر سے ارسطوبلوس کو زہر دے کے مار ڈالا - اُدھر اسقی پیو (سی پیو) سپہ سالار روم نے اُس کے جوانمرد بیٹے اسکندر کو علی الاعلان پھانسی پر لٹکا کے مار ڈالا -

انطی پاطور رومیون کا خیر خواہ

نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہرقانوس بے خرخشہ ارض یہوداکا فرمان روا ہو گیا - مگر اس کی طرف سے دراصل انطی پاطور حکومت کر رہا تھا - یا یون کہنا چاہیے کہ اصلی مالک تاج و تخت وہی تھا - انطی پاطور نے رومیون کو بہت مدد دی - اور اُس کے صلے مین اُسے دربار روم سے وہی حقوق عطا کر دیے گئے جو خاص رومی نژاد لوگون کو حاصل تھے - اور وہ ارض یہوداکا پروکیوریٹر یعنی کلکٹر مقرر کر دیا گیا - اور ہرقانوس جو اپنی قوم کی امامت سے معزول کر دیا گیا تھا - پھر بنی اسرائیل کا امام مقرر ہوا - اب ہرقانوس

اُس کے بیٹے فسائل اور ہیروڈ

اور انطی پاطور دونون کو سب سے بڑی یہ فکر تھی کہ بیت المقدس کی فصیل پھر قائم کی جائے - اور انطی پاطور نے اپنے ایک بیٹے فسائل کو بیت المقدس کا اور دوسرے بیٹے ہیروڈ کو ارض جلیل کا حاکم مقرر کر دیا - اور گویا پوری سلطنت ارض یہودا کا سیاہ و سفید سب اُسی کے ہاتھ مین تھا -

ہیروڈ حاکم ارض جلیل

ہیروڈ نے ارض جلیل کی حکومت اپنے ہاتھ مین لیتے ہی لوگون پر سختی شروع کر دی - اور نہایت ہی آزادی و بے باکی سے

فرمان روائی کرنے لگا۔ ڈاکوؤن کی ایک جماعت کو مع اُس کے سردار حزقیا
کے پکڑ لیا۔ اور سب کو بلا تامل قتل کر ڈالا۔ لوگون نے جا کے اُس کی شکایت
ہرقانوس سے کی۔ اور کہا کہ قتل کی سزا دینا صرف مجلس صنہادرین کا کام ہے۔ اور
ہرودؔ کو اسکا حق حاصل نہ تھا۔ مگر اُس نے خلاف قانون بغیر مجلس کی منظوری
حاصل کیے اُن لوگون کو قتل کی سزا دے دی۔ اس بنیاد پر وہ جواب دہی
کے لیے مجلس صنہادرین مین بلایا گیا۔ ہرودؔ یہان آیا تو مگر آداب مجلس کے
خلاف ہتھیار لگائے اور زرہ بکتر سے آراستہ اجلاس مین چلا گیا۔ مگر ارکان
مجلس عموماً اُس سے اس قدر خائف تھے کہ کسی صاحب کو اُس سے کچھ پوچھنے کی
جرأت نہ ہوئی۔ اُس کی سپہگرانہ آن بان کا سب پر بے حد رعب پڑ رہا تھا۔
صرف ایک رُکن نے دل مضبوط کر کے دو ایک سوال کیے۔ یہ رنگ دیکھ کے
ہرقانوس نے مقدمہ ملتوی کر دیا۔ اور ہرودؔ کے پاس خفیہ طور پر کہلا بھیجا
"آپ چپکے سے کھسک جائیے۔ آیندہ جو کچھ پیش آئے گا مین دیکھ لون گا"

ہرودؔ دمشق مین — ہرودؔ یہان سے بھاگ کے دمشق مین پہونچا۔ اور رومی حاکم
شام سکس طوس قیصر سے ملا۔ اُس نے اُس کی بڑی عزت اور نہایت قدر و
منزلت کی۔ اور اُسے مصر کی ملکہ کلیوپٹرا کے لشکر کا افسر مقرر کر دیا۔ یون ایک

بیت المقدس پر اُس کا حملہ اور واپسی — زبردست فوج کو اپنے تحت تصرف مین لا کے
وہ جوش و خروش کے ساتھ بیت المقدس کی طرف چلا کہ اُس قدیم شہر پر قبضہ
کر لے۔ لیکن اُس کا باپ انتطی پاطر یہان موجود تھا۔ اُس نے اس حرکت
سے منع کیا۔ اور اُس کا خیال کر کے وہ واپس چلا گیا۔

قاسیوس رومی حاکم شام — اتنے مین سکس طوس حاکم شام مر گیا اور اُس کے
عہدے پر قاسیوس مقرر ہوا۔ یہ رومی سردار نہایت ہی حریص طامع تھا۔

مال و دولت کے لالچ میں اُس نے ارض یہودا کو نہایت سخت نقصان

اُس کا ارض یہودا کو لُوٹنا

پہونچا دیا۔ اُس نے اس سرزمین کو اس قدر لُوٹا اور اتنا روپیہ طلب کیا کہ بہت سے گاؤن کی پوری کی پوری آبادی غلامون

انطی پاطور کی موت

کی طرح بازار مین بیچ ڈالی گئی تاکہ قاسیوس کی حرص پوری ہو۔ اس لوٹ مار کے دوران مین مالیخوس نام ایک یہودی نے جو قاسیوس کا مددگار تھا انطی پاطور کو زہر دیکے مروا ڈالا۔ ہیرودؔ فوراً باپ کا انتقام لینے کے درپے ہوا۔ اُس وقت تو خاموش ہو رہا۔ مگر کچھ دنون کے بعد اُسے پکڑ لیا۔ اور فوراً

ارسطوبلوس کا دوسرا بیٹا انطی غونس

قتل کر ڈالا۔ اس زمانے مین ارسطوبلوس کا دوسرا بیٹا انطی غونس اُٹھ کھڑا ہوا کہ اپنے باپ کے حماد کہ علاقۂ ارض جلیل پر قابض ہو جائے مگر ہیرودؔ نے مقابلہ کر کے اُسے شکست دیدی۔ اب ۱۱۳ قبل محمد مین میدان فلپی کی لڑائی مین دولت روم کے باہمی جھگڑون کا فیصلہ ہو چکا تھا۔

فرمان روائے روم انطونی اور ہیرودؔ کے تعلقات

مارک انطونی چونکہ اس لڑائی مین کامیاب ہوا تھا اور سلطنت روم کا عنصر اعظم وہی تھا اس لیے ہیرودؔ نے اُس کی خدمت مین بہت سا روپیہ نذر کیا۔ اور اپنی طرف سے اظہار اطاعت مین کسی قسم کی کمی نہین کی۔

انطونی بھی اُس پر مہربان تھا۔ اس کے معاوضے مین اُس نے ہیرودؔ اور فضائل دونون بھائیون کو ارض یہودا کا گورنر مقرر کر دیا۔ یہودیون کے موافق کئی احکام جاری کیے۔ اور اُن اسرائیلیون کو آزاد کر دیا جو قاسیوس کی زیادتیون کی وجہ سے لونڈی غلام بنا لیے گئے تھے۔

اہل فارس کا غلبہ

اسی اثنا مین ناگہان علاقۂ کوئل سیریا یعنی اضلاع ارض یہودا متعلقۂ شام پر فارس والون نے قبضہ کر لیا۔ انطی غونس کو موقع

وہ انطی غونس کے حامی بنے ہاتھ آیا۔ جا کے اُن کا شریک ہو گیا۔ اور وعدہ کیا کہ اگر تم مجھے یہاں کا بادشاہ بنا دو تو ایک ہزار ٹیلنٹ سونا اور پانچ سو بیوہ عورتیں تمھاری نذر کروں گا"

انطی غونس اور ہرقانوس کے باہمی جھگڑے انطی غونس کو اس میں ایک حد تک کامیابی ہوئی اور حاکم کی حیثیت سے بیت المقدس میں داخل ہوا۔ شہر میں بہت سی جماعتیں تھیں جو عید کی وجہ سے چاروں طرف سے آ کے جمع ہو گئی تھیں۔ اُن میں اختلاف بڑھا اور آپس میں تلوار چلنے لگی۔ انطی غونس مسجد اقصیٰ پر قابض تھا۔ اور ہرقانوس شہر اور عمارتوں پر۔ روز لڑائیاں ہوتیں۔ اور گلیوں کی تمام مہریوں میں خون بہا کرتا۔ آخر **سپہ سالار فارس حکم بنا گیا** باہمی خونریزی سے عاجز آ کے دونوں فریقوں نے فارس کی فوج کے سپہ سالار کو حکم قرار دے دیا کہ وہ جو فیصلہ کر دے اُس پر عمل کیا جائے فسائل اور ہرقانوس دونوں اس غرض کے لیے اُس کے پاس گئے۔ ان سے وہ بہت ہی اخلاق سے ملا۔ اور کوشش کی کہ ہیرودڈ بھی آ جائے۔ لیکن **ہیرودڈ کا اُس کے فریب سے بچنا** اُس کی باتیں سُن کے اور اُس کی حرکات دیکھ کے فسائل کو کچھ کھٹکا ہو گیا۔ چنانچہ اُس نے ہیرودڈ کے پاس کہلا بھیجا کہ تم ہرگز نہ آنا۔ اس اندیشے سے ہیرودڈ اپنے محل کی تمام عورتوں اور لڑکوں بالوں کو لیکے مقام مصعدہ میں چلا گیا جو نہایت ہی مضبوط قلعہ تھا۔ اور اپنے بھائی یوسف کی حمایت میں سب کو وہاں چھوڑ کے ارض عرب اور مصر ہوتا ہوا روتہ الکبریٰ میں پہونچ گیا۔

ہرقانوس اور فسائل کی گرفتاری ہیرودڈ کے جاتے ہی سپہ سالار فارس نے اُن دونوں فریقوں کو جو اُس سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کو آئے تھے

یعنی ہرقانوس اور فساتل کو قید کر لیا - ہرقانوس کے اُس نے دونون کان کاٹ
لیے تاکہ پھر کبھی یہود کا امام نہ مقرر ہو سکے - بنی اسرائیل مین قربانی کے بکرے
کی طرح امام کے لیے شرط تھی کہ ناک کان نہ کٹے ہون - اور سب اعضا موجود ہون -
اس کے بعد اُس نے چالاکی سے فسائل کے قتل کرنے کا بھی ارادہ کیا مگر اُس نے

انطی غونس شاہ یہودا

قبل اس کے کہ قاتل کا وار پڑے خود ہی اپنا سر دیوار سے
توڑ کے خودکشی کر لی - آخرکار فارس والون کی مدد سے انطی غونس بادشاہ ہو گیا
اور گو کہ اہل فارس اُس کی دوستی کا دم بھرتے تھے مگر تمام شہر اور گاؤن لوٹ لیے

ارسطوبلوس کی طرفداری مین ہیروڈ کی کوشش

ہیروڈ کو رومۃ الکبریٰ مین پہونچ کے بڑی کامیابی
ہوئی - وہان وہ اسکندر کے بیٹے ارسطوبلوس کی تخت
نشینی کی کوشش کر رہا تھا جس کی مان ہرقانوس کی بیٹی اسکندرہ تھی - اور اسی
بنیاد پر وہ ارسطوبلوس اور ہرقانوس دونون کا وارث اور دونون کے

اور خود ہیروڈ کا بادشاہ قرار پاتا

حقوق کا دعویدار تھا - لیکن دونون فرمان رواؤن
اغسطوس اور انطونی دونون نے ارسطوبلوس کو تاج و تخت سے محروم کر کے
خود ہیروڈ کو ارض یہودا کا بادشاہ تسلیم کر لیا - یون اسرائیلی تاج و دیہیم حاصل
کر کے وہ روم سے روانہ ہوا - اور ارض یہودا کے ساحلی شہر طولمیس
مین جہاز سے اُترا -

اُس کے آنے کے وقت شہر مصعدہ جہان وہ اپنی بی بی بچون کو چھوڑ گیا
تھا محصور تھا - یہ سنتے ہی ہیروڈ نے جھٹ پٹ تھوڑی سی فوج جمع کی - کچھ رومی
سپاہی ساتھ لیے - اور بھائی کی مدد پہ چل کھڑا ہوا - محاصرہ کرنے والون کو
شکست دیکے بھگایا - اور بھائی اور اہل و عیال کو وہین چھوڑ کے بیت المقدس
کی طرف چلا - لیکن رومی سپاہی ساتھ چھوڑ کے چلے گئے - اور خود اُس کے پاس

کافی فوج نہ تھی۔ اس لیے بیت المقدس کا ارادہ ترک کر کے سماریہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور ارض جلیل اور شمالی اضلاع ارض یہودا پر قبضہ کر کے اپنا تسلط جمانے لگا۔ وہاں بدنظمی کے باعث بے انتہا ڈاکو پیدا ہو گئے تھے جو سارے ملک کو علانیہ لُوٹ رہے تھے۔ ہیرودؔ نے اُن سب کی قرار واقعی سرکوبی کی۔ اور انتظام خوب درست کر لیا۔

بیت المقدس پر حملہ اور ناکامی

دوسرے سال وہ بیت المقدس کی طرف چلا۔ یہودی فوج کے علاوہ رومی فوج بھی اُس کے ساتھ تھی۔ لیکن حملہ آوروں کی تعداد پھر بھی اتنی کم تھی کہ جاتے ہی شکست ہو گئی۔ اور شکست سے زیادہ خرابی یہ ہوئی کہ رومی سپاہیوں نے اپنی ناکامی کا بخار اُن اسرائیلیوں پر نکالا۔ جو ہیرودؔ کے ساتھ لڑنے کو گئے تھے۔ اس کی شکایت لے کے ہیرودؔ حاکم روم انطونی کے پاس پہونچا جو اُن دنوں شہر سموسطہ کا محاصرہ کیے پڑا تھا۔

ارسطوبلوس کی بہن مریم سے ہیرودؔ کی شادی

اب دولت روم سے مدد لے کے اُس نے پھر بیت المقدس پر حملہ کیا۔ اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کے دوران ہی میں فوج کو محاصرے پر چھوڑ کے وہ شہر سماریہ میں چلا آیا۔ اور ارسطوبلوس کی بہن مریم سے شادی کر لی۔ یوں اسموئی خاندان کی ایک شاہزادی کو اپنی دُولھن بنا کے قوم کی نظر میں بھی اپنے آپ کو سلطنت کا مستحق بنایا۔ اور بیت المقدس میں واپس آ کے محاصرے اور حملہ کی کارروائی زیادہ مستعدی سے شروع کی تاکہ شہر کو جلد ہی فتح کر کے تاج شاہی اپنے سر پر رکھے۔

اور بیت المقدس پر اُس کا قبضہ

اب بیت المقدس کو محصور ہوئے چھ مہینے ہو چکے تھے۔ اور قحط کی وجہ سے اہل شہر میں برداشت کی طاقت نہیں رہی تھی۔ سب نے مجبور ہو کے ہتھیار ڈال دیے۔ اور پناہ مانگی۔ اس موقع پر رومی سپاہیوں نے

اپنی گزشتہ ناکامی کا بہت سخت انتقام لینا چاہا۔ لیکن ہیروڈ نے اُن کو ایسی کسی دستبرد سے روکا۔ بلکہ اس کا خاص اہتمام کیا کہ کوئی رومی سپاہی مسجد اقصیٰ کے حرم کے اندر قدم نہ رکھے۔ اِسے خواہ چالاکی کہیئے یا دینی حمیت۔ مگر ایسی کارروائی تھی کہ وہ اسرائیلیون مین نہایت ہی ہردلعزیز ہوگیا۔ اور جب کبھی موقع ہوتا قوم کو اپنا یہ دینی احسان جتا کے اپنے موافق بنا لیا کرتا۔

انطی غونس کا قتل جب شہر فتح ہوگیا۔ اور حامی وطن سپاہیون نے ہتھیار ڈال دیے تو انطی غونس کوئی مفر نہ دیکھ کے خود ہی رومی کیمپ مین چلا گیا۔ اور اپنے آپ کو عساکر روم کے جنرل سوسیوس کے حوالے کر دیا۔ لیکن اس لڑائی مین اُس سے ایسی کمزوری اور بزدلی ظاہر ہوئی تھی کہ سوسیوس نے اُسے صورت دیکھتے ہی بجاے انطی غونس کے انطی غونہ کہہ کے خطاب کیا۔ یعنی اُسے عورت کہہ کے پکارا۔ اور پھر زنجیرون مین جکڑ کے انطونی کے پاس بھیجدیا جہان ہیروڈ کی مرضی کے مطابق ایک نہایت ہی ذلیل شخص کی طرح اُس جلاد کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ جو بہت ہی ادنیٰ درجے کے ذلیل وخوار مجرمون کو قتل کیا کرتا تھا۔

انطی غونس کے بعد پھر کوئی حریف باقی نہ تھا اور ہیروڈ نہایت ہی خوش تدبیری سے ارض یہودا پر حکومت کرنے لگا۔

اسمونی خاندان کے فرمانرواؤں کی فہرست

نمبر شمار	نام	مدت سلطنت	سنہ جلوس		سنہ اختتام سلطنت	
			قبل محمدؐ	قبل مسیح	قبل محمدؐ	قبل مسیح
(۱)	یہوداہ مکابی	۶ سال	سنہ ۷۳۸	سنہ ۱۶۷	سنہ ۷۳۲	سنہ ۱۶۱
۲	یوناثان	۱۸ سال	سنہ ۷۳۲	سنہ ۱۶۱	سنہ ۷۱۴	سنہ ۱۴۳
۳	شمعون	۸ سال	سنہ ۷۱۴	سنہ ۱۴۳	سنہ ۷۰۶	سنہ ۱۳۵
۴	ہرقانوس اول	۲۹ سال	سنہ ۷۰۶	سنہ ۱۳۵	سنہ ۶۷۷	سنہ ۱۰۶
۵	ارسطوبلوس اول	۱ سال	سنہ ۶۷۷	سنہ ۱۰۶	سنہ ۶۷۶	سنہ ۱۰۵
۶	اسکندر جانوس	۲۷ سال	سنہ ۶۷۶	سنہ ۱۰۵	سنہ ۶۴۹	سنہ ۷۸
۷	اسکندرا	۹ سال	سنہ ۶۴۹	سنہ ۷۸	سنہ ۶۴۰	سنہ ۶۹
۸	ہرقانوس ثانی	چند ماہ	سنہ ۶۴۰	سنہ ۶۹	سنہ ۶۴۰	سنہ ۶۹
۹	ارسطوبلوس ثانی	۶ سال	سنہ ۶۴۰	سنہ ۶۹	سنہ ۶۳۴	سنہ ۶۳
۱۰	ہرقانوس ثانی (بار دوم)	۲۳ سال	سنہ ۶۳۴	سنہ ۶۳	سنہ ۶۱۱	سنہ ۴۰
۱۱	انطی غونس	۳ سال	سنہ ۶۱۱	سنہ ۴۰	سنہ ۶۰۸	سنہ ۳۷
۱۲	ہیروڈ	۴۱ سال	سنہ ۶۰۸	سنہ ۳۷	سنہ ۵۶۷	سنہ ۴

شجرۂ خاندان اسمونی یا مکابی

باب دوازدہم[12]

ہروڈ شاہ ارض یہودا کا عہد

ہروڈ کے زمانے کے اہم واقعات - اسی عہد مین حضرت مسیح پیدا ہوئے - ہروڈ کے کارنامے - قحط زدون کی امداد - قلمرو ارض یہودا کی توسیع - ملکہ کلیو پٹرہ سے ہروڈ نے فائدہ اٹھایا - شہر قیساریہ آباد ہوا - اُس مین رومیون کے آباد کرنے کی مصلحت - بیت المقدس مین تھیٹر - یہود کی ہروڈ سے بدگمانی - اس ناراضی کا انجام - مسجد اقصیٰ کی تعمیر - بیت المقدس کی اُس عہد کی شان و شوکت - قدیم اور جدید حالت کا مقابلہ - موجودہ شہر بیت المقدس کی تصویر - پہلی فصیل - دوسری فصیل - تیسری اور قدیم فصیل - شہر کے چار حصے - اُس کے برج - انطونیا - خاص مسجد اقصیٰ کی حالت - بیرونی عمارت - اُس کے پھاٹک اور اُس کا صحن - درمیان کا بلند حصۂ مسجد - اندرونی عمارت کے پھاٹک - اندرونی صحن - قربان گاہ اور دہلیز طلاکاری - خاص عبادت کدہ اور اُس کی آب و تاب - ہروڈ کے محل مین سازشین - حضرت عیسیٰ کی ولادت - ہروڈ کی موت -

ہروڈ کے زمانے کے اہم واقعات

ہروڈ کے زمانے سے ارض مقدس کی تاریخ مین ایک جدید تغیر شروع ہوا - اول تو یہی تغیر کیا کم تھا کہ ایسا شخص یہودیت کا بادشاہ ہوا جس نے رومیون کی خوشنودی حاصل کر کے اپنے قومی مرکز کی رونق دوبالا کرنے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا - علاوہ برین ہروڈ نے قدیم اسمونی خاندان کا خاتمہ کر دیا - اور سلطنت کا تاج اپنے سر پر رکھ کے ایک نئے شاہی خاندان کی بنا ڈالی جس کا پہلا اور زبردست بلکہ یون کہنا چاہیے کہ اکیلا رُکن خود وہی تھا - مگر نہین اُس کے عہد مین سب سے بڑا انقلاب جسے انقلاب عالم کہنا چاہیے اور جو بنا کو قیامت تک یاد رہے گا اسی مقام کا نام ستاریہ قرار پایا تھا

اسی عہد میں حضرت مسیح پیدا ہوئے

آخر زمانے میں حضرت مسیحؑ پیدا ہوے جن کی ولادت دنیا میں ہمیشہ کے لیے ایک زندہ یادگار رہے گی۔

اِس یہودی نامور بادشاہ کا زمانہ ایک مبارک اور قومی اقبال مندی کا زمانہ خیال کیا گیا ہے۔ اگرچہ ابتدا ہی میں ایک ایسا زلزلہ آیا کہ ۳۰۰۰۰ جانیں عذاب الٰہی کی نذر ہو گیئں۔ پھر اُس کے بعد ہی ایسا سخت قحط پڑا جس میں خدا کی یہ مقبول و منتخب قوم فاقے کرنے لگی۔ مگر اِن آسمانی بلاؤں کا مقابلہ

ہیروڈ کے کارنامے

ہیروڈ نے بڑی فیاضی اور مستقل مزاجی سے کیا۔ زلزلے نے جن مکانوں کو منہدم کر دیا تھا اُن کی جگہ اُس نے ارض یہودا میں ایسی عالی شان اور سربفلک عمارتیں قائم کرا دیں کہ دولت روم بھی اس یہودی فرمانروا کی دولت مندی کو حیرت و استعجاب کی نگاہوں سے دیکھنے لگی صرف عمارتیں ہی نہیں بلکہ اس اسرائیلی تاجدار نے ارض فلسطین کے جغرافیے میں

قحط زدوں کی امداد

عظیم الشان شہر قیساریہ (قیصریہ) بڑھا دیا جس کا اس سے پیشتر نام و نشان بھی نہ تھا۔ قحط کی مضرتوں سے بچانے کے لیے ہیروڈ نے ملکِ مصر سے غلہ منگوا منگوا کے اپنی ہم قوم رعایا کی پرورش کی۔ کہتے ہیں کہ خاص ارض یہودا میں پچاس ہزار جانیں صرف ہیروڈ کی خبرگیری اور مخبری سے بچیں۔ ہیروڈ نے یہی نہیں کیا کہ اپنی رعایا کو موت اور فاقے کے پنجے سے بچا لیا بلکہ یہودی اور نیز ملک شام کے دیگر سرحدی کاشتکاروں کو آیندہ موسم کی تخم ریزی کے لیے بھی غلہ دیا۔

قلمرو ارض یہودا کی توسیع

فلسطین کی حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے چند ہی روز بعد اُس نے اپنی قلمرو کے وسیع کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

ہر چہار طرف دولت روم کے مورچے قائم تھے

اور رومی شان و شوکت اپنے جوانی کے عروج پر تھی۔ انھین کی گود مین بیٹھ کے پاؤن پھیلانا اور اپنی سلطنت کے بڑھانے کی کوشش کرنا کوئی آسان اور معمولی عقل کا کام نہ تھا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ رومیون کی باضابطہ فوجون کے مقابلے مین صف آرا ہونا۔ ہیروڈ اور اس کی قوم کی قوت سے باہر تھا۔ مگر ہان دانائی و حکمت عملی سے۔ اور قیصر روم کو خوش کر کے مطلب نکالا جا سکتا تھا۔ چنانچہ یہی تدابیر تھے جن کو وہ کام مین لایا۔ اور اس مین شک نہین کہ بہت ہی اچھی طرح کام مین لایا۔

ملکۂ کلیوپٹرہ سے بھی ہیروڈ نے فائدہ اُٹھایا اسی زمانے مین مصر کی مشہور ملکہ کلیوپٹرہ اور رومی نامور سردار انطونی کی عشق بازیون کا بازار گرم تھا۔ کلیوپٹرہ دولت روم پر اپنی زلف گرہگیر کی کمند پھینک چکی تھی۔ جس کی وجہ سے مختلف قسم کی پیچیدگیان پیدا ہو گئی تھیں ... ملک و قوم ... [illegible]

بالاک و حسن فروش ملکہ کی جادو نگاہی نے انطونی کو اپنا ... مخالف بنا دیا تھا۔ قیصر روم کے دل مین جگہ پیدا ... ون سے پہلا فائدہ یہ حاصل کیا کہ شام کے تمام ... نیز مصر سے وابستہ تھے اپنے قبضے مین کر لیے۔ اور ... (ہیفہ) سماریہ۔ یافہ۔ غزہ وغیرہ مشہور اور آباد ... ومت مین شامل ہو گئین۔ اور گو آزادی و ... [illegible] حاصل تھی۔ مگر قریب قریب اُتنا ہی ملک ایک یہودی فرمانروا کے تابع فرمان تھا جتنا کہ کبھی پہلے رہ چکا تھا۔ ان مین سے سماریہ کو ہیروڈ نے خوب آباد کیا۔ اور قدیم سماری الاصل یہودیون

عہ شہر سماریہ کی نسبت ہم صفحہ ۱۲۳ مین لکھ آئے ہین کہ تالاب بنا دیا گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے باقی ماندہ اہل سماریہ اپنے شہر کے قریب ہی کسی اور جگہ جا کے آباد ہو گئے اور اب اُسی مقام کا نام سماریہ قرار پایا تھا

کے ساتھ اُس مین چند اپنے سپاہی بھی بسا دیے - مگر سب سے بڑا کام قیساریہ کا آباد کرنا تھا - یہ شہر اسی مسترد شدہ زمین پر بحیرۂ روم کے کنارے کئی مصلحتون سے آباد کیا گیا تھا - خود قیصر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اُس کا نام قیصر رکھدیا گیا - جو عربون کے زمانے مین قیساریہ ہوگیا - مگر اصل مین ایسا نام رکھنے مین اُس کا یہ مقصد تھا کہ اس شہر کے ساتھ تمام مسترد شدہ سرزمین کی ہمیشہ کے لیے یا کم از کم دولت روم کے اقتدار کے زمانے تک یہودیون یا فرمان رواے بیت المقدس کے نام پر رجسٹری ہوجائے - ہیروڈ کی عقلمندی نے

شہر قیساریہ آباد ہوا

اس مین رومیون کے آباد کرنے کی مصلحت

اسی ضمن مین اس شہر کی تعمیر سے ایک اور فائدہ بھی اُٹھایا - وہ یہ کہ قوم یہود ایک عجیب خود سر و سرکش قوم تھی - تباہ و برباد ہوگئے تھے - سلطنت و شان و شوکت سب چیزین مٹ چکی تھین - مگر خود رائی و سرتابی مین کسی طرح فرق نہ آتا تھا - اپنی قوم مین بھی وہ کبھی کسی حکمران کو زیادہ مدت تک نہین پسند کرتے تھے - ادنیٰ ادنیٰ باتون پر آئے دن جھگڑے پیدا ہوتے اور بغاوت و سرتابی کا بازار روز گرم رہتا - اس فساد کی بیخ کنی کے لیے ہیروڈ نے صرف یہی نہین کیا کہ اپنے نو آباد اور خوبصورت شہر کو قیصر روم کے نام سے نامزد کردیا بلکہ یونانیون اور رومیون کو لاکے اس مین بسایا - اور خاص یہودیون کے حلقے مین بُت پرستون کی ایک کالونی آباد کردی - تاکہ اس غیر قوم اور دولت روم کے اُن وکیلون کا یہودیون پر دباؤ پڑے - اور ذرا ذرا سی بات پر سر اُٹھانے سے باز آجائین - قیساریہ مین اُنھین لوگون کے مذاق کے مطابق یونان کے قدیم اُلمپک کھیلون کے لیے عمدہ ایمفی تھیٹر اور دیگر قسم کے گانے بجانے کے معمولی

ناٹک قائم کیے گئے۔ جن سے رومیون پر ہیروڈ کی دوستی و یکجہتی کا بہت اچھا اثر پڑا۔ اور قیصر کو اُس کے ساتھ اور زیادہ ہمدردی ہو گئی۔

مگر یہ یونانی و رومی مشاغل اور اُن کی قومی دلچسپیان اِن دونون عام قومون کے مذاق مین داخل ہو گئی تھین چنانچہ خود بیت المقدس بھی اُن سے مستثنیٰ نہ رہ سکا۔ ہیرود کے رومی مذاق نے خانۂ خدا کے پڑوس مین بھی ایمفی تھیٹر اور ناٹک قائم کرا دیے۔ اور جس جگہ لوگ خداوند واحد ذوالجلال کی عبادت کرتے تھے اس کے برابر ہی کھیل تماشے شروع ہو گئے۔ ورزشون اور کثرتون کا رواج ہوا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تعمیر کیے ہوئے شہر مین بُت پرستون کے اس وحشیانہ مذاق کا سمان بھی نظر آنے لگا کہ آدمیون پر وحشی درندے چھوڑے جاتے۔ اور اسرائیلی اُمرا بیٹھ کے یہ ظالمانہ تماشہ دیکھتے۔

بیت المقدس مین تھیٹر

ان پولیٹیکل کارروائیون سے ہیروڈ نے اپنی زندگی مین اگرچہ بہت کچھ فائدہ اُٹھایا۔ مگر انھین باتون نے انجام مین ارض یہود اور خاص اُس کے خاندان کو نقصان بھی پہونچا دیا۔ یہ بُرا نتیجہ تو اُس کی زندگی ہی مین ظاہر ہو گیا کہ قوم یہود جو اس وقت دنیا کی تمام قومون سے زیادہ موحدانہ خیالات رکھتی تھی اُس کی طرف سے بدظن ہو گئی۔ یہودیون مین عموماً یہ خیال پھیل گیا کہ ہیروڈ فقط دکھانے کے لیے اپنے آپ کو ملت اسرائیلی اور شریعت موسوی کا پابند ثابت کرتا ہے مگر حقیقت مین بُت پرست ہو گیا ہے دل سے رومیون کا ہم عقیدہ ہے۔ اور چاہتا ہے کہ آہستہ آہستہ رومیون کے مذہب کو اولاد اسرائیل اور ارض مقدس مین پھیلا دے۔ یہودیون مین یہ خیالات عموماً پھیل گئے۔ اور ہیروڈ کو چند روز تک سخت تردد مین

یہود کی ہیروڈ سے بدگمانی

مبتلا رہنا پڑا۔

اس ناراضی کا انجام

اگرہیرو ڈ کی زندگی بھر اُس کی حکمت عملی اس عام ناراضی کو دباسے رہی۔ لیکن اُس کی آنکھ بند ہونے کے بعد اُس کے خاندان والون نے اس کا سخت خمیازہ اُٹھایا۔ اور اسی چیز نے رُومیون اور یہودیون مین تعصب کی آگ بھڑکا دی۔ دونون ایک دوسرے کی توہین پر آمادہ ہو گئے۔ اور چند ہی روز بعد خانۂ خدا کو بخت نصر کے زمانے سے بھی بدتر زمانہ

مسجد اقصیٰ کی تعمیر

دیکھنا پڑا۔ اپنی قوم کے راضی و مطمئن کرنے کے لیے ہیرو ڈ نے جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ خانۂ خدا کو از سر نو تعمیر کیا۔ گذشتہ پانچ سو برس کے انقلاب نے اس عمارت مین بہت کچھ تغیرات پیدا کر دیے تھے۔ جو عمارت بابل سے واپس آنے کے بعد زروبابل کے ہاتھ سے تعمیر ہوئی تھی اُس کو ہیرو ڈ نے منہدم کر کے نئے سرے سے بنوایا اور ایسی خوبصورتی و عمدگی سے تعمیر کیا کہ یہودیون کے دل اُس کی دینی مستعدی و سرگرمی کے قائل ہو گئے۔ اس تعمیر نے ہیرو ڈ کی وقعت اسرائیلیون مین بہت بڑھا دی اور وہ ایک بڑا کامیاب بادشاہ تسلیم کیا جانے لگا۔

بیت المقدس کی اُس عہد کی شان و شوکت

اب شہر بیت المقدس کی رونق ہمیشہ سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اور رفیع الحال وہ ہر عہد سے زیادہ مضبوط اور خوبصورت شہر تھا۔ عالی شان معبد الٰہی اور ہیرو ڈ کے خوبصورت محلون اور برجون کے گرد و پیش چھ لاکھ سے زیادہ مخلوق الٰہی آباد تھی۔ حرم کے صحنون مین ہر وقت بھیڑ لگی رہتی۔ قربان گاہ مین ہر گھڑی قربانیان ہوتی نظر آتین۔ اور اس رسم کے ادا کرنے کے لیے اضلاع اور گانون سے ہر روز ہزارہا نئے آدمی شہر مین آیا کرتے تھے۔

ث کا مقابلہ | حضرت سلیمان کے زمانے مین یہ مسجد اقصیٰ جیسی تھی
...یر ہم دکھا چکے ہین۔ اب ضرورت ہو کہ اس عہد کی تصویر بھی
...ادین تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ زمانے کے بڑھ آنے یا قومون کے باہمی
...ل سے اُس زمانے کے مقابل ان دونون یہان کی رونق کس قدر
...ہ ہو گئی تھی۔ مسجد اقصیٰ ہی نہین مناسب ہو گا کہ پورے شہر کی ایک
...لی تصویر دکھا دی جاے۔ صرف اسی طرح یہ نظر آسکتا ہو کہ ہرو ڈ کی کوشش
نے یہودیون کے قومی اور مذہبی مرکز کو کیا سے کیا بنا دیا تھا۔

ہرو ڈ کے شہر بیت المقدس کی تصویر | اِن دونون بیت المقدس کے گرد تین دیوارین تھین
اس طریقے سے نہین کہ ایک دیوار کے اندر دوسری دیوار واقع ہو اور تینون
دیوارین تہ در تہ پورے رقبے کا محاصرہ کرتی چلی گئی ہون۔ نہین بلکہ ہر دیوار
ایک خاص حصۂ شہر کو گھیرے ہوے تھی۔ شہر مختلف حصون مین تقسیم ہو گیا
تھا۔ اور ہر حصے کی حفاظت کا سامان جداگانہ دیوارون اور قلعہ بندیون
سے کیا گیا تھا۔ پہلی قدیم آبادی جو صیہون پر تھی اب بلندی شہر کے نام
سے نامزد تھی۔

موریا کی پہاڑی جس پر مسجد اقصیٰ قائم تھی وہ بھی اُسی قدیم آبادی مین
شامل کر لی گئی تھی۔ محلۂ اکرہ یعنی شہر کا نشیبی حصہ جو حضرت سلیمان ابن داؤد
علیہ السلام کے زمانے مین موریا مین شامل تھا اب جدا کر کے ایک مستقل شہر
کی طرح مضبوط و محفوظ کر لیا گیا تھا۔ موریا اور اکرہ کے درمیان مین جو چھوٹی سی
گھاٹی تھی اور جس نے قدیم زمانے مین اِن دونون محلون کو جدا رکھا تھا
اب وہ پاٹ پاٹ کے برابر کر دی گئی تھی۔ اکرہ ہی کی جانب مسجد کا رخ
تھا۔ اور اُس کے سامنے مسجد اقصیٰ کی عالی شان و دلپذیر اپنا جلوہ

دکھائی تھی۔ جنوب کی طرف ایک نالہ بہا تھا جو صیہون یعنی بلندی شہر کو شیبی
محاون سے جدا کرتا تھا۔ یہ نالہ شہر کے درمیان میں دور تک بہتا چلا گیا تھا۔
اور اکثر سڑکون اور راستون کو جا بجا قطع کرتا تھا۔ لیکن خوبصورت پلون سے
اکثر جگہ دونون جانب کے راستے ملتے تھے۔ اور بعض بعض جگہ مکانون کی دیوارین
بھی اس نالے کو پاٹ کے اُس کے اوپر سے گذرتی چلی گئی تھین۔

پہلی فصیل | جنوب مین بسیطہ یعنے نئے شہر کی آبادی پھیلی ہوئی تھی اور بیرونی
پاس سے پہلی دیوار اسی حصۂ شہر کا محاصرہ کرتی تھی۔ یہ دیوار کسی قدر
کم زور تھی۔ اگرپاسے اعظم نے جو ہیرودؔ کے خاندان سے تھا اُس کے
مضبوط کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر رومی مانع ہوئے۔ اور اُس عہد کے
یہودی مورخ یوسفوس کا بیان ہے کہ اگر یہ دیوارین جاتی تو غیر ممکن تھا کہ
کوئی اس شہر کو فتح کر سکے۔ ایک عالی شان برج کے پاس سے جو ہپّی قوس
کا برج کہلاتا تھا اور کوہ صیہون کے انتہائی کونے پر قائم تھا یہ بیرونی
دیوار شروع ہوئی تھی۔ اور مذکورہ نالے پر سے گذر کے سفینہ کے برج
تک چلی گئی تھی۔ اور قدرون کے پاس عین مسجد اقصیٰ کے نیچے پُرانی یا
اندرونی دیوار سے مل گئی تھی۔

دوسری فصیل | دوسری دیوار شہر کے باب الجنہ سے شروع ہو کے انطونیا
کے شمالی اور جنوبی کونے سے جا ملی تھی۔ انطونیا بیت المقدس مین
رومیون کے بنائے ہوئے قلعے کا نام تھا جس مین خود ہیرودؔ رہتا تھا اور
وہ معبد الٰہی کے شمالی و مغربی کونے پر واقع تھا۔ اُس کے اور بسیطہ کے
درمیان مین ایک بڑی کھائی تھی جو انطونیا اور مسجد اقصیٰ دونون کے شمالی پہلو
تیسری اور قدیم فصیل | کی حفاظت کرتی تھی۔ باب الجنہ سے پُرانی دیوار مین واقع تھا

جو صیہون کی دیوار کہلاتی تھی۔ یہ دیوار حرم کی جنوبی و مغربی ڈیوڑھی سے شروع ہو کے نالے کے کنارے کنارے چلی گئی تھی۔ اور چکر کھاتی ہوئی آ کے حرم کی مشرقی ڈیوڑھی سے مل گئی تھی۔

شہر کے چار حصے | اس طریقے سے شہر کے چار حصے تھے۔ اور ہر حصہ اُسی وقت فتح ہو سکتا تھا جب اُس کے محاصرہ کا جداگانہ اہتمام کیا جائے۔ پہلی دیوار پر قبضہ ہو جانے سے فقط بیسطہ فتح ہو سکتا تھا اور باقی شہر کی حفاظت انطونیا اور دوسری دیوار سے بخوبی ہو سکتی تھی۔ حریف اگر دوسری دیوار پر بھی قبضہ کر لے تو اور تھوڑا سا حصۂ شہر اُس کے قبضے میں آ جاتا مگر انطونیا مسجد اقصیٰ۔ اور صیہون اُسی قوت سے مقابلے کرنے کو تیار رہتے۔

اُس کے برج | ان دیواروں پر جابجا نہایت ہی مضبوط اور عالی شان برج بنے ہوئے تھے۔ ہر برج ۳۵ فٹ چوڑا اور اسی قدر بلند تھا۔ اُنکی بلندیوں پر عمدہ اور مسلح کمرے تھے۔ اور اُن پر بھی بالاخانے تھے۔ جہاں جابجا حوض بنا دیئے گئے تھے۔ اور اُن میں اتنا پانی بھر لیا جا سکتا کہ مہینوں کام آتا۔ اس طرح کے ۹۰ برج پہلی دیوار میں چودہ دوسری میں اور ۶۰ تیسری میں تھے۔ ایک برج سے دوسرے برج تک ۳۵۰ فٹ کا فاصلہ تھا۔ اور اسی حساب سے کل دیواروں کا رقبہ کچھ اوپر چار میل کا تھا۔ سب سے عالی شان برج سفینہ تھا۔ یہ برج ½۱۲۲ فٹ بلند تھا۔ اور ساری ارض یہود اُس کے نیچے پھیلی اور کھلی نظر آتی تھی۔

انھیں برجوں میں ملے ہوئے وہ برج نظر آتے تھے جو مختلف عالی شان عمارتوں خصوصاً شاہی قصروں پر قائم تھے۔ وہ برج شہر پناہ کے برجوں سے بھی زیادہ مضبوط اور عالی شان تھے۔ اُن کے نیچے فوج کے رہنے کے لیے

مضبوط بارکین بنائی گئی تھین۔ اور ہر بارک مین ایک سو سپچھونے تھے۔

انطونیا | انطونیا کا قلعہ سب سے الگ ایک ٹیلے پر قائم تھا۔ اور ۹۰ فٹ بلند تھا۔ اور مسجد اقصیٰ کی ڈیوڑھی سے اس قلعے مین آنے کے لیے زینے بنے ہوے تھے۔

خاص مسجد اقصیٰ کی حالت | مگر اُن سب سے زیادہ شاندار اور رفیع الشان خدا کا گھر یعنی قدیم مسجد اقصیٰ تھی جس کی عمارت مین خوبصورتی و تقدس کے علاوہ مضبوطی کو بھی بہت دخل تھا۔ حضرت سلیمان کے زمانے کے مقابل اب ہرودؔ کی تعمیر کے بعد اُس کا رقبہ بہت بڑھ گیا تھا۔ اس لیے کہ قدیم چھوٹے سے خانۂ خدا کے عوض اب یہ عبادت کدۂ توحید پورے ایک فرلانگ کے مربع قطعۂ زمین کو اپنے دامن کے نیچے دبائے ہوئے تھا۔ اسکی تعمیر مین اتنے اتنے بڑے پتھر لگائے گئے تھے کہ اُسی زمانے مین نہین آج بھی اُن پتھرون کو دیکھ کے حیرت ہوتی ہے۔ کہ کہان سے لائے اور کیونکر لگائے گئے ہون گے۔ بعض پتھر ۷۰ فٹ سے بھی زیادہ لمبے تھے۔

بیرونی عمارت | یون سمجھیے کہ نہایت ہی مضبوط بنیاد پر ایک دوہری عمارت بڑی ہی شاندار ی سے چارون طرف پھیلتی چلی گئی تھی۔ جو جنوب کی طرف جا کے تہری ہو گئی تھی۔ اندر نہایت صفائی سے ترشے ہوے اکڈال اور نہایت خوبصورت ۱۶۲ ستون تھے۔ اس مربع عمارت مین مشرق اور شمال کی طرف ایک ایک۔ جنوب مین دو۔ اور مغرب مین چار۔ کل آٹھ پھاٹک

اُس کے پھاٹک | تھے۔ اِن پھاٹکون مین سے ایک انطونیا کو۔ ایک سے شہر کو۔ اور ایک سے نشیبی باغون کو راستہ گیا تھا۔ درمیان کے کھلے ہوے صحن مین سنگ مرمر کا منقش فرش تھا۔ اور یہ صحن پتھر کا ایک خوبصورت

اور اُس کا صحن

کٹہرہ لگا کے دو حصون مین تقسیم کر دیا گیا تھا جو آگے پیچھے واقع تھے۔ پہلے حصۂ صحن تک غیر قوم کے لوگ خصوصاً رومی جا سکتے تھے۔ اور بعد والا صرف اسرائیلیون کے لیے مخصوص تھا۔ اس سنگی کٹہرے کے ساتھ ہی ساتھ کھلی فضا مین ستونون کی ایک قطار چلی گئی تھی۔ جن پر عبرانی۔ یونانی۔ اور لاطینی زبانون مین کندہ تھا کہ "یہ کیسباادب کا مقام ہے! اور کوئی شخص چاہے کسی قوم کا ہو خبردار بغیر طہارت کے آگے قدم بڑھانے کی جرأت نہ کرے!"

درمیان کا بلند حصۂ مسجد

اس صحن سے آگے بڑھیے تو زمین اس قدر بلند ہو گئی تھی کہ جانے والے کو چودہ[۱۴] زینے چڑھنا پڑتے۔ یہ زینے بڑی خوبصورتی کے ساتھ پورے رقبے کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھے۔ اور اُن پر چڑھ کے اندر والا

اندرونی عمارت کے پھاٹک

سب سے مقدس صحن ملتا۔ اس صحن کے احاطے کی دیوار باہر سے تو ۷۰ فٹ بلند نظر آتی تھی اندر سے جا کے دیکھیے تو صرف ۴۳ فٹ رہ جاتی۔ اس لیکن اندر والے صحن مین مغرب کی طرف تو کوئی پھاٹک نہ تھا۔ مگر شمال وجنوب مین چار چار اور مشرق مین دو پھاٹک تھے۔ جن کی مجموعی تعداد دس تھی۔ ہر طرف کے پھاٹکون مین سے ایک ایک اسرائیلیہ عورتون کے لیے مخصوص تھا۔ اندر والے اِن دس پھاٹکون مین سے نَو نہایت ہی آراستہ و پیراستہ تھے۔ اور بڑی دولت مندی کے ساتھ مطلاّ و مذہب کیے گئے تھے۔ ہر پھاٹک کے پٹ ۴۵ فٹ لمبے اور اُس کے نصف چوڑے تھے۔ اُن پر نیچے سے اُوپر تک سونا چڑھا ہوا تھا۔ اور اُن کے دونون پہلوؤن مین کمرے تھے۔ اور ہر پھاٹک بجائے خود ایک عالی شان بُرج نظر آتا تھا جس کی رفعت ۷۰ فٹ سے کم نہ تھی۔ خصوصاً اُن مین سے وہ

دروازہ نہایت ہی خوشنما تھا جو خوبصورت دروازہ کہلاتا تھا۔ اُس کے پٹ پیتل کے تھے ہ۷ فٹ لمبے تھے۔ اور اُس کی عمارت مجموعی طور پر ۸۷½ فٹ بلند تھی۔ اسکندریہ کے باپ نے ان پھاٹکوں پر سونے چاندی کی چادریں چڑھوادی تھیں۔ اِن پھاٹکوں کے اندر داخل ہو کے جو مربع عمارت چاروں طرف پھیلی نظر آتی تھی وہ خوشنمائی و دلکشی میں بیرونی عمارت سے بدرجہا زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اس کے ستون اگرچہ کسی قدر پست اور چھوٹے تھے مگر سب نہایت ہی نازک تھے اور ایک ہی سانچے کے ڈھلے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اس اندرونی صحن کا ایک خاص حصہ عورتوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا جس سے آگے قدم بڑھانے کی وہ جرأت نہ کر سکتی تھیں۔

اندرونی صحن

یہ مقدس مربع صحن بھی دو حصوں پر منقسم تھا۔ ایک تو وہ جو عام اسرائیلیوں کے لیے تھا۔ اور دوسرا وہ جس میں احبار اور مقتدایان اُمت کے سوا کسی کو بھی قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک پست سی مُنڈیر صحن کے اِن دونوں حصوں کو جدا کیے ہوئے تھی۔ اس منڈیر کے پاس بڑی برجی قربانگاہ تھی جس کے پاس پہونچتے ہی معبد الٰہی کی محترم عمارت نظر کے سامنے ہوجاتی۔ اور اُس کی اِدھر کی رُوکار جس پر اُوپر سے نیچے تک سونا چڑھا ہوا تھا اپنی آب و تاب سے نظر کو خیرہ کرنے لگتی۔ اسی جگہ پر ایک بڑی بھاری دہلیز قائم تھی۔ جو معبد سے بھی زیادہ چوڑی تھی۔ اور اس دہلیز کے سلسلے میں ایک اور مربع عمارت چاروں طرف پھیلتی چلی گئی تھی۔ اس دہلیز کی بلند محراب ۱۳۲½ فٹ بلند تھی۔ اور اُس کے سامنے کے رُخ پر بھی اُوپر سے نیچے تک سونا چڑھا ہوا تھا۔ اس دہلیز کی محراب کے اندر پٹ نہ تھے

قربان گاہ اور دہلیز

چنانچہ اُس کے اندر سے مسجد اقصیٰ کا جلوہ ہر وقت نظر آتا رہتا۔ مسجد کا خاص

طلاکاری

سُنہرا پھاٹک عین اس کی محاذاۃ مین واقع تھا۔ اور اُس پھاٹک
پر سونے کی موٹی چادر چڑھی ہوئی تھی۔ اور اُسی پھاٹک پر وہ مشہور طلائی
انگور آویزان تھے جن کا اُن دنون بہت شہرہ تھا۔ اور روز بروز اُن کی تعداد
بڑھتی ہی جاتی تھی۔ اس لیے کہ لوگ تقرب الٰہی اور حصول ثواب کی نیت سے
دولت صرف کر کے اس قسم کی طلائی انگور بنوا بنوا کے حرم پر چڑھاتے اور
وہ فوراً اُس پھاٹک مین آویزان کرا دیے جاتے۔ دہلیز کی محراب اور اُس
کے پھاٹک کا سونا ایک دوسرے پر اپنی ضو ڈال کے درمیانی صحن مین
عجب عالم نور پیدا کرتا رہتا تھا۔

خاص عبادت کدہ اور اُس کی آب و تاب

اسی پھاٹک کے اندر خاص عبادت کدہ تھا۔
اور اُس کا رقبہ آج بھی اتنا ہی تھا جتنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے
عہد مین تھا۔ اور اُس کے خزانے مین وہی دولت اور وہی قیمتی چیزین آج
بھی موجود تھین جو اُس زمانے مین تھین۔ یہ سنگ مرمر کی عمارت جو ہر
طرف سے مطلا و مذہب تھی بالکل ایسی نظر آتی تھی کہ جیسے برف کے پہاڑ
کو سنہرے کپڑے پہنا دیے گئے ہین۔ آفتاب کوہ زیتون کے پیچھے سے
طلوع کر کے جب اپنی کرنین اس مقدس اور عالیشان عمارت
پر ڈالتا تو زائرین کی آنکھین خیرہ ہو جاتین۔ اور کیا عجب کہ اکثر لوگون
کو یہان بھی اُس جلوے کا دھوکا ہو جاتا ہو جو حضرت موسیٰ کو طور پر
نظر آیا تھا۔ ممکن نہ تھا کہ یہ شان و شوکت لوگون کو حیرت مین نہ ڈال
دیتی۔ یہودی تو یہودی رومی بھی یہان آ کے اور اسرائیلیون کے خدای
واحد کا جلوہ دیکھ کے اپنے دیوتاؤن کو بھول جاتے تھے۔

الغرض یہ رونق تھی جو ہیروڈ کی ہمت اور اس کی فیاضی نے قائم کر دی تھی اور ساری قوم کو اپنا گرویدۂ احسان بنا لیا تھا۔ اور جس کی وجہ سے دولت روم ودولت روم کو بھی ہیروڈ کی شوکت و حشمت کا بہت کچھ اعتراف کرنا پڑا۔

ہیروڈ کے محل کی سازشیں

لیکن باوجود ان سب کامیابیوں کے ہیروڈ کی محل کی سازشوں اور حرم سرا کی بے انتظامیوں نے اس کی نیکنامی پر بہت کچھ خاک ڈال دی۔ وہ بہت ہی اچھا بادشاہ ہوتا اگر اس کے محل میں مختلف اغراض اور خیالات کی بیبیاں نہ جمع ہوتیں۔ اور وہ ان کے بس میں نہ ہوتا۔ انھیں عورتوں کی وجہ سے روز ایک نیا جھگڑا پیدا ہوتا۔ اور اس کے بیچ میں بڑے بڑے مظالم ہو جاتے۔ اس کے دس محل تھے۔ اور ہر محل والی اپنے بیٹوں کی طرفداری میں فتنہ و فساد پیدا کرتی رہتی۔ یہاں تک کہ انھیں عورتوں کی نفسانیت کی وجہ سے خود ہیروڈ کے بیٹے اس کے مظالم کی فریاد لے کے دربار روم میں پہنچے۔ جہاں بار بار شکایتیں پیش ہوتیں اور سب لوگوں کو ماننا پڑتا کہ ہیروڈ اپنے بیٹوں پر ظلم کرتا ہے۔ ہیروڈ کے

حضرت عیسیٰ کی ولادت

آخر عہد میں حضرت مسیح پیدا ہوئے جن کی ولادت کے ساتھ ہی مذہب مسیحی کی بنیاد پڑی۔ مسیحی لوگ ہیروڈ کے دامن پر یہ دھبہ بھی لگاتے ہیں کہ فقط حضرت مسیحؑ کی جان لینے کے خیال سے اس نے بیت اللحم میں بہت سے معصوم بچوں کے گلوں پر چھری پھیر دی۔ مگر موجودہ اناجیل کے سوا عہد قدیم کی یہودی اور رومی دونوں تاریخیں اس واقعے کے بیان سے خالی ہیں۔

ہیروڈ کی موت

حضرت مسیح کی ولادت کے چند ہی روز بعد ہیروڈ کی زندگی کا چراغ گل

ہو گیا وہ سنہ ۳۷ قبل مسیح میں تخت پر بیٹھا تھا۔ اور سنہ ۴ قبل مسیح میں دنیا سے رخصت ہو گیا جبکہ حضرت مسیح تو تقریباً ۴ سال کے ہو چکے تھے گو عیسوی سال سنہ ۱ سے شروع تھا۔ اُس نے ۳۳ سال حکومت کی۔ اور یہودا کا آخری فرمانروا تھا جس کے ساتھ ہی تاج و تخت اور دولت اقبال نے اسرائیلیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔

باب سیزدہم

ارض یہودا پر رومیوں کا تسلط اور اسرائیلی حکومت کا خاتمہ

ہیرودؔ کی وصیت۔ بیت المقدس پر والی شام کا قبضہ۔ ہیرودؔ کا بیٹا ارخلاؤس۔ اُس کا بھائی انطی پاس۔ ارخلاؤس کی نالائقی۔ اور تخت سے معزولی۔ ارض یہودا پر دولت روم کا قبضہ۔ محصول شماری۔ اُس کے ارکان سلطنت کی ترتیب کیفیت کے شرائط۔ ابطلاس کی وضع۔ اس مجلس اور رومی والی کے متنازعہ اقتدارات۔ پہلا رومی کلکٹر قوپونیوس۔ دوسرا اور تیسرا رومی کلکٹر۔ طبریاس قیصر روم۔ پونطیوس پلاطس رومی کلکٹر۔ بیت المقدس رومی کلکٹر کا موسمی مستقر قرار پایا۔ رومی عقابی جھنڈا بیت المقدس میں۔ یہود پر اس کا اثر۔ رومی جھنڈے کی واپسی۔ حضرت مسیح تبلیغ کرتے ہیں۔ پونطیوس معزول ہوا۔ لبطلوس بیت المقدس میں۔ اُس کی مہربانیاں۔ قالی غلہ قیصر روم۔ اگرپا کی سرگذشت۔ اُس کی حکومت ارض یہودا۔ قیصر روم دیوتا بنتا ہے۔ ہیکل سلیمانی میں اس کی مورت رکھنے کی تجویز۔ مصری یہودیوں کی نیابت روم میں۔ اُن کا قتل عام۔ حرم میں مورت قائم کرنے کی کوشش۔ یہودیوں کا

ف موجودہ سنہ میں چار سال کی غلطی ہے۔ لاعلمی سے اس سنہ کا حساب اس وقت شروع کر دیا گیا جبکہ حضرت مسیح کو پیدا ہوئے چار سال ہو چکے تھے۔ یہ غلطی آج تک چلی جاتی ہے۔

جوش توحید۔ نبطوریتیوس کو مجبوراً توقف کرنا پڑا۔ قالی غلا کی برہمی۔ اگریپا پر اُس کی عنایت۔ اور اُس کی موت۔ قلاؤدیوس قیصر روم۔ اگریپا پر اُس کی مہربانی۔ اگریپا کی خوبیاں۔ اُس کی موت پر رومیوں کی خوشی۔ یہودی حکومت کا خاتمہ۔

ہروڈ کی وصیت ہروڈ کے بیٹوں میں ملک کے لیے جھگڑا ہوا۔ ایک وصیت نامے کے ذریعے سے وہ اپنی ساری قلمرو کئی بیٹوں میں تقسیم کر گیا تھا۔ لیکن اُس وصیت کے خلاف شام کے رومی والی ملک واروس نے چاہا کہ ہروڈ کے ورثہ کو تاج و تخت سے محروم کر کے اُس کی مملکت کو دولت روم کی قلمرو میں شامل کر لے۔ اِن مختلف واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو متوفی بادشاہ یہود ہروڈ کا بیٹا ارکالیوس اپنے خاندانی جھگڑے لے کے روم میں پہونچا۔ اور دوسری طرف واروس نے بڑھ کے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ اور ہروڈ کا

بیت المقدس پر والی شام کا قبضہ کُل خزانہ اور اُس کا محل اُس کے تصرف میں آگیا۔

یہودیوں کو یہ بات گوارا نہ ہوئی کہ ایک بت پرست رومی خانۂ خدا پر حکومت کرے۔ اور انبیاے سلف کا پرانا مقدس وطن اور اُن کی محترم خوابگاہیں مشرکوں کے قدم سے ناپاک ہوں۔ فوراً بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔

یہود کی برہمی اور بہادر اسرائیلیوں نے فوجی لشکر مرتب کر کے جا بجا تاخت و تاراج اور قتل و خون کا بازار گرم کر دیا۔ واروس آنے کو تو یروشلیم میں چلا آیا۔ مگر شہر میں داخل ہوتے ہی اُسے عزت سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ اور اضلاع کے یہودیوں نے ایسی شورش مچادی کہ اُسے گھر سے نکلنا مشکل تھا۔

جس وقت بیت المقدس پر طوائف الملوکی حکومت کر رہی تھی اور واروس بے دست و پا تھا ارکالیوس اور ہروڈ کے دیگر ورثہ کا دعویٰ دربار روم کے سامنے پیش ہوا۔ مقدمہ چل ہی رہا تھا کہ مشرق سے خبر آئی جس ملک کے لیے

پیروی ہو رہی ہے وہ اب دولت روم کے قبضے ہی میں نہیں۔ اور وارُوس اسرائیلیوں کے نرغے میں گھرا ہوا ہے۔ مگر اغسطوس قیصر نے اس خبر کی مطلق پروانہ کی۔ اور ہیروڈ کے وصیت نامے کے مطابق فیصلہ کر دیا۔ اب بیت المقدس کی یہ حالت تھی کہ وارُوس اپنی جان بچاکے بھاگ گیا تھا۔ اور قوم کے باہمی جھگڑوں اور رنزاعوں۔ اور بیرونی ڈاکوؤں کی لُوٹ مار کی وجہ سے خانۂ

ارکالیوس | خدا کے زیر سایہ رہنے والے پریشان و وحشت زدہ ہو رہے تھے کہ یکایک ارکالیوس ۵۶۷ قبل محمد میں یعنی سنہ عیسوی کے شروع ہونے سے دو سال پہلے اور ولادت مسیح کے دو سال بعد شاہانہ ٹھاٹھ سے آکر ارض یہودا کے ساحل پر اُترا۔ اور بڑھ کے بیت المقدس پر قابض ہو گیا۔

ہیروڈ نے اپنے وصیت نامے کی رُو سے دیگر ازواج کی اولاد کو محروم کر کے فقط اپنی سماریہ والی بی بی ملتاس کی اولاد پر ملک کو تقسیم کیا تھا۔ اُن میں سے ارکالیوس خاص ارض یہودا اور علاقۂ سماریہ وغیرہ کا مالک ہوا۔

اُس کا بھائی انطی پاس | اور اضلاع جلیل اور دیگر ساحلی بلاد دوسرے بیٹے ہیروڈ انطی پاس کے سپرد ہوئے۔

انطی پاس نے تو ایک مدت تک حکومت کی۔ مگر ارکالیوس جس کا مرکز

ارکالیوس کی نالائقی | فرمانروائی خاص شہر بیت المقدس تھا کچھ ایسا نالائق اور جابر و ظالم ثابت ہوا کہ اُس نے خود اپنے ہاتھ سے بہت ہی جلد اپنی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ رعایا اور خود اُس کے عزیزوں کی مظلومی کی آواز روم میں پہونچی۔ اور اُسے تخت پر بیٹھے نو ہی برس ہوئے تھے کہ ایک دن جبکہ وہ جشن

اور تخت سے معزولی | طرب میں بیٹھا لطف اُٹھا رہا تھا یکایک سے حکم ملا کہ فوراً دربار روم میں حاضر ہو۔ کمزور بادشاہ میں سرتابی یا تامل کی مجال نہ تھی۔ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔

اور رُوم کی راہ لی - وہاں اُس کے پہونچنے سے پہلے ہی مدعی اپنا کام کر چکے تھے - نتیجہ یہ ہوا کہ ارکالیوس روم مین داخل ہوتے ہی گرفتار کر کے بسزاے

ارض یہودا پر دولت روم کا قبضہ

جلا وطنی ارض گالیا (فرانس) کے علاقے مین بھیجدیا گیا - اور ارض یہودا دولت روم کا ایک چھوٹا صوبہ بنا لی گئی -

اس واقعے سے یہودیون کی حالت مین ایک انقلاب عظیم ہو گیا - قومی حکومت نہایت ہی خموشی کے ساتھ بغیر کسی مزاحمت کے اُن کے ہاتھ سے نکل گئی - اس انقلاب سے یقیناً بڑے بڑے فساد پیدا ہوتے اور سخت خونریزی ہوتی - مگر رومیون کی حکمرانی ایسی حکمت عملی کے ساتھ تھی کہ یہودیون کا جوش دل ہی مین پارہ گیا اور سب کو بے عذر بت پرستون کے جوے کے نیچے سر جھکا دینا پڑا -

مجلس صنہادرین

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین بنی اسرائیل مین ایک نامعلوم زمانے سے ایک خاص قسم کی کونسل چلی آتی تھی جو دارالقضا کی شان رکھتی تھی - یہ کونسل بادشاہ یا حکمران کی ماتحتی مین ہر قسم کی قومی نزاعون کا تصفیہ کیا کرتی - اس کونسل کے ارکان صنہادرین کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے -

اس کے ارکان

جن کی تعداد (۷۱) ہوتی - اس کونسل کے لیے کچھ ارکان تو احبار یعنی علماے یہود مین سے - کچھ بنی لاوی مین سے جو خاندانی طور پر مقتدائی کے لیے مخصوص ہو گئے تھے - اور کچھ عام قسم کے سربرآوردگان قوم مین سے منتخب کر لیے جاتے - اپنی عظمت اپنا گذشتہ وقار و تقدس قائم رکھنے کے لیے یہ کونسل اپنے اجلاس مین بہت سے مقررہ آداب کا لحاظ رکھتی تھی - قوم کا سب سے بڑا مقتدا یعنی امام کونسل کا میر مجلس ہوتا - اور ناسی کے لقب سے یاد کیا جاتا - وہ اپنا امامت کا تاج اور خلعت پہن کے

نشست کی ترتیب عین وسط میں بیٹھتا۔ اُس کے داہنے ہاتھ پر ابوالدین (دین کا باپ) بیٹھتا جس کی حیثیت اس مجلس میں وائس پریذیڈنٹ کی ہوتی۔ اور اس کے بائیں ہاتھ پر حبر یعنی سب سے بڑا ماہر شریعت یا فقیہ بیٹھتا۔

رکنیت کے شرائط اس باوقعت کونسل کے لیے جو لوگ ممبر منتخب کیے جاتے اُنکے لیے لازمی تھا کہ مذہبی آدمی ہوں۔ فنون اور مختلف زبانوں میں کامل دستگاہ رکھتے ہوں۔ علم طب۔ حساب۔ ہیئات۔ اور نجوم میں بھی اُنھیں تبحر حاصل ہو۔ اُن میں کوئی جسمانی عیب و نقصان نہ ہو۔ نہ بالکل نوعمر ہوں نہ پیر فانی۔ جادو طلسم اور بت پرستی کے رسوم و عقائد سے بھی خوب واقف ہوں۔ اس لیے کہ بغیر واقفیت کے اِن چیزوں سے احتراز نہیں کیا جا سکتا۔ اور سب کے آخر میں یہ شرط تھی کہ وہ متاہل اور صاحب اولاد ہوں۔

اجلاس کی وضع یہ لوگ ایک قوس نما صف میں اجلاس کرتے۔ قوس کے بیچ بیچ میں ممبر مجلس بیٹھے نا سی ہوتا۔ اور دونوں جانب کے سروں پر ایک ایک معتمد بیٹھتا۔ جو کونسل کے منشی ہوتے۔ اِن دونوں معتمدوں میں سے ایک ملزم ٹھہرانے والے ممبروں کی رائیں قلمبند کرنا اور ایک اُن ممبروں کی رائیں لکھتا جو برأت کی رائے دیتے۔ یہی مجلس صنہادرین تھی جو یہود میں صدیوں پیشتر سے چلی آتی تھی۔ اور جس کے اعتبار سے بنی اسرائیل دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ایک باضابطہ طریق حکمرانی کو اُنھوں نے رومیوں سے بھی پہلے دنیا میں جاری کر دیا تھا۔

اس مجلس اور رومی والی کے متمائز اقتدارات رومی سلطنت ہو جانے کے بعد بھی یہ باضابطہ کونسل قائم رہی۔ رومی والی ملک محاصل وصول کرتا۔ فوجوں کو ضروری مقامات پر متعین کرتا۔ اور باغیوں یا پولٹیکل ہنگامے

پیدا کرنے والون کو سزا ہین دیتا - مگر یہود پر یہی کونسل حکومت کرتی - اور رعایا کا مذہبی و قومی تعلق مجلس صنہادرین کے سوا اور کسی کے ساتھ نہ رہتا - پہلے جس طرح یہ مجلس یہودی بادشاہ کی ماتحتی مین اجلاس کرتی تھی اب دولت روم کے کسی ذمہ دار عہدہ دار کی زیر نگرانی اجلاس کرکے یہود کے تمام قومی اور مذہبی جھگڑون کا فیصلہ کرتی - یہود جس کسی کو اپنے عقائد کے خلاف اور مذہبی احکام کی رو سے واجب القتل سمجھتے - اُس کو یہ مجلس پوری آزادی سے مناسب سزا دیتی - اور جس کسی پر دولت روم بغاوت و سرکشی کا جرم قائم کرتی اُس کو رومی والی سزا دیتا -

ارکالیوس کو جلاوطن کرنے کے بعد قیصر روم نے اپنے شام کے والی

پہلا رومی کلکٹر قوقونیوس

سلفی سیوس کو لکھا کہ ارض یہود کا مناسب انتظام کرو - اُس نے فوراً قوقونیوس نام ایک رومی سردار کو بیت المقدس اور اسکے توابع کا پہلا رومی پروکیوریٹر یعنی کلکٹر مقرر کیا - اور یہی پہلا رومی افسر ہے جس کے آگے مجلس صنہادرین کو سر جھکانا پڑا - اغسطوس قیصر اپنے طرز عمل سے ایک نہایت ہی غیر مستقل مزاج فرمان روا ثابت ہوا ہے - ارض یہود مین اُس کی تلون طبع کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ جلد جلد کلکٹر بدلتے رہتے - قوقونیوس

دوسرا اور تیسرا رومی کلکٹر

چند ہی روز رہا تھا کہ ابی ویلیوس مقرر کرکے بھیجا گیا - تھوڑے ہی دنون مین اُس کی حکومت بھی ختم ہو گئی - اور رانیوس روفوس اُس کا قائم مقام ہوا -

طبریوس قیصر روم

بیت المقدس مین یہی پروکیوریٹر تھا کہ ۵۵ھ قبل محمد مین اغسطوس قیصر مرگیا اور طبریوس نے تخت روم پر قدم رکھ کے تاج قیصری اپنے سر پر رکھا - اس قیصر کی تئیس سال کی مدت فرمان فرمائی مین

ارض یہودا کو فقط دو رومی والیون سے سابقہ پڑا۔ اول والریوس غراطوس

پونطیوس پائلٹ رومی کلکٹر

جو ۵۵۶ھ قبل محمد میں مقرر ہوا۔ اور دوسرا پونطیوس پائلٹ جس نے ۵۴۵ھ قبل محمد میں آ کے ارض یہودا کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔

اس وقت تک معمول چلا آتا تھا کہ رومی پروکیوریٹر جو ساری ارض یہودا پر حکومت کرتا معمولاً ہر وقت آرام کیے ہوئے شہر قیساریہ میں رہا کرتا۔ اور جاڑوں کے موسم میں سماریہ میں چلا جاتا۔ پونطیوس پائلٹ نے اپنے زمانے میں سماریہ

بیت المقدس رومی کلکٹر کا موسمی مستقر قرار پایا

کے عوض خاص شہر بیت المقدس کو اپنا موسم سرما کا مستقر قرار دیا۔ یہود کو اشتعال دلانے کے لیے یہی کیا کم تھا کہ پونطیوس نے ایک اور ایسی کارروائی کی کہ تمام اسرائیلیوں میں سخت برہمی پیدا ہو گئی۔

خواہ یہودیوں کی درشت مزاجی اور ان کے تعصب سے ڈر کے یا اپنی عدالت گستری کے تقاضے سے رومی سلطنت نے اس وقت تک مذہب اسرائیلی کی حرمت اور قدر و منزلت کا ہمیشہ خیال رکھا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس موحد قوم کے تعصب کو قیاصرہ وقعت کی نظر سے دیکھتے رہے تھے۔ اسی مہربانی کا ایک نمونہ یہ تھا کہ باوجود فتح کر لینے اور یہود کو مغلوب و مقہور کر چکنے کے اس وقت تک رومیوں کا عقابی جھنڈا بیت المقدس کی چار دیواری کے اندر نہیں آیا تھا۔ پونطیوس نے اس قید کے مٹا دینے کی کوشش کی۔ اور ایک

رومی عقابی جھنڈا بیت المقدس میں

اندھیری رات کو یہودی غافل پڑے سو رہے تھے کہ رومی سپاہی باضابطگی و ترتیب کے ساتھ صفیں باندھے اور اپنا قومی جھنڈا لیے ہوئے شہر کے پھاٹک میں داخل ہوئے۔ اس جھنڈے پر عقاب کے علاوہ خود قیصر کی تصویر بھی بنی تھی۔ رات کو تو یہودیوں نے اس کا

خیال نہ کیا۔ مگر جب مسیح کو دیکھا کہ ہیکل ربانی اور مسجد اقصیٰ کے برابر ہی رومی جھنڈا نصب ہے۔ عقابی بیرق ہوا مین لہرا رہی ہے۔ اور قیصر کی تصویر بیت المقدس کی سڑکون پر علانیہ طور پر نمایان ہے تو انتہا سے زیادہ پریشان ہوئے۔ اس ذلت و توہین کے منظر نے اُنھین از خود رفتہ کر دیا۔ اور حرم کی بیحرمتی

یہود پر اُس کا اثر

کے خیال سے اس درجہ خائف ہوئے کہ ڈرتے تھے کوئی عذاب الٰہی نہ نازل ہو جائے۔ مگر باوجود اس برہمی کے اُنھون نے غیر معمولی صبر و تحمل سے کام لے کے ضبط کیا۔ اور بغیر اس کے کہ کوئی ہنگامہ برپا ہونے پائے بنی اسرائیل کے وکیلون کا ایک گروہ عاجزی کی وضع اور التجا کی شان سے قیساریہ مین خاص پونطیوس کے سامنے پہونچا۔ اور درخواست کی کہ ہمارے معبد اور ہمارے مذہب کو اس توہین سے بچایئے۔ پونطیوس نے اس درخواست سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہودی اپنے سردار کو [illegible] روم سے نفرت کرتے ہین۔ اور کوشش کی کہ یہودی بزور [illegible] کیا۔ اور دبے جائین۔ مگر جب اُسے یہ تماشا نظر آیا کہ یہودیون نے تلوار کے تلے سر جھکا دیے۔ اور سب کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ ہمین مرجانا گوارا ہے مگر مذہب کی توہین ان آنکھون

رومی جھنڈے کی واپسی

سے نہین دیکھی جا سکتی" تو اُس سے زیادہ مخالفت کرتے نہ بنی۔ اور طوعاً و کرہاً عقابی جھنڈے اور قیصر کی تصویر دونون چیزون کو بیت المقدس سے واپس منگوا لیا۔

حضرت مسیح کی تبلیغ

رُدھیون کے اسی پروکیوریٹر پونطیوس کے زمانہ مین جناب مسیح نے اپنی شریعت حقہ کی تبلیغ فرمائی۔ اور یہود کے جوش مخالفت سے وہ واقعات پیش آئے جو آج تک یہود و نصاریٰ اور مسلمانون مین جداگانہ شانون سے بیان کیے جاتے ہین۔ ہم اُن واقعات کو صحت کی

تاریخ مین مفصل وشرح بیان کرین گے۔

پونطیوس معزول ہوا | اتفاقاً حضرت مسیح کے واقعے کے چند ہی روز بعد سماریہ والون مین ایک شورش پیدا ہوئی جس کے دبانے مین پونطیوس نے اعتدال سے زیادہ سختی سے کام لیا۔ اہل سماریہ اس مظلومی کی فریاد لے کے شام کے بڑے نائب دولتِ رُوم یا کمشنر بطلیوس کے دربار مین پہونچے اور فریاد کی۔ اُس نے اُن کی فریاد سنی اور پونطیوس کے نام حکم بھیجا کہ فوراً رُوم مین جا کے حاضر ہو۔ اور اُس پر جو الزامات عائد کیے گئے ہین اُن کی جوابدہی کرے۔

بطلیوس بیت المقدس مین | پانطیوس کے جاتے ہی بطلیوس دورے کے طریق سے خاص شہر بیت المقدس مین آیا۔ جہان اُس کا استقبال بڑی ہی دھوم دھام سے کیا گیا۔ اتفاقاً انھین دنون یہودیون کی بڑی عید درپیش تھی جس کے فرائض بجا لانے کے لیے تمام اضلاع شام اور دُور دُور کے یہودی بیت المقدس مین آئے ہوے تھے۔ اتنی بڑی جماعت کثیر یا یون کہیے کہ ایک قوم کی قوم نے اپنے آپ کو بطلیوس کا شکر گذار اور زیر بار احسان ظاہر کیا تو اُس کے دل پر بڑا اثر پڑا۔ نہایت ہی مہربانی سے پیش آیا۔ بعض محاصل بھی معاف کر دیے۔ اور سب سے بڑی عنایت یہ کی کہ

اُس کی مہربانیان | یہودیون کے مقتداے اعظم (امام) کا مقدس ومتبرک اور نہایت ہی پُر تکلف خلعت جو بہت ہی بابرکت خیال کیا جاتا تھا ہمیشہ کے لیے یہودیون کے حوالے کر دیا۔ ایک زمانے سے یہ لباس رومیون کے قبضے مین تھا۔ اور معمول ہو گیا تھا کہ وہ خلعت ایک صندوق مین رکھ کے مقفل کر دیا جاتا۔ اور امام یہود اپنی مُہر لگا کے اُسے رومیون کے

سپرد کر دیتا - اور سال بھر انھیں کی حراست میں رہتا - فقط عید کے موقعون
پر سات دن پیشتر جا کے یہودی اُسے بڑی دھوم دھام اور بڑے جلوس کے
سے لے آتے - اور عید کے بعد اُسے مقفل کر کے اور اپنے امام کی اُس پر
مُہر لگا کے پھر اُسی طرح رومیون کے حوالے کر دیتے - وٹیلیوس کی مہربانی سے
یہ تبرک صندوق بالاستقلال اُن کو مل گیا - اور اُس کے محافظ وہ خود ہی
قرار پائے -

اس واقعے کے چند ہی روز بعد ۵۳۳ قبل محمد میں طبریوس قیصر مرگیا - اور

قالی غلا قیصر روم

اس پر قیصری قالی غلا کو ملا - اُس کی تخت نشینی کے ساتھ ہی
بیت المقدس میں ایک دوسرا انقلاب عظیم ہوا جس کی نسبت کہہ سکتے ہیں
کہ ایک حد تک یہودیون کے مقاصد کے موافق تھا - ہیروڈ کے خاندان کے
ہاتھ سے گو کہ ارض یہودا اور بیت المقدس نکل گئے تھے - مگر دیگر اضلاع ابھی
تک اُس کے خاندان ہی کے ہاتھ میں تھے - خاصۃً علاقۂ جلیل تو ہیروڈ کے
بیٹے ہیروڈ انطی پاس ہی کے زیر فرمان تھا - قالی غلا کے تخت نشین ہوتے ہی
ہیروڈ کا ایک نیا وارث نمودار ہوا جسے خود اُس نے اپنے وصیت نامے کے
ذریعے سے بالکل محروم کر دیا تھا -

اگریپا کی سرگزشت

ہیروڈ کا ایک بیٹا ارسطو بولوس بھی تھا جس سے اُسے اپنی
حرم سرا کی سازشون کی وجہ سے عداوت ہو گئی تھی - مگر اس لڑکے کو خود
اُس نے تعلیم و تربیت کی غرض سے رُوم میں بھیجا تھا - جہان وہ مدتون رہا
تھا - اور چونکہ ایک بادشاہ کا فرزند تھا اس لیے وہان کی نہایت معزز
صحبتون میں آتا جاتا اور بڑے بڑے معزز خاندان والے سردارانِ رُوم سے
ملتا جلتا رہتا - ارسطو بولوس کا بیٹا اگریپا جو باپ کے محروم الارث ہونے

کے باعث فلک زدہ ہو کے مدتون ارض یہودا اور روم مین خاک اُڑاتا رہا تھا۔ اب قالی غُلہ کی سلطنت کے ساتھ اُس کے دن پھرے۔ تخت نشینی سے پیشتر قالی غلہ سے اُس سے بہت اچھے اور یکجہتی کے تعلقات رہے تھے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ شکار کے موقع پر قالی غُلہ کے ساتھ گاڑی مین بیٹھے بیٹھے اگریپا کی زبان سے نکل گیا تھا "خدا جلد وہ دن لائے کہ طبریوس تخت و تاج کو خالی کرے اور آپ تاج قیصری اپنے سر پر رکھین" گاڑی بان نے انعام کے لالچ مین یہ خبر طبریوس کو پہونچا دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگریپا پابزنجیر قید خانے مین بھیجدیا گیا۔ اُس کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کے جتنا صدمہ قالی غلہ کو ہوا تھا شاید خود اگریپا کو نہ ہوا ہوگا۔ اب تخت پر قدم رکھتے ہی قالی غُلہ نے پہلا یہ کام کیا کہ اگریپا کے پاؤن سے بیڑیان کٹوائین۔ اور بڑی قدر و منزلت کے ساتھ اُسے قید خانے سے نکال کے باہر لایا۔ اور ایک معزز عہدے پر سرفراز کر دیا۔ پھر چند ہی روز مین بادشاہی کا خطاب دیکے اُسے بالاستقلال ارض یہودا کا فرمان روا بنا دیا۔

اس کی حکومت ارض یہودا

الغرض چند روز تک رومی حاکمون کے قبضۂ تصرف مین رہنے کے بعد سنہ ۳۱ قبل محمد ملک ارض یہودا اور یروشلیم پھر ہیرودڈ اعظم کے پوتے اگریپا کے زیر حکومت ہو گئے۔

اگریپا کا زمانہ بہت ہی اچھا ہوتا۔ اس لیے کہ وہ رحم دل۔ ذی فہم۔ تجربہ کار۔ یہودیون کا ہم قوم۔ اور اُن کے ایک نامور بادشاہ کا فرزند تھا۔ مگر ان دنون قالی غلہ کی لغویت و خود پرستی نے ہر جگہ ایسے جھگڑے پیدا کر رکھے تھے۔ خصوصاً قوم یہود کو ایسی مصیبت مین مبتلا کر دیا تھا کہ اگریپا کو خود اپنی عزت سنبھالنا مشکل پڑ گیا۔ اُس خود پرست اور طفلانہ مزاج قیصر نے اپنے آپ کو رومیون کا ایک دیوتا بنانے کی کوشش کی۔ اور حکم دیدیا کہ تمام مندرون اور عبادت خانون مین اُس کی مورت رکھ کے پوجی

قیصر روم دیوتا بنتا ہے

جاے۔ کاش یہ حکم بت پرست رومیون ہی تک محدود رہتا۔ قیامت یہ تھی کہ یہودی بھی اس حکم کے اُسی طرح پابند کیے گئے جس طرح کہ بُت پرست پابند کیے گئے تھے۔ ایک طرف تو والی مصر کے نام حکم نامہ گیا جس کے علاقے مین دس لاکھ سے زیادہ یہودی آباد تھے اور جا بجا اُن کے معبد بنے ہوے تھے کہ یہود کے ہر عبادت خانے مین قالی غلہ کی مورت رکھوا دے۔ اور یہود کو حکم دے کہ بلا عذر اُس کی پرستش کرین۔ دوسری طرف لطرونیوس کو جو اب بطلیوس کی جگہ شام کا رومی کمشنر تھا تاکید کی گئی کہ قدیم ہیکل سلیمانی یعنی خاص مسجد اقصیٰ کے اندر جو سب سے زیادہ مقدس مقام ہے اُس معزز قیصر کی ایک برنجی مورت بنوا کے اور اُس پر سونے کا مُلمع کرا کے نصب کرا دی جاے۔ تاکہ سارے یہودی اُس کی پرستش کرنے لگین۔

ہیکل سلیمانی مین اُس کی مورت رکھنے کی تجویز

یہ خبر سنتے ہی ہر جگہ یہودیون کے دل کانپ گئے۔ وہ سب طرح کے گناہون مین مبتلا تھے۔ مگر مشرک نہ تھے۔ قیصر کے حکم کا روکنا بھی اُن کے اختیار سے باہر تھا۔ سب سے پہلے اس کی تعمیل مصر مین ہوئی۔ اور وہین سے مخالفت بھی شروع ہوئی اپنے مذہب کی طرف سے پیروی کرنے یا یون کہیے کہ اپنی معذوری ظاہر کرنے کے لیے اُن کا ایک چھوٹا وفد رومۃ الکبریٰ مین پہونچا۔ اور وہان پہونچ کے جب اُنھون نے سنا کہ یہی بُت پرستی کا حکم بیت المقدس اور خداوند جل و علیٰ کے مقدس ترین حرم مین بھی گیا ہے تو وہ بہت ہی پریشان ہوے۔ بڑی کوششون کے بعد قالی غلہ کے دربار مین باریابی نصیب ہوئی۔ قیصر نے اِن لوگون کی صورت دیکھتے ہی ایک تنفر کی شان سے

مصری یہودیون کی نیابت روم مین

کہا "تم ہی وہ دیوتاؤن کے دشمن ہو جنھین میری اُلوہیت تسلیم کرنے مین عذر ہے؟ اور ایک ایسے دیوتا کو پوجتے ہو جس کا نام لیتے بھی تمھین ڈر معلوم ہوتا ہے!" اور یہ کہتے ہی اُس نے اُس سراپا جلال نام "یہوا" کو اپنی ناپاک زبان سے ادا کر دیا۔ اُس کی زبان سے وہ جلالی اسم اعظم سنتے ہی یہودی سہم گئے۔ اور ڈرے کہ کہین خدا کا غضب نہ نازل ہو جائے۔ مگر بے بس تھے۔ خاموش کھڑے سنتے رہے۔ اب اس کے بعد قائی غُلہ نے پوچھا "اور ہان تم لوگ سور کا گوشت کیون نہین کھاتے؟" اُس کے اس سوال پر سارے اہل دربار نے زور سے ایک قہقہہ لگایا اور مرعوب وکلاے اُمت اسرائیل جھینپ کے رہ گئے۔ آخر وہ مصری یہودی دربار سے ناکام واپس گئے۔ اور

اُن کا قتل عام

حاکم مصر مذہبی تعصب کے باعث اُن سے کچھ ایسا جلا ہوا تھا کہ فوراً یہودیون کو باغی قرار دیدیا۔ اور اسکندریہ و دیگر بلاد مصر مین ہزارہا یہودی مع زن و فرزند قتل کر ڈالے گئے۔

بیت المقدس مین مورت قائم کرنے کا جو حکم گیا تھا وہ اس قدر خلاف مصلحت تھا کہ خود بطرونیوس کو اُس کی تعمیل کرتے ڈر معلوم ہوتا تھا۔ آخر

حرم مین مورت قائم کرنے کی کوشش

اُس نے اپنے مشیرون کو جمع کر کے اس بارے مین راے لی۔ گو کہ ہر شخص اس کارروائی کے خلاف تھا مگر قیصر کے خوف سے مجبوراً سب نے یہی فیصلہ کیا کہ یہ حکم واجب التعمیل ہے۔ آخر ناچار ہو کے بطرونیوس نے صدونیا کے کاریگرون کو مورت بنانے کا حکم دے دیا۔ اور اس قیصری حکم کی یہودیون کو

؎ یہودی خدا کو "یہوا" کہتے تھے۔ اور اُن کے اعتقاد مین یہ نہایت ہی پُرہیبت اور جلالی نام تھا جس کو زبان سے ادا کرتے ہوے وہ بہت ڈرتے تھے۔ اور ممکن نہ تھا کہ کوئی اسرائیلی سو زبان پر لائے

خبر بھی کر دی۔ اور جب مُورت تیار ہو گئی تو تعمیل کے لیے بذات خود ارض یہودا میں آیا۔

یہودیوں کا جوش توحید

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس ناگہانی آفت نے یہودیوں کے دل کی کیا حالت کر دی ہو گی؟ مقتدا اور خدام حرم سب کو سناٹا ہو گیا۔ اور ساری رعایا حیرت میں رہ گئی۔ اور نسل اسرائیلی میں ایک بیقراری و بیتابی پیدا ہو کے ساعت بہ ساعت بڑھنے لگی۔ ایک فوری آگ کی طرح یہ خبر ہر طرف پھیلی۔ اور ساری ارض یہودا میں تہلکہ پڑ گیا۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں اور قریوں میں جس یہودی نے یہ خبر سنی بدحواس گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اور سیدھا بیت المقدس کی طرف دوڑا۔ تھوڑے ہی زمانے میں بیشمار سالمان و ہقانیوں۔ بوڑھوں۔ بچّوں۔ مردوں اور عورتوں کا اتنا بڑا گروہ عظیم بیت المقدس کے گرد جمع ہو گیا۔ کہ خود پطرونیوس گھبرا گیا۔ ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ کوئی جنگی حربہ تھا۔ نہ لڑنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ مگر سب کی زبان پر متفق اللفظ یہی کلمات تھے۔ اور بار بار چلّا تے تھے۔ "کہ حرم ربانی پر اپنی جانیں فدا کر دیں گے"۔ پطرونیوس نے تالیف قلوب کی پالسی اختیار کی۔ اور ہر ہر شخص کو بُلا کے سمجھایا۔ مگر کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ یہود نے ہر مشورے سے کان بہرے کر لیے۔ اور یہ غُل تھا کہ "ہمیں موت گوارا ہے مگر یہ نہیں گوارا کہ اپنے وحدہٗ لاشریک خدا کی توہین اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ہم قیصر کی ناراضی سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا کہ خدا کے غضب سے ڈرتے ہیں"۔ پطرونیوس نے پوچھا "اچھا تو کیا تم قیصر سے لڑنے کو تیار ہو؟" انسانوں کے متلاطم سمندر نے ایک طوفان کی شان سے جواب دیا۔ "لڑائی تو ہمیں خیال بھی نہیں۔ مگر جان دینے کے لیے

جان دینے کو تیار ہیں" اتنا کہا اور سب نے سر جھکا دیے۔ اور زمین پر گر گر کے کہا" آؤ ہمیں مار ڈالو"

مختصر یہ کہ چالیس دن تک بیت المقدس کے گرد یہی سماں رہا۔ بدنصیبی سے یہ زراعت کا زمانہ تھا۔ بارش رکی ہوئی تھی۔ اور لوگ تخم ریزی کے لیے پہلے دونگڑے کے منتظر تھے۔ اس مصیبت کے سامنے سب کے سب زراعت کو بھول گئے۔ مگر بطرونیوس دیکھ رہا تھا کہ قحط کی

بطرونیوس کو مجبوراً توقف کرنا پڑا

آفت سر پر منڈلا رہی ہے۔ ایک تو بارش نہیں ہوئی۔ دوسرے یہ سب اس مذہبی مصیبت کے باعث کھیتی باڑی چھوڑ کے یہاں پڑے ہوئے ہیں۔ آخر اپنی تمام کوششوں میں تھک گئے اور عاجز آ گئے اور نیز قحط کے خوف سے اس نے اپنے مشیروں سے پھر رائے لی۔ سب کی صلاح یہ ہوئی کہ سردست اس حکم کی تعمیل میں ذرا تامل کرنا چاہیے۔ اور یہ بہانہ کر کے کہ صورت بن رہی ہے قیصر سے پھر رائے طلب کی جائے۔ اور یہ ساری مشکلیں اس کے پیش نظر کر دی جائیں" الغرض بطرونیوس نے اس حیلے سے بلا کو ٹالا۔ اور یہودی اپنے گھروں کو گئے۔ خدا کی قدرت ان کے جاتے ہی مینھ بھی برس گیا۔ اور خدا کی اس رحمت نے رومیوں کو بھی یہودیوں کے خدا کا معتقد کر دیا۔ دوسری طرف اگرپا جو اب یہودیوں کا بادشاہ تھا فریادیوں کی صورت بنا کے اور اپنی قوم کا سفیر بن کے روم کو روانہ ہوا۔

تالی غائی کی برہمی

اتفاقاً اگرپا کے پہونچنے سے پہلے ہی بطرونیوس کی رپورٹ پہونچ گئی جس پر قالی غلہ بہت بگڑا۔ والی شام کو یہودیوں سے مل جانے اور رشوت لینے کا الزام دیا۔ اور لکھ بھیجا کہ اس سرتابی و رشوت ستانی کی تجھے سخت سزا دی جائے گی" مگر اس حکم کے روانہ ہو چکنے کے بعد جب

اگرپا پر اُس کی عنایت | اگرپا پہونچا تو اُس سے نہایت ہی خلق و مروت سے پیش آیا - یہودیون کے اس عاجز و حقیر بادشاہ کی قیصر کے قصر مین دعوت ہوئی - اور اُس سے بڑی نیاضی کی شان سے پوچھا گیا" مانگ کیا مانگتا ہے ؟" اگرپا نے نہایت ہی عاجزی کے ساتھ اپنی تمنا پیش کی - اور وہ فوراً منظور ہوئی حرم ربانی مین مورت قائم کرنے کا حکم منسوخ ہوا - مگر بطرونیوس کے اُوپر جو غصہ تھا وہ بدستور باقی رہا -

اور اُس کی موت | اسی اثنا مین سنہ ۳ قبل محمدؐ مین قالی غلہ مارڈالا گیا - اور اُس کے عتاب نامے سے پہلے اُس کے مرنے کی خبر بطرونیوس کے پاس پہونچی - اور بطرونیوس اور اُس کے ساتھ ساری قوم یہود کو بے انتہا خوشی ہوئی - بلکہ یون کہنا چاہیے کہ سب کی جان مین جان آئی -

قلادیوس قیصر روم | اگرپا نے روم مین اپنے خود پرست مربی قالی غلہ کے جنازے کے جلوس کے ساتھ قلادیوس کی تخت نشینی کا جشن دیکھا - اور ایسی حکمت عملیون اور ریشہ دوانیون سے کام لیا کہ نیا قیصر پہلے سے بھی زیادہ اُس پر مہربان ہو گیا -

اگرپا پر اُس کی مہربانی | قلادیوس نے اُسے ساری ارض فلسطین کا بادشاہ بنا دیا - اور وہ تمام چھوٹی چھوٹی ریاستین جو ہیرودس اور اُن کی نسل مین چلی آتی تھین سب اُس کی قلمرو مین شامل کر دین - چنانچہ اُس نے روم سے واپس آکے پورے اُس ملک کی عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لے لی جو کبھی ہیرودس اعظم کے قبضے مین تھا -

اگرپا کی خوبیان | اگرپا کی سلطنت یہود کے حق مین نہایت ہی اچھی تھی - اب کی جو وہ روم سے واپس آیا تو اُس نے ملت اسرائیلی کو بہت فائدہ پہونچایا وہ شریعت موسوی کی نہایت ہی تعظیم و تکریم کرتا تھا - اور حرم محترم کی

قربان گاہ میں اُس کی طرف سے روز قربانیاں لاکے چڑھائی جائیں۔ وہ اس قدر نیک تھا کہ اگر کوئی اُس سے دشمنی یا بُرائی کرتا تو اُس سے بھی وہ بہ لطف و مہربانی پیش آتا۔ مگر افسوس اُسے زیادہ حکومت کرنا نصیب ہوا۔ سات ہی سال بادشاہ رہا۔ اور اُن میں سے فقط تین سال پوری ارض فلسطین کی باگ اُس کے ہاتھ میں رہی۔

اُس کی موت پر رومیوں کی خوشی اس نیک نام یہودی فرمانروا کے مرتے ہی ایک ایسا جھگڑا پیدا ہوا جس نے یکایک ہر طرف تعصب کی آگ بھڑکا دی اور ستم زدہ اسرائیلیوں کی بدقسمتی کا زمانہ پھر شروع ہو گیا۔ اگرپا چونکہ ہر امر میں یہود کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا اور اپنی قوم کا سچا وکیل تھا اس لیے یونانی اور رومی اُس سے بہت جلتے تھے۔ اُس کے مرنے کی خبر سنتے ہی قیساریہ کے رومیوں نے بڑے زور و شور سے اظہار مسرت کیا۔ اُس سے اپنی مخالفت و عداوت ظاہر کی۔ اور اگرپا کا نام لے لے کے گالیاں دیں۔ اُس کی بیٹیوں کے پُتلے بنا کے سر بازار نکالے۔ اُن کے ساتھ نہایت ہی شرمناک بے عزتی و آبرو ریزی کی حرکتیں کیں۔ اور خوشی کے جشن منائے۔ یہ حال جب قلاودیوس قیصر نے سنا تو وہ بہت ناراض ہوا۔ اور قیساریہ کی فوج کو یہ سزا دی کہ وہاں سے بدل دیا۔

یہودی حکومت کا خاتمہ مگر باوجود قیصر کی اس جنبہ داری و ہمدردی کے افسوس کہ اگرپا ہی پر خاندان ہیرودؔ کی سلطنت ختم ہو گئی۔ بس یہی زمانہ ہے جس کے بعد پھر کبھی کسی یہودی بادشاہ کو بیت المقدس کی حکومت نہ نصیب ہوئی۔ اگرپا کا بیٹا چونکہ بالکل کمسن تھا اور ۱۷ سال سے زیادہ کا نہ تھا اس لیے وہ باپ کے تخت و تاج سے محروم کر دیا گیا۔ اور رومی حاکموں کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔

باب چہاردہم

یہود کے زوال کا سبب اور اُس کی بنا[ع]

حاکم و محکوم قومون کی عداوت - یہود پر مظالم کا آغاز - قیصر روم کی مہربانی - ایک یہودی کالکٹر - قوپانوس کلکٹر - اُس کا ظلم - بیت المقدس اور سماریہ والون مین پھر دشمنی - رومی کلکٹر فیلکس - نیرو قیصر روم - یہودیون کا باہمی نفاق - قیساریہ مین یہودیون پر ظلم - فسطوس اور البانیوس کلکٹر - البانیوس کے مظالم - تباہی کے غیر معمولی آثار - ایک صاحب باطن اسرائیلی مجذوب - قیساریہ سے فساد کی ابتدا - فلوروس کلکٹر - کمزور کے غصے کا انجام - فلوروس خزانۂ حرم لوٹنا چاہتا ہے - بیت المقدس پر اُس کا حملہ - اُس کے مظالم - خزانۂ حرم لوٹنے کی کوشش - اور ناکامی - گورنر شام کے دربار مین فریاد - اُس کا نائب بیت المقدس مین - یہود کے ساتھ اُس کی ہمدردی - اگر پا کی صلح جو پالسی - خود اگر پا کی توہین -

حاکم و محکوم قومون کی عداوت افسوس کہ تائی غلہ اور قلادیوس قیصرون کی مہربانی و جنبہ داری نے اسرائیلی اور یہودی قومون مین دشمنی پیدا کر دی - رومیون کو یہ کوفت تھی کہ ہم اگرچہ حکمران قوم ہین مگر یہود پر ہمارا کچھ زور نہین چلتا - اور اُن کی نظر مین ہماری ذلت اور سبکی ہوتی ہے - اور اس جوش مین جب اُنھون نے

[ع] ارض مقدس کی تاریخ کے اس حصے کو اہل ہند عموماً اور مسلمان خصوصاً بہت غور سے پڑھین - ہم کوئی رائے نہین دیتے - مگر حاکم و محکوم کے تعلقات کا نازک ہو جانا بعض ایسے خوفناک نتائج پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اس قابل نہین ہین کہ ہمارے وطن کے سیاسی لیڈر اپنی سیاسی پالیسی قرار دیتے وقت ذہن کا لحاظ نہ کرین - یہود کے زوال کی یہ داستان نہایت ہی عبرتناک داستان ہے جس سے ہمین بڑے بڑے سبق مل سکتے ہین -

اگرپا آخری فرمانروائے یہود کے مرنے پر علی الاعلان اُس کی تذلیل و توہین کی تو یہود کو بھی رومیون کے ساتھ سخت تعصب ہو گیا۔

اگرپا کے مرنے کے وقت شام کا رومی کمشنر قاسیوس لانجی نوس تھا

یہود پر مظالم کا آغاز

اُس نے اپنی طرف سے قوسپیوس فادوس کو ارض یہودا کا کلکٹر مقرر کر کے روانہ کیا۔ اِن دونون متعصب رومی حاکمون نے اسرائیلیون کی قسمت اپنے ہاتھ مین دیکھتے ہی دل کا بُغض نکالنے کا موقع پایا۔ اور یہود پر ظلم وجور شروع کر دیا جس کی ابتدا اس سے ہوئی کہ بطلیوس کا وہ حکم منسوخ کر دیا جس کی رُو سے مذہبی مقتدا کا لباس خود یہود کے قبضے مین دیدیا گیا تھا اور ارادہ کیا کہ اُس مذہبی تبرک کو رومی پھر اپنے قبضے مین لے لین۔ اس کارروائی کے لیے یہود سختی سے دھمکائے گئے۔ اور اُن پر زور اور دباؤ ڈالنے کے لیے خود لانجی نوس اپنی فوج کے ساتھ بیت المقدس مین آپہونچا۔ مگر یہودیون کی طرف سے بھی اس بارے مین بڑی دوڑ دھوپ ہوئی۔ اور اگرپا کے محروم الارث بیٹے نے قیصر کے دربار مین التجا کی۔ اور وہان سے

قیصر روم کی مہربانی

یہودیون کے حسب مراد فیصلہ ہوا۔ اور لانجی نوس دل مین کھولتا ناکام واپس گیا۔ اس کے ساتھ ہی قیصر کے دربار سے یہ حکم بھی آیا کہ بیت المقدس کے مقتدائے اعظم یعنی امام کا عزل و نصب ایک یہودی شاہزادے ہیرودؔ کے اختیار مین دیدیا جائے۔ جو اگرپا کا بھائی اور شہر خالقیس کا حکمران تھا۔ یہودی اس حکم کو اپنی بڑی خوش قسمتی اور کامیابی سمجھے۔

ایک یہودی کلکٹر

فادوس کے بعد اسکندر طبریوس نام ملک مصر کا ایک یہودی ارض یہودا کا کلکٹر مقرر ہوا۔ مگر اس ہم قوم حکمران سے اسرائیلی کچھ زیادہ فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ اس لیے کہ اُسے اس خدمت پر مامور رہنے کا زیادہ

قوما نوس کا کلکٹر

موقع نہین ملا۔ اور چندہی روز بعد نیرو نے اُس کی جگہ قوما نوس کو ارض یہودا کا کلکٹر مقرر کر دیا۔ اس کلکٹر قوما نوس کے زمانے مین یہودیون اور رومیون کی باہمی عداوت بہت بڑھ گئی۔ یہودیون کے عید کے موقع پر کسی

اُس کا ظلم

رومی سپاہی نے ملت موسوی کی توہین کی تھی جس پر یہودی بہت بگڑے۔ اور بے سوچے سمجھے خود قوما نوس پر چڑھ دوڑے۔ قوما نوس نے اُن کی روک تھام مین فوج سے کام لیا۔ رومیون کی باضابطہ صفون کے سامنے بھلا یہودی کیا ٹھہر سکتے ہین؟ پریشان و بدحواس بھاگے۔ اور ایسے بُرے حالون سے کہ واپس آتے آتے بیس ہزار یہودی لقمۂ شمشیر ہو گئے۔

اب یہودیون اور رومیون کا باہمی تعصب نمایان طور پر ظاہر ہو گیا تھا۔ اور عداوت روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی۔ اسی کشاکش کی حالت مین اتفاقاً ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ کسی رومی سپاہی نے تورۃ کا ایک نسخہ پھاڑ ڈالا۔ اگرچہ اُس شخص کو یہودیون کی شکایت پر قوما نوس کے حکم سے سزائے قتل دی گئی۔ مگر یہودیون کا جوش جہالت اس پر بھی فرو نہ ہوا۔ اور حاکم و محکوم قومون کی دشمنی

بیت المقدس اور سماریہ والون مین پھر دشمنی

ایک درجے تک اور ترقی کر گئی۔ پھر پرانی جو یہ تھی کہ اہل بیت المقدس اور اہل سماریہ مین پرانی عداوت پھر زندہ ہو گئی تھی۔ جھگڑون کے بعد جھگڑے پیدا ہوتے اور سخت خونریزیون کی نوبت آجاتی۔ اس کی شکایت جب دربار رُوم مین پہنچی تو سماریہ والون کی زیادتی ثابت ہوئی۔ اور اُس کے ساتھ یہ بھی ظاہر ہوا کہ

رومی کلکٹر فیلکس

قوما نوس نے بے شبہ اہل سماریہ کی طرف داری کی چنانچہ اس جرم کے پاداش مین وہ معزول کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ فیلکس نام ایک خوش نصیب غلام ارض یہودا کا کلکٹر مقرر ہوا۔

اس غلام کے عہد مین بھی بڑے بڑے ہنگامے ہوے - اور اُسی کے زمانے مین قلادیوس قیصر نے دنیا سے رخصت ہو کے تاج قیصری خالی کیا اور

نیرو قیصر روم

مشہور ظالم قیصر نیرو نے تخت قیاصرہ پر قدم رکھا - قلادیوس اسرائیلیون کے حق مین بہت اچھا تھا - وہ ہمیشہ اُن کی رعایت کرتا - اور اُن سے مہربانی کے ساتھ پیش آتا - مگر اس کے بعد ایک طرف تو نیرو قیصر ہوا اسرائیلیون کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی - اور دوسری طرف یہود نے اپنی بے عقلی سے اپنی حالت

یہودیون کا باہمی نفاق

آپ خراب کرنا شروع کر دی - خانہ خدا کے منتظمون اور اسرائیلی مقتدا اُن مین خود غرضیان پیدا ہوئین - اور باہمی حسد و نفاق نے مقتدایانِ اُمت کے دو فریق کر دیے - جو ہمیشہ ایک دوسرے کی ضرر رسانی کی فکر مین لگے رہتے - اور خفیہ طریقون سے اپنے دشمنون کو قتل کرا دینے کے شرمناک و بُزدلانہ ذرایع کامیابی بھی اکثر استعمال کیے جاتے ایسے بدمعاشون کا ایک چھوٹا گروہ بھی پیدا ہو گیا جو عہد اسلام کے باطنی اسماعیلیون اور اُن کے فدائیون کی طرح اپنے سرغناؤن کا اشارہ پاتے ہی حریفون کو چھپ کے قتل کر ڈالتے -

قیساریہ مین یہودیون پر ظلم

شہر قیساریہ جو ارض یہودا مین رومیون کا بڑا مرکز تھا وہان بھی رومیون اور یہودیون کے تعلقات بہت ہی نازک ہو گئے - اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ شہر مین رہنے کے مساوی حقوق بھی یہودیون سے چھین لیے گئے اور جب نیرو کے دربار مین یہود نے اس کی فریاد کی تو اُس نے خود اپنی قوم کی طرفداری مین بجاے انصاف کرنے کے یہودیون کو اور زیادہ ذلیل کیا -

فسطوس اور البانیوس کلکٹر

نیرو نے فسطوس نام ایک شخص کو اس ملک کا کلکٹر مقرر کیا تھا - وہ چند ہی روز حکومت کر کے مر گیا اور اُس کی جگہ ایک نہایت

سخت گیر رومی جس کا نام البانیوس تھا حاکم ارض یہودا مقرر ہوا ۔ یہ ملک اب زیادہ تر ارض فلسطین کے نام سے مشہور تھا ۔ البانیوس نے ۵۷۰ قبل محمدؐ یعنی سنہ ۶۲ء میں یہود پر ایسے سخت محاصل بڑھا دیے کہ سارا ملک مفلس و تباہ ہو گیا ۔ اور لطف یہ کہ یہود کا امام بھی البانیوس سے ملا ہوا تھا ۔ اور اُن سخت گیری کی تمام کارروائیوں میں یک تھا ۔ اُس نے اپنی ساری قوم کو نقصان پہونچا کے فقط اس قدر فائدہ اُٹھایا کہ سب کو مفلس کر کے اپنا گھر دولت سے بھر لیا ۔ اگرپا کا بیٹا اگرپا دوم اِن دنوں بادرم کی جانب سے یہودیوں کا سردار بنایا گیا تھا ۔ اگرچہ وہ باپ کی طرح بادشاہ اور ملک کے سیاہ و سفید کا مالک نہ تھا مگر خانۂ خدا کی تولیت اور یہود کے امام کا عزل و نصب اُسی کے اختیار میں تھا ۔ نوجوان اگرپا نے ان سختیوں کے روکنے کی بہت کوشش کی اور یہ بھی چاہا کہ بد باطن امام قوم کو معزول کر دے ۔ مگر البانیوس اُس کا طرف دار تھا ۔ اور اُس کے خلاف کارروائی چل نہ سکتی تھی ۔

البانیوس کے مظالم

بیت المقدس والوں پر مظالم ہو رہے تھے کہ ۵۷۰ قبل محمد آیا اور یکایک کسی غیر معمولی انقلاب کے آثار نظر آنے لگے ۔ وہ خوف دلانے والی نشانیاں جو تباہی اور ادبار کے پیشتر ہر جگہ نظر آیا کی ہیں ۔ بیت المقدس والوں کو بھی دکھائی دینے لگیں ۔ ممکن ہو کہ ان باتوں میں یہود کی ضعیف الاعتقادی کو بہت کچھ دخل ہو ۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی قدرتی اثر نے خود اُن کے دل کو تباہی کا اس درجہ یقین دلا دیا تھا کہ جدھر نظر اُٹھا کے دیکھتے نحوست ہی نحوست کا سامان دکھائی دیتا تھا ۔ آسمان پر ایک تارہ تلوار کی وضع میں نمایاں ہوا جس کی نوک شہر بیت المقدس کی طرف جھکی رہتی تھی ۔ ایک تیز روشنی جس نے

تباہی کے غیر معمولی آثار

رات کو دن بنا کے دکھا دیا خاص خانۂ خدا کی قربان گاہ پر چمکی - حرم کا اندرونی پھاٹک جس کو بیس آدمی زور لگا کے بند کر سکتے تھے خود بخود کھل گیا - اور دہشت زدہ اسرائیلیوں کو غروب آفتاب سے پہلے تباہی رتھیں اور سواروں کے پرے آسمان پر اُڑتے اور دوڑتے نظر آئے - اس کے بعد مسجد اقصیٰ کے اندر سے ایک بہت زور کی آواز میں یہ الفاظ سُنے گئے کہ "آؤ اب یہاں سے چلیں!" جس کے سنتے ہی یہود کو یقین ہو گیا کہ خداوند ذوالجلال والاکرام نے اُن کے معبد کا ساتھ چھوڑ دیا[ع]۔

ایک صاحب باطن اسرائیلی مجذوب | سب سے زیادہ عجیب و غریب یہ واقعہ پیش آیا

اُنانوس نام ایک دہقانی یہودی کا نوجوان بیٹا جو عیسیٰ کے نام سے مشہور تھا مجذوبوں کی شان سے گھر چھوڑ کے نکلا اور یکایک خانۂ خدا میں آ کے زور سے چلایا "ایک صدا مشرق سے! ایک صدا مغرب سے - ایک صدا چاروں طرف کی فضا سے! ایک صدا یروشلیم اور معبد کے خلاف! ایک صدا دولھوں اور دلھنوں کے خلاف! ایک صدا تمام لوگوں کے خلاف!" حرم میں یہ صدا بلند کر کے وہ باہر نکلا اور بیت المقدس کی سڑکوں میں پھرنے لگا - مگر قدم قدم پر ٹھہر کے یہی صدا لگاتا اور آگے بڑھتا تھا - اُس کی حالت یہ تھی کہ گویا کسی بات کی فکر نہ تھی - نہ کسی سے بولتا چالتا - نہ کسی سے کچھ مانگتا - کوئی کچھ کھانے کو دیدیتا تو کھا لیتا - ورنہ اس کی بھی پروا نہ تھی دینے والوں کا شکریہ بھی نہ ادا کرتا - عیدوں اور تقریبوں کے

[ع] ان واقعات کو عقیدت کیش مسیحیوں نے زیادہ زور دے کے چمکایا ہے جن کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح کے بعد یا آپ کے ساتھ بدسلوکی ہونے کے باعث خدا نے مسجد اقصیٰ کو چھوڑ دیا - اور اُس کی عظمت منسوخ ہو گئی - حالانکہ حضرت مسیح نے ایک کلمہ بھی اپنی زبان سے نہیں فرمایا تھا - بلکہ بخلاف اس کے یہ ارشاد کیا تھا کہ میں شریعت موسوی اور ملت اسرائیلی کے کسی حکم کے منسوخ کرنے کو نہیں آیا ہوں -

موقعون پر یا جہان لوگون کا زیادہ مجمع ہوتا سب کے پہلے پہونچتا اور مجنونون کی طرح وہی صدا لگاتا - اکثر اوقات اُس کی زبان سے یہ جملہ بھی نکلتا "غم! اور غم! شہر کے لیے اور خانۂ خدا کے لیے!" لوگون نے اُسے پکڑ کے بہت مارا پیٹا مگر اُس نے اسکی ذرا بھی پروانہ کی - آخر لوگ اُسے رومی حاکم البانیوس کے سامنے پکڑ لے گئے - اور بعد رومی افسر کے حکم سے وہ کوڑون سے پیٹا گیا - کھال پھٹ گئی - گوشت اُدھڑ کے گر گیا - سفید سفید ہڈیان نظر آنے لگین - مگر اُس نے آہ تک نہ کی - اور ہر ضرب پر یہی کہے جاتا تھا کہ "غم! اور غم! شہر کے لیے - اور خانۂ خدا کے لیے!" آخر مجبور ہو کے چھوڑ دیا - غرض یہ نوجوان مجذوب بیٹنی برابر چار سال تک یہی صدائین لگاتا رہا - یہان تک کہ بیت المقدس کا محاصرہ شروع ہو گیا - طیطس کی فوجین حرم کے گرد آکے اُتر پڑین - چارون طرف رومی منجنیق لگا دیے گئے - اور اُن کا ایک پتھر خود اِس نوجوان پر پڑا - جس کے ساتھ ہی اُس نے نعرہ بلند کیا - کہ "غم! اور غم! خود میرے واسطے!" اتنا کہا اور گر کے مر گیا - جو چند دبے اور ڈرے ہوئے مسیحی شہر کے اندر تھے وہ حضرت مسیح کی پیشین گوئی کا وقت سمجھ کے باہر چلے گئے - اور پلا نام ایک گاؤن مین جا کے سکونت پذیر ہوئے

قیساریہ سے فساد کی ابتدا | آخر عام تباہی اور ہلاکت کا وقت آگیا - اور فساد کی ابتدا قیساریہ سے شروع ہوئی جس مین خود یہودی بادشاہ ہیروڈ نے اپنی پولیٹکل مصلحت سے رومیون اور بُت پرستون کو آباد کیا تھا - قیساریہ مین یہودیون کا ایک کنیسہ یعنی عبادت خانہ تھا - اور اُس کے قریب ایک اُفتادہ زمین تھی - اُس زمین کا مالک کوئی رومی شخص تھا - یہودی چاہتے تھے کہ اُسے خرید کے اپنے معبد مین شامل کر لین - مگر بُت پرست اور متعصب مالک زمین نے دینے سے قطعی انکار کر دیا - بلکہ اُلٹے یہود کے چھیڑنے کے لیے اُس پر چند ذلیل قسم کی

فلوروس کلکٹر

دُکانین بنانا شروع کر دین۔ اور کوشش کی کہ یہودیون کا معبد شاہراہ عام سے دُور ہو جائے۔ اِن دنون ارض یہودا کا کلکٹر فلوروس تھا۔ عمائد یہود نے بہت سا روپیہ فراہم کر کے اُس کی نذر کیا۔ اور التجا کی کہ اِن دُکانون کی تعمیر کو رُکوا دیجیے۔ اُس نے روپیہ تو لے لیا۔ مگر جب وعدہ پورا کرنے کا وقت آیا۔ تو شہر سے نکل کے کسی اور جگہ چلا گیا۔ شاید یہودی اُس کی اس بدعہدی کو بھی صبر و تحمل کے ساتھ گوارا کر لیتے۔ مگر قیامت یہ ہوئی کہ دوسرے دن یوم السبت تھا۔ اور ایک یہودی شہر باہی کا ظرف رکھ کے اس مین چڑیون کی قربانی کرنے لگا تو رومیون نے اُس پر آوازہ کسا کہ "معلوم ہوتا ہے بنی اسرائیل کوڑھی ہو کے مصر سے نکلے تھے" ان دنون یہودیون مین چڑیون کی قربانی کوڑھیون کے لیے مخصوص تھی۔ یہ طعنہ سُن کے یہودیون مین ضبط کی تاب نہ رہی۔ طیش مین آ کے کمر در رکھی غصہ کی انتہا [illegible] بلا تامل رومیون پر حملہ کر دیا۔ رومیون کی طرف سے یہ چھیڑ جان بوجھ کے کی گئی تھی۔ لڑنے کو تیار بیٹھے تھے۔ سخت لڑائی ہوئی۔ مگر قواعددان رُومیون کے مقابلے مین یہودی رعایا کی کیا اصل و حقیقت تھی؟ شکست ہوئی۔ مجبور ہو کے اُنھون نے توریۃ کا ایک نسخہ جو شہر مین تھا لے لیا اور قیساریہ کے پھاٹکون سے نکل کے چلے گئے۔ اِن مفرور یہودیون کا سرغنا اپنی قوم کے دس معزز آدمیون کے ساتھ فلوروس کے پاس گیا جو سماریہ مین تھا۔ یہود کے اِن وکیلون نے بہ عجز و الحاح اُس سے مدد مانگی۔ اور اپنی رشوت کا روپیہ یاد دلایا۔ مگر فلوروس نے رحم کی جگہ یہ کارروائی کی کہ اُن سب کو قید کر لیا۔

یہ خبر جب بیت المقدس مین پہونچی تو لوگون مین بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا اور لوگ مارے غصے کے آپے سے باہر ہونے لگے۔ یہی بات

فلورس چاہتا ہی تھا۔ اُس نے سُنا تھا کہ حرم مسجد اقصیٰ مین بے انتہا دولت جمع ہی۔ اور چاہتا تھا کہ کسی طرح یہودیون مین برہمی پیدا کر کے

فلورس خزانہ حرم لوٹنا چاہتا ہے

فوج کشی اور قتل و غارت کا بہانہ پیدا کرے۔ اس وقت موقع دیکھ کے یہودیون کو اور زیادہ مشتعل و برافروختہ کرنے کے لیے وہان حکم بھیجا کہ "شاہی ضرورت کے لیے حرم اقدس کے خزانے سے ایک معتدبہ رقم ادا کی جائے" یہ سننا تھا کہ یہودیون مین شور مچ گیا۔ سخت ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اور پُرجوش اسرائیلیون کے گروہ ہر طرف سے سمٹ کے حرم کے گرد جمع ہو گئے۔ اور غل مچانے لگے۔ فلورس کا نام ہر ایک کی زبان پر تھا۔ اور حقارت و توہین کا کوئی کلمہ نہ تھا جو اٹھا رہا ہو۔ اسی اثنا مین بعض منچلے نوجوانانِ یہود نے مسخرہ پن سے ایک ٹوکری ہاتھ مین لے لی۔ اور ایک ایک کے سامنے جا کے کہنے لگے "محتاج و فلاکت زدہ فقیر فلورس کے لیے کچھ خیرات دو"

بیت المقدس پر اُس کا حملہ

اپنی اس توہین کی خبر سُن کے فلورس آگ بگولا ہو گیا۔ اور جلدی مین جتنی فوج فراہم ہو سکی ساتھ لے کے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا۔ مگر یہان آ کے دیکھا تو اپنی اُمید و آرزو کے خلاف لوگون کو اظہار اطاعت اور صلح جوئی کے لیے تیار پایا۔ بیت المقدس والون نے نہایت ہی عاجزی و گرم جوشی سے اُس کا اور اُس کی فوج کا استقبال کیا۔ فلورس نے ان خوشامدون کا کچھ پاس و لحاظ نہ کیا بلکہ کہا "مجھے اپنے نام کی بے عزتی ہرگز نہین گوارا ہو سکتی" یہ کہہ کے اپنے ایک افسر کاپی طوس کو پچاس سوارون کے ساتھ آگے بڑھایا۔ اور یہودیون کو حکم دیا کہ منتشر ہو جائین۔ سب نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور اپنے اپنے گھرون مین جا کے بیٹھ رہے۔ اگرچہ رات بھی خوف و دہشت سے کانپتے ہی گذری۔ فلورس میدان صاف دیکھ کے

اُس کے مظالم

قصر شاہی میں ٹھہرا - اور صبح کو تحقیقات شروع کی - اسرائیلیوں کا امام اور مجلس صنہادرین کے ارکان بُلائے گئے اور اُن کو حکم ہوا کہ جن جن لوگوں نے فلوروس کے نام کی توہین کی ہو اُن کو فوراً حاضر کریں - ان لوگوں نے ادب و عاجزی سے عرض کیا کہ "ساری قوم اطاعت و فرمان برداری کو حاضر ہے - ہر جگہ امن و امان قائم ہے - اور اگر کسی قسم کی گستاخی ہوئی ہو تو آپ اسے معاف کریں اور اگر چند پُر جوش نوجوان نے حضور والی کی شان میں کچھ کہا تھا تو اُن کا پتہ لگانا غیر ممکن ہے - نہ کوئی خود اپنی زبان سے اپنے آپ کو ملزم بتائیگا اور نہ کسی کو خبر ہے کہ اُس جوش کے عالم میں کس کی زبان سے کیا نکلا تھا"
اس جواب پر فلوروس آپے سے باہر ہو گیا - اور فوج کو حکم دیدیا کہ "بلندی کے حصۂ شہر کو لوٹ لیں - اور جو مزاحم ہو بلا تامل قتل کیا جائے - اُس کی زبان سے نکلتے ہی اس حکم کی تعمیل شروع ہو گئی - بہت سے آدمی قتل ہو گئے - اکثر بدحواسی میں بھاگتے ہوئے بھیڑ کے اندر کچل کے مر گئے - اور آخر پناہ گزینوں کی ایک بڑی بھاری جماعت اسیر کر کے فلوروس کے سامنے لائی گئی - اُن میں سے بعض سولی پر لٹکا دیے گئے - اور بعض پر کوڑے پڑے - غرض اُس دن تین ہزار چھ سو بے گناہ نذر اجل ہوے جن میں عورتیں بھی تھیں اور معصوم بچے بھی تھے -
اگرپا مصر گیا ہوا تھا - اُس کی خوبصورت اور نازک اندام بہن برنیقہ موجود تھی جس نے اپنی قوم کی ہمدردی میں فلوروس کی بہت خوشامد کی - مگر

خزانۂ حرم لوٹنے کی کوشش

شنوائی نہ ہوئی - دوسرے دن دو رومی رسالے بیت المقدس میں آ رہے تھے - اُن کے استقبال کے لیے فلوروس کے حکم کے مطابق یہودی بڑے جوش و خروش سے اور نہایت ہی عمدہ جلوس کے ساتھ

شہر کے باہر نکلے - مگر اُن سوارون نے ظالم رومی حکمران کی ہدایت کے مطابق اس خیر مقدم کا یہ جواب دیا کہ وہین سے ان کو مارنا پیٹنا اور اپنے گھوڑون کے نیچے روندنا شروع کر دیا۔ اسی طرح بیگناہون کو ذلیل و خوار کرتے وہ شہر مین داخل ہوے۔ اور ارادہ کیا کہ سیدھے مسجد اقصیٰ پر جا چڑہین۔ اور چونکہ آپس مین کہی بدی تھی اس لیے اُن لوگون کے بڑھتے ہی خود فلوروس بھی اپنی فوج کو لے کے دوسری طرف سے چڑھ دوڑا۔ لیکن ایک طرف تو شہر ایسا پیچیدہ تھا اور دوسری طرف یہود کے جوش مذہبی نے اُن کو ایسی جانبازی پہ آمادہ

اور ناکامی | کر دیا کہ کسی طرح کامیابی نہ ہوئی۔ اول تو ہر گلی کوچے مین اسرائیلیون کی بھیڑ لگی ہوئی تھی جو نہ مارنے سے ہٹتے تھے اور نہ اُن مین سے ہو کے گزرنا ممکن تھا۔ دوسری طرف یہودیون کی اُس جماعت نے جو حرم کے اندر تھی وہ تمام برآمدے اور پل توڑ کے گرا دیے جن پر سے ہو کے خانۂ خدا مین دشمنون کی فوج داخل ہو سکتی تھی۔ یہ حالت دیکھ کے فلوروس کو یاس ہو گئی کہ بیت المقدس کا خزانہ نہین مل سکتا۔ مجبوراً یہودیون سے امن و امان اور اطاعت و فرمانبرداری کا عہد لیا اور قیساریہ کو واپس چلا گیا۔

گورنر شام کے دربار مین فریاد | قیساریہ مین پہونچتے ہی فلوروس نے رومی گورنر شام تسطیوس غالوس کو یہودیون کی سرکشی و سرتابی کا حال لکھا۔ اور کوشش کی کہ دولت روم کو بیت المقدس کی بیخ کنی پر آمادہ کر دے۔ لیکن ادھر سے یہود کے وکلا بھی فلوروس کی شکایت لیے اور اپنی مظلومی کا قصہ سناتے ہوے اُس کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ اور جوابدہی مین اپنے عذرات پیش کیے۔ اُس رحم دل اور منصف مزاج رومی سردار نے تحقیقات کے لیے خود

اُس کا نائب بیت المقدس مین | بیت المقدس کا سفر کیا یا کم سے کم تحقیقات کے لیے

نوپولی طانوس نام ایک افسر کو روانہ کیا۔ وہ راستہ ہی مین تھا کہ اگرپا بھی اسلاجو
مصر سے واپس آرہا تھا مسجد اقصیٰ کا حرم ہنوز سات آٹھ میل کے فاصلے پر تھا
کہ رومیون کو عجب جگر خراش منظر نظر آیا۔ اور ہوا یہ کہ اُن لوگون کی آمد سنتے
ہی ہزار ہا مظلوم یہودی جن مین مقتولون کی بیوائین اور بچے بھی شامل تھے
روتے پیٹتے اور خاک اُڑاتے ہوے اُن کے سامنے آئے۔ اور آہ وزاری

یہود کے ساتھ اُس کی ہمدردی

کے ساتھ فریاد کرنے لگے۔ اُن کی حالت دیکھ کے
رومی افسر کا دل بھر آیا اُس نے دلدہی وتشفی کی۔ اور تالیف۔ قلوب کے لیے خود
مسجد اقصیٰ مین حاضر ہو کے نذر چڑھائی۔ اور لوگون کی خموشی اور امن وامان
سے رہنے کی ہدایت کر کے واپس گیا۔

اگرپا کی صلح جو پالسی

اگرپا کے ہاتھ مین گو کہ ارض یہودا کی حکومت نہ تھی مگر در حقیقت
اُن کا قومی بادشاہ وہی تھا جس کے حکم سے وہ بہت کم سرتابی کرتے تھے۔ اور
وہ بھی ہر نیک وبد مین انھین نیک نیتی سے مشورہ دیا کرتا تھا۔ رومی افسر کے
چلے جانے کے بعد اُس نے سب یہودیون کو اپنے سامنے بلایا۔ اور زمانہ
شناسی کا سبق دینے کی کوشش کی۔ یہ ایک بہت ہی پُر جوش قومی جلسہ تھا۔
جس مین قوم کی اپیل خود قوم کے سامنے کی گئی تھی۔ اس مجمع مین یہودی عورتین
بھی شریک تھین۔ جن مین خاص اسرائیلیہ شہزادی اگرپا کی بہن برنیقہ بھی بال
کھولے اور مظلومی کی صورت بنائے کھڑی تھی۔ اگرپا نے قوم کے سامنے
ایک پُر زور تقریر کی جس مین بتایا کہ قیصر کی مخالفت مین کیسے کیسے خطرے
ہین۔ رومیون کا دبانا آسان نہین ہے اُن کے جبروت کے سامنے۔ یونان جرمن
گال (فرانس) افریقہ اور ایشیا کی زبردست سے زبردست قومون کی
بے دست وپائی ظاہر کی۔ اور آخر مین کہا "ان نا تجربہ کاری کی سرکشیون

اور بے سود آزادیون کے انجام مین سخت خونریزی کا خوف اور ہیکل ربانی کے کھد جانے کا اندیشہ ہی" یہ خیال ظاہر کرتے ہی وہ آنکھون مین آنسو بھر لایا۔ اور شہزادی چلا چلا کے رونے لگی۔ مگر یہودونے چارون طرف سے شور کر کے کہا ہم رومیون کے مقابلے مین ہتھیار نہین اُٹھاتے ہین۔ ہم تو فقط فلوروس کے شر سے بچنا چاہتے ہین" اس کے جواب مین اگرپا نے کہا" مگر محصول ادا کرنے سے انکار کرنا اور شاہی قصر اور معبد الٰہی کی درمیانی عمارت کھود ڈالنا۔ اس کے معنی یہی سمجھے جائین گے کہ دولت روم کے مقابلے مین بغاوت کی گئی" اس کے بعد اُس عاقبت اندیش یہودی اسٹیفن نے بتایا "مصلحت اسی مین ہے کہ شاہی محاصل ادا کر دیے جائین۔ اور یہ عمارتین پھر تعمیر کر دی جائین تاکہ قصر و معبد کے تعلقات بدستور قائم رہین" اس راے کو سب نے پسند کیا" تعمیر کا کام اُسی وقت شروع ہو گیا۔ اور خود اگرپا اور اُس کی بہن دونون تعمیر مین شریک ہوئے۔

خود اگرپا کی توہین | اس کے بعد شامت اعمال سے اگرپا نے اس امر کی کوشش کرنا چاہی کہ اپنی قوم کے خیالات کو فلوروس کی طرف سے صاف کرے۔ مگر اس ظالم رومی سردار کا نام آتے ہی یہودی اس قدر آپے سے باہر ہوے کہ خود اگرپا کی توہین شروع کر دی۔ چارون طرف سے اُس پر پتھر برسنے لگے۔ اور اُسے حکم دیا گیا کہ اسی وقت یہ مقدس شہر چھوڑ کے چلا جائے۔ اگرپا نے اپنی بے عزتی کا بھی چندان خیال نہ کیا۔ اور قوم کی تباہی اور معبد الٰہی کی توہین کا اُسے بس تہ۔ اندیشہ تھا کہ جس طرح بنا چند عمائد شہر کو فلوروس کے پاس بھیجا کہ محاصل وصول کرنے کے لیے کسی کو جلدی بھیجے۔ بس اتنی ہی کارروائی کر کے وہ نا سپاس قوم کے حلقے سے نکل کے چلا گیا۔ اور اُس کے جاتے ہی شہر مین

علانیہ طور پر لڑائی کی تیاریاں ہونے لگیں۔

باب پانزدہم

رومیون کی فوج کشی۔ اور ارض جلیل کی حمایت مین یوسفوس کے کارنامے

باغیون کا سرغنا ایلیزر۔ اگرپا نے پھر اصلاح کی کوشش کی۔ باغیون کی فتح۔ سارے شہر پہ باغیون کا قبضہ۔ قیساریہ کے یہود پر علانیہ ظلم۔ ہر جگہ یہودی قتل ہونے لگے۔ اُن کا جوش شمعون کی عبرتناک سرگذشت۔ اسکندریہ کی حالت۔ بیت المقدس پر غالیوس کا حملہ۔ لڑائی اور رومیون کی شرمناک شکست۔ اس مہم کے لیے وس پے سین کا انتخاب۔ بیت المقدس کی حالت۔ یوسف اور انانوس۔ یوسفوس حاکم جلیل۔ اُس کی تاریخ۔ مقابلے کے لیے اُس کی تیاریان بیت المقدس مین اُس کے خلاف سازش۔ وس پے سین آ پہونچا۔ اُس کی پہلی ابتدا المندیان۔ وسپیسین ارض جلیل مین۔ قلعہ جوتاپتا۔ وسپیسین کا اُس پر حملہ۔ یوسفوس کی مستعدی و ہوشیاری۔ فصیل کے گرد فصیل اور اُس کا توڑ۔ پانی حاصل کرنے کی تدبیرین۔ یوسفوس کی پُرجوش تقریر۔ رومیون کے دانت کھٹے کر دیے۔ قلعے پر سنگباری۔ یوسفوس نے منجنیقین غارت کر دین۔ خود وس پے سین زخمی ہوا۔ قلعے کی دیوار شق ہو گئی۔ سنگباری کے دہشتناک نتیجے۔ سخت معرکہ۔ یوسفوس کے نئے نئے تدابیر۔ رومیون کے غلبے کی ابتدا۔ اور اُن کی پوری فتح۔ قتل عام۔ رومی سردار۔ انٹونیوس کا قتل۔ یوسفوس کی کمین گاہ۔ اُس کا سراغ لگنا۔ اُسے امان دی گئی۔ جان دینے مین یہودیون کا جوش۔ یوسفوس کا باہر آنا۔ وہ فوجی افسر سے پیغمبر بن گیا۔ اُسکی پیشین گوئی۔

جولیس کے زمانے سے معمول چلا آتا تھا کہ قیاصرۂ رُوم کی طرف

باغیون کا سرغنا ایلیزر | بیت المقدس مین حرم مسجد اقصلی کی قربان گاہ پر

قربانیان چڑھائی جائین۔ الیعزر نام ایک شخص ان دنون عام اہل شہر پہ بڑا اثر رکھتا تھا۔ اور سپہ سالاری کا دعویدار تھا۔ وہ رومیون کی مخالفت مین اس رسم کے اُٹھا دینے پر آمادہ ہو گیا۔ صاحب رائے امرائیلیون نے بہت سمجھایا مگر کسی کی پیش نہ گئی۔ اس پہ بھی شمعون نے جو صلح جو گروہ یہود کا سردار تھا۔ فلوروس اور اگرپا کے پاس پیام بھیجا کہ جلدی آئیے ورنہ خانۂ خدا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس درخواست کی طرف فلوروس نے تو توجہ بھی نہ کی۔ اس لیے کہ وہ یہود مین جوش بغاوت کو بڑھانا اور اُن کی تباہی کا تماشا دیکھنا چاہتا تھا۔ مگر اگرپا قوم کی محبت کے جوش سے مجبور تھا۔ پھر ہمدردی پر آمادہ ہوا۔ اور بیرونی لٹیرون یعنی الیعزر کے گروہ کے دبانے

اگرپا نے پھر اصلاح کی کوشش کی

کے لیے تین ہزار سوار بھیج دیے۔ مگر یہ فوج جب تک پہونچے پہونچے باغیون کا گروہ شہر پر قبضہ کر چکا تھا۔ اس کے بعد وہ سوار جو آگے پہونچے تو شہر مین علانیہ خونریزی ہونے لگی۔ اکثر اوقات گلی کوچون مین دست بدست لڑائی ہوتی۔ مسلسل سات روز تک یہ

باغیون کی فتح

حالت رہی کہ شہر مقدس مین کسی جگہ امن وامان نہ تھا۔ آخر اگرپا کی فوج کو باغیون نے پسپا کر دیا جس کے ساتھ ہی تاخت وتاراج کا بازار گرم ہو گیا۔ خود اگرپا اور اُس کے عزیزون کے محلون مین آگ لگا دی گئی۔ دوسرے دن انطونیا کے قلعے پر حملہ ہوا جس مین رومی سپاہیون کا ایک دستہ موجود رہا کرتا تھا۔ دو دن کے متواتر حملون کے بعد الیعزر کے لوگون نے اُس کو بھی فتح کر لیا۔ رومی سپاہی قتل کیے گئے۔ اور قلعے کی عمارت مین آگ لگا دی گئی۔

سارے شہر پر باغیون کا قبضہ

بہر تقدیر سخت خونریزی کے بعد پورے شہر پہ

باغیون کا تسلط ہو گیا - رُومی سپاہی اور اگرپا کے طرفدار علی العموم مارے گئے اور جو زندہ بچے وہ شہر سے نکال دیے گئے - خود ان باغیون مین بھی باہم جھگڑے پیدا ہوئے - مگر آخر مین ایلیعزر ہی سب پر غالب آیا اور اطمینان سا تھ حکومت کرنے لگا -

قیساریہ کے یہود پر علانیہ ظلم

اِدھر خاص شہر بیت المقدس اور قوم یہود کے اصلی مرکز مین تو یہ بدامنی پھیلی ہوئی تھی اُدھر قیساریہ مین یہود کی اس عام اور علانیہ بغاوت کی خبر پہونچی تو وہان کی رُومی رعایا کو جو اختلاف مذہب اور قومی تعصبات کے باعث پہلے ہی سے اسرائیلیون کے خون کی پیاسی ہو رہی تھی انتقام لینے یا دلی بخارات نکالنے کا پورا موقع ہاتھ آگیا - اُن لوگون نے خیال کیا کہ اب یہودی علانیہ سلطنت کے باغی ہو رہے ہین اس لیے اُن پر جو ظلم و زیادتی کی جائے حکام اون کی نظر مین جرم نہ سمجھی جائے گی - فوراً رُومی بُت پرست ہر طرف سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور بلا استثنا و امتیاز یہود پر تلوارین بلند کر دین - اتنا بڑا قتل عظیم ہوا کہ کہتے ہین فقط ایک گھنٹے کے اندر بیس ہزار یہودی جان سے مارے گئے - اور جو جان بچا کے بھاگے اُن کو فلورس نے پکڑ لیا -

ہر جگہ یہودی قتل ہونے لگے

قیساریہ کے اس قتل عام نے تمام ارض یہود ا بلکہ سارے مصر و شام مین بھی جہان جہان یہودی آباد تھے ہر جگہ آگ لگا دی - ایک طرف تو اس خبر کے مشہور ہوتے ہی بیت المقدس کے یہودیون کا جوش بغاوت دوچند ہو گیا - دوسری طرف ہر شہر اور ہر قریے کے لوگ اسی وحشیانہ کام کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے جس کا آغاز قیساریہ مین ہوا تھا - غرض اب کوئی جگہ نہ تھی جہان اسرائیلیون کا قتل عام نہ ہو رہا ہو - اور اُن کے گھرون مین آگ

نہ لگائی جاتی ہو۔ اور چونکہ یہ قومی معاملہ تھا اس لیے یہودی بھی کسی جگہ بے لڑے
بھڑے اور بغیر اس کے کہ بہتون کو میدان مین گرا نہ لیا ہو پسپا نہ ہوتے۔
اس جور و تشدد اور بے پرسش قتل و جور سے چھوٹے چھوٹے گاؤن بھی محفوظ
نہ تھے سارے ملک شام مین ہر قطعہ زمین پر یہ حالت تھی کہ طلوع آفتاب سے
غروب تک سارا وقت خونریزی مین گذرتا۔ اور رات خوف و دہشت مین
کٹتی۔ رومیون نے بالاتفاق دل مین ٹھان لی تھی کہ سارے اسرائیلی قوم کو
صفحۂ ہستی سے مٹا دین۔ اور سڑکین اور گلیان یہودی زن و مرد اور بوڑھون
بچون کی لاشون سے پٹی پڑی تھین۔

اُن کا جوش

مگر یہودی بھی بلا کے ہٹیلے تھے۔ ہر طرح کے صدمے اُٹھائے۔
دوستون اور عزیزون کو اپنے سامنے تڑپ تڑپ کے جان دیتے دیکھا۔ مگر
یہ ذلت گوارا نہ کی کہ دشمنون کے سامنے دب کے سر جھکا دین۔ اُن کے بہادرون
نے دل مین ٹھان لی تھی کہ ہم سب مرین گے۔ اور جہان تک بنے گا مار کے
مرین گے۔ مقام سی تھوپولی کے رہنے والے ایک یہودی شمعون نے اس
قومی مظلومی عام کے زمانے مین ایسا کام کیا کہ اُس کا واقعہ آجتک حیرت
و عبرت کی نگاہون سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ اپنے ہم وطنون کے مقابلے مین

شمعون کی عبرتناک سرگذشت

بڑی شجاعت سے لڑا تھا صدہا آدمیون کو اپنے
ہاتھ سے تہ تیغ کیا۔ بڑی بڑی جماعتون کو تن تنہا شکستین دین۔ مگر انجام مین
جب اپنا قومی ادبار قریب نظر آنے لگا۔ اور ایک ہی رات مین شہر کی
چار دیواری کے اندر تیرہ ہزار یہودی قتل ہو چکے تو اُس نے جوش مین آکے
اپنے تمام قریب کے عزیزون کو جمع کیا۔ جب سب آگئے تو پہلے اپنے باپ کو
بڑھاپے کے سفید بال پکڑ کے کھینچا۔ اور تلوار سے اُس کا سر اُڑا دیا

حسرت زدہ ماں نے خود ہی دوڑ کے اپنا برہنہ سینہ اُس کے خنجر پر رکھدیا۔ ماں باپ کے بعد اُس نے اپنی بی بی بچوں کو قتل کیا۔ پھر اُن سب کی لاشوں کا تودہ بنا کے اُس پر کھڑا ہوا اور چلا کے کہا "ذلیل دشمنو! یہ نہیں ہو سکتا کہ میں شمعون (خود آپ) کے ایسے بہادر شریف کے قتل پر تم کو لاف زنی اور فخر کرنے کا موقع دوں!" اتنا کہا اور اُسی تلوار سے جس نے ماں باپ اور جورو بچوں کی زندگی تمام کی تھی خود اپنا سینہ بھی چاک کر ڈالا۔

اسکندریہ کی حالت اسکندریہ کا ظلم و جور سب جگہ سے بڑھا ہوا تھا۔ وہاں صبح کے آفتاب نے زمانے کے سامنے ایک خون آلود ہرم (پیرامیڈ) بنا کے کھڑا کر دیا۔ جو پچاس ہزار زن و مرد کی لاشوں سے بنا تھا۔

ساری ارض یہود میں ایسا قتل عام ہو رہا تھا اور شہرت تھی کہ بیت المقدس

بیت المقدس پر غالیوس کا حملہ میں مقابلے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ آخر رومی افسر غالیوس دس ہزار رومیوں اور تیرہ ہزار دیگر اقوام کی سپاہ لے کے بیت المقدس کے مغلوب کرنے کو روانہ ہوا۔ یہودیوں کا برائے نام سردار اگریپا بھی اُس کے ہمراہ رکاب تھا۔ یہ لوگ اس کوشش میں تھے کہ ڈرا دھمکا کے یا سمجھا بجھا کے جس طرح بنے بغیر خونریزی کیے یہودیوں کو مغلوب اور بیت المقدس کو سر کریں۔ مگر اُس مقدس شہر میں یہ حالت ہو رہی تھی کہ صلح جو اور امن دوست لوگ مجرم قرار پا کے خانہ نشین ہو گئے تھے۔ اور خانۂ خدا پر دہقانی لٹیروں کا تسلط تھا جن کا سردار ایلیزر صلح کے نام سے بھی برافروختہ ہوتا تھا۔ لہذا غالیوس کی طرف سے صلح کی جو کارروائی ہوئی اُسے اُنھوں نے ذلت و حقارت سے مسترد کر دیا۔

لڑائی اور رومیوں کی شرمناک شکست آخر لڑائی شروع ہو گئی۔ پہلے تو رومی برابر

بڑھتے چلے گئے - بلکہ ایک حصہ شہر کی فتح بھی کر دیا - لیکن انجام مین میدان یہودیون کے ہاتھ رہا - اور رومی لشکر پسپا ہو کے بھاگا - رومی ترتیب اور باضابطگی کے ساتھ تھوڑی ہی دور تک واپس جانے پاے تھے کہ ناگہان اطراف و جوانب کے اسرائیلیون کے ایک بیحد بے پایان گروہ نے دریاے مواج کی طرح بڑھ کے چارون سے گھیر لیا - اُن کا زور و شور اور جوش و خروش دیکھ کے شاہی لشکر خیمہ و خرگاہ اور سارا سامان جنگ چھوڑ کے نہایت ہی بدحواسی اور بے ترتیبی سے بھاگا - اور یہود نے تعاقب کیا - اور رومی فوج کا زیادہ حصہ تعاقب کرنے والون کے ہاتھ سے بھاگنے مین قتل ہو گیا - جرمنی کے جنگلون کی لڑائی کے بعد سے آج تک کبھی رومیون کو ایسی شرمناک اور فاش شکست نہین نصیب ہوئی تھی - بقیۃ السیف رومی نہایت ہی نادم و دل شکستہ ذلت سے سر جھکائے ہوئے اپنے مستقر مین واپس آئے -

اس شکست کی خبر روم مین پہونچی تو اس قومی بے عزتی کی ندامت پر ساری قوم مین ایک غصہ پیدا ہو گیا - اور دوسرے حملے کے لیے بڑے بڑے سامان ہونے لگے - اندنون دولت روم کا سب سے بڑا مدبر اور سب سے زیادہ شجاع افسر وس پے سین تھا لہذا وہی اس مہم کے لیے سپہ سالار اعظم منتخب کیا گیا - حکم پاتے ہی اُس نے فوجین فراہم کرنا شروع کر دین - اپنے بیٹے طیطوس کو اس کام کے لیے مصر بھیجا - اور خود دیگر اضلاع کی راہ لی -

اس مہم کے لیے وس پے سین کا انتخاب

بیت المقدس کی حالت

بیت المقدس مین بھی اس فتح کے بعد ایک قومی انقلاب ہو گیا - ایلنیزر کا اثر مٹ گیا - اور تمام سربر آوردہ لوگون نے مل کے دو نئے شخصون کو اپنا سردار منتخب کیا - اُن مین سے ایک کا نام یوسف

یوسف اور اناتوس اور دوسرے کا اناتوس تھا۔ اِن دونوں شخصوں نے جو ایک دوسرے کے دشمن اور شہر کے جدا جدا حصوں پر متصرف تھے اپنی طرف سے والی و حاکم بھیجے۔ اور ہر جگہ قومی جہاد کی آواز بلند کر دی گئی۔ تاکہ ساری قوم ہتھیار اُٹھا کے مرنے کٹنے کو تیار ہو جائے۔

یہودیوں کے اور سب حاکم اور سردار تو معمولی خودغرضیوں اور نفسانیتوں میں مبتلا تھے جن اخلاقی عیوب سے ان دنوں شاذ و نادر ہی کوئی یہودی بچا ہوگا۔ **یوسفوس حاکم جلیل** مگر علاقہ جلیل کا گورنر یوسفوس آخر میں ایک بے عدیل و یکتا شخص ثابت ہوا۔ یہ جیسا مدبر و منتظم تھا ویسا ہی بہادر و شجاع تھا جس اعلیٰ درجے کا سپاہی تھا اُسی درجے کا سپہ سالار بھی تھا۔ یوسفوس بڑا لائق و تجربہ کار شخص تھا۔ اقطار ارض میں سیاحت کر چکا تھا۔ اور زمانے کے نشیب و فراز کو خوب جانتا تھا۔ اگر اُس کے سے چند اور آدمی اسرائیلیوں میں موجود ہوتے تو وہ قیامت خیز نتائج ہرگز ظاہر ہوتے جو انجام میں نمایاں ہوئے۔ انہی یوسفوس **اُس کی تاریخ** کے قلم کی لکھی ہوئی مفصل تاریخ آج تک ہمارے ہاتھ میں موجود ہے جس میں اُس نے اس عہد کی ہولناک تصویر ہمیں دکھائی ہے۔ اور قوم یہود کے زوال کی ساری داستان من و عن سنا دی ہے۔ اگرچہ یوسفوس اُن لوگوں میں تھا جو صلح و اطاعت کے طرفدار تھے۔ مگر جب ساری قوم اُٹھ کھڑی ہوئی تو اُس نے بھی جان بازی و سر فروشی کا ارادہ کر لیا۔ علاقہ **مقابلے کے لیے اُس کی تیاریاں** جلیل کی حکومت ہاتھ میں لیتے ہی تمام شہروں اور قلعوں کو اُس نے مضبوط کرنا شروع کر دیا۔ پہلے تو بڑی دشواریوں سے اپنے علاقے میں امن و امان قائم کیا۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں کو تاخت و تاراج کے کام سے روک کے قومی فوج میں بھرتی

کرلیا۔ اس کے بعد فوج کے باضابطہ بنانے کی کوشش شروع کی ایک لاکھ فوج مرتب کی۔ اُس کے لیے بڑی بڑی دشواریوں سے اسلحہ فراہم کیے اور اُنھیں مستعدی و سرگرمی سے رومی اُصول پر قواعد سکھانا شروع کی۔ مگر

بیت المقدس میں اُس کے خلاف سازش

باوجود اُس کی ان بیدار مغزیوں کے بیت المقدس میں اُس کے خلاف سازشوں کا سلسلہ کسی طرح موقوف ہونے کو نہ آتا تھا۔

حاسد اُس کی ہر کوشش کو بیکار بتاتے۔ اور اُس کی ہر خوبی کو عیب بنا کے دکھاتے۔ یہاں تک کہ خود حکمران بیت المقدس نے اُس کی موقوفی کا حکم جاری کر دیا۔ مگر یوسفوس نے قومی گناہ سمجھ کے علاقۂ جلیل کی حکومت نہ چھوڑی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے اُسے اپنے ہی قوم کے سپاہیوں سے لڑنا پڑا پھر اُس کے بعد رومیوں سے مقابلے کی نوبت آئی۔

رُومی سردار پورے ایک سال تک سامان جنگ فراہم کرتے رہے جس مدت میں سوا یوسفوس کے اور کسی یہودی سردار کو سازشوں کے سوا کسی بات کی فکر نہ تھی۔ آخر خانۂ خدا کی تباہی و بربادی کا وقت آگیا سنہ ۵۰۶ قبل محمد یعنی سنہ ۶۵ع میں رومیوں کو شکست ہوئی تھی۔ اُس کے دوسرے برس سنہ ۵۰۵ قبل محمد میں موسم بہار شروع ہی ہوا تھا کہ رومی سپہ سالار

وس پے سین آپہونچا

اعظم وس پے سین شہر انطاکیہ میں آپہونچا۔ اظہار اطاعت کی غرض سے اگریپا بھی اپنی فوجیں لیے ہوئے اُس سے جاملا۔ اب رومی علم کے نیچے ساٹھ ہزار باضابطہ فوج تھی۔ اور اس کے علاوہ باربرداری اور دیگر انتظامی اُمور کے لیے عام قسم کے لوگوں کی بھی ایک بڑی تعداد تھی۔

وسپسین نے انطاکیہ سے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اقبالمندی قدم چومنے لگی۔

اس کی پہلی اقبالمندیان

اور پہلا علاقہ جسے رومیون نے پامال کرنا شروع کیا علاقۂ جلیل تھا۔ جہان یوسفوس نے مقابلے کی بڑی بڑی تیاریان کر رکھی تھین۔ مگر رومیون کے سامنے وہ اسب کوششین بیکار نظر آنے لگین اس لیے کہ رعایا خود ہی ٹوٹ ٹوٹ کے رومیون کے سامنے سر جھکانے لگی۔ خود علاقۂ جلیل کے صدر مقام سے یوسفوس کی مرضی کے خلاف وکلاے رعایا کا ایک وفد وسپسین کے سامنے حاضر ہوا۔ اور اظہار اطاعت کیا۔ رومی سپہ سالار نے اُن کی درخواست خوشی سے منظور کر لی اور ایک ہزار سوار اور چند ہزار پیادے اُن کے ہمراہ کر دیے کہ انھین اور اُن کے شہر کو سرکش یہودیون کی دست برد سے بچائین۔

وسپسین ارض جلیل مین

اس کے بعد جب رومیون کو یہ نظر آیا کہ یوسفوس مقابلے اور مزاحمت کی کوشش کر رہا ہے تو انھون نے ارض جلیل کے گاؤن لوٹنا شروع کر دیے۔ اور رعایا کو بلا تامل قتل کرنے لگے۔ جس گاؤن مین رومی سپاہی پہونچے وہان کی ساری رعایا مین سے جو ہتھیار اٹھانے کے قابل ملا قتل ہوا۔ اور جو زندہ بچے لونڈی غلام بنا لیے گئے۔ یوسفوس رومیون کی پامردی اور اُن کے قواعد جنگ سے خوب واقف تھا۔ لہذا کھلے میدان مین مقابلہ کرنے کی اُسے جرات نہ ہوئی۔ بلکہ ارادہ کیا کہ قلعون اور شہرون مین محصور ہو کے لڑے۔ اسی خیال سے اُس نے تمام گاؤن اور شہرون کی رعایا کو عام حکم دے دیا کہ بھاگ بھاگ کے قلعون مین پناہ گزین ہو جائین اُس کا حکم ہوتے ہی لوگ قلعون مین آ آ کے پناہ لینے لگے۔ اور جنھون نے اس مین ذرا بھی کوتاہی یا تاخیر کی رومیون کے ہاتھ سے مارے گئے۔

قلعہ جوتاپتا | خود یوسفوس نے اپنے لیے جوتاپتا کا مضبوط اور زبردست قلعہ منتخب کیا جس کا فتح کر لینا زبردست سے زبردست فوجون کے لیے بھی غیر ممکن نظر آتا تھا - یہ قلعہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر بنایا گیا تھا - اور گرد ایسے نامناسب نشیب و فراز تھے کہ اُن کو دیکھنے سے بھی انسان کو ڈر معلوم ہوتا - یہین بیٹھ کے یوسفوس اپنے علاقے کی تباہی و بربادی کی خبرین سننے لگا - روز ایک نئے شہر کی تباہی و بربادی اور اُس کے سمار ہو جانے کا حال معلوم ہوتا اور روز کسی نئی جماعت یہود کے قتل و اسیر ہونے کی حسرت و اندوہ کے ساتھ سنی جاتے -

وسپیسین کا اُس پر حملہ | ہوتے ہوتے گرد و نواح کے تمام شہر اور قریے جل کے خاک سیاہ ہو گئے - فقط قلعہ جوتاپتا ہی کا مغرور و متکبر اندہ سر جھکنے کو باقی رہ گیا تھا کہ وسپیسین کی فوجون نے اُس کی طرف توجہ کی - رومی سپاہیون نے یہان آتے ہی اپنی ہیبت بٹھانے اور اپنی شان و شوکت دکھانے کے لیے یہ حرکت کی کہ سامنے کی ایک اونچی پہاڑی پر چڑھے - اور ترتیب سے صفین باندھ کے جوتاپتا والون کو دُور سے بتایا کہ ہم کیسے بہادر اور جوانمرد ہین - اور واقعی یہ تماشا دیکھ کے یہودیون کے دل لرز گئے - مگر یوسفوس نے قومی غیرت دلا کے اُن کو اُبھارا - اور اُن کے دلون مین یکایک ایسی شجاعت پیدا کر دی کہ اُنھون نے فوراً شہر سے نکل کے دشمنون پر حملہ کر دیا - اور اس بہادری سے لڑے کہ رومی گھبرا اُٹھے -

متواتر پانچ دن کی سخت لڑائیون نے رومیون کو مجبور کر دیا کہ قلعے کی فتح کرنے کی اور تدبیرین سوچین - فقط لڑنے سے کام نہ چلے گا - مگر یوسفوس

یوسفوس کی مستعدی و ہوشیاری | یہان ایک ایسا شخص موجود تھا - جو وسپیسین کی ہر تدبیر کو

اپنی دانائی و ہوشیاری سے بیکار کر کے رومیون کی ہر کوشش کو مسترد کر دیتا - رومیون نے قلعہ کی فصیل کے برابر برابر ایک نئی چوڑی دیوار قائم کر لی تو یوسفوس نے نہایت ہی مستعدی سے اپنے قلعے کی فصیل اور اونچی کروالی - یہی نہین کیا بلکہ جوتا پتا کی فصیل پر جا بجا نئے برج قائم کرا لیے - جن مین سے یہودی نہایت ہی حفاظت و اطمینان کے ساتھ مقابلہ کر سکتے - اس تدبیرین بھی ناکام ہو کے رومیون نے محاصرے مین سختی شروع کی - اور باہر سے غلے اور پانی کی آمد بالکل رُک گئی - غلے کی تو قلعے مین چندان کمی نہ تھی اس لیے کہ سالہا سال کے لیے بھر لیا گیا تھا - مگر پانی کے ملنے مین دشواری پیدا ہوئی تو یوسفوس نے ایک مخفی راستے سے کام لیا جو زمین کے نیچے سے ہو کے باہر نکل گیا تھا - چند ہی روز تک اس راستے سے پانی آنے پایا تھا کہ رومیون کو پتہ لگ گیا - اور اُس کی نکاس پر اُنھون نے پہرہ بٹھا دیا - جب اُدھر سے پانی ملنا دشوار ہوا تو یوسفوس نے یہ نئی تدبیر نکالی کہ عین قلعے کی فصیل کے نیچے ایک دروازے کے پاس پانی کا چشمہ تھا - شہرپناہ پر سے مار مار کے رومی روکے اور ہٹا سے جاتے اور یہودی پھاٹک سے نکل کے پانی بھر لاتے - آخر رومیون نے یورش کر کے یہ راستہ بھی بند کر دیا تو یہودی فصیل پر سے کپڑے لٹکاتے اور اُن کو پانی مین بھگو بھگو کے کھینچ لیتے اور جتنا پانی اُن کپڑون کے نچوڑنے سے ہاتھ آتا اُسی سے کام چلاتے -

فصیل کے گرد فصیل اور اس کا توڑ

پانی حاصل کرنے کی تدبیرین

لیکن رومیون کی یہ مستعدیان دیکھ کے آخر یوسفوس دل مین متردد ہوا - بعض لوگون نے بھاگ جانے کی رائے دی مگر ایسی رائے دینے والے کو اُس نے حقارت و ذلت کی نظر سے دیکھا - اور کہا "ناموری و عزت سے مر جانا ایسی بیحیائی کی زندگی سے لاکھ درجے اچھا ہے" اب

یوسفوس کی پُرجوش تقریر

یوسفوس انتظار کرنے لگا کہ محاصرے کی سختیون سے یہودیون مین ذرا جوش دبے صبری پیدا ہو تو مقابلے کا ارادہ کرے۔ اور یہی ہوا۔ چند ہی روز مین اہل جوتاپتا گھبرا گئے۔ اور اپنے شریف النفس سردار کے سامنے آ کے شکایت کی۔ اُس کے جواب مین اُس نے ایک نہایت ہی پُرجوش تقریر کی۔ سب کو قومی عزت کے لیے جان دینے پر آمادہ کیا۔ اور جب دیکھا کہ سب کے دل مین قومی غیرت کی آگ بھڑک اُٹھی ہے تو اُن کو رومیون کے دانت کھٹے کر دئے ویسپسین کے مقابلے کو نکالا۔ تین دن تک یہودیون نے ایسے ایسے جان بازی کے حملے کیے کہ ویسپسین گھبرا اُٹھا۔ اور دو بدو لڑنے سے عاجز آ کے آمادہ ہوا کہ منجنیقون اور پتھر برسانے والی کلون سے قلعے اور اُس کی فصیلون پر حملہ کرے۔ رومی سپہ سالار کا حکم ہوتے ہی یہ ہولناک کام قلعے پر سنگباری شروع ہو گیا۔ اور ایسا شور و ہنگامہ برپا ہوا کہ قلعے کے اندر والے محصور اسرائیلی سپاہی پریشان ہونے لگے۔ مگر یوسفوس نے اس موقع پر بھی ایسا کام کیا کہ رومی حیران و ششدر رہ گئے۔ اُس نے چارون طرف فصیل کے گردا گرد بالو کے بھرے ہوے بورے نیچے سے اوپر تک چنوا دیے جن سے دیوارین بھی چوٹ کھانے سے محفوظ ہو گئین اور وہ ہولناک آوازین بھی موقوف ہوئین۔

یوسفوس نے منجنیقین غارت کر دین اب یوسفوس نے رومیون پر اس غرض سے حملہ کیا کہ اُن کی منجنیقین غارت کر دے۔ یہ نہایت ہی سخت حملہ تھا جس مین خود یوسفوس نے بڑی شجاعت دکھائی اور آخر نہایت کامیابی کے ساتھ خود ویسپسین زخمی ہوا سنگ اندازی کی بہت سی کلین غارت کر دین۔ اس لڑائی کا سلسلہ شام ہو جانے کے بعد بھی ساری رات قائم رہا۔ خود

وسپیسین میدان مین کھڑا ہوا اپنے سپاہیون کو جوش دلا رہا تھا کہ ناگہان یہودیون کا ایک پتھر اُس کی ایڑی پر پڑا۔ یہ خبر سنتے ہی رومی بڑی بدحواسی کے ساتھ اُس کی طرف دوڑے۔ مگر اُس نے سب کو اطمینان دلایا اور کہا "مین اچھا ہون۔ اور میری اس چوٹ کے ساتھ ہمدردی یہی ہے کہ دشمنون سے انتقام لو۔ اور انھین مار کے ہٹاؤ" یہ کلمات سنتے ہی رومی پھر جوش وخروش سے بڑھے۔ اور زیادہ سختی سے سنگباری ہونے لگی۔

قلعے کی دیوار شق ہو گئی

جوتاپیٹا والون کے لیے اس رات کا منظر نہایت ہی قیامت خیز تھا قلعے کی دیوار ایک مقام پر شق ہو گئی تھی۔ یہودیون مین ہر طرف تہلکہ پڑا ہوا تھا۔ رومی منجنیقون کے پتھرون کی آوازون کے ساتھ یہودی عورتون اور بچون کی چیخون کی صدائین بھی بلند تھین۔ رومیون کی طرف سے جو پتھر آتے تھے انھون نے بعض ایسے ایسے ہولناک واقعات دکھائے

سنگباری کے دہشت ناک نتیجے

کہ یہود کے دلون پر ہیبت چھا گئی۔ ایک شخص کے سر پر اس زور سے آکے پتھر پڑا کہ اُس کی کھوپڑی ٹوٹ کے تین فرلانگ پر جا پڑی۔ ایک پتھر کسی حاملہ عورت کے پیٹ پر پڑا اور بچہ پیٹ سے نکل کے نصف فرلانگ پر جا رہا۔ قلعے کے اندر یہ حالت تھی اور باہر رومیون کا یہ عالم تھا کہ رہ رہ کے حملہ کرتے۔ اور اپنی ہی لاشون پر چڑھ چڑھ کے بڑھتے۔

اگرچہ رومیون کی سب کوششین بیکار گئین۔ اور رات بھر کی سنگباری کے بعد بھی فصیل کا شگاف بڑھنے نہ پایا تھا۔ مگر یوسفوس بھی اپنی حالت سے غافل نہ تھا۔ وہ شکستہ حصۂ فصیل کے پیچھے ایک دوسری دیوار بنوا رہا تھا کہ بالفرض اگر پُرانی دیوار منہدم بھی ہو جائے تو رومی اندر نہ داخل ہو سکین۔

آخر صبح کو وسپسین نے عاجز آکے اپنی فوج کو ستانے اور دم لینے کا

سخت معرکا حکم دیا۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ اس لیے

کہ شکستہ دیوار کی طرف سے یہود ہی مقابلے کو نکل پڑے۔ جن کے نکلتے ہی رومی

قرناد بوق بجے۔ اور وہ اس طرح تیر برساتے ہوے بڑھے کہ آفتاب تیروں میں

چھپ گیا۔ کلبیں پھر قائم کی گئیں۔ یہودی جوش وخروش سے اُن پر جا پڑے

مگر بغیر اس کے کہ کچھ ضرر پہونچا سکیں۔ مار کے ہٹادیے گئے۔ مگر یوسفوس نے

یوسفوس کے نئے نئے تدابیر | اس واپسی میں بھی رومیوں کو ایک سخت نقصان

پہونچا دیا۔ وہ اپنے ساتھ بہت سا کھولتا ہوا تیل لیتا گیا تھا جو یکایک

پچکاریوں سے رومیوں پر برسنے لگا۔ اُن کی صفیں درہم وبرہم ہو گئیں۔

اور سپاہی گراہ کراہ کے گرنے لگے۔ لیکن اس پر بھی اُن کا حوصلہ پست نہ

ہوا۔ اگلے گرتے تو پچھلے اُن سے چڑھتے ہوے آگے بڑھتے۔ اب یوسفوس

کی ذہانت نے ایک نئی قسم کی مزاحمت سے کام لیا۔ دیوار پر کوئی لعاب دار

روغن بہادیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس رومی نے شکستہ دیوار پر چڑھنے

کی کوشش کی پھسل کے نیچے گرا اور زخمی ہو گیا۔ اول تو رومی خود اس طرح

پھسل پھسل کے گرتے اور اُس پر دوسری یہ آفت تھی کہ یہودی اُوپر سے

مار مار کے کام تمام کر دیتے۔

رومیوں کے غلبہ کی ابتدا | اس وقت تک برابر یہی ثابت ہوتا رہا تھا کہ جوتاپتا

کے فتح کے لیے کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکتی۔ وسپسین نے جھنجھلا کے حکم دیا

کہ جو دیوار قلعے کے گرداگرد رومیوں نے بنائی ہے اور بلند کی جائے۔ اور

جب اس حکم کی تعمیل ہو چکی تو اُس پر پچاس بُرج بنوائے گئے۔ اور اُن

بُرجوں کے گرد لوہے کے پتر چڑھا دیے گئے تاکہ آگ نہ اثر کر سکے۔

اس دیوار نے البتہ یہودیوں کو سخت نقصان پہونچایا۔ اور وجہ یہ تھی کہ اب
جس سطح پر سے کھڑے ہوکے رومی تیر اور پتھر برساتے وہ قلعے کی فصیل سے
زیادہ بلند تھی۔ رومیوں کے پتھر اُن پر مینھ کی طرح برستے اور اُن کا کوئی زور
نہ چلتا۔ مجبوراً اُنھوں نے قلعے کی دیوار کو چھوڑ دیا۔ مگر اس ہوشیاری کے
ساتھ کہ اپنے آپ کو چھپائے اور بچائے کھڑے رہتے۔ مگر رومیوں کا کوئی گروہ
جب دیوار پر چڑھنے کی کوشش کرتا تو فوراً یورش کر دیتے اور سب کو مار کے
نیچے گرا دیتے۔

اور انکی پوری فتح — آخر کار مدت دراز کے مقابلے نے یہودیوں کو انتہا سے زیادہ
عاجز اور خستہ کر دیا۔ ایک بدنصیبی کی رات کو وہ غافل سو گئے۔ اور صبح تک
تھکے ماندے بچھونوں پر پڑے رہے۔ ناگہاں کیا دیکھتے ہیں کہ رومی قلعے کے
اندر داخل ہو گئے۔ اور ہوا یہ کہ خود طیطوس نے خموشی کے ساتھ دیوار پر چڑھ
کے وہاں کے غافل نگہبانوں کو چپکے ہی چپکے قتل کر ڈالا۔ اور اس کے بعد
اتر کے قلعے کے پھاٹک کھول لیے۔ یوسفوس اور عام لوگوں کو اس وقت
خبر ہوئی جب رومی لشکر ایک خونخوار سیلاب کی طرح شہر میں داخل ہو رہا تھا
اور چونکہ رومیوں کے دل سخت غصے میں بھرے ہوے تھے اس لیے ہر طرف اور

قتل عام — ہر جگہ قتل عام کا بازار گرم تھا۔ یہ ایسا نازک وقت تھا کہ چند ہی
لوگوں کو لڑنے کی جرأت ہوئی۔ باقی سب بھیڑ بکریوں کی طرح بلامزاحمت
بت پرستوں کے ہاتھ سے ذبح ہوئے۔ رومیوں کی خوشی کی کوئی انتہا
نہ تھی۔ مگر اتفاقاً فتح کے بعد رومیوں کا ایک اتنا بڑا سردار قتل ہو گیا
کہ وسپیسین سے لے کے ادنیٰ سپاہی تک ہر شخص کے سینے سے آہیں نکلنے لگیں
اور ہوا یہ کہ روم کا نامی افسر انطونیوس یہودیوں کو قتل کرتا ہوا ایک

گہرے غار پر پہونچا جس مین ایک یہودی چھپا کھڑا تھا - انطیونیوس کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ یہودی نے پناہ مانگی اور عاجزی سے کہا مجھے پکڑ کے اُوپر کھینچ لیجیے - رومی افسر نے اس کے نکالنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا کہ یہودی نے نیزہ مار کے ایک ہی وار مین اُس کا کام تمام کر دیا - الغرض ۴۷ دن کے شدید محاصرے کے بعد رومیون نے قلعۂ جوتا پتا کو فتح کیا جہان لڑائی مین اول سے آخر تک ۴۰ ہزار یہودی قتل ہوے - فقط بچّے اور عورتین چھوڑ دی گئین - مگر اُن مین سے بھی بارہ سو کی جماعت غلامی کے لیے اسیر کر لی گئی -

رومی سردار انطونیوس کا قتل

اتنا قتل عام ہو چکا - اور شہر کا ایک ایک کونا ڈھونڈھ ڈالا گیا - مگر وسپیسین کو حیرت تھی کہ یوسفوس کیا ہوا نہ کہین اسکی لاش ملی اور نہ یہ قیاس مین آتا تھا کہ وہ کسی طرف نکل گیا ہو - یوسفوس نے جب دیکھا کہ اب کوئی کوشش کارگر نہین ہو سکتی تو اپنے چالیس ہمراہیون کے ساتھ ایک گہرے کنوئین مین آتر گیا - اور کھانے پینے کا سامان بھی ساتھ لیتا گیا - اگرچہ اُس کنوئین سے نکل آنے کا راستہ تھا مگر ہر جگہ رومی پھیلے ہوئے تھے - اور اندیشہ تھا کہ جو نکلے گا دشمنون کے ہاتھ مین پڑ جاے گا - اس لیے تین دن تک سب لوگ وہین چھپے بیٹھے رہے - تیسرے دن یوسفوس کے ہمراہیون مین سے ایک عورت نکل کے باہر آئی - اور جیسا خیال تھا ویسا ہی ہوا کہ رومیون نے اُسے اسیر کر لیا - اُس عورت سے جب دریافت کیا گیا تو اُس نے اپنی جان کے خوف سے راز فاش کر دیا - یہ حال سُنتے ہی وسپیسین نے فوراً ایک افسر کو بھیجا اور یوسفوس کو پیام دیا کہ "تمھارے لیے امان ہے بلا تکلف نکل آؤ" اُس افسر نے جب کنوئین کی جگت پر

یوسفوس کی کمین

اُسکا سراغ لگنا

اُسے امان دی گئی

کھڑے ہوکے پکارا۔ اور رومی سپہ سالار کا پیام دیا تو یوسفوس نے باہر آنے سے انکار کیا اور کہا "مجھے رومیون سے رحم کی اُمید نہین۔ وسپسین سے کہو اگر مجھے بُلانا چاہتا ہے تو نقانور کو بھیجے جو میرا دوست ہے۔ مجھے صرف اسی کے وعدے کا اعتبار ہو سکتا ہے اور وہ بھی جب خاص اُس کی زبان سے سنون" فوراً نقانور بھیجا گیا جس نے آکے کہا "یوسفوس لے اب چلے آؤ۔ وسپسین تمھاری قدر کرے گا"

اب یوسفوس تو آنے پر آمادہ تھا مگر خرابی یہ اُٹھ کھڑی ہوئی کہ ساتھ والون نے کہا یہ ممکن نہین کہ ہم رومیون سے مل کے اپنے قومی اصول کو توڑ دین۔ جان دینے سے تو یہ بہتر ہے کہ سب کے سب ہمین خودکشی کر لین۔ یہ غیر ممکن ہے کہ تم ہم سے جان بچا کے نکل جاؤ۔ یوسفوس نے اُن کو سمجھایا کہ خودکشی نامردی ہے۔ اور زندگی ہو تو ہر طرح کی اُمیدین ہین" یہ سُن کے سب بگڑ کھڑے ہوے۔ اور تلوارین لے لے کے اُس پہ جھپٹ پڑے۔ یوسفوس سے جب کوئی تدبیر نہ بن پڑی تو اُن سے کہا "یہی ارادہ ہے تو یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ ہم مین سے ہر ایک اپنے ایک رفیق کو قتل کر ڈالے۔ کیونکہ خودکشی حرام ہے۔ اس تجویز پر سب راضی ہوئے۔ پہلے دس آدمی منتخب ہوے جنھون نے باقی ماندہ لوگون کو قتل کر ڈالا۔ پھر اُن دس مین پانچ نے پانچ کو قتل کیا۔ اور صرف یوسفوس اور ایک اور شخص زندہ رہ گیا۔ اُس کو یوسفوس نے پھر جان بچانے کا مشورہ دیا۔ مگر اُس نے نہ مانا تب یوسفوس نے اُسے قتل کیا۔ اور خود باہر نکل آیا۔ یوسفوس کی صورت دیکھتے ہی رومیون نے چارون طرف سے ہجوم کیا۔ ہر شخص ایسے نامور بہادر کی صورت دیکھنے کا مشتاق تھا۔ سب سے زیادہ رحم اس پہ وسپسین کے بیٹے طیطوس کو آیا۔ اور رد اسے قرار پائی

جان دینے مین یہودیون کا جوش

یوسفوس کا باہر آنا

کہ وہ ایک عجیب و غریب تحفے کی شان سے قیصر روم نیرو کی خدمت میں بھیجا جائے۔

یوسفوس نے باہر آتے ہی درخواست کی کہ میں وسپیسین سے تنہائی میں ملنا چاہتا ہوں طیطوس اور اُس کے دو اور دوستوں کے سوا سب لوگ ہٹ گئے۔ اور یوسفوس جو کل تک ایک بہادر سپاہی ایک نامی افسر اور ایک یادگار زمانہ سپہ سالار تھا ایک بے نفس عابد و زاہد اور خدا ترس ولی نظر آیا۔ اور نبوت و ولایت کی شان سے کاہنوں کے لب و لہجے میں بولا "میں شریفانہ موت سے نہیں ڈرتا۔ اب زندگی اور دنیا دونوں سے سیر ہوں تمھارے پاس جو آیا ہوں تو خدا کا یہ پیام لے کے آیا ہوں کہ "تم عنقریب روم کے قیصر اور دنیا کے سب سے بڑے شہنشاہ ہونے والے ہو۔ اکیلے تم ہی نہیں تمھارا بیٹا طیطوس بھی"۔ یہ پیام پہونچاتے ہی اُس نے چلا کے کہا "مجھے نیرو کے پاس نہ بھیجو۔ باندھو۔ زنجیروں میں جکڑو۔ مگر اپنا قیدی بنا کے رکھو۔ میرا شہنشاہ تمھارے سوا کوئی اور نہیں۔ اس لیے کہ عنقریب تم ہی مالک بحر و بر ہونے والے ہو۔

وہ فوجی افسر سے پیغمبر بن گیا

اُس کی پیشین گوئی

باب شانزدہم

بیت المقدس کا محاصرہ اور اُس میں خوفناک قحط

رومیوں کا غلبہ۔ بیت المقدس میں نا اتفاقیاں۔ نیرو کی موت۔ وسپیسین قیصر روم۔ طیطوس بیت المقدس کی مہم پر۔ بیت المقدس کی حالت۔ الیعزر۔ یوحنا۔ شمعون۔ یہود کی مجموعی قوت۔ بیت المقدس کا محاصرہ۔ پہلا معرکہ۔ خود طیطوس کو بیت المقدس پر ترس آیا۔ دشمنوں کے روکنے کا بندوبست۔ رومی منجنیقیں۔ یہود کا ناکام حملہ۔

اُن کی طرف سے پیام صلح - اور دغابازی - شہر کے نشیبی حصے پر رومیون کا قبضہ - اور مجبوراً اُسے چھوڑنا - محاصرہ مین سختی - غریب یہودی آ آ کے پناہ مانگتے ہین - قحط کی سختیان - یہودی سپاہیون کا رعایا کو لوٹنا - قحط کے خوفناک نتیجے - یہودی دوست اور دشمن دونون کے ہاتھون سے قتل ہوتے ہین - ایک بیار رومی شاہزادہ - رومیون کے کیمپ مین سرنگ اُڑائی گئی - یہودی سردارون کی شجاعت - یہود نے رومی منجنیقین تباہ کر دین - رومیون کا شکست کھا کے سنبھلنا - قحط کے ہولناک واقعات - ایک عورت اپنے بچے کو کھا گئی - خود طیطوس کو ترس آیا - قحط نے کتنون کی جانین لین - رومیون نے نئی منجنیقین بنائین - انطونیا فتح ہوا - طیطوس کی طرف سے پیام صلح - وہ حرم کو تباہی سے بچانا چاہتا ہے - خاص مسجد اقصیٰ پر حملہ - اُس پر سنگباری - اور دھاوا - حرم مین آگ لگائی گئی - جو یہودی اُس مین تھے جل جل کے مرتے ہین - مسجد اقصیٰ کے مسمار کرنے کی تجویز -

رومیون کا غلبہ | جوتاپاٹا کے فتح ہو جانے کے بعد علاقۂ جلیل مین کوئی گاؤن اور شہر نہ تھا جو ایک گھڑی کے لیے بھی رومیون کو روک سکتا - یکایک رومی فوجین ہر طرف پھیل گئین اور قریب قریب ساری رعایا کی یہ حالت ہوئی کہ مرد جو لڑنے کے قابل تھے بے لڑے بھڑے اور بغیر اس کے کہ کسی کے سامنے سر اطاعت جھکایا ہو مارے گئے - عورتین اور بچے بھی سب قتل ہوئے - اور بنی اسرائیل کی باقیماندہ نسل ہر جگہ ذلت و مسکنت کے ساتھ بازارون مین بکنے لگی - بیت المقدس والے خود اپنی حالت مین مبتلا تھے - وہ سوا اس کے کہ یہ قومی تباہیون کی داستانین سُن سُن کے اپنا جوش تازہ کر لین اور کچھ نہ کر سکے -

بیت المقدس کی نااتفاقیان | بیت المقدس مین یہودیون کی باہمی مخالفت کا جوش اب اور بڑھ گیا تھا - بیرونی لوٹ مار کرنے والون کا گروہ شہر کے اندر

روز بروز زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ اور ہر شخص کا جان و مال خود اپنی قوم کے ہاتھون خطرے مین تھا۔ اب وسپیسین نے اپنی فوجون کو آگے بڑھایا۔ اور اُس کے سپاہی دریاے یردن کے کنارے آ پہونچے۔ اور خاص بیت المقدس کے توابع مین سے بعض قصبات مین دس بارہ ہزار یہودی تہ تیغ ہو گئے۔ خانۂ خدا والے ان باضابطہ حملہ آورون کا انتظار ہی کر رہے تھے کہ

نیرو کی موت

ناگہان قیصر نیرو کے مرنے کی خبر آئی۔ اور وسپیسین کو مجبوراً یہ مہم چھوڑ کے شہر روم کا ارادہ کرنا پڑا۔ اور ارض یہودا اور دو سال کے لیے اسی بے امنی و بدنظمی کی حالت مین چھوڑ دی گئی۔

وسپیسین قیصر روم

وسپیسین روم مین پہونچتے ہی اپنے طرف دارون کی کثرت اور اپنے کارنامون کے یاد دلاتے کی بنا پر یوسفوس کی پیشین گوئی کے مطابق قیصر روم قرار دیا گیا۔ اُس نے تاج قیصری رکھ کے پہلے تو یوسفوس کو قید سے آزادی بخشی۔ پھر نظم و نسق مملکت کی طرف متوجہ ہوا۔ تخت نشینی کے دوسرے سال

طیطوس بیت المقدس کی مہم پر

اُس نے اپنے بیٹے طیطوس کو جو اب ولی عہد سلطنت تھا ارض یہودا کے مغلوب کرنے اور خاص مسجد اقصیٰ کے کلسون پر دولت روم کا پھریرا اُڑانے کے لیے روانہ کیا۔ طیطوس کو یوسفوس کے ساتھ خاص تعلق ہو گیا تھا۔ اس لیے اُس نے یہودی قوم کے اس نئے پیغمبر کو اپنے ساتھ لیا۔ اور مشرق کی راہ لی۔

بیت المقدس کی حالت

سنہ ۷۰ء قبل مسیح بیت المقدس والون کے لیے نہایت ہی نحوست کا سال تھا۔ قریب قریب پورا سال اس حالت مین گذرا کہ مقدس شہر کی سڑکین روز اولاد اسرائیل کے خون سے رنگی جاتی تھین۔ اور کسی غیر حملہ آور کے اسلحہ سے نہین بلکہ خود اپنے ہم قومون اور ہم مذہبون کے ہاتھ سے۔ بجاے اس کے کہ دشمن کی باضابطہ فوجون کے روکنے کا کوئی سامان کیا جاتا آپس مین

تین تفریقیں ہو گئی تھیں - شہر تین جداگانہ حصون اور مورچون پر تقسیم تھا - ہر مورچہ دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے تلا ہوا تھا - اور ہر ایک مین ایک نیا حکمران تھا -

ایلیزر | پہلا سردار تو ایلیزر بن شمعون تھا جس نے سب سے پہلے قیاصرۂ روم کی قربانی قبول کرنے سے انکار کیا تھا - یہ شخص بیرونی لوٹیرون کا سرغنا تھا - اور

یوحنا | خاص مسجد اقصیٰ کو اُس نے اپنا قلعہ قرار دیا تھا - لیکن اُس سے زیادہ قوت یوحنا بن جشالہ کے قبضے مین تھی جو یوسفوس والی جلیل کا پرانا رقیب تھا اور اول سے

شمعون | آخر تک اُس کے خلاف سازشین کرتا رہا تھا - تیسرا سردار شمعون بن جیورس تھا جو شہر کے بلندی کے حصے پر متصرف و قابض تھا - ان تینون ہر گرہون کی باہمی عداوتون نے یہ حالت کر رکھی تھی کہ یہودیون کے جلالی خدا یہوا کی قربان گاہ ہر وقت خون کے رنگ مین رنگی رہتی - اور شاذ و نادر ہی کوئی گھڑی گذرتی جبکہ اُس کی حدود کے اندر لاشین پھڑکتی نہ نظر آتی ہون - یہ دیکھ کے بوڑھے اور نازک مزاج عورتین چپکے چپکے روتین اور گھرون مین چھپ چھپ کے دعا مانگتین کہ خدا رومیون کو جلدی لائے -

یہود کی مجموعی قوت | بیت المقدس مین کُل فوجون کی مجموعی تعداد یہ تھی کہ شمعون کے پاس دس ہزار آدمی تھے - اور ان کے علاوہ پانچ ہزار آدمیون کا ایک اور گروہ بھی اس شخص کے قبضے مین تھا جو بڑے جانباز اور بڑے بہادر تھے - یوحنا کے پاس چھ ہزار فوج تھی اور ایلیزر کے ہمراہ صرف دو ہزار چار سو آدمیون کا گروہ تھا - یہ فوج اگرچہ تعداد مین بہت تھوڑی ہے - مگر بیت المقدس ایسا مضبوط شہر تھا کہ اگر تینون سرگروہ اتفاق سے کام لیتے تو شاید زبردست سے زبردست حریف کے مقابلے مین کافی ہو جاتی -

آخر وہ قیامت خیز گھڑی آ گئی جس کا بیت المقدس کی مظلوم بیوائین

بڑی بےصبری سے انتظار کر رہی تھین - طیطوس مصر کی فوجین لیتا ہوا قیساریہ بیت المقدس کا محاصرہ کرنے آیا - اور شاہی فوجین مرتب کرنے لگا - بہت سے شام کے حکمران بھی اُس کے ہمراہ رکاب ہو گئے - اُن سب کو لے کے وہ آگے بڑھا - اور آتے ہی بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا - دشمنون کے اس عظیم الشان اور تربیت یافتہ لشکر کو ایلیزر نے خانۂ خدا کی چھتون پر جا کے بیرونی صحن کے پھاٹک سے - اور شمعون نے کوہ صیہون کی بلندی پر سے دیکھا - اور تقدیر کے فیصلون کا انتظار کرنے لگے -

پہلا معرکہ

مگر یہودیون نے اپنی مضبوطی و ثابت قدمی کا پہلا ثبوت یہ دیا کہ یکایک نکل کے رومیون کے ایک حصۂ فوج پر جا پڑے - سخت لڑائی ہوئی - رومیون کو بار بار شکست ہوتی تھی - اور اُن کی صفین برابر درہم و برہم ہوئی جاتی تھین کہ خود طیطوس نے باقی ماندہ فوج کے ساتھ آ کے مدد کی - اور یہودیون کو ہٹ کے شہر کے اندر پناہ لینی پڑی - مگر شہر کا تھوڑا بیرونی حصہ رومیون کے قبضے مین چلا گیا -

اس مقدس شہر کی شان و شوکت کی تصویر ہم اس سے پیشتر دکھا چکے ہین چنانچہ طیطوس نے اُسے حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھا - شہر پناہ کے گرد اپنی فوج کے

خود طیطوس کو بیت المقدس پر ترس آیا

ساتھ ایک چکر لگا کے اُس نے ہر کنگرے اور ہر کلس پر نظر ڈالی - اور دل مین کہا کہ " افسوس یہودی اپنی حماقت سے ایسے شہر کو خاک مین ملائے دیتے ہین " پھر اس نے فوجون کو جا بجا متعین کیا - اور حکم دیا کہ مفتوحہ حصۂ شہر مین آگ لگا دی جائے - اور میدان صاف کرنے کے لیے جتنے درخت

دشمنون کے روکنے کا بندوبست

ہون سب کاٹ ڈالے جائین - مگر یہودی بھی اپنے دل مین فتح کی اُمید رکھتے تھے - اس لیے اُنھون نے ہر طرف مقابلے کے لیے فوجین تقسیم کرنا شروع کر دین - اور فصیل پر جا بجا وہی منجنیقین لگا دین جو گزشتہ سال کی لڑائی مین رومیون سے چھینی گئی تھین - اور رومیون پر ہر طرف سے سنگباری

ہونے لگی۔

رومی منجنیقین

رومیون کے طرف کی منجنیقین زیادہ مضبوط اور بہت بڑی بڑی تھین۔ چنانچہ کئی دن کی مسلسل کوشش مین انھون نے ایک برج گرادیا۔ جوتاپتا

یہود کا ناکام حملہ

کی طرح یہان بھی یہودیون نے کوشش کی کہ ایک دفعہ جان پر کھیل کے نکل پڑین۔ اور جس طرح بنے رومیون کی سب منجنیقین تباہ و برباد کردین اس مقصد سے وہ نکلے اور بڑی بہادری سے حملہ کیا۔ مگر کامیابی نہ نصیب ہوئی۔ بلکہ واپسی کے وقت یہودیون کو اپنے شہر کا ایک اور حصہ جو پہلی شہرپناہ کے اندر واقع تھا اور بستیطہ کہلاتا تھا چھوڑ دینا پڑا۔ رومیون نے بستیطہ مین داخل ہو کے بیرونی دیوار جو اس وقت تک انھین روکے ہوئے تھی نصف کے قریب مسمار کردی اور دوسری دیوار پر حملہ کیا۔ اب رومی منجنیقین اس زور و شور سے چل رہی تھین کہ یہودی دل ہی دل مین دہل گئے۔ مگر باوجود اس کے انطونیا اور معبد الٰہی کی شمالی دیوار پر سے بڑی سختی کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے۔

عین اُس وقت جبکہ لڑائی زور و شور پر تھی کسطور نام ایک یہودی شہرپناہ

اُن کی طرف سے پیام صلح

پر آیا اور کچھ کہا جو پتھرون کے گرنے کی ہولناک صداؤن اور لڑنے والون کی چیخ پکار مین نہ سُنا جا سکا۔ طیطوس نے فوراً منجنیقین رکوائین اور پوچھا "کیا کہتے ہو؟" کسطور نے صلح کی درخواست کی۔ اور امان ملنے کی صورت مین شہر حوالے کر دینے کا وعدہ کیا۔ طیطوس فوراً راضی ہو گیا۔ مگر یہودیون مین خود اختلاف ہوا۔ اس پر جھگڑا ہو رہا تھا کہ ناگہان ایک پتھر کسطور کی ناک پر پڑا جس کی اُس نے طیطوس سے شکایت کی۔ رومی نوجوان سپہ سالار نے پتھر مارنے والے سپاہی کو ڈانٹا۔ اور ارادہ کیا کہ یوسفوس کو شرائط صلح طے کرنے کے لیے اُس کے قریب بھیجے۔ مگر یوسفوس نے انکار کیا۔ تب انیاس نام

اور دغابازی | ایک بدوی عرب دیوار کے نیچے بھیجا گیا کسطور نے انیاس کو قریب بُلا کے کہا "چادر پھیلاؤ مین کچھ دینا چاہتا ہون"۔ مگر جب انیاس نے چادر پھیلائی تو اُسے خلاف اُمید یہ ملا کہ اُوپر سے پتھر کا ایک بڑا اچھار آکے گرا۔ جس سے انیاس تو بچ گیا مگر ایک اور شخص جو اُس کے برابر کھڑا تھا زخمی ہو گیا۔ اس بدعہدی پر طیطوس کو بڑا غصہ آیا اور اُس نے پھر حملے اور سنگباری کا حکم دیدیا۔

شہر کے نشیبی حصے پر رومیون کا قبضہ | پانچ دن کی متواتر لڑائی کے بعد یہودیون نے یہ دوسری دیوار بھی چھوڑ دی۔ اور طیطوس ایک ہزار منتخب سپاہیون کے ساتھ شہر کے نشیبی حصون مین اُتر پڑا۔ مگر یہودیون پر اپنی رحمدلی کا اثر ڈالنے کے لیے اُس نے حکم دیا کہ نہ کوئی شخص قتل کیا جائے اور نہ کسی گھر مین آگ لگائی جائے۔ یہودیون نے اُس کی رحمدلی سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ اپنے ہم قومون کو جو اس مفتوح نشیبی حصے مین آباد تھے لڑنے پر ایسا اُبھارا کہ وہ یکایک اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سخت لڑائی شروع ہو گئی۔ ایک طرف تو یہودی تیسری دیوار سے مار رہے تھے۔ دوسری طرف اُس دیوار کے پھاٹک سے نکل کے اُن کے ایک گروہ نے ناگہان حملہ کیا۔ تیسری طرف خود اُس حصۂ شہر کے یہودی بھی رومیون کو مارنے لگے۔ یہ لڑائی اس طرح ہوئی کہ چھتون اور کوٹھون پر گلی کوچون مین۔ مکانون کے اندر اور ہر ہر کونے مین تلوار چل رہی تھی۔ رومیون کے لیے سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ شہر کے راستون سے واقف نہ تھے۔ یہودی ہر گلی کوچے سے سر نکالتے۔ اور

اور مجبوراً ہوکے چھوڑنا | لڑ بھڑ کے غائب ہو جاتے۔ آخر طیطوس نے یہ مفتوحہ حصہ شہر چھوڑ دیا جس کی دیوار کے ایک شگاف پر متواتر تین دن تک لڑائی رہی۔ تیسرے دن رومیون نے پھر یہودیون کو مار کے ہٹا دیا۔ اور اس چھوڑے ہوئے حصۂ شہر پر دوبارہ قابض ہو گئے۔

یہان تک کہ شہر پر قبضہ کر لینے کے بعد طیطوس نے ارادہ کیا کہ چند روز تک یہودیون کو محصور رکھ کے اُنھین قحط کا بھی مزہ چکھا دے۔ اُس نے لڑائی موقوف کی۔ اور محاصرے مین زیادہ سختی کی۔ وہ شہر کے چارون پہلوؤن پر اپنی فوج سے قواعد لیتا تھا۔ اور دل مین منتظر تھا کہ شاید یہودیون کی طرف سے صلح کا پیام آئے۔ لیکن جب اس انتظار مین اُمید کی کوئی صورت نہ نظر آئی تو پھر حملے کا سامان ہونے لگا۔ ایک حصۂ فوج نے انطونیا کے سامنے دُھس قائم کر لیے جدھر سے یوحنا کی فوج پر حملے کی ضرورت تھی اور باقی فوج شمعون کے فوجون کے مقابلے پر ٹھہری۔

محاصرے مین سختی

اس وقت طیطوس نے یوسفوس کو سمجھا بجھا کے یہودیون کے قریب بھیجا۔ اور کہلا یا کہ لڑنا بھڑنا بیکار ہے شہر ہمارے سپرد کر دو۔ یوسفوس نے اس پیام کے ساتھ اُنھین بہت سمجھایا جس کا عجب اثر ہوا۔ یہودیون کے لڑنے والے سردار تو اُسی طرح لڑنے پر آمادہ رہے۔ مگر عام رعایا گھبرا گھبرا کے باہر نکلنے لگی۔ بعض نے اپنی جائدادین سستے دامون بیچ ڈالین۔ بعض سونا اور جواہرات نگل گئے۔ اور رومیون کے سامنے آ کے امان مانگنے لگے۔ رومیون کی طرف سے ایسے لوگون کو عموماً پناہ دیگئی۔ مگر جب یہ حال یوحنا و شمعون کو معلوم ہوا تو دونون نے لوگون کو روکنا شروع کیا۔ اور جس کسی پر نکلنے کی ذرا بھی بدگمانی ہوئی اُسے مار ڈالا۔

غریب یہودی آ آ کے پناہ مانگتے ہین

اب شہر کی عجب حالت ہو رہی تھی۔ سرکشون اور لٹیرون کو اپنی وحشیانہ تمنائین پورے کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ رعایا مین سے جس کو بھاگنے کے ارادے کا الزام دے کے بلا تامل لوٹ لیتے۔ دوسری طرف شہر مین قحط کے شدائد بڑھ گئے تھے۔ بدنصیبی سے محاصرہ یکایک ایسی حالت مین

قحط کی سختیان

ہو گیا کہ یہودیوں کی بڑی عید درپیش تھی - ماسوا اُن لوگون کے جو پناہ لینے کے لیے بھاگ کے یہان آئے بہت سے لوگ صرف مراسم عید بجا لانے کی غرض سے دُور دُور کے گاؤن سے آ کے دشمنون مین گھر گئے تھے نتیجہ یہ تھا کہ ان دنون شہر کی آبادی بمقابل دیگر اوقات کے بہت زیادہ تھی - اسی وجہ سے برخلاف اُمید بہت ہی جلد قحط پڑ گیا - اور لوگ فقر و فاقے مین مبتلا ہو گئے - اس قحط نے اُن کو وہ بخت نصر کا قدیم محاصرہ بھی بھلا دیا جس کو وہ مذہبی درود ل سے اپنی مذہبی مقدس کتاب مین پڑھا کرتے تھے - مگر اُس قدیم قحط کا حال زمانے کو اتنی تفصیل سے نہین معلوم ہو سکا تھا جس تفصیل سے کہ اس عہد کی مصیبتون کے حالات بیان کیے گئے ہین -

یہودی سپاہیون کا رعایا کو لوٹنا

سپاہی گھر گھر مین گھُس کے غلہ اور کھانے کی چیزین تلاش کرتے دولت مند مٹھی بھر گیہون کے لیے اپنی جائدادین بیچ ڈالتے تھے -

قحط کے خوفناک نتیجے

روٹی کی ایک ایک ٹکیا پر قتل و خون ہوتا - تمام انسانی جذبات محبت - عزت - ہمدردی - مروت حتی کہ فطری جذبات عشق و محبت بھی ناپید ہو گئے تھے - موانست و قرابت کے سب تعلقات ٹوٹ گئے تھے - بی بیان شوہرون کے ہاتھ سے لقمہ چھین لیتین - اور اولاد والدین کے ہاتھ سے - مائین بچون کے منھ سے دودھ چھڑا لیتین اور چاہتین کہ خود اپنے کام مین لائین - کسی گھر کا دروازہ بند ہوتا تو لوگ سمجھتے کہ کوئی چھپ کے کھانا کھا رہا ہے - بے تحاشا گھُس پڑتے اور اگر کوئی شخص روٹی کا ٹکڑا نگل گیا ہوتا تو حلق چیر کے نکال لیتے - بڈھے پکڑ کے سڑکون پر کھینچے جاتے کہ اگر اُن کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہو تو قبول دین بچے کھاتے ہوے دیکھ لیے جاتے تو کھانا چھین لیا جاتا اور وہ زمین پر پٹک کے مار ڈالے جاتے - کوئی شخص اگر ایک روٹی یا ایک مٹھی جو چھپانے کا مجرم قرار پا جاتا تو اُس کے لیے طرح طرح کی روح فرسا اور جان ستان سزائین مقرر تھین -

یہودی دوست اور دشمن دونوں کے ہاتھوں سے قتل ہوتے ہیں

آخر لوگ زندگی سے عاجز آ گئے اور باہر نکل کے رومیوں سے بھیک مانگنے یا اُن کے کیمپ سے کھانا چُرالانے پر آمادہ ہو گئے۔ اب رومیوں کا بھی یہ خیال قائم ہو گیا تھا کہ سختی کے سوا یہودیوں کے دبانے کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ اس لیے اُنھوں نے اپنی طرف یہ انتظام کر دیا کہ جو یہودی اُن کے ہاتھ میں پڑ جاتا اُسے فوراً گرفتار کر کے صلیب پر لٹکا دیتے اور چند ہی روز میں یہ حالت ہو گئی کہ ہر صبح کو نئے چار پانچ سو آدمی شہر کے گرد سُولیوں پر لٹکتے نظر آتے۔ دوسری طرف بیت المقدس کے حکمرانوں نے بھی اُن لوگوں کو پکڑ پکڑ کے قتل کرنا شروع کر دیا جو باہر نکلنے یا بھاگنے پر مستعد نظر آتے۔ الغرض بدنصیب یہودیوں کے لیے کسی حال میں اور کسی جگہ پناہ نہ تھی۔

ایک بار رومی شاہزادہ

اتفاقاً اسی زمانے میں ایک اور فرمانروا جس کا نام انطوقس شاہ قماجین تھا اپنی فوج کے ساتھ رومی لشکر میں آیا۔ اور تعجب کرنے لگا کہ اتنے دنوں کی متواتر حملے آوریوں کے بعد بھی شہر فتح نہ ہو سکا۔ طیطوس نے اسی غرض سے کہ تاخیر کا سبب وہ خود ہی سمجھ جائے اُسے حملے کا حکم دیدیا۔ لیکن اُسے بھی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر سترہ دن کی متواتر محنت و مشقت کے

رومیوں کے کیمپ میں سرنگ اُڑائی گئی

بعد رومیوں نے اپنے دُھس قائم کر لیے جن پر منجنیقیں قائم کر کے سب طرف سے حملے اور یورش کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ یکایک زمین میں ایک زلزلہ محسوس ہوا اور ساتھ ہی زور و شور سے زمین پھٹ اُٹھی۔ ہر طرف سے دُھواں اور شعلے بلند ہوئے۔ ہر چیز اُلٹ پلٹ گئی۔ دُھس دھنس دھنس کے نیچے آ رہے اور سب منجنیقیں یا تو ٹوٹ گئیں اور یا زمین میں دفن ہو گئیں۔

یہودی سرداروں کی شجاعت

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ باوجود ذاتی نفسانیتوں اور ہر قسم کی خود غرضیوں کے یہودی سرداران فوج جرأت و سپہ گری و تدابیر جنگ میں نہایت ہی اعلیٰ کمال

رکھتے تھے جب مدت مین رومی اپنے دمدمون کو بناتے رہے اُسی زمانے مین یہودیون نے اندر ہی اندر اُن کے پاؤن کے نیچے تک ایک کبریتی مادہ بچھا دیا تھا جو ذرا سی آگ بتاتے ہی اُڑا۔ اور رومیون کو بے انتہا نقصان پہونچ گیا۔

یہودنے رومی منجنیقین تباہ کردین

اس واقعے کے بعد دوسری ہی رات کو یہودی مشعلین ہاتھ مین لیے ہوے قلعے سے نکل پڑے۔ اور بڑے زور و شور سے حملہ کرکے ارادہ کیا کہ باقی ماندہ منجنیقون اور تمام سامان جنگ کو بیکار کردین۔ ان لوگون نے آتے ہی رومی کیمپ مین آگ لگادی۔ اور اس رات کا ہنگامہ شاید رومیون کو ہمیشہ یادگار ہوگا۔ ہر طرف آگ لگتی جاتی تھی۔ اور ساعت بہ ساعت زیادہ شعلے اُٹھتے تھے۔ رومی سپاہی آگ بھی بجھاتے تھے اور لڑتے بھی تھے۔ مگر باوجود ان کوششون کے شعلون نے اُنھین اس قدر گھیر لیا کہ مجبوراً اپنا کیمپ چھوڑ کے پیچھے ہٹنے لگے۔ اور یہودیون نے تعاقب کیا جتنے رومی دمدمون اور بُرجون پر تھے سب بہادری سے مقابلہ کرتے ہوے مارے گئے۔ جگہ چھوڑنیوالا رومی لشکر بہت دُور تک یہودیون کی مار کھاتا ہوا ہٹتا چلا گیا۔ مگر جب وہ لوگ شہر سے زیادہ فاصلے پہ پہونچ گئے تو طیطوس نے اپنے سپاہیون کو للکار کے روکا اور حملے پر آمادہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یکایک رومی جان پر کھیل کے پلٹ پڑے۔ اور چند ساعت کی سخت اور دست بدست لڑائی کے بعد یہودی ہٹے۔ لیکن اس لڑائی مین

رومیون کا شکست کھا کے سنبھلنا

رومیون کا بے انتہا نقصان ہوگیا۔ بڑی بڑی اور دعوے کی جتنی منجنیقین تھین سب جل کے غارت ہوگئین۔ اور جو باقی رہین وہ بالکل معمولی قسم کی تھین۔

رومیون کو اِس حملے کا انتقام لینے کی اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہ نظر آئی کہ محاصرے مین سختی کرکے دشمنون کو قحط کا اور زیادہ مزہ چکھائین۔ چند ہی روز مین یہ حالت ہوگئی کہ شہر کے تمام گھر عورتون اور بچون کی

قحط کے ہولناک واقعات

لاشون سے پٹے پڑے تھے۔ بڈھے سڑکون پہ پڑے ایڑیان رگڑ رگڑ کے دم توڑ رہے تھے۔ لاشون کے دفن کرنے کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ اسی خیال سے بعض لوگ یہ کرتے کہ خود ہی قبرون مین جا کے لیٹ رہتے۔ اور وہین پڑے پڑے مرجاتے۔ لیکن اُن کے مذہبی جوش اور خانہ خدا کے ساتھ اُن کے دلی تعلق کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو کہ اِن مرنے والون مین سے بہتون کی یہ حالت ہوئی کہ مسجد اقصیٰ کی طرف دیکھتے ہی دیکھتے دم نکل گیا۔ چند روز بعد قحط اس سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔ اب چور اور لوٹیرے خود فاقے کرنے لگے تھے۔ جو دیوانے کتون کی طرح شہر کے گلی کوچون مین پھرتے۔ اور ایک ایک گھر کی تین تین چار چار دفعہ تلاشی لیتے ایک ایک لقمے کے لیے عزیز سے عزیز دوست کی جان لے لی جاتی۔ بھوک کی شدت مین لوگ اپنی کمر کی پٹیان چوستے اور ڈھالون پر منڈھا ہوا چمڑا نوچ نوچ کے کھا گئے۔

ایک عورت اپنے بچے کو کھا گئی

اور آخر خدا کے غضب کا یہ نہایت ہی عبرتناک منظر نظر آیا کہ مریم بنت ایلیزر جو بیت المقدس کی ایک معزز عورت تھی۔ اور دولتمندی کے باعث ابتدا سے انتہا تک صدہا مرتبہ اُس کا گھر لوٹا جا چکا تھا بھوک اور فاقے سے اُس کی یہان تک نوبت پہونچی کہ از خود رفتہ اور دیوانی ہو گئی۔ اُس کا ایک ننھا بچہ تھا جو بار بار مان کی خشک چھاتیون سے دُودھ کی رطوبت چوسا کرتا۔ اِس بچے کو اُس نے پکڑ کے ذبح کیا۔ اور اُس کا آدھا ٹکڑا بھون کے کھا گئی۔ اور باقی ماندہ نصف حصہ دوسرے وقت کے لیے اُٹھا رکھا۔ دھوئین اور کھانے کی بو پھیلی تو چورون نے یورش کی۔ دروازہ توڑ کے اندر گھسے۔ اور دھمکانے لگے کہ "لا جو کھاتی تھی" مریم نے ایک عجیب قسم کے وحشیانہ چشم و ابرو سے جواب دیا "گھبراؤ نہین۔ تمھارا حصہ بھی مین نے رکھ چھوڑا ہے" اور یہ کہہ کے بچے کا باقی ماندہ حصہ نکال کے اُن کے سامنے رکھ دیا۔ یہ دیکھتے ہی سب ایک سناٹے مین آگئے۔ اور مبہوت کھڑے تھے

کہ مریم نے نہایت کرخت آواز سے چلّا کے کہا "کھاؤ۔ اس لیے کہ باوجود ماں ہونے کے میں کھا چکی ہوں۔ تم نہ عورت سے زیادہ نرم دل ہو۔ اور نہ ماں سے زیادہ شفیق۔ لیکن ہاں اگر مذہب کے خیال سے نہیں کھاتے ہو تو رہنے دو۔ آدھا کھا ہی چکی ہوں۔ آدھا یہ بھی کھا لوں گی"۔ الغرض شہر کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ خود طیطوس بھی سن کے نہ ضبط کر سکا۔ اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کے کہنے لگا "خداوندا! تو جانتا ہے کہ یہ میں نے نہیں کیا۔ ان لوگوں نے خود ہی اپنی یہ حالت کر رکھی ہے"۔ کہتے ہیں کہ قحط سے موت کی گرم بازاری یہاں تک ترقی پر تھی کہ اڑھائی مہینے کی مدت میں ایک لاکھ پندرہ ہزار آٹھ سو اسی لاشیں ایسی ملیں جن کا کوئی دفن کرنے والا نہ تھا۔ شہر کے حکم انوں نے مجبوراً اُن کو اپنے اہتمام سے دفن کرایا۔ دیگر مورخین کا بیان ہے کہ تقریباً چھ لاکھ اسرائیلی اس قحط کی مصیبت سے نذر اجل ہوئے۔ یہ تو حالت ہو رہی تھی مگر یوحنا دشمنوں کے آدمی اُسی استقلال سے لڑنے اور کٹنے کو تیار تھے۔ اور خود اپنی قوم کی لاشوں کو ہر طرف گلی کوچوں میں اور سڑکوں پر بے تکلف روندتے پھرتے تھے مصیبت زدہ اہل شہر میں سے بعض نے رومیوں سے معاملت کرنا چاہی۔ مگر راز کھل گیا۔ اور بیچارے خود اپنے ہم قوم سرداروں کے حکم سے مارے گئے۔ بیرونی لٹیرے جو خاص مسجد اقصیٰ پر قابض تھے اُنھوں نے افلاس تنگدستی سے عاجز آ کے خود حرم کے خزانے کو لوٹ لیا جس سے بڑا کوئی جرم یہودیوں کے اعتقاد میں نہ ہو سکتا تھا۔

خود طیطوس کو ترس آیا

قحط نے کتنوں کی جانیں لیں

رومیوں نے نئی منجنیقیں بنائیں

آخر کار رومیوں نے بڑی مستعدی و سرگرمی سے نئی منجنیقیں بنا کے قائم کر لیں۔ یہودیوں نے اُن پر بھی حملہ کیا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ بلکہ رومیوں نے ایک دن سخت سنگباری کر کے اور فصیل کی بنیاد سے پتھر گرا گرا کے تھوڑی دیوار منہدم کر دی۔ مگر جب اندر گھسے تو نہایت متحیر ہوئے کہ اُس کے

پیچھے پاس ہی یوحنا کے لوگوں نے ایک دوسری دیوار بنا لی تھی۔

انطونیا فتح ہو گیا اس کے دو دن بعد رومیوں نے خاص انطونیا پر یورش کی۔ اور سخت خونریزی و معرکہ آرائی کے بعد اُس مضبوط قلعے پر قابض ہو گئے اُس کے دوسرے دن یعنی ۵۔ جولائی کو طیطوس نے انطونیا کو کھود کے زمین کے برابر کر دیا اب رومی حرم کے قریب ہی تھے۔ اور اس کے بعد اُن کا حملہ اس مقدس عمارت ہی پر ہو سکتا تھا جس کے پھاٹک چُن دیے گئے تھے۔ اور یہودیوں نے مزید احتیاط کے لیے پھاٹکوں کے پیچھے بڑے بڑے شہتیر اڑا دیے تھے۔ سارا صحن مسجد خون میں رنگا اور لاشوں سے پٹا ہوا تھا۔ اور وہ مقدس مقام جہاں پرندہ پر نہ مار سکتا تھا۔ اُس میں لوگ خون آلود تلواریں لیے ٹہل رہے تھے۔ طیطوس نے

طیطوس کی طرف سے پیام صلح اس موقع پر بھی اپنی صلح پسندی کا ثبوت دیا۔ پہلے تو مجبور کر کے یوسفوس کو بھیجا۔ جو دیوار پر سے گالیاں سُن کے ناکام واپس آیا۔ اس کے بعد اُس نے اور لوگوں کے ذریعے سے کہلا بھیجا "تمہارا دعویٰ تھا کہ یہ حرم محترم غیروں کے قدم سے ناپاک ہو جاتا ہے جس کی رومیوں نے ہمیشہ پابندی کی۔

وہ حرم کو تباہی سے بچانا چاہتا ہے ہم نے خود تم کو اجازت دی کہ جو کوئی ایسی گستاخی کرے اُسے قتل کر ڈالو۔ مگر اب تم خود خون اور لاشوں سے اس حرم ربانی کی بےحرمتی کر رہے ہو۔ میں تمہارے دیوتاؤں کو۔ اپنی تمام فوج کو۔ اپنے ساتھ کے یہودیوں کو اور خود تم کو بھی گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں تمہیں اپنے حرم کے ساتھ ایسی بےادبی کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ لڑنا ہی ہے تو وہاں سے نکل کے کسی اور جگہ لڑو۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ کوئی رومی سپاہی اُس مقدس عمارت کو ہاتھ نہ لگائے گا"۔

لیکن یہ ایسی بات تھی جس کی تعمیل یہودی کسی طرح نہ کر سکتے تھے۔

خاص مسجد اقصیٰ پر حملہ آخر رومیوں نے حرم بھی یورش کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک

رات کو پہر رات رہے حملہ شروع ہوا۔ اور نہایت ہی سخت لڑائی ہوئی۔ مگر آٹھ گھنٹے تک متواتر دھاوون کے بعد رومی انطونیا کے میدان مین واپس آ گئے۔ یہودیون نے اُن عمارتون مین آگ لگا دی تھی جن کے ذریعے سے انطونیا اور بیت المقدس کے فی مابین آمد و رفت تھی۔ اس کے جواب مین رُومیون نے دوسری طرف خاص حرم کی بیرونی غلام گردش مین آگ لگا دی۔ اور اپنی منجنیقین بھی ہیکل سلیمانی کے سامنے لاکے لگا دین۔ آخر آگ نے میدان صاف کر دیا اور رومی حرم کے بیرونی صحن کے مالک ہو گئے۔ اور انجنیقین اندرونی صحن کے مشرقی کمرون کی طرف لگائی گئین۔ چھ دن تک برابر سنگباری ہوتی رہی۔ مگر یہ دیوار ایسی مضبوط تھی کہ اُسے ذرا بھی صدمہ نہ پہونچا۔

اُس پر سنگباری

مجبور ہو کے رومیون نے سیڑھیان لگا لگا کے چڑھنا اور دھاوے کرنا شروع کیا۔ مگر اس لڑائی مین اُن کا سخت نقصان ہوا۔ جو رومی چڑھ کے اُوپر گیا دشمنون کے ہاتھ سے مارا گیا۔ آخر عاجز آ کے طیطوس نے حکم دیدیا کہ حرم کے سب پھاٹکون مین آگ لگا دی جائے۔ اس آگ نے غضب کر دیا۔ رومیون کی مشعلین پھاٹکون سے لگی ہی تھین کہ لکڑی نے آگ پکڑ لی۔ چاندی سونے کی چادرین یکایک دہک اُٹھین۔ اور آگ پھاٹک سے اُتر کے غلام گردش کے ساتھ ساتھ چارون طرف پھیلنے لگی۔ یہ حالت دیکھ کے یہودی بہت گھبرائے۔ بدحواس ہو ہو کے چارون طرف دوڑنے لگے۔ اور کچھ ایسے ہاتھ پاؤن پھولے کہ کسی کو بجھانے کی بھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آخر ایک آتشین حصار نے اُنھین چارون طرف سے گھیر لیا۔ اور بلند شعلون کی گرمی سے وہ کباب کی طرح بھننے لگے۔ لیکن اس وقت بھی گو کہ بدحواس تھے مگر ہمت نہین ہاری تھی اور لڑائی کا سلسلہ ویسا ہی باقی تھا۔

اور دھاوا

حرم مین آگ لگائی گئی

جو یہودی اُس مین تھے جل جل کے مرتے ہین

ایک رات اور ایک دن میں آگ پورے حصار میں پھیل گئی۔ جس کے بعد طیطوس نے حکم دیا کہ اب آگ بجھائی جائے۔ اور فوجوں کے بڑھنے کے لیے ایک راستہ صاف کر لیا جائے۔ اس حالت میں رومی افسروں نے باہم مشورہ کیا کہ یہود کے اس معبد کی نسبت کون سی کارروائی مناسب ہے۔ مسجد اقصیٰ کے مسمار کرنے کی تجویز آیا یہ باقی رکھا جائے یا منہدم کر دیا جائے۔ طیطوس منہدم کرنے کے خلاف تھا مگر کثرت رائے نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کی حیثیت معبد کی نہیں بلکہ ایک قلعے کی ہے۔ اس لیے اُس کا منہدم کر دینا ضروری ہے۔

اب یہودی یورش کر کر کے پھاٹکوں سے نکلنے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر رومی بغیر اس کے کہ اُن پر حملہ کریں اپنی ڈھالیں سامنے کر کے فقط روک دیتے تاکہ آگ اور گرمی کا مزہ خوب اُٹھائیں۔ اسرائیلیوں کی یہ جانبازی کی یورشیں ایسی سخت تھیں کہ کئی مرتبہ خود طیطوس کو اپنی فوجوں کے ساتھ جا کے روکنا پڑا۔

باب ہفدہم

بیت المقدس کی آخری تباہی اور یہود کا حسرتناک زوال

تباہی کا دن۔ حرم میں آگ لگی۔ اُس کی وجہ۔ حرم کے اندر خونریزی۔ حرم الحرم پر شعلے بلند ہوئے۔ آتش زدگی کی ہیبت ناک تصویر۔ قتل عام۔ یوخنا اکرہ میں۔ قتل و غارت۔ اکرہ کا محاصرہ۔ اور اُس کا مفتوح ہونا۔ بُرج مسمار کیے گئے۔ بقیۃ السیف لوگوں کا انجام۔ مقتولوں اور اسیروں کی تعداد۔ یوخنا و شمعون کا انجام۔ قلعۂ مشوبیروس۔ وہاں کے سوار الیعزر کی بہادری۔ اور گرفتاری۔ قلعہ مسعدہ۔ وہاں کا سردار الیعزر۔ عام خودکشی۔ اگرپا اور برنیقہ روم میں۔ برنیقہ پر طیطوس کا عشق۔ اور اس کی شرمناک معشوقی۔ عام ظلم۔ مگر یہودی اب بھی ویسے ہی سرکش ہیں۔ نئے مسیح کا انتظار۔ یہود کے

نئے پیشوا ربی - اُن کی قومیت مٹانے کی تدبیرین - نیا مسیحا برتو سیدباس - ربی عقبیہ - اپنے آقا کی بیٹی پر اُس کا عشق - عشق نے اُسے عالم و فاضل بنا دیا - یہود اُسے حضرت موسیٰ سے بھی بڑا عالم جانتے - بدترین قیصر اور روفوس حاکم ارض یہودا - ربی عقبیہ کا قتل - برتوشیباس کا زور و شور - بیت المقدس پر اُس کا قبضہ - لولیوس سپہ سالار روم کا حملہ - اور کامیابی - قلعہ بثیر - اُس کا محاصرہ - مقدس ربی ایلیزر خود مقتدون کے ہاتھ سے اُس کا قتل ہونا - قلعہ بثیر پر رومیون کا قبضہ قتل عام مقتولین کی تعداد - یہودیون کی تباہی کا مرثیہ - اس کے بعد ارض یہودا پر کیا گزری - بیت المقدس کا نیا نام ایلیا - اس مین بتخانے - اُس مین چند عیسائیون کو رہنے کی اجازت - اُن کا پہلا بشپ - بیت اللحم کے پھاٹک پر سور کی مورت - نام تک مٹ گیا -

تباہی کا دن آخر اگست کی ۱۰ - تاریخ آ گئی - جو یہودیون کے حساب شہور و سنین سے وہی دن تھا جس روز مسجد اقصیٰ کو بخت نصر نے منہدم کیا تھا - اتفاقاً اُس دن طیطوس ہٹ کے انطونیا مین واپس چلا گیا تھا - اور بچھونے پر غافل پڑا سو رہا تھا کہ ناگہان ایک شور ہوا - اور ایک آدمی نے دوڑ کے اُسے خبر دی کہ خود معبد نے آگ پکڑ لی - اور اُس پر شعلے بلند ہو رہے ہین - یہ سنتے ہی طیطوس فوراً دوڑ کے آیا - اور آگ بجھانے کا حکم دیا -

حرم مین آگ لگی

اور ہوا یہ کہ محصور یہودیون نے شکست کھانے کے بعد پھر حملہ کیا - اور اُن لوگون پر ٹوٹ پڑے جو طیطوس کے حکم سے غلام گردش مین آگ بجھا رہے تھے - یہود کو نرغہ کرتے دیکھ کے رومیون نے بھی حملہ کیا - اور یہودیون کو مار کے ہٹا دیا - فقط ہٹا یا ہی نہین بلکہ تعاقب کرتے اندر تک چلے گئے - انھین تعاقب کرنے والون مین سے کسی شریر النفس رومی نے اپنے ایک رفیق کے کندھے پر چڑھ کے ایک جلتی ہوئی لکڑی حرم کے شمالی حصے کی ایک محراب مین ڈال دی -

اُس کی وجہ

اسے تھوڑی ہی دیر گذری ہوگی کہ وہان سے شعلے بلند ہونے لگے - یہودیون نے جو یہ حالت دیکھی تو ان کا جوش بیان باہر تھا - سب نے زور و شور سے ایک نعرہ بلند کیا - اور تلوارین سوت سوت کے آمادہ ہوگئے کہ مارین اور مرجائین - اور اپنی لاشون کو بھی حرم محترم کے کھنڈرون کے اندر دفن کردین -

حرم کے اندر خونریزی

رومیون مین بھی اس وقت غیر معمولی جوش تھا - لاشون کو روندتے ہوے پل پڑے اور دل مین ٹھان لی کہ مسجد اقصیٰ کی تباہی شروع ہی ہوگئی ہے تو اب اسے اچھی طرح مسمار کر کے چھوڑ دین - چارون طرف سے یورش کرتے اور لاشون کو روندتے ہوے حرم کے اندر گھسے - جہان یہودیون سے دست بدست لڑائی ہوئی - اور ہزارہا خلقت قربان گاہ کے سامنے ڈھیر ہوگئی - رومی غصے مین بھرے ہوے تھے - اور ان مین سے بعض لوگ چھپا چھپا کے آگ پھینک رہے تھے تاکہ جہان نہ لگی ہو وہان بھی لگ جائے -

اس وقت بیت المقدس کے اندر کی حالت ایسی نہ تھی کہ اس کا تذکرہ سن کے انسان کانپ نہ جائے - طیطوس چلا چلا کے آگ بجھانے کا حکم دے رہا تھا مگر شور و ہنگامے مین کوئی اس کی آواز نہ سنتا تھا - قطع نظر اس کے یہ ایسا نازک وقت تھا کہ خود اس کے سپاہی اس کے اختیار مین نہ تھے - آخر جب اس نے دیکھا کہ ابھی تک خاص مقدس مقام یعنی حرم الحرم محفوظ ہے تو اس کے

حرم الحرم پر شعلے بلند ہوے

بچانے کی تدبیرین کرنے لگا - مگر وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کسی رومی نے ایک جلتی ہوئی مشعل خاص حرم الحرم کی محراب مین بھی پھینک دی اور وہان سے بھی شعلے اٹھنے لگے - آنچ اور شعلون کی روشنی مین در و دیوار کا سونا اپنی خوشنمائی کا آخری سمان بڑی آب و تاب سے دکھا رہا تھا جسے دیکھ کے رومیون کو یقین ہو گیا کہ سارا مکان سونے کا بنا ہے - اور خاص محراب و ہیکل مین تو دولت

کی کوئی انتہا نہین چنانچہ اسی خیال سے وہ زیادہ کوشش کر رہے تھے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اُسے منہدم کر ڈالین۔

آتش زدگی کی ہیبت ناک تصویر | آخر حرم کے اندر ہر جگہ آگ پھیل گئی۔ اور دھوئین اور گرمی کی وہ شدت ہوئی کہ سب نے اس محترم عمارت کو خدا پر چھوڑا اور باہر نکل آئے۔ رومیون کے لیے تو غالباً یہ ایک دلچسپ تماشا ہوگا۔ مگر اس تماشے کا حال کوئی اُن یہودیون سے پوچھتا جو اُسے سہمے ہوے دیکھ رہے تھے۔ ساری پہاڑی جس پر یہ خانۂ خدا تعمیر کیا گیا تھا کوہ آتش فشان بنی ہوئی تھی۔ مقدس عمارت کا ہر حصہ یکے بعد دیگرے جل جل کے گر رہا تھا۔ اور سنہری محرابین سرخ شعاعین دے رہی تھین۔ ہر بُرج سے شعلے اُٹھتے تھے جن کی روشنی مین گرد کی پہاڑیان چمک اُٹھتی تھین۔ ہر طرف لوگ ٹھٹھ لگائے ایک سناٹے اور حسرت کے عالم مین کھڑے عبرت کی آنکھون سے یہ خوفناک منظر دیکھ رہے تھے۔ اور بار بار دل مین کہتے تھے کہ دیکھیے خدا کا کیا غضب نازل ہوتا ہے۔ شہر کی دیوارون پر برابر سپاہی سر نکالے اور رنگ برنگ شعلون کی روشنی مین کوئی وفور ناامیدی سے زرد نظر آتا اور کوئی جوش انتقام سے سرخ۔ یہودیون کی قوم مین تو عموماً موت کا سناٹا تھا۔ مگر رومی سپاہی جو دوڑ دوڑ کے آگ بجھا رہے تھے اُن کی چیخ پکار سے ایک عجیب ہنگامۂ محشر بپا تھا جس مین بار بار شہتیرون اور پتھرون کے چٹخنے کی آوازین مل کے سارے شہر کی عمارتون اور اُن کے ساتھ ساری قوم کے دلون کو دہلا دہلا دیتی تھین۔

قتل عام | ابھی وقت قتل عام کا بازار بھی گرم تھا۔ مرد۔ عورت۔ بوڑھے بچے سپاہی و اہل علم۔ عابد و زاہد۔ لڑنے والے اور ہاتھ جوڑ کے رحم کی تمنا کرنے والے سب ایک ہی طرح اور یکسان بے رحمی و سنگدلی سے قتل ہو رہے تھے۔ مقتولون کا شمار قاتلون سے بدرجہا زیادہ تھا۔ اور رومی سپاہی لاشون کے

ڈھیر لگا لگا کے اور اُن پر چڑھ چڑھ کے آگ بجھا رہے تھے۔ حرم کی بیرونی ڈیوڑھی کا ایک چھوٹا سا حصہ آگ سے بچ گیا تھا اور اُس مین چھ ہزار یہودیون نے پناہ لی تھی جن مین عورتین تھین۔ بچے تھے۔ اور پیر فانی تھے۔ رومی سپاہیون نے وہان جان بوجھ کے آگ لگا دی۔ اور وہ سب اُسی مین جل کے خاک ہو گئے۔

مگر یوحنا نے اس نازک حالت مین بھی یہ عجیب و غریب شجاعت کا کام کیا کہ

یوحنا اکرہ مین | اپنے چند بہادرون کے ساتھ نکلا۔ رومیون سے لڑتا ہوا شہر کے بالائی حصہ پر پہونچا۔ اور اکرہ کی عمارت مین قلعہ بند ہو کے مقابلے کا سامان کرنے لگا۔ اس جگہ کے سوا اب سارے شہر مین رومی پھیلے ہوے تھے۔ اور کوئی حصہ

قتل و غارت | شہر کا حملہ آورون کے وحشیانہ جور و ستم سے محفوظ نہ تھا۔ رومی ایک ہاتھ سے جانین لیتے تو دوسرے ہاتھ سے ہر قسم کی دولت لوٹ رہے تھے۔ اب سارا رومی لشکر حرم کے حصار کے اندر آگیا۔ اور جن کھنڈرون سے دھوان اُٹھ رہا تھا اُنھین پر روم کا عقابی جھنڈا گاڑ دیا۔ اس کے بعد فتح کی خوشی مین رومی دیوتاؤن کے نام پر بھینٹ چڑھائے گئے۔ اور شہنشاہ کی جگہ پر طیطوس کی سلامی لی گئی۔ کہتے ہین کہ رومیون کو یہان اتنی دولت ہاتھ لگی تھی۔ کہ ملک شام مین سونے کی قیمت آدھی رہ گئی۔

ان تمام رسمون کے بجالانے کے بعد شمعون اور یوحنا کی طرف توجہ کی گئی

اکرہ کا محاصرہ | جو بلندی شہر مین پہونچ کے مقام اکرہ مین قلعہ بند ہو گئے تھے۔ اکرہ کا بھی سخت محاصرہ ہوا۔ اٹھارہ دن اُس حصۂ شہر کے گرد لڑائی رہی۔ اور یہودی سردارون نے سپہ گری و جانبازی کا کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا۔ اور جب یون زور نہ چلا تو یہان بھی گرداگرد منجنیقین لگا دی گئین جن کی سنگباری سے دیوار مین درز پڑ گئی۔ اور رومی فتح کے نعرے بلند کرتے ہوے اندر گھس پڑے

اور اس کا مفتوح ہونا | اب یہ مقام بھی فتح ہو گیا اور اگرچہ ہر گھر مین رومیون کا جا بجا سیکڑون قحط زدون کی لاشین ملتین مگر وہ بغیر ترس کھائے زندون کو بھی قتل کر کرکے انھین کے برابر لٹا دیتے۔ یہان تک کہ سب قتل ہو گئے۔ مگر یوحنا و شمعون کا اب بھی پتہ نہ لگا۔ وہ دونون ایک تہ خانے مین گھس کے بیٹھ رہے تھے۔

برج مسمار کیے گئے۔ اب حکم دیا گیا کہ سارا شہر مسمار کر دیا جائے۔ سوا تین برجون کے جو فتح کی یادگار مین چھوڑ دیے گئے تھے کسی چیز کا بھی نام و نشان نہ باقی رہا۔

بقیۃ السیف لوگون کا انجام | سپاہی قتل کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ مقتول اور تباہ شدہ حرم محترم پر آنسو بہانے والے چند زن و مرد باقی رہ گئے تھے۔ وہ سب لا کے اُس مقام مین جمع کیے گئے جو عورتون کا صحن کہلاتا تھا۔ جو لوگ اُن مین سے مشہور یا مسلّم باغی ثابت ہوے قتل ہوے۔ چند یہودی جو خوبصورت قد آور نظر آئے بچا لیے گئے تاکہ روم مین طیطوس کے جلوس داخلہ کو رونق دین۔ باقی ماندہ اسیرون مین جو سترہ برس سے زیادہ عمر کے تھے یا تو مصر مین بھیج دیے گئے کہ ان سے کانون کے کھودنے کا کام لیا جائے یا دیگر ممالک مین اس غرض سے بھیج دیے گئے کہ ایمفی تھیٹرون مین وحشی درندون سے لڑائے جائین اور نا خدا ترس تماشائی خوش ہو ہو کے اُن کے پھاڑنے اور ہلاک کیے جانے کا تماشا دیکھین۔ مگر ان مین سے بھی بارہ ہزار فاقہ زدہ بھوک سے مر گئے اس لیے کہ بعض کو تو کھانا ہی دیر مین دیا گیا۔ اور بعض نے کھانے سے خود ہی انکار کر دیا یہان تک کہ سوکھ سوکھ کے مر گئے۔

مقتولون اور اسیرون کی تعداد | اس تمام محاصرے مین گیارہ لاکھ آدمی قتل ہوے۔ اور ۹۷ ہزار اسیر کیے گئے۔ اور اُن کی تعداد اتنی زیادہ ہونے کی وجہ وہی تھی جو ہم اوپر بتا چکے ہین کہ فقط بیت المقدس کے رہنے والے نہ تھے بلکہ تمام اطراف و جوانب کے

یہودی جمع تھے جو مذہبی عید منانے کے لیے حرم محترم مین آ گئے۔ اور ناگہان محاصرے کی آفت مین پھنس گئے۔ لیکن اگر اس کا حساب لگایا جاے کہ اس پورے ہنگامے مین کتنے یہودی مارے گئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسی ساری قوم یہود کا قتل و قمع ہو گیا۔ اول سے آخر تک کُل تیرہ لاکھ چھپن ہزار چار سو ساٹھ یہودی قتل اور ایک لاکھ ایک ہزار سات سو گرفتار ہوے۔ یہ شمار بھی صرف اُن یہودیون کا ہے جو رومیون کے ہاتھ سے مارے گئے۔ یا دشمنون کے ہاتھ مین اسیر ہوئے۔ مگر جو جانین باہمی خونریزیون۔ قتل و غارت۔ اور قحط کی نذر ہوئین اُن کا شمار اس کے علاوہ ہے۔ اور تھوڑا نہین۔ بہر تقدیر شاید ایسا قتل عام کبھی کسی قوم مین نہ ہوا ہوگا اور جب تک دنیا مین ایک یہودی بھی موجود ہے نہ بھولے گا کہ رومی تہذیب اور قدیم مہذب یورپ نے اُن کے ساتھ کیا اور کیسا سلوک کیا۔

یوحنا و شمعون کا انجام طیطوس کو بڑی حیرت تھی کہ یہ سب ہوا مگر یوحنا اور شمعون کا پتہ نہین۔ وہ دونون اپنے اُسی تہ خانے مین چھپے بیٹھے رہے۔ آخر قحط کی مجبوری سے یوحنا باہر نکل آیا۔ اور چونکہ جان بچانے کا وعدہ کیا گیا تھا اس لیے زندگی بھر کے لیے قید کر دیا گیا۔ مگر شمعون زمین ہی کے نیچے چھپا بیٹھا رہا۔ یہان تک کہ طیطوس کے چلے جانے کے بعد جب یہ محترم شہر انسانون سے خالی تھا۔ ساری آبادی ختم ہو چکی تھی۔ اور فقط چند رومی سپاہی معبد کے کھنڈرون پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے رومیون نے حیرت سے دیکھا کہ ایک شخص سفید کپڑے پہنے ہوے ناگہان زمین سے نکل آیا پہلے تو وہ ڈرے۔ مگر آخر جی کڑا کر کے پاس گئے اور پوچھا "تم کون ہو؟" اُس نے جواب دیا "مین شمعون ہون" اس جواب پر وہ بھی گرفتار کر کے طیطوس کے پاس بھیجدیا گیا۔ اور اُسے بھی طیطوس کے جلوس داخلہ مین جگہ ملی۔

اس طرح یہ مقدس شہر دنیا کی ایک مدعی تہذیب قوم کے ہاتھ سے تباہ

ویرباد ہوا۔ اتنی بڑی شکست عظیم اور عام مصیبت سے یہودیون کو اپنے قومی ادبار کا اِس درجہ یقین ہو گیا تھا کہ ساری ارض یہود این پھر کسی مزاحمت و سرتابی کی اُمید نہین کی جا سکتی تھی۔ مگر یہودیون ہی کی قوم تھی جس نے اتنی بڑی شکست

قلعہ مشٹویرس

عظیم اور ایسے قومی عام ادبار کے بعد بھی فتحیاب رومیون سے مقابلے کا ارادہ کیا۔ چند یہودیون کا ایک گروہ قلعۂ مشویروس مین جمع ہوا جن پر ایلیعیزر نام ایک نوعمر اسرائیلی حکمران تھا۔ رومیون نے اس قلعہ کا بھی محاصرہ

وہان کے سردار ایلیزر کی بہادری

کر لیا۔ ایلیعزر نے ایسی بہادری سے مقابلہ کیا کہ رومی لڑائی سے عاجز آ گئے۔ یہودی سردار ایک مرتبہ اپنے ساتھیون کے ساتھ قلعے سے نکل کے دشمنون پر حملہ آور ہوا۔ مگر بدنصیبی سے واپسی کے وقت کسی سے باتین کرنے مین ایسا مصروف ہوا کہ ساری فوج قلعے مین داخل ہو گئی اور وہ باہر ہی کھڑا رہ گیا۔ ایلیعزر کو اِس غلطی کی اُس وقت خبر ہوئی جب رومی اُسے گھیر چکے تھے آخر پکڑ کے باندھ لیا گیا۔ فتحیابون نے اُس کے کوڑے لگائے۔

اور گرفتاری

پھر اُسے لٹکانے کے لیے سولی کھڑی کی۔ یہودیون سے اپنے ایسے شریف النفس اور نوجوان سردار کا مارا جانا نہ دیکھا گیا۔ اُس کی جان بچانے کے وعدے پر سبنے اطاعت قبول کر لی۔ اور قلعے کے پھاٹک کھول دیے۔ یہ سنہ ۵۰۰ قبل محمد یعنی سنہ ۷۱ع کا واقعہ ہے

اس کے دوسرے برس سنہ ۴۹۹ قبل محمد مین رومیون نے ایک دوسرے

قلعۂ مسعدہ

اسرائیلی قلعے مسعدہ کا محاصرہ کیا۔ یہ شام کے تمام قلعون سے زیادہ مضبوط خیال کیا جاتا تھا۔ اور اکثر لوگون کو یقین تھا کہ اس قلعے کو رومی کسی طرح نہ فتح کر سکین گے۔ کئی سخت لڑائیون کے بعد ایک رات کو رومیون نے اُوپر چڑھ کے چارون طرف آگ جلائی۔ ابتداءً تو آگ کے

شعلے خود رومیون کی طرف جھکتے تھے اس لیے کہ ہوا کا وہی رُخ تھا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ہوا کا رُخ پلٹ گیا۔ اور آگ کے شعلے محصور یہودیون کو جلانے لگے جو شخص یہان یہودیون کا سردار تھا اُس کا نام بھی ایلئیزر تھا۔ جب آگ کی وہان کا سردار ایلئیزر گرمی بڑھی اور یہودی شعلون کی لپک سے بے قرار ہونے لگے تو اُس نے سب کو جمع کر کے ایک نہایت ہی پُر جوش تقریر کی۔ اور کہا "معلوم ہوتا ہے خدا ہی نے ہماری قوم کو چھوڑ دیا ہے۔ اور ہم ساعت بساعت مجبور ہوتے جاتے ہین کہ قلعہ رومیون کے حوالے کر دین۔ مگر اس سے تو یہ بہتر ہے کہ ہم اپنی جانین خود خدا ہی کو دیدین ؟" سب نے اس رائے سے اتفاق عام خودکشی کیا۔ اور عام خودکشی کی تجویز منظور ہو گئی۔ سب نے تلوارین سُوت سُوت کے پہلے عورتون اور بچون کو قتل کیا۔ پھر سب مین سے دس آدمی منتخب ہوئے کہ باقی ماندہ لوگون کو جام فنا پلائین۔ جب یہ لوگ اپنا یہ خونخوار اور ہولناک کام پورا کر چکے تو اُن مین سے نو آدمی منتخب ہوے کہ اکا نوے ساتھیون کی جان لین۔ پھر باقی ماندہ نو مین سے ایک نے اپنے آٹھ ہمراہیون کو قتل کیا۔ اور جب اُس نے دیکھا کہ اب اپنے تمام رفقا مین سے اکیلا ایک تنفس مین ہی باقی رہ گیا ہون تو خودکشی کر لی۔ اس کے بعد ایک زمانے تک رومی اسی خیال مین رہے کہ قلعے والے لڑنے کو تیار رہین۔ مگر جب قلعے پر چڑھے اور ہر طرف سناٹا نظر آیا تو اندر گئے اور اسرائیلیون کے اس عجیب و غریب قومی تعصب پر سخت متحیر ہو کے افسوس کرنے لگے۔

الغرض یہی زمانہ ہے جب سے یہودیون کی قوت دنیا سے ہمیشہ کے لیے فنا ہو گئی۔ پچھلے شاہی خاندان کا بدنصیب پس ماندہ اگریپا دوم جس نے اول اگریپا اور برنیقہ روم مین سے آخر تک رومی اسلحہ کی جنبہ داری کی تھی وہ بھی

حکومت سے بالکل محروم کر دیا گیا۔ اور اپنی بہن برنیقہ کے ساتھ جا کے دار السلطنت
روم مین سکونت پذیر ہو گیا۔ برنیقہ ایسی حسین و صاحب جمال شاہزادی تھی کہ

برنیقہ پر طیطوس کا عشق

خود طیطوس کا دل اُس پر آگیا۔ جو ویسپے سین کے بعد قیصر
روم قرار پایا تھا۔ اور قریب تھا کہ یہ یہودیہ شاہزادی تمام دولت روم کی
قیصرہ اور اس عظیم الشان زبردست سلطنت کے سیاہ و سفید کی مالک ہو جائے
مگر رومیون کو اندیشہ ہوا کہ کہین دنیا کو پھر وہی تماشا نہ نظر آجائے جو یہودیون
کی کتاب مقدس تورٰۃ کی "کتاب استیر" مین مذکور ہے۔ یعنی استیر نام ایک اسرائیلیہ
عورت کے ملکہ ہو جانے سے بُت پرستون پر ہر جگہ تباہی آگئی۔ اسی اندیشے سے
سارے رومیون نے اس جوش و خروش سے مخالفت کی کہ طیطوس کو ڈر کے

اور اس کی شرمناک معشوقی

اس ارادے سے باز آنا پڑا۔ لیکن باوجود اس کے
مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ طیطوس زندگی بھر برنیقہ کا عاشق رہا
اور نسل اسرائیل کی وہ خوبصورت پچھلی شاہزادی فخر و عزت سمجھ کے بُت پرست
شہنشاہ روم کی ناجائز معشوقہ بنی۔ اور اسی بے عزتی کے ساتھ رومۃ الکبریٰ
مین آغوش لحد کے سپرد کی گئی۔

عام ظلم

بیت المقدس کی تباہی اور خانۂ خدا کے بیخ و بُن سے منہدم ہو جانے
کے بعد تقریباً پچاس سال تک سوا رومی سپاہیون کے ایک دستے کے اُن
کھنڈرون مین کوئی رہنے والا بھی نہ تھا۔ رومیون کا برتاؤ ہر شہر اور ہر قریے
مین یہودیون کے ساتھ ظالمانہ تھا۔ خود شہنشاہ روم ویسپے سین کی کوشش تھی
کہ نسل داؤد کا جو شخص ملے بلا تامل قتل کر ڈالا جائے۔ اس لیے کہ یہودیون
کو اسی گھرانے سے کسی مسیحا کے ظاہر ہونے کی اور اسی خاندان سے قومی عروج
واقبال کی بنیاد پڑنے کی اُمید تھی۔ رومی مہادیو جوپیٹر کے بت خانے کی تعمیر

کے پیسے فی کس ۲ درہم کے حساب سے ہر یہودی سے ٹکس وصول کیا گیا - اور یہودی رومیون کی نظر مین ہر جگہ ذلیل و خوار تھے -

مگر یہودی اب بھی ویسے ہی سرکش ہین

یہ سب ہوا مگر یہود کا مذہبی غرور کسی طرح نہ ٹوٹا - معبد کھُد کے زمین کے برابر ہو گیا - قومی سلطنت کا نام و نشان نہ رہا - اور شام و مصر کے ہر شہر اور قصبے مین یونانیون اور رومیون نے کوشش کی کہ نسل اسرائیل سے صفحۂ زمین کو خالی کر دین - لیکن وہ اُسی طرح اپنی مذہبی ترقی و کامیابی کے اُمیدوار تھے کہ کب خدا مہربان ہوتا ہے اور دنیا کی حکومت پھر اولاد داؤد کے ہاتھ مین آتی ہے - قدیم انبیا اور مقتداؤن کی

مسیح کا انتظار

پیشین گوئیان اُمید و آرزو کے ساتھ یاد آئین - اور کسی نئے مسیح کے ظہور کا انتظار اُن کے جوش کو روز بروز تازہ اور قوی کرتا جاتا تھا - ان تمام باتون کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ ہمیشہ اپنا جوش بے موقع اور بغیر اپنی اور دشمنون کی قوت کا اندازہ کیے ظاہر کر دیا کرتے - مذہبی مقتداؤن اور قومی نقیبون نے تعصب کو بڑھا دیا تھا جس کے یہ نتائج روز ظاہر ہوتے کہ اُنھون نے بغاوت کی اور شکست کھا کے پہلے سے زیادہ ضعیف و ناتوان ہو گئے -

اب اُن مین نہ وہ قدیم صدوقی و فریسی باقی تھے اور نہ وہ مجلس صنہادرین

یہود کے نئے پیشوا ربّی

اُن سب کے بدلے ایک نئی قسم کے مقتدا پیدا ہوئے جو ربّی کے معزز و متبرک خطاب سے یاد کیے جاتے - زوال بیت المقدس سے پہلے ان لوگون کی حیثیت صرف طلبہ کی تھی - مگر اب جبکہ اصلی مقتدایان قوم فنا ہو گئے اور قومی قوت بھی منتشر ہو گئی جو کسی خاص شخص کو سارے ہی قوم کا مقتدا بنا تی تو ان ربّی لوگون نے خود اپنی کوشش سے اور اپنے دینی خدمات کے

[1] ان نقیبون کو اپنے اعمال بد کی سزا ملتی تھی اگرچہ تھے اور منتظر رہتے تھے

حلقے مین مقتدائی کا تاج اپنے سر پر رکھ لیا۔ اور چند روز بعد ایک امام یا مجتہد کی حیثیت سے اولاد اسرائیل کے رہنما و مقتدا قرار پا گئے۔ ربیون کا سلسلہ آجتک چلا جاتا ہے۔ اور اب بھی اسی قسم کے ربی یہودیون کی پیشوائی کر رہے ہین۔ لیکن یہ بات بے افسوس کیے نہین بیان کی جاسکتی کہ اُن ربیون مین سے کسی نے بھی کبھی زمانہ شناسی سے کام نہ لیا۔ بجاے اس کے کہ اِس خود پسند قوم کے جوش تعصب کو اعتدال پر لائین اُلٹے اُن مین عصبیت کو اور بڑھاتے رہے رومیون کے دور مین یہودیون کے لیے کسی امن دوست اور صلح پسند ناصح مشفق کی ضرورت تھی۔ مگر ربیون کا یہ طریقہ تھا کہ فوجی نقیب کی طرح پا شکستہ اور مظلوم قوم مین کھڑے ہو کے اگلے کارنامے اور اگلے انبیا کو یاد دلا کے رجز خوانیان کرتے۔ اور روز ایک نئی بغاوت پر آمادہ کر دیتے۔

اُن کی قومیت مٹانے کی تدبیرین اُنھین مسلسل بغاوتون اور سرکشیون نے چند روز بعد یہ روز بد دکھایا کہ حکمرانون کی طرف سے اُن کے قومی اور مذہبی نشانون کے مٹانے اور ان کی قوم کے فنا کر دینے کی کوشش ہونے لگی۔ حکم دیدیا گیا کہ کوئی یہودی ختنہ نہ کرے۔ اپنی شرعی کتابون اور اپنے صحیفۂ ربانی کو مطالعہ کی غرض سے کبھی ہاتھ مین نہ لے۔ یوم السبت یعنی ہفتے کے مذہبی احکام ہرگز نہ بجا لائے۔ الغرض اسی قسم کے اور احکام جاری ہو گئے تاکہ جو یہودی باقی ہین وہ بھی چند روز مین دنیا سے فنا ہو جائین۔ یہ ایسے بے اُصول اور خلاف فطرت احکام تھے کہ یہود کو اپنے دین و مذہب کے مٹ جانے کا اندیشہ ہوا۔ اور اُن کے دبے ہوئے قومی جوش مین یکایک ایک نیا اور بہت بڑا اُبال آ گیا۔

نیا مسیحا برقوشیباس مذکورۂ بالا مظالم نے اُن کے خیالات کو یکجا کیا۔ اتفاق نے پھر اُن مین ایک قوت پیدا کی۔ اور برقوشیباس یا برقوشاب نام ایک نیا اسرائیلی

نمودار ہوا جو اپنے مسیحا ہونے کا مدعی تھا۔ اس شخص کے حالات جو یہودیون کی قدیم مذہبی کتابون مین بیان کیے گئے ہین عجیب و غریب ہین طرح طرح کے خوارق عادات اور کرامات و معجزات اس کی جانب منسوب کیے جاتے ہین۔ کہتے ہین کہ وہ منجنیق کے پتھرون کو ٹھوکر مار کے دشمنون پر اُلٹ دیتا تھا۔ اور جب لڑائی کے شعلے زیادہ بھڑکتے تو جوش کے وقت اُس کی سانس سے بھی شعلے نکلنے لگتے۔ اس نئے مسیحا کی خبر یکایک سارے یہودیون مین پھیلی۔ اور ہر جگہ یقین کر لیا گیا کہ جس مسیحا کی پیشین گوئی بلعام نے کی تھی وہ ظاہر ہو گیا۔ اُس کا نام برقوشیباس ہے اور وہ کوکب آل اسرائیل کا بیٹا ہے۔

ربی عقیبہ

اُس نئے مسیحا کی قوت بڑھ جانے کا سب سے قوی سبب یہ ہوا کہ اُس عہد کے سب سے بڑی ربی عقیبہ نے جو یہودیون مین اپنے علم و فضل کے سبب سے قریب قریب ایک پیغمبر کی وقعت رکھتا تھا اُس کو مسیحا تسلیم کر لیا۔ عقیبہ کی عمر اُن دنون ایک سو بیس برس کی تھی۔ اس مقدس و سن رسیدہ ربی کی نسبت مشہور تھا کہ نوعمری مین گڈریا تھا۔ اور غالیہ شبیہ نام ایک دولت مند یہودی کی بھیڑیان چرایا کرتا تھا۔

اپنے آقا کی بیٹی پہ اُس کا عشق

اُس کا یہ سارا علم و فضل اُسی دولت مند آقا کی پری جمال بیٹی کے طفیل مین تھا۔ اس لیے کہ گلہ چراتے چراتے وہ آقا کی بیٹی پر عاشق ہو گیا۔ اور کچھ ایسے سچے دل سے اُس نے اظہار عشق کیا تھا کہ لڑکی نے بھی اُسے اپنا دل دیدیا۔ اور دونون نے چھپا کے عقد کر لیا۔ نکاح ہو جانے کے بعد عقیبہ نے آقا کے سامنے جا کے درخواست کی کہ مجھے اپنی دامادی کی عزت عطا فرمائیے۔ مگر ظاہر ہے کہ ایک دولت مند شریف ایسے کم حیثیت اور جاہل نوجوان کو بھلا کیسے بیٹی دیسکتا تھا غالیہ نے اسی بنا پر انکار کر دیا۔ عقیبہ نے یہ جواب پاتے ہی نوکری چھوڑ دی۔

عشق نے اُسے عالم و فاضل بنا دیا اور اُن مشہور شہرون مین پھر پھر کے جہان یہودیون کے اہل علم موجود تھے علم و فضل حاصل کرنے لگا - آخر عشق کے جوش نے اُسے اتنا بڑا عالم و فاضل بنا دیا کہ بارہ برس کے بعد جب پھر غالیہ کے سامنے آ کے اُس نے اپنی معشوقہ کو طلب کیا ہے تو اُس کے گرد بارہ ہزار طلبہ کا ہجوم تھا - مگر یہودی رئیس نے اب بھی انکار کیا - پُرجوش نوجوان خاموشی کے ساتھ واپس چلا گیا اور جان توڑ کے کوشش کرنے لگا کہ اپنے تئین اور زیادہ مکمل بنائے - چند روز بعد چوبیس ہزار خوشہ چینون کا گروہ ساتھ لے کے غالیہ کے سامنے آیا - اور پھر درخواست کی - اب کی غالیہ کا دل پسیج گیا - اور بیٹی دینے پر راضی ہوا - مگر جب رضامندی کے بعد سُنا کہ دونون کا عقد چودہ پندرہ برس پیشتر ہو چکا تھا تو اُسے حیرت ہو گئی -

غرض یہ شخص معشوقہ کے شوق مین علم حاصل کر کے اتنے درجۂ کمال پر پہونچ گیا کہ بی بی کو رخصت کراتے ہی تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوا - اور آخر جب مقتدائی کے تاج کے لیے اُس سے زیادہ قابل کوئی شخص نظر نہ آیا تو وہی اسرائیلیون کا ربی بنا لیا گیا - لوگون کو اُس سے اس قدر عقیدت تھی کہ اُسے حضرت موسیٰ سے بھی زیادہ صاحب علم و فضل خیال کرتے - اور یہی سبب تھا کہ برقوشیباس کی مسیحائی کو جب اُس نے تسلیم کر لیا تو پھر کس یہودی کی مجال تھی کہ انکار کرے -

ہادرین قیصر اور رونوس حاکم ارض یہود | یہ ہادرین قیصر روم کا زمانہ تھا جس کی طرف سے طورنوس رونوس نام ایک رومی سردار ارض یہود کا عامل و حاکم تھا - رونوس نے یہودیون کے مذہب اور اُن کی قومیت کے مٹانے کی یہانتک

ہودا اُسے حضرت موسیٰ سے بھی بڑا عالم جانتے

اور جھوڑ کے آتا نے مین لوگ اسے سب سے بڑا عالم و فاضل ماننے لگے -

کوشش کی کہ خاص مسجد اقصی کے کھنڈروں میں ہل چلوا دیا - اس کے بعد اُس

جب یہودیوں کی اس شورش کا حال سُنا تو سنہ ۱۳۲ قبل مسیح میں اپنی مختصر

رِبی عقیبہ کا قتل

فوج سے کے حملہ کر دیا اور ربی عقیبہ کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا - مگر اس کارروائی سے مخالفت یا رومیوں کی زبان سے کہنا کہ بغاوت بجائے دبنے کے اور زیادہ ترقی کر گئی - اور اس درجے کو پہونچ گئی کہ اُس کے فرو کرنے کے لیے رُوفوس کی موجودہ فوج کافی نہ تھی - رُوفوس نے جب اس بغاوت کی رپورٹ دار السلطنت رُوم میں کی تو معزز اور اہل ثروت رومیوں کو کسی طرح یقین نہ آتا تھا - وہ حیرت سے کہتے تھے کہ یہودیوں میں شاید کوئی نہ ہوگا جو اپنے باپ کی زبانی گذشتہ مصیبت اور تباہی کے چشم دید واقعات نہ سُن چکا ہو - پھر کیونکر ممکن ہے کہ اتنی جلدی وہ لوگ پھر اُسی قدیم بلا کو اپنے سر پہ بُلاتے ہوں ؟

اُدھر رومیوں نے اسی خیال سے جدید فوجوں کے روانہ کرنے میں تساہل کیا - اِدھر اسرائیلیوں کو لڑائی کا سامان اور فوجیں فراہم کرنے کا اچھا اور

برقوشیباس کا ظہور

کافی موقع مل گیا - برقوشیباس کی مسیحائی نے یہ فوری کمال دکھایا کہ چند ہی روز کے اندر اُس کے جھنڈے کے نیچے دو لاکھ کے قریب فوج موجود تھی - جو لوگ اُس کی فوج کی صف اول میں رکھے جاتے اُن کے لیے ابتدا میں تو یہ ضروری شرط تھی کہ اپنی ایک اُنگلی کٹوا کے دل کی مضبوطی اور ثابت قدمی کا ثبوت دیں - مگر آخر میں زور آزمائی کا یہ طریقہ مقرر ہوا کہ وہ لبنان کے کسی بڑے درخت کو ایک ہی زور میں جڑ سے اُکھاڑ لیں - اس نئے مسیح نے پہلے تو اپنی تمام کارروائیوں کو مخفی رکھا - اور رومیوں کو سوا اس کے کہ بغاوت کے جوش کا پختہ وپزہ ہو رہا ہے اور کسی بات کی خبر نہ ہوئی - یہودی اُس

ملک و وطن کے حالات سے جس قدر واقف تھے غیر نہیں ہو سکتے تھے - اور ملک بھی کون جس مین کوئی مقام نہ تھا جہان خفیہ تہ خانے اور زمین کے اندر ہی اندر راستے نہ بنے ہون - انھین چیزون سے کام لے کے برقوشیباس نے اپنی قوت یہانتک بڑھائی کہ جب رومیون کو خبر معلوم ہوئی ہے اُس وقت وہ پچاس مضبوط قلعون اور تقریباً ایک ہزار گاؤن کو اپنے قبضے مین کر چکا تھا۔ ساری ارض یہوداہ مین کوئی یہودی نہ تھا جو اُس کے موافق نہ ہو - سوا چند عیسائیون کے جو حضرت عیسیٰ بن مریم کو سچا مسیح مان چکے تھے اور کسی نئے شخص کی مسیحیت کو ہرگز نہ تسلیم کر سکتے تھے - اسی اختلاف کی وجہ سے برقوشیباس نے ان تمام عیسائیون کو جو اس کے ہاتھ مین پڑ گئے بہت سخت سزائین دے دے کے قتل کیا۔

جب رومیون سے علانیہ مخالفت ہو گئی - اور نامور ربی عقیبہ مار ڈالا گیا

بیت المقدس پر اُس کا قبضہ | تو برقوشیباس نے ۱۳۲ء قبل محمدؐ مین بڑھ کے بیت المقدس پر حملہ کیا - رومیون کی مختصر فوج کو بڑے نقصان کے ساتھ شکست ہوئی - اور نسل اسرائیل چند روز کے لیے پھر اپنے آبائی شہر پر قابض ہو گئی - نئے مسیحا نے اپنے پرانے شہر پر قبضہ کرتے ہی قدیم کھنڈرون پر پھر ایک قربان گاہ قائم کی اور نئی مسجد تعمیر کر لی - نیا اسرائیلی سکہ جاری کیا - اور خانہ خدا کی آزادی کا نیا سنہ بھی جاری کر دیا گیا۔

مگر یہ آزادیان چند ہی روز کے لیے تھین - ہدرین قیصر روم نے یہ حالات

یولیوس سپہ سالار روم کا حملہ | سنتے ہی یولیوس سورس نام ایک نئے نامور سپہ سالار کو اس مہم پر روانہ کیا جو انھین دنون برطانیہ عظمےٰ کے وحشیون کے مقابلے مین بہادری کے تمغے حاصل کیے چلا آتا تھا - یولیوس نے ارض یہوداہ مین پہنچتے ہی یہودیون کا قتل و قمع شروع کر دیا - بیت المقدس اب وہ

پرانا بیت المقدس نہ تھا جس کی تہ نا شہر پناہین کبھی رومی اسلحہ کے سامنے دیوار آہنی بنی

اور کامیابی | ہوئی تھین اب کھلا میدان اور بوسیدہ کھنڈر نے مسیح کو اپنی آغوش مین پناہ نہ دیسکے

اور شکست خوردہ آل ابراہیم و اولاد اسرائیل نے بیت المقدس سے بھاگ کر ایک برفست اور مضبوط

قلعے مین پناہ لی جو بیتر کے نام سے مشہور تھا۔ و جس کی قسمت مین تھا کہ دنیا کو وہی ہیبت ناک تماشا پھر دکھائے

قلعہ بیتر | جو ۶۳ برس پیشتر خاص بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ نے دکھایا تھا۔ رومیون نے بیت المقدس

پر قبضہ کرتے ہی سنے حرم کو پھر کھود کے خاک مین ملا دیا۔ اور آگے بڑھے۔

اسکا محاصرہ | بیتر کے قلعہ مین یہودیون نے اس جرأت و بہادری سے مقابلہ کیا کہ رومی کامل

دو سال تک محاصرہ کیے پڑے رہے اور آخر کار نقصان اُٹھاتے اُٹھاتے جان سے عاجز آگئے۔ یہان

مقدس ربی الیئزر | محصورین مین یہودیون کا ایک بڑا مقدس ربی موجود تھا جسکا نام الیئزر تھا۔ یہ محترم

شخص کسی سے بات چیت نہ کرتا بلکہ جسطرح عمالقہ کی لڑائی مین معمول تھا کہ جبتک بنی اسرائیل لڑتے

حضرت موسیٰ درگاہ رب العزت مین خشوع و خضوع سے دعا کرتے رہتے اسیطرح الیئزر کا اس

قلعہ مین معمول تھا کہ جبتک رومیون سے میدان کارزار گرم رہتا وہ سجدے مین پڑا فتح و نصرت کی

دعا مانگا کرتا اور یہودیون کو اعتقاد تھا کہ ہمیشہ اُسی کی دعا سے فتح ہوتی ہے۔ اتفاقاً ایک سماری

الاصل یہودی نے جس کے ہم وطن قدیم سے ارض یہوداوالون کے دشمن چلے آتے تھے چپکے سے [illegible]

انھیں الفاظ مین مقدس ربی کی کان مین کچھ [illegible] بات یا قلعہ کا جو [illegible] اس سماری [illegible]

اس نے بتایا کہ مین رومیون کی جانب سے [illegible] کے پاس پیام صلح کا جواب لایا تھا [illegible]

خود مقتدا اون کے ہاتھ سے اسکا قتل ہونا | اس تہمت نے بیچارے یہود کے دل مین آگ لگا دی

اور وہ مقدس و بیگناہ خاموش ربی ایک چشم زدن مین قتل کر ڈالا گیا۔ اسکے قتل کے بعد جب

حال کھلا کہ یہ فقط اتہام تھا تو سب لوگ پچھتائے۔ کہ کسی سخت عذاب کے منتظر ہو گئے

قلعہ بیتر پر رومیون کا قبضہ | الیئزر اس اتہام سے خدا کی عبادت کرتا ہوا مارا گیا تھا اور لوگ پچھتا

رہے تھے کہ ناگہان رومیون نے قلعہ فتح کر لیا۔ یہ واقعہ ۱۳۵ء [illegible] کا ہے [illegible] سپاہی ہر طرف [illegible]

قتل عام | سے دھاوے کرتے ہوئے اندر گھس پڑے۔ اور ہر جگہ قتل عام ہونے لگا جس قدر
قتل و خون بتیر میں ہوا ہے اس کے بیان میں یہودی مورخین عجیب و غریب مبالغہ
آمیز قصے بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ خون کی ندی جاری ہو گئی جو اس زور سے بہتی تھی کہ دو
دو سیر کے پتھروں کو بہالیجاتی۔ اور رومیوں کے گھوڑے پیٹ تک خون میں ڈوبے
مقتولین کی تعداد | ہوئے تھے۔ مگر مقتولین کے شمار کی نسبت معتبر ذریعوں سے معلوم ہوا
ہے کہ فقط طوائف دون سے پانچ لاکھ اسی ہزار یہودی قتل ہوئے۔ اور جو لوگ آتش زدگی
بر قوشی یا اس کا قتل اسے جل کے مر گئے یا جنھوں نے مختلف امراض میں مبتلا ہو کے جان
دی اُن کا شمار ان کے علاوہ ہے۔ خود بر قوشیبا بھی رومیوں کے ہاتھ
سے مارا گیا۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیت المقدس ہی میں شکست کھاتے وقت
مارا گیا۔ یا بتیر کے قتل عام میں زیادہ قابل وثوق یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس ہی
میں لقمۂ نہنگ اجل ہو چکا تھا۔ اور بتیر میں یہود کا سرگروہ اس کا بیٹا تھا۔

یہودیوں کی تباہی کا نتیجہ | الغرض ۱۳۵ء قبل محمد میں اس آخری شکست و تباہی نے یہودیوں
کی قوت اس قدر توڑ دی کہ پھر انھیں سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اپنی آبائی حکومت
حاصل کرنے۔ اپنے معبد کے از سر نو آباد کرنے اور اپنی گذشتہ عزت پھر حاصل کر لینے کی انھوں
نے یہ آخری کوشش کی تھی اور افسوس ایسے پسے گئے کہ اسکے بعد سے آج تک شاید
کسی اسرائیلی بچے کے دل میں بھی کبھی تخت و تاج کا خیال نہ گزرا ہو گا۔ افسوس حضرت
ابراہیمؑ کی برکت جناب موسیٰؑ کی کوششیں اور جناب داؤدؑ و سلیمانؑ کی دولت
و حشمت سب خاک میں مل گئیں۔ اور ایک نہایت ہی قدیم اور معزز قوم کی تاریخ ختم
ہو گئی۔ وہی لوگ جو کبھی دنیا میں سب سے بہادر جانباز اور دین پر قربان ہونے
میں سب سے زیادہ جری تھے ہر قوم سے زیادہ بزدل بن گئے۔ جن کی سپہگری کو
زمانہ کبھی نہ بھولے گا۔ آج بالکل ذلیل بنے ہیں اور فوجوں میں شامل کرنے کے قابل بھی

نہین سمجھے جاتے۔ درحقیقت یہودیون کے کارنامون سے ہر قوم کو عجیب عبرتناک سبق مل سکتا ہے۔ اور اُن کے حالات بتاتے ہین کہ ناعاقبت اندیشی کے جوش اور کمزوری کی سرکشی سے کیسا روزِ بد دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔

اس کے بعد عام ارض یہودا پر کیا گزری؟

بثیر کے زوال کے بعد پھر ارض یہودا مین ہر جگہ یہودیون کا قتل عام شروع ہو گیا۔ اس کے بعد وہ سرزمین جو ایک دنیاوی جنت بنی ہوئی تھی اس قدر تہ و بالا کی گئی کہ اُس کے تمام شہر اور قصبے کھنڈر اور سارے کشت زار جنگل ہو گئے۔ نہ وہ پہلے رونق ہی رہی نہ وہ آبادی کھیت ہل جوتنے والون سے خالی تھے۔ اور ویرانے درندوالون

بیت المقدس رومیون کی ایک نو آبادی بنا یا گیا جس مین چند رومی سپاہیون

بیت المقدس کا نیا نام ایلیا

کے ساتھ تھوڑے سے بت پرست آفاقی لا کے بسا دیے گئے۔ ایلیا کیپی ٹولونا اُس کا نام رکھا گیا۔ اور خاص وہ جگہ جہان مسجد اقصیٰ تھی وہان رومیون کے بڑے

اس مین بت خانے

دیوتا جیوپٹر کا مندر از سر نو بنایا گیا۔ وہ جگہ جہان باوجود بڑے بڑے اختلافات و شبہات کے چند عیسائی حضرت مسیح کی قبر بتاتے تھے وہان یونان کی خوبصورت دیوی وینس کا شوالہ تعمیر ہوا۔ اور یہودیون کی نسبت حکم عام دیدیا گیا کہ جو کوئی فقط ایک نظر دیکھ لینے کی نیت سے بھی اس منہدم شہر کے کھنڈرون کے قریب آئے گا جان سے مارا جائے گا۔

اس مین چند عیسائیون کو رہنے کی اجازت

ہان چند عیسائیون کو البتہ اس شہر مین رہنے کی اجازت دیدی گئی جن کو یہودیون خصوصاً برقوشی یاس نے بہت ستایا تھا۔ ان کو رومیون کی ہمدردی حاصل کرنے کا موقع زیادہ تر اس وجہ سے ملا تھا کہ اول تو ان پر برقوشی یاس کی مخالفت مین یہودیون کے ہاتھ سے مظالم ہوئے تھے۔ دوسرے یہ کہ انھین دنون اُن کی خوش قسمتی سے ایک رومی شخص نے دین مسیحی اختیار کر لیا تھا۔ اس نے اپنا عیسائی نام مرقس رکھا۔ اور چند روز بعد عیسائیون نے اسے اپنا مقتدا اور بیت المقدس کا

ان کا پہلا بشپ

پہلا اسقف (بشپ) قرار دیا۔ اس ہم قومی نے رومی بت پرستون کو کسی

حد تک ان کے موافق بنا دیا۔ اور یہی زمانہ ہے کہ جب سے یہودیون اور عیسائیون کی باہمی عداوت ترقی کرنے لگی۔ یہودی خصوصًا اس سبب سے اور زیادہ برہم ہوے کہ رومیون نے اور غالبًا ان کے ساتھ شریک ہو کے

بیت اللحم کے پھاٹک پر سور کی مورت

عیسائیون نے بھی بیت اللحم کے پھاٹک پر ایک سور کی مورت قائم کر دی تاکہ یہودی اس طرف کا رخ بھی نہ کرین۔ اسرائیلیون کے لیے سور ایسا ہی اشتعال دلانیوالا تھا جیسا کہ اب مسلمانون کے لیے ہے۔ وہ اس کی صورت سے بھی کوسون بھاگتے تھے بخلاف اُن کے عیسائیون نے صرف رومیون کی خوشامد اور ان کے خوش کرنے کی ضرورت سے یا رومی عیسائیون کے مذاق کی پابندی مین سور سے نفرت کرنا چھوڑ کے اس کا گوشت

نام تک مٹ گیا

تک حلال کر لیا تھا۔ بیت المقدس کا نام ایلیا اس قدر مشہور ہوا کہ جسوقت مسلمان حملہ آور ہوے اور انھون نے اسکو فتح کیا ہے اُسوقت تک یہ شہر اُسی رومی نام سے مشہور تھا۔ پرانا اصلی نام یروشلیم مٹ گیا تھا مسلمان اپنی زبان مین اُسے بیت المقدس کہنے لگے۔ اور یروشلیم کا لفظ اس قدر چھوٹ گیا کہ ظہور اسلام سے صدیون پہلے ہی ایک عیسائی شہید کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ جب اُسے مصر کے بت پرست جج کے سامنے لے گئے تو اس سے وطن پوچھا اس نے کہا یروشلیم۔ اس نئے اور عجیب نام کو جج نے حیرت سے سنا اور کہا "اس نام کا تو کوئی شہر دنیا کے پردے پر نہین ہے۔ اس کو مارو کہ جھوٹ بولنے سے باز آئے۔ اور اپنے وطن کا اصلی نام بتائے" یہ حالت تھی قوم یہود اور اُن کے محترم معبد ربانی کی جبکہ عیسویت نے دولت روم کے دامن مین پل پل کے زور پکڑا اور دولت روم کی قلمرو کا عام مذہب بننے لگی۔

المعروف بہ
باہتمام
محمد سراج الحق

کارخانہ روغن الرایحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر
آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں
عطر کے لئے لکھنؤ مشہور ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جو عطر ہے وہ باہر والوں کو نہیں ملتا کیونکہ کہیں مال کی روانگی نوکروں کے ہاتھ ہے اور انکے دخل و فصل کا خمیازہ ان ہی غریبوں کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگوانے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں اور بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے کہ روپیہ کا مال دو کو اور کبھی چار کو بھیجدیتے ہیں۔ یہ تمام خرابیاں دیکھ کے ہمنے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں ان کے لئے معتبر اور مستند کارخانوں کے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کرکے مال بخوبی جانچ کے اور بحفاظت ختم کرکے روانہ کر دیا کریں جس کا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے۔
عطر کے شائق
عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے
عطر حنا
موتیا
چنبیلی
کیوڑا
خس
مولسری
اگر غرقی کہنہ
مخلوط اصلی
بیلہ
مجموعہ
صد برگ
چمپا
سیوتی
مخلوط عنبری
راحت روح
سہاگ
شہناز
محبوب پسند
خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو
روغن چنبیلی فی سیر
روغن بیلہ فی سیر
روغن کیوڑا فی سیر
روغن حنا فی سیر
اعلیٰ درجہ کا خوشبودار عمدہ بامزہ تنباکو
زردہ تنباکو مشکی فی سیر
قوام مشکی فی تولہ
گولیاں تنباکو مشکی طلائی فی تولہ
ایضاً زعفرانی
ایضاً
نقرئی فی تولہ
نوٹ:۔ درخواست آتے ہی ویلیو پی ایبل روانہ ہوگا، بابت محصول و مصارف ڈاک ذمہ خریدار
آپکا خادم حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

دوسری کتاب

مسیح اور مسیحیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ اٰلہ و اصحابہ اجمعین

باب اول

حضرت مسیح کی ولادت کے وقت زمانے کی حالت

حضرت عیسیٰ کی ولادت ۔ اس عہد کی تصویر ۔ رومی ۔ بنی اسرائیل ۔ اُن کی دینی خرابیاں ۔ عقائد اُن کا اثر ۔ مسیح موعود کا انتظار ۔ نئے جھوٹے مسیح ۔ انتظار مسیح میں بے صبری ۔ آپ کی ولادت بالکل گمنامی میں ہوئی ۔

حضرت عیسیٰ کی ولادت اب ہم اپنی آگے کی رفتار روک کے پھر ۵۷۳ قبل محمد کی طرف رجوع کرتے ہیں جبکہ ہیرودِ اول کی سلطنت کا آخری زمانہ تھا اسی سال حضرت عیسیٰ بن مریم پیدا ہوئے ۔ جن کی پیدائش کے ساتھ ہی دنیا میں ایک بہت بڑا انقلاب ہو گیا ۔ دین مسیحی نے ظاہر ہوتے اندر ہی اندر قوت پکڑنا شروع کی ۔ رومیوں کی مذہبی کمزوری اور یہودیوں کے خیالات مذہبی محدود ہونے سے اس جدید دین کو موقع مل گیا کہ تمام اقطار عالم میں پھیل کے ہمیشہ کے لیے اپنی جڑ مضبوط کر لے

اس عہد کی تصویر لیکن جناب مسیح کی پیدایش کے حالات بیان کرنے سے پیشتر ضرورت ہے کہ اس عہد کی مذہبی اور تمدنی حالت صاف صاف بتا دی جائے۔ تاکہ معلوم ہو کہ کس ضرورت نے اُس وقت مسیح کے ایسے احیاءِ دین کرنے والے پیغمبر کو ظاہر کیا تھا۔ چنیں مسئلہ کو بیان کر سکتی ہے کہ دنیا کو کسی پیغمبر یا ناموس الٰہی کے ظاہر ہونے کی کب اور کیوں ضرورت ہوتی ہے؟ اور کیسی کیسی گمراہیاں اور خرابیاں ہیں جو غیرت الٰہی کو حرکت میں لا کے تجدید دین و اصلاح عالم کی طرف متوجہ کر دیا کرتی ہیں؟

رومی اگرچہ یہ سرزمین یعنی ارض یہودا بالتخصیص بنی اسرائیل سے تعلق رکھتی تھی۔ مگر قوت و حکومت کی وجہ سے اُس عہد کی بھلائی اور بُرائی کا دار و مدار زیادہ تر رومیوں کی حالت پر تھا۔ جو وادیِ فرات سے لے کے انتہائی حدود مغرب تک ہر ملک اور ہر قوم کی قسمت کے مالک تھے۔ ان دنوں اُن کی پولٹکل حالت اس درجہ خراب ہو رہی تھی کہ قریب قریب ساری دنیا میں ایک تہلکہ سا پڑ گیا تھا۔ طبریوس قیصر کا آخری عہد نہایت ہی بدنظمی اور بداخلاقیوں کا زمانہ تھا۔ اس کے عامل اور والی ہر جگہ سازشوں اور مظالم میں مشغول تھے۔ روز بغاوتیں ہوتیں۔ قتل و خون کا بازار گرم رہتا اور پھر اُن کے ساتھ خاندان شاہی کے باہمی جھگڑے تھے۔ وقتاً فوقتاً نئی نئی خوفناک افواہیں اڑتیں۔ اور ملکوں اور قوموں کو پریشان کر دیتیں۔ علاوہ بریں متواتر قحط سالیوں۔ طوفانوں۔ اور زلزلوں نے خدا کی مخلوق کو اور زیادہ چونکا دیا تھا۔ اگر یہ بُرائیاں صرف رومیوں کی اندرونی حالت ہی کے خراب کرنے پر ختم ہو جاتیں تو بھی شاید اس قدر اندیشہ نہ ہوتا۔ غضب تو یہ تھا کہ رومی اور یونانی قوم کے تعلقات یہودیوں سے روز بروز نازک ہوتے جاتے تھے اور سب پر طرہ یہ ہوا کہ مغرور و خود پرست قیصر روم قالی غولہ نے اپنی پرستش کرانے کا ارادہ کیا۔ اس کی یہ مجنونانہ خود پسندی بت پرستوں کے مندروں ہی تک محدود نہ تھی۔ بلکہ حکم دے دیا گیا کہ اس عہد کے سب سے زیادہ متعصب خدا پرستوں یعنی یہودیوں کے ہر معبد اور

خاصتہً بیت المقدس مین یہوا کے قربان گاہ پر بھی اس کی سنہری مورت قائم کی جائے یہ ایسی باتین نہ تھین کہ یہودی درکنار خود رومیون کو بھی اپنے مذہب کی طرف سے بدظن نہ کر دیتین۔

بنی اسرائیل | ان عام دنیاوی مصیبتون کے بعد جب خاص ارض یہودا کی حالت کیطرف توجہ کی جاتی ہے تو اور بھی زیادہ خرابیان نظر آتی ہین۔ حکمران اگر ظالم وخود پرست تھے تو مقتدا نفس پرست وریا کار۔ امتداد زمانہ۔ غیر قومون کی محکومی۔ تبدیلون کی اسیری ومظلومی۔ بت پرست اقوام کے میل جول۔ معبد الٰہی کے کھنڈر کے قائم ہونے۔ اور صدہا قسم کے دیگر واقعات سے یہودیون مین انتہا درجے کی دنارت پیدا ہو گئی تھی۔ اور یہی دنارت روز بروز ان تمام عیوب کو پیدا کرتی اور بڑھاتی جاتی تھی جو اُس کے لازمی نتائج ہین گناہون اور جرائم پر اُن کی جرأت بڑھ گئی تھی۔ رحم وانصاف کا مادہ اُن کے دلون مین نہین باقی رہا تھا دنارت اور کیادی کے مبتذل امور کو وہ اپنا ذریعۂ ترقی قرار دینے لگے تھے۔ عام قوم مین یہ عیوب تھے تو اُمرا اور مذہبی مقتدا اُن مین خود غرضیان اور خود پرستیان تھین۔ اگر کسی اسرائیلی شخص کے ہاتھ مین تھوڑی بہت قوت آجاتی تو بجائے اس کے کہ اسرائیل کی اولاد اُس سے عام فائدہ اُٹھائے۔ دیگر مدعیون کے دعوے اور جھگڑے پیدا ہو جاتے۔ اور آئے دن یہ تماشا نظر آتا کہ ایک کی شکایت مین دوسرا شخص خاص روم مین پہونچا ہے۔ اور بت پرست قیصر کے سامنے اور اُس کے مضحکہ اُڑانے والے مصاحبون کے درمیان نہین طرح اپنے ہم قومون بلکہ عزیزون کو بُرا بھلا کہہ کے فائدہ اُٹھانے یا ذاتی کامیابی کی کوشش کر رہا ہے۔

اُن کی دینی خرابیان | مذہبی مقتدا یعنی وہ گروہ جس کی برکتون سے قوم بنی اسرائیل نے ہمیشہ ترقی ونامودری حاصل کی تھی ان کی دنارت سب سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اُن کی نیتین خراب تھین۔ اور ارادے ناپاک۔ ریاکاری ہیکل پر بانی

کے تمام محافظون اور عبادت کرانے والون مین عام تھی۔ شریعت موسوی کے احکام کی پابندی بہت سی جدید اور نئی رسمون کے ساتھ ہوتی بھی تھی تو اس بے اعتدالی اور مبالغے کے ساتھ کہ مذہب صرف رسم و تقلید کا نام رہ گیا تھا۔ خدا کے سامنے جانورون کی قربانی کرنا جو ایک نہایت ہی متین عبادت اور اُس کے جلال و عظمت کے ماننے کا سب سے عمدہ مظہر تھا ان دنون بالکل ایک کھیل بنا لیا گیا تھا۔ دین کے ساتھ علانیہ ملاعبت ہو رہی تھی۔ اور مقتدایان قوم کی مداہنت و خود غرضی اُنھین اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اس رسم کو اعتدال پر لائین۔ عام طور پہ سمجھ لیا گیا تھا کہ ہر چھوٹے بڑے گناہ کا کفارہ صرف قربانی ہے۔ شہر بیت المقدس کے رہنے والے اور نیز اضلاع ارض یہودا کے مرد و عورت روزانہ آ کے کوئی طائر یا مویشی مقدس قربان گاہ مین ذبح کرتے اور خوش خوش واپس جاتے کہ گناہ سے پاک و صاف ہو گئے۔ بیت المقدس کے بیرونی راستون مین سے جس سڑک پر گذریے یہی تماشا نظر آتا کہ بیرونجات اور گاؤن سے لوگ کسی جانور کو لیے چلے آتے ہین کہ معبد الٰہی مین لے جا کے ذبح کرین گے۔ اس رسم نے ہیکل سلیمانی اور خاص یہودا کے قربان گاہ کو کسی ظالم بادشاہ کی ڈیوڑھی بنا دیا تھا۔ جہان ہر وقت خون بہتا نظر آتا ہو۔

مقتدا اور ان کا اثر | دوسری طرف یہودیون پر اُن کے مقتداؤن اور احبار کا اثر اس قدر اعتدال سے بڑھ گیا تھا کہ اپنی قوم مین وہ قریب قریب اسی درجہ پر پہونچ گئے جو درجہ کہ برہمنون کو ہندوؤن یا کیتھولک پادریون کو اپنے متبعین مین حاصل ہے۔

اس قسم کا تشدد کرنے کی اُن دنون نہایت ضرورت بھی تھی۔ اس لیے کہ رومیون کی عظمت و سطوت روز افزون ترقی کرتی جاتی تھی جسے یہودی حیرت سے دیکھتے اور تعجب کرتے تھے کہ ہم خدا کے مقبول و منتخب بندے ہو کے اس ذلت و نکبت مین مبتلا ہین۔ اور ان لوگون کی شان و شوکت اس درجے کو پہونچ گئی ہے کہ بہت کم کوئی حصہ مین نظر آتا ہے۔ جہان اِن کی حکومت نہ ہو۔ خاص معبد الٰہی کے قریب ہی رومیون کا بتخانہ قائم تھا۔ اور اُن کا مذہب یہودیون کو لالچ دلا دلا کے اپنی دولت

وحشمت کیطرف بلاتا تھا۔ ایسی حالت مین یہودی مقتدایان دین اپنے ہم مذہبون اور ہم قومون پر اپنی گرفت نہ بڑھاتے تو دین موسوی کے ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا یہی ضرورت تھی جس سے اُنھون نے یہودیون کو اپنے بس مین کر کے اُن کی قومی تاریخ یاد دلائی۔ اپنے نامور پیغمبرون اور حکمرانون کے کارنامے ہر ایک کے پیش نظر کیے۔ اور بتایا کہ وہ کیسے مقبول الٰہی لوگ ہین۔ اور بارگاہ ہم یزدی سے کتنا قریبی تعلق رکھتے ہین۔

اس یاد دہانی کا یہ اثر ہوا کہ بنی اسرائیل کی وہ گزشتہ شان وشوکت جبکہ وہ وادی فرات سے سواحل شام تک حکومت کر رہے تھے۔ ہر یہودی بچے کی آنکھون کے سامنے پھرنے لگی۔ اتنا جوش پیدا ہونے کے بعد جب اس امر پر اُن کی نظر پڑی کہ پیغمبرون کے پیدا ہونے کا سلسلہ ہی موقوف ہو گیا تو اُن مین ایک خاص قسم کا تازہ جوش پیدا ہوا اور ساری قوم نہایت ہی بے صبری کے ساتھ کسی نئے پیغمبر کے ظہور کی مشتاق ہوئی۔

مسیح موعود کا انتظار

اس شوق کو مقتداؤن نے اور تیز کیا۔ اور بتایا کہ حضرت اشعیاء وعزرا کی پیشین گوئیان عنقریب پوری ہونے والی ہین۔ اور بیت اللحم مین جو بیت المقدس سے چند میل کے فاصلے پر تھا اور جہان نسل داؤد آباد تھی ایک نیا قومی بادشاہ پیدا ہو گا جو ایک طرف تو احیاے دین کرے گا۔ اور دوسری طرح وہ رومیون کو ارض یہود سے مار کے نکال دے گا۔ اس کے ہاتھون بنی اسرائیل کی دولت وسطوت اُس درجے پر پہونچ جائے گی کہ کبھی نہ پہونچی تھی۔ یہ امور اور یہ واقعات تھے جنھون نے ساری قوم یہود کو کسی نئے بادشاہ اور صاحب شریعت پیغمبر کا منتظر بنا دیا تھا۔

بننے ہوئے مسیح

مگر اِن باتون سے جہان قوم مین کسی نئے بادشاہ اور مسیحا کے استقبال کا جوش پیدا ہوا وہان بہتون کے دل مین خود مسیحا بن جانے کی بھی ہوس جوش مارنے لگی۔ وہ صرف قومی ادبار اور یہود کی نفس پرستیان تھین جنھون نے اس موقع پر روزانہ ایک نیا مسیحا پیدا کیا۔ ایسے بہت سے لوگ ظاہر ہونے لگے جنھون نے پیمبری

اور مسیحیت کا دعویٰ کیا۔ اور رومی فوجون کے مقابلے مین پسپا ہو کے مارے گئے۔ اور بہ دور پست ہمتی نے یہان تک ذلیل کر دیا تھا کہ بعض خوشامدیون کو خود ہیرودڈ کی ذات مین شان مسیحائی نظر آئی جو رومیون کی ماتحتی مین برائے نام بادشاہ تھا اور خوشامد و سازش سے اپنا کام چلا رہا تھا۔

انتظار مسیح مین بے صبری

لیکن ہیرودڈ کے بعد جب اس کے بیٹون کی نالائقیون سے تمام یہودایہ براہ راست رومیون کی حکومت قائم ہو گئی تو اور دشواریان پیش آئین۔ اس لیے کہ مسیح کے انتظار مین بے چینی اور بے صبری پیدا ہو چلی تھی۔ یہود کو یکایک نظر آیا کہ اب ان مین حکومت کا کوئی حصہ نہین باقی رہا۔ جا بجا لوگون نے بغاوتین شروع کر دین۔ بعض قومی پرجوش سپاہی جنگلون مین رہنے اور تاخت و تاراج پر زندگی بسر کرنے لگے۔ رومیون سے ان کے تعلقات نازک ہوتے جاتے تھے۔ بغاوت کا دور دورہ ان پر زیادہ زور و شور سے ظاہر ہونے لگا تھا۔ لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار ہر طرف گرم تھا۔ بد امنی ساری ارض یہودایہ پر حکومت کر رہی تھی۔ رستے پر خطر تھے۔ اور خود رومی حکومت کچھ نہ کر سکے کوئی کاروائی کرتی تھی۔ یہودیون مین کا ہر شخص جہان اور جس سرزمین پر تھا بیتابی و بے صبری کے ساتھ ہر افواہ پر کان لگائے بیٹھا تھا کہ داؤدی نسل کا بادشاہ اور مسیحا ظاہر ہو تو اس کی اطاعت کرین۔

یہ حالت تھی زمین و آسمان کی۔ اور ایسے حاکم و محکوم تھے جن کو حضرت مسیح نے اپنی بچپن کی آنکھین کھول کے دیکھا۔ آپ ہیرودڈ کے آخر عہد مین پیدا ہوئے تھے۔ مگر آپ کی ولادت ایسے پوشیدہ اور مخفی طریقے سے ہوئی۔ کہ سنہ ولادت کا پتہ لگانے مین بھی مورخین کو بہت کچھ دشواریان پیش آئین عہ

آپ کی ولادت بالکل گمنامی مین ہوئی۔

عہ کسی قابل اعتبار تاریخی شہادت سے اس امر کا دریافت کرنا غیر ممکن ہے کہ حضرت مسیح کس سال پیدا ہوئے مگر عام تحقیق و تنقید کے بعد مختلف قیاسات سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ بہ ظن غالب سنہ عیسوی کے شروع سے

باب دوم

ولادت مسیح کے متعلق رومی مورخون اور مسیحیون کا بیان

آپ کے عہد کے مورخ۔ رومی مورخ طیسی طوس۔ یہودی مورخ یوسفوس عیسائیون کی تصحیف و تحریف۔ طالمود۔ قدیم عیسائی مورخ۔ آپ کی ولادت عیسائیون کے خیال کے مطابق۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی مبارک زندگی کے تمام حالات ایک ایسے پردہ خفا میں تھے کہ جو عقدے اور اختلافات اس وقت پیدا ہو گئے تھے انسانی عقل کی کوششون سے کسی طرح نہ حل ہو سکے یہان تک کہ تقریباً چھ سو برس بعد جب ایک دوسرے اور سب سے زیادہ جلیل القدر پیغمبر برحق کے ذریعے سے خود اللہ جل شانہ نے حل کیے تو دنیا کو اصل حقیقت معلوم ہوئی۔

آپ کے عہد کے مورخ | عہد قدیم کے تین مختلف گروہ ہین جو آپ کے عہد ولادت کے دیکھنے والے تھے اور جن کے مورخین آپ کے حالات بیان کر سکتے ہین۔ رومی جو اُن دنون بیت المقدس اور ارض یہودا مین کثرت سے آباد تھے۔ اور وہان کی حکومت بھی اُن کے تابع تھی۔ یہودی جس قوم سے کہ خود حضرت عیسیٰ پیدا ہوے اور جن مین تاریخ نویسی اور قومی کارنامون کے قلم بند کرنے کا قدیم سے دستور چلا آتا تھا۔ اور عیسائی یعنی یہودیون کے وہ چند لوگ جنھون نے حضرت مسیح کی پیروی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶) چار سال پیشتر آپ کی ولادت ہوئی۔ موجودہ سنہ عیسوی آپ کے پیدا ہونے کے ۲۹۵ برس یعنی ۳۳۲ قبل محمد مطابق ۲۵ھ مین جاری کیا گیا۔ اس کا پہلا رواج دینے والا ڈی نیس اکزی گوس (Dionysius Exiguus) نام ایک سیتھیا یعنی شرقی ایشیا سے کوچک کا رہنے والا تھا جو روم کا ایبٹ یعنی وہان کی خانقاہ رہبان کا سردار مقرر کیا گیا تھا۔ مگر اس وقت حساب مین غلطی ہو گئی اور بعد کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ سکی ابتدا ازمنہ ولادت مسیح سے نہین بلکہ آپ کی پیدائش کے چار سال بعد سے ہوئی۔ یہی سنہ عیسوی مین آج تک بھی جاتی ہے (انسائکلوپیڈیا برٹانکا)

کی- آپ کے دین مین شامل ہوئے- اور پھر آپ کے مشنری بن کے دنیا مین پھیلے۔ ان تین قسم کے مورخین کے بعد قرآن پاک ہے جو خداوند جل شانہ کی پاک و بے عیب زبان سے حضرت مسیح کے اصل واقعے کو بتاتا ہے- مسلمان مورخین قرآن ہی کے تابع ہین- اس لیے کہ قرآن کے علاوہ اگر کوئی واقعہ اُنھون نے اپنی تاریخون مین لکھ بھی دیا ہے تو بقول محدثین وہ اسرائیلیات سے یا یون کہا جائے کہ یہود و نصاریٰ کی تاریخون سے لے کے بیان کیا گیا ہے- اور اسی وجہ سے ایسے واقعات مذہبًا واجب التسلیم بھی نہین تصور کیے جاسکتے۔

جناب مسیح حضرت رسول آخر الزمان کی طرح نہ کسی امی قوم مین پیدا ہوے تھے اور نہ کسی ایسے ملک مین جہان تصنیف و تالیف اور خاصتہ اخبار و روایت کا سلسلہ نہ جاری ہو- آپ کا مولد تہذیب و تمدن کا مرکز اور ...... دمنشا تھا- مگر بادی النظر مین معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت ایک ایسے غیر مشہور خاندان اور ایسی گمنامی و مجہولیت کی حالت مین واقع ہوئی کہ کسی مورخ کو خاص اُس وقت توجہ کرنے کا موقع ہی نہ ملا جبکہ اصلی واقعات کی جانچ پڑتال کی جاسکتی تھی- لہذا بجز مسیحیون کے کسی غیر قوم و غیر مذہب مورخ نے سوائے اس کے کہ دو ایک مخالفانہ جملے حضرت مسیح اور آپ کے خیالات کی نسبت لکھ دیے ہون کوئی ایسی بات نہین بتائی جس سے ہم اصلی حالات کا پتا لگا سکین- اُسی زمانے کے قریب کا رومی مورخ طیسی طوس صرف اسی قدر بیان کرتا ہے کہ "مسیحیت کے بانی کو طبریوس قیصر کے عہد مین ارض یہودا کے رومی پائی لیٹ یعنی والی پانطوس نے مار ڈالا- جس کا مذہب سخت ضعیف الاعتقادیون کی تعلیم دیتا ہے" اس کے بعد یہ بھی بتاتا ہے کہ گو یہ مذہب دبا دیا گیا مگر پھر ظاہر ہوا- صرف ارض یہودا ہی نہین دار السلطنت روم کے لوگون پر بھی اُس مذہب کا اثر پڑ رہا ہے" یہ ایسا مجمل و غیر اطمینان بخش بیان ہے کہ اس سے ہمین اپنے اغراض مین کوئی مدد نہین مل سکتی

رومی مورخ طیسی طوس

اسی طرح رومیون کے دیگر مورخین بھی ساکت و خاموش ہین -

یہودی مورخ یوسفوس | یہودیون کے مورخون مین سے یوسفوس کی نسبت کہا جاسکتا ہو کہ وہ اِن تمام حالات سے بخوبی واقف ہوگا۔ مگر شاید رومیون کے تعلقات کے باعث اُس نے بھی واقعات کو زیادہ تفصیل سے بیان کرنا مناسب نہین سمجھا۔ اپنی مشہور تاریخ مین ایک مقام پر وہ لکھتا ہے "اسی عہد مین عیسیٰ نام ایک خاص شخص ظاہر ہوا۔ وہ ایک ہوشیار آدمی تھا (اگر حقیقت مین اسے انسان کہہ سکین اس لیے کہ اس سے معجزات ظاہر ہوتے تھے - اور اُن لوگون کو تعلیم دیتا تھا جو راستی کو خوشی سے قبول کرتے) اُس نے بہت سے یہودیون کو اپنا پیرو بنا لیا - (اور بہت سے یونانیون کو بھی یہی شخص مسیحا تھا) اور جب ہماری قوم کے مخصوص لوگون کے اتہام پر پائی لیٹ نے اُس کے مصلوب کرنے کا حکم دیا تب بھی اُن لوگون نے جو اس کے مطیع ہو چکے تھے اُس سے علیحدگی نہ اختیار کی (اس لیے کہ مصلوب ہونے کے تیسرے دن وہ زندہ ہو کے اُن کے سامنے ظاہر ہوا۔ جیسا کہ مقدس پیغمبرون نے اس واقعے کا اور ایسے ہی بے شمار دیگر معجزات کا اعتراف کیا ہو) عیسائی لوگون کا گروہ جو اسی شخص کی طرف منسوب ہو کے اس نام سے یاد کیا جاتا ہے - اس وقت تک موجود ہے" یہ حالات ہین جو یہودی مورخ یوسفوس کی کتاب مین موجود ہین - مگر ادنیٰ تامل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اِن پر عیسائی تعصب نے تصحیف کا پورا عمل کر دیا ہے - جو جملے کہ ہم نے قوس کے اندر کر دیے ہین اُن کی نسبت خود پچھلے مسیحی

عیسائیون کی تصحیف و تحریف | محققین کو اعتراف کرنا پڑا ہے کہ قدیم عیسائیون کی چالاکی سے یوسفوس کی عبارت مین بڑھ گئے - جن لوگون نے ایک یہودی کی کتاب مین اتنی بڑی اصلاح دیدی اُن کے ہاتھون سے کوئی تعجب نہین اگر خود انجیل مین بھی پوری تحریف سے کام لے لیا گیا ہو - بنی اسرائیل کی کتاب طالمود جس کے بعض حصے جناب مسیح سے بیشتر اور بعض دو ایک

طالمود | صدی بعد لکھے گئے - تھے اس مین البتہ اکثر جگہ حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے - مگر شاید عیسائیون کو افسوس ہو گا کہ انھین یہودیون کی اُس قدیم کتاب مین اصلاح دینے کا

بالکل موقع نہین مل سکا۔ طالمود مین حضرت عیسیٰ کا نام ہر جگہ نہایت ہی گستاخی و بے ادبی سے لیا گیا ہے اور کوئی ناپاک سے ناپاک جملہ نہین جو آپ کی شان مین نہ استعمال کیا گیا ہو۔ اور اسی وجہ سے وہ تعصبات کے رنگ مین اس قدر رنگے ہوے ہین کہ تاریخی اعتبار کے درجے سے بالکل ساقط ہین۔

قدیم عیسائی مورخ

قدیم مورخین مین سے صرف عیسائی رہ گئے۔ جو حضرت مسیح کے حالات کے متعلق دو قسم کے شواہد پیش کرتے ہین۔ ایک تو حوارین و دیگر بزرگان دین کی تالیف کی ہوئی اناجیل دوسرے قدیم روایات و اخبار۔ اخبار و روایت کا سلسلہ مسیحیون مین مطلقاً مفقود ہے۔ صرف وہ مسترد شدہ انجیلین البتہ اس عنوان کے تحت مین داخل کی جا سکتی ہین جو موجودہ مجموعۂ بائبل سے نکال ڈالی گئی ہین اور "اپاکرِفیل" کے لفظ سے یاد کی جاتی ہین۔ مگر افسوس ان کا ذخیرہ بھی صرف کیتھولک اور یونانی کلیسا والون کے ہاتھ مین ہے۔ اس لیے کہ پراٹسٹنٹ مذہب کی بنیاد ہی ان اناجیل کے انکار کر دینے پر پڑی ہے تاہم ان مسترد شدہ انجیلون تک ہماری جہان تک رسائی ہو سکی ہم نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔

آپ کی ولادت عیسائیون کے خیال کے مطابق

لیکن ابھی ہم عیسائیون کی تاریخی شہادت کو صرف انجیلون تک محدود رکھتے ہین۔ اناجیل کی بنا پر آپ کی ولادت کا جو خاکہ مسیحی پیش نظر کرتے ہین وہ بالاجمال یہ ہے کہ جناب مریم جن کا سلسلۂ نسب ٹھیک طور پر تو نہین بتایا جا سکتا مگر غالباً نسل داؤد سے تھین۔ بغیر کسی خاندانی پتے کے شہر بیت المقدس بلکہ خاص مسجد اقصیٰ مین رہتی نظر آتی ہین۔ ماں نے بچپن ہی مین اپنی منت کے مطابق حرم کی نذر کر دیا تھا۔ ہنوز کمسن تھین کہ آپ کی تنہائی و بیکسی کے خیال سے معزز مقتدایان و خدام بیت المقدس نے یوسف نام ایک شخص سے آپ کو منسوب کر دیا۔ یوسف کا خاندان بیت المقدس سے چند میل کی مسافت پر ایک قدیم گاؤن مین جس کا نام بیت اللحم ہے آباد چلا آتا تھا۔ اولاد داؤد قدیم سے اسی گاؤن مین سکونت پذیر تھی۔ خود حضرت داؤد بھی اسی کی خاک سے پیدا ہوے تھے۔ اور یوسف کو بھی اسی خاندان سے ہونے

کی عزت حاصل تھی۔ زمانے کی مجبوریوں سے یوسف بچپن ہی میں آپ کو علاقۂ جلیل کے شہر ناصرہ میں لے گئے اور وہین توطن اختیار کرلیا۔ جہاں اُن کے ساتھ حضرت مریم غربت و گمنامی اور عصمت و پاکدامنی کی زندگی بسر کرتی تھین۔ یوسف بڑھئی کے کم حیثیت پیشے پر بسر اوقات کرتے تھے۔ مگر اس کام میں بھی اتنی کم آمدنی تھی کہ بمشکل دو وقت عسرت سے بسر ہوتی تھی۔ بہرتقدیر اپنی مقبول الٰہی منسوبہ کے ساتھ جس طرح گذرتی تھی زندگی کے دن کاٹتے تھے۔ باوجود شوہر کے ساتھ رہنے کے آپ ابھی کنواری تھین کہ خدا کی قدرت سے یکایک حاملہ نظر آئین جس کی خبر ایک الہامی طریقے سے خود آپ کو ہوگئی یوسف نجار پر جب یہ حال کھلا تو انھین بدگمانی ہوئی۔ مگر ایک فرشتے نے خواب میں آکے اطمینان کردیا۔ اور پاکدامن منسوبہ کی طرف سے اپنا دل صاف کرکے وہ مبارک مولود کا انتظار کرنے لگے۔

اتفاقاً اسی زمانے مین رومی فرمان رواکے حکم سے یہودیون کی مردم شماری ہوئی جو سلطنت کیطرف سے ٹیکس مقرر کرنے کی غرض سے تھی۔ اس مردم شماری مین یہ بھی شرط تھی کہ جو شخص جس خاندان کا ہو اور جس جگہ کا اصلی باشندہ ہو اسی خاندان اور اُسی شہر کے رجسٹر مین اپنا نام درج کرائے۔ یوسف نجار چونکہ اولاد داؤد سے تھے اور خاص بیت اللحم کے رہنے والے تھے۔ لہٰذا وہین کے رجسٹر مین اپنا نام درج کرانے کے لیے ناصرہ سے بیت اللحم گئے۔ یہان آتے ہی چونکہ مدت حمل پوری ہوچکی تھی حضرت عیسیٰ پیدا ہوے۔ ولادت کے بعد ہی تین بابلی نجومی یا کاہن ہیرودڈ کے دربار مین پہونچے اور کہا ہم کو ایک تارے سے معلوم ہوا کہ بیت اللحم مین ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو یہودیون کا بادشاہ ہے۔ ہیرودڈ یہ خبر سُن کے متوحش ہوا۔ اور دل مین ڈرا کہ یہ بادشاہ کہین میرے ہی سر پر آفت نہ لاے۔ اس لیے اُس نے اکابر یہود کو بلاکے اس کی تحقیق کی۔ اور جب قدیم انبیا کی پیشین گوئیون کے مطابق مسیحا کا بیت اللحم سے پیدا ہوتا ثابت ہوگیا تو اس نے نجومیون سے خواہش کی کہ جاؤ اور جب وہ بچہ مل جائے تو آکے مجھے خبر کردینا تاکہ مین بھی جاکے اُس کی پرستش کرون۔ ناگہان نجومیون کو پھر وہی تازہ نظر آیا جس کی رہبری

سے وہ جناب مریم تک جا پہونچے۔ آپ نوزائیدہ بچے کو گود مین لیے بیٹھی تھین کہ ان عقیدتمند نجومیون نے آکے حسب رسوم مروجہ مُر۔ لوبان۔ اور سونا چڑھایا اور واپس گئے۔

واپسی کے وقت نجومی پھر ہیروڈ کے پاس جاتے۔ مگر خدا کے فرشتے نے اُنھین خواب مین ہدایت کی کہ ہیروڈ سے بے ملے چلے جائین اسی سبب سے اُنھون نے اس خوف زدہ اور بدگمان بادشاہ یہود کے پاس جانے کی زحمت نہ گوارا کی اور دوسرے راستے سے کسی اور طرف چلے گئے۔ ہیروڈ کو جب اُن کے چلے جانے کی خبر ہوئی تو دل مین اور بھی متردد ہوا۔ اور ڈرا کہ یہودیون کا یہ بادشاہ جو بیت اللحم مین پیدا ہوا ہے کہین میرے تاج و تخت کا مالک نہو جاے۔ لہذا حکم دیا کہ جس بچے کی خبر نجومیون نے دی تھی تلاش کیا جاے۔ دوسری طرف فرشتۂ غیب نے یوسف کو خبر دی کہ ہیروڈ دشمن ہو رہا ہے۔ تم یہان رہے تو تمھارے بچے کو چھین کے مارڈوالے گا۔ اس لیے اسی وقت مریم اور اس بچے کو ساتھ لے کے بھاگو اور سرزمین مصر مین چلے جاؤ۔ یہ الہامی اشارہ پاتے ہی مریم و یوسف نے اپنے معصوم بچے کو سینے سے لگا کے مصر کی راہ لی۔ اور اُن کے چلے جانے کے بعد جب ہیروڈ کو خبر ہوئی کہ ہزار جستجو کی گئی اس بچے کا کہین پتہ نہ لگا تو اُس نے اور زیادہ وحشت مین آکے حکم دیدیا کہ شہر بیت اللحم اور اس کے جوار مین اِن دِنون جتنے بچے پیدا ہوے ہون سب مار ڈالے جائین۔ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ جناب عیسٰی تو اپنی ماں کے ساتھ مصر مین داخل ہو گئے تھے۔ مگر یہان بیت اللحم مین محض آپ کے دھوکے مین بہت سے بے زبان معصومون کے گلون پر چھری پھر گئی۔

یوسف و مریم کو مصر مین گئے زیادہ زمانہ نہین گذرا تھا کہ ہیروڈ کے مرنے کی خبر پہونچی۔ مطمئن ہو کے وہان سے واپس آتے تھے۔ اور پھر بیت اللحم مین آنے کا ارادہ تھا کہ معلوم ہوا ہیروڈ کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اور دولت روم کی منظوری سے اس کا بیٹا آرکائیوس بادشاہ قرار پایا۔ اس یہودی بادشاہ کی طرف سے بھی اُن کے دل مین اندیشہ تھا لہذا خیال کیا کہ ظالم کے محل سے اتنا قریب رہنا مناسب نہین ہے۔ اور پھر ناصرہ مین جا کے سکونت پذیر ہو گئے۔ اور وہان یوسف نے اپنا بڑھئی کا کام

پھر شروع کر دیا"

یہ وہ حالات ہین جو مسیحیون کے معتقدات کے مطابق پایۂ ثبوت کو پہونچے ہوے ہین۔

باب سوم

ولادت مسیح کے متعلق مسلمانون کا بیان

مسلمان مورخین اور ان کے خیال کے مطابق آپ کی ولادت۔ جناب مریم کی ولادت خانۂ خدا مین آپ کی سکونت۔ یحیٰی یا جان دی بپٹسٹ۔ یوسف اور مریم کا ساتھ آپ کا حاملہ ہونا۔ یوسف نجار کی بدگمانی۔ وضع حمل۔ یہودن کا ہنگامہ۔ جناب زکریا کی شہادت۔ ناصرہ کی سکونت۔ اختلاف سنانے کی دشواریان۔ قرآنی بیان کی عیسائی شہادت۔

مسلمان مورخین اور اُن کے خیال مطابق آپ کی ولادت

اب اس کے بعد یہ دیکھنا چاہیے کہ آپ کی ولادت باسعادت کے متعلق مسلمان کیا کہتے ہین۔ وہ قرآن پاک کی پابندی مین ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ "عمران بن ماثان نام ایک شخص خاص شہر بیت المقدس کے معززین اور بنی اسرائیل کے سردارون اور مقتداون مین سے تھا۔ انھین دنون حنہ اور ایشا نام دو شریف النسب اور شریف النفس لڑکیان تھین جن مین سے ایک یعنی حنہ کو تو عمران نے اپنے عقد نکاح مین لیا۔ اور ایشاع کا عقد زکریا بن برخیا نام ایک دوسرے نیک نفس بزرگ کے ساتھ ہوا۔ جن کو خدا نے

جناب مریم کی ولادت

شرف نبوت سے ممتاز کیا تھا۔ عمران و حنہ کے عقد کو ایک زمانہ گذر چکا تھا۔ مگر خدا نے کوئی اولاد نہ دی تھی حنہ کو لاولدی کا نہایت صدمہ تھا مگر باوجود عمر کے زیادہ ہو جانے کے رحمت الٰہی سے مایوس نہین ہوئی تھین چنانچہ حنہ نے نذر مانی کہ اگر خدا مجھے اولاد دے تو اُسے معبد الٰہی کے خدام مین شامل کر دون گی

اس قسم کی نذر ون کا بنی اسرائیل مین رواج تھا اور معمول تھا کہ اس طرح کی نذر ماننے کے بعد جو لڑکا پیدا ہوتا وہ بیت المقدس مین رکھا جاتا۔ سن بلوغ تک وہ خادمان حرم الٰہی کی جماعت مین شامل رہتا۔ لیکن بعد بلوغ اُسے اختیار ہو جاتا کہ چاہے بیت المقدس مین رہے یا کسی اور جگہ چلا جائے۔ اور کسی دوسرے کام سے لگے۔ مگر یہ رواج صرف اولاد نرینہ کے ساتھ تھا۔ ایسا کبھی اتفاق نہین پیش آیا تھا کہ کوئی لڑکی خدام بیت المقدس مین شامل کی گئی ہو۔

"حنّہ کو نذر مانے چند ہی روز ہوئے تھے کہ اُن کے مقدس و محترم شوہر عمران کا انتقال ہو گیا۔ یہی صدمہ اُس عصمت شعار بیوہ کے ملول کرنیکے لیے کیا کم تھا؟ مگر چند روز کی بیوگی کے بعد جب وضع حمل ہوا تو اور پریشان ہوئین۔ اس لیے کہ خلاف امید لڑکی پیدا ہوئی۔ جو عام خیالات اور مروجہ رسوم کے مطابق خانۂ خدا مین رہنے کی صلاحیت نہ رکھتی تھی۔ مگر الہام الٰہی ہی کی تائید تھی کہ جناب حنّہ نے ان خیالات کی جو قوم یہود مین پھیلے ہوے تھے ذرا بھی پروا نہ کی۔ اور اپنی ننھی سی لخت جگر کو مریم کے مبارک نام سے نامزد کر کے ایک کپڑے مین لپیٹا اور خانۂ خدا مین جا پہونچین۔ یہود کے احبار اور مقتداؤن مین تھوڑی دیر تک جھگڑا رہا کہ اس معصوم و بے زبان لڑکی کی پرورش کا فخر کسے حاصل ہو۔ آخر باتفاق آرا حضرت زکریاؑ جو جناب مریم کے خالو بھی ہوتے تھے آپ کے کفیل و مُربی قرار پائے خانۂ خدا مین آپ کی سکونت

اس طرح حضرت مریم صدیقہ پیدا ہوتے ہی ماں کے آغوش سے نکل کے خالہ کی گود مین پہونچین۔ جب ذرا بڑی ہوئین تو آپ کو حضرت زکریا نے خاص خانہ خدا کے ایک چھوٹے سے حجرے مین جو زمین سے بلند تھا لا کے رکھا۔ جہان ایک فاختہ کی طرح اُس پاک گھر مین اپنا آشیانہ بنا کے آپ رہتین۔ اور فرشتون کے لاے ہوئے بے فصل و موسم فواکہ کھایا کرتین۔ ان میوون کو دیکھ دیکھ کے حضرت زکریا متحیر ہوتے اور اکثر پوچھتے کہ "مریم تمھین یہ پھل کہان سے ملے؟" اور آپ اپنی کمسنی کی سادگی سے فرما دیتین "خدا نے دیے ہین"

یحییٰ یا جان دی بپٹسٹ

خود جناب زکریا کو بھی اپنی لاولدی کا نہایت صدمہ تھا۔ اور پیرانہ سالی نے اس صدمے پر مایوسی کا رنگ چڑھا دیا تھا۔ حضرت مریم کے حال پر خدا کا یہ فضل و کرم دیکھ کے اُن کی امیدیں بھی زندہ ہو گئیں اور دل خود ہی گواہی دینے لگا کہ جو خداوند کریم مریم کو اس طرح بے موسم کے پھل کھلایا کرتا ہے اُس سے بعید نہیں کہ اس مایوسی کی عمر میں مجھے بھی کوئی اولاد دے۔ اس امید کے پیدا ہوتے ہی حضرت زکریا نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ بار الٰہا۔ مجھے نیک اولاد عطا کر۔ یہ دعا کچھ ایسے حضور قلب اور خلوص نیت سے مانگی گئی تھی کہ تیر بہدف ہوئی۔ اور ایک فرشتے نے آ کے اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ مژدہ سنایا کہ "اے زکریا تمھارے ایک لڑکا ہوگا۔ اور اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ وہ کلمۃ اللہ یعنی حضرت مسیح کی تصدیق کرے گا"

اس بشارت کے مطابق حضرت زکریا کی بی بی بڑھاپے اور سن آیاس میں حاملہ ہوئیں۔ اور مدت حمل پوری ہونے کے بعد جناب یحییٰ پیدا ہوئے جن کو عیسائی جان دی بپٹسٹ کہتے ہیں۔

یوسف اور مریم کا ساتھ

ادھر تو یہ ہوا اُدھر جناب مریم نے بعد بلوغ بھی خانۂ خدا کی سکونت نہ چھوڑی۔ اور اب اپنے باپ عمران کے حقیقی بھائی یعقوب بن ماثان کے بیٹے یوسف کے ساتھ شب و روز بیت المقدس کی مجاوری و خدمت گزاری میں مشغول رہتیں۔ یوسف ایک حلیم شخص تھے اور چونکہ بڑھئی کا پیشہ جانتے تھے لہذا لکڑی کی اکثر چیزیں بنا کے اُن کی آمدنی خدا کی راہ میں صرف کرتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ یوسف نجار کے لقب سے مشہور تھے۔ اور انھیں کے ساتھ آپ کا عقد نکاح بھی ہونے والا تھا یوسف بھی حرم ہی میں رہتے اور یہود کے اسی منتخب و واجب التعظیم گروہ میں تھے جس کی بیت المقدس میں وہی حیثیت تھی جو ہمارے سرور کائنات علیہ السلام سے پیشتر قریش کو معظمہ میں حاصل تھی۔

[illegible]

جناب مریم اور یوسف دونوں کا معمول تھا کہ جب پانی خرچ ہو جاتا اپنا اپنا گھڑا اٹھا کے [illegible] جاتے اور قریب کے ایک چشمے سے پانی بھر لاتے۔

ایک دن اتفاقاً حضرت مریم کا گھڑا خالی ہو گیا تھا۔ آپ نے اسے اُٹھا کے یوسف سے کہا "چلو پانی لے آئیں"۔ انھوں نے کہا "مجھے ابھی کل تک پانی کی ضرورت نہیں اس لیے میں تو اس وقت نہ چلوں گا"۔ جناب مریم کو مجبوراً تنہا ہی اس چشمے پر جانا پڑا۔ وہاں پہونچیں تو جبرئیلؑ ایک انسان کی صورت میں قریب آئے اور کہا "مریم مجھے اللہ جل شانہ نے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ تم کو ایک اچھا اور پاک و صاف لڑکا دوں"۔ عصمت شعار دوشیزہ نے شرما کے سر جھکا لیا اور کہا "خدا کی درگاہ میں التجا ہے کہ مجھے تمھارے ہاتھ سے محفوظ رکھے"۔ جس کے جواب میں حضرت جبرئیل نے پھر کہا "میں تمھارے پروردگار ہی کا فرستادہ ہوں۔ اور اسی غرض کے لیے آیا ہوں کہ تم کو اولاد صالح دوں"۔ جناب مریم نے کہا "یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ مجھے کبھی مرد کا ہاتھ تک نہیں لگا۔ اور نہ میں کوئی بدکار عورت ہوں"۔ فرشتۂ الٰہی نے سمجھایا اور بتایا کہ خدا کی مرضی یوں ہی ہے الغرض حضرت مریم خاموش ہو رہیں۔ اور جبرئیل امین نے بڑھ کے آپ کی چادر کے گریبان میں پھونکا۔ جس کے ساتھ ہی آپ حاملہ ہو گئیں۔ اُس وقت جناب مریم کی عمر بعض کے نزدیک تیرہ اور بعض روایتوں سے پندرہ سال کی تھی۔

یوسف نجار کی بدگمانی "جناب مریم اور یوسف نجار دونوں اُس عہد کے سب سے بڑے متقی اور پاک نفس لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس حمل کا حال آخر یوسف پر کھلا۔ پہلے تو اُنھوں نے اپنے مشاہدے اور خیال کی تغلیط کی اور دل میں کہا "یہ صرف میرے خیال کی غلطی ہے۔ مریم ایسی نہیں کہ اُن پر کسی قسم کی بدگمانی کی جا سکے"۔ مگر جب دیکھا کہ اب تو شک ہی نہیں کیا جا سکتا تو اشارے اشارے میں ایک دن اپنی پاکدامن بنت عم سے پوچھا "کیا بغیر تخم ریزی کے کھیتی ہو سکتی ہے؟" مریم نے کہا "ہاں"۔ پھر پوچھا "درخت بے بارش کے اُگ سکتا ہے؟" پھر یہی جواب ملا کہ "ہاں"۔ آخر جب دیکھا کہ اشارے کے سوالات سے دل کو اطمینان نہیں ہوتا تو پوچھا "اور بغیر باپ کے بیٹا ہو سکتا ہے؟" لیکن حضرت مریم کی زبان سے پھر وہی "ہاں"

کا لفظ نکلا۔ مگر اب اُس پاکدامن و پاک دل دوشیزہ نے جب دیکھا کہ یوسف کی حیرت کسی طرح کم نہیں ہوئی تو زیادہ توضیح کی غرض سے فرمانے لگیں "خدا نے جو درخت سب کے پہلے اُگایا ہوگا وہ بے بیج کے اور سب سے پہلی روئیدگی بے بیج ہی کے تھی۔ اور انسان کی نسبت تو معلوم ہے کہ آدم بے ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے" ظاہر ہے کہ ان جوابوں سے یوسف کا اطمینان تو کیا ہوا ہوگا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ حضرت مریم کی باتیں ایک خداشناس شخص کی زبان بند کر دینے کے لیے کافی تھیں۔

وضع حمل۔ مریم صدیقہ کی مدت حمل میں اختلاف ہے۔ مگر خیر جتنا زمانہ گذرا ہو جب وضع حمل کا وقت آیا تو آپ گھبرا کے بیت المقدس کے مشرقی پھاٹک کی طرف چلیں دروازے کے قریب ہو چکی تھیں کہ ایک کھجور کے درخت کے قریب وضع حمل ہو گیا۔ آپ نے پریشان ہو کے اور زمانے کی شرم سے یہ کلمہ زبان سے نکالا "کاش اس واقعے کے قبل ہی میں خاک میں مل گئی ہوتی" اس وقت جبرئیلؑ نے پکار کے بتایا کہ "ڈریے نہیں آپ کے نیچے ہی خدا نے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے" اور یہ بھی کہا کہ "اس کھجور کے درخت کو ہلائیے" حضرت مریم نے اس درخت کو اپنے ناتواں ہاتھوں سے ہلایا۔ اور چند تر و تازہ خرمے گر پڑے۔ آپ نے اُن خرموں کو کھا کے اور اُس چشمے کے پانی سے سیراب ہو کے اپنے دل کو ذرا تسکین دی۔ اس کے بعد ہدایت ہوئی کہ یہاں سے واپس جاؤ تو جو شخص سب کے پہلے ملے اس سے کہدو کہ میں نے آج روزہ رکھا ہے۔ لہذا کسی سے بات نکروں گی۔ اُن دنوں یہ بھی معمول تھا کہ جو کوئی روزہ رکھتا دیگر چیزوں کے ساتھ دن بھر بات کرنے سے بھی اجتناب کرتا۔ الغرض اُس خرمے کے درخت کے نیچے حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ اور ان تمام مراتب کو طے کرنے کے بعد آپ اپنے معصوم بچے کو گود میں لیے ہوئے اپنے مقام سکونت میں واپس تشریف لائیں۔ اس عجیب و غریب واقعہ کی

یہودیون کا ہنگامہ

خبر جیسے ہی احبار و سرداران بنی اسرائیل کو ہوئی نہایت ہی برہم ہوئے۔ اور سب کے سب دوڑے ہوئے جناب مریم کے پاس آئے اور کہا "مریم تم سے بہت ہی بُرا فعل ظاہر ہوا۔ تمھارے باپ اچھے آدمی تھے۔ اور تمھاری ماں کوئی بدکارہ عورت نہ تھین"۔ جناب مریم نے خدا کے حکم کے مطابق یہی جواب دے دیا کہ "مین روزہ سے ہون"۔ لیکن اُن لوگون نے جب زیادہ سختی سے اور اصرار کر کے جواب طلب کیا تو آپ نے حسب الحکم خداوندی اپنے معصوم بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ "اسی سے پوچھو"۔ اس پر وہ سب لوگ اور برہم ہوئے۔ اور دل مین یہ خیال کر کے کہ مریم ہم سب کو مسخرہ اور بے وقوف بناتی ہین انتہا سے زیادہ چڑھ گئے۔ اور ڈانٹ کے کہا "اس سے کیا پوچھین؟" مگر اُن کا جملہ نہین ختم ہوا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے گہوارے مین سے جواب دیا "مین خدا کا بندہ ہون! اُس نے مجھے کتاب مرحمت کی! مجھے نبی بنایا۔ اور مین جہان ہون مجھے اُس نے مبارک کیا۔ اور جب تک زندہ ہون مجھے نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا"۔ ان لوگون نے ارادہ کر لیا تھا کہ جناب مریمؑ کو سنگسار کرین۔ مگر جب آپ کے معصوم بچے نے یون شہادت دی تو سب محو حیرت ہو گئے۔ اور مجبوراً دونون ماں بیٹون کو چھوڑ کے چلے گئے۔

جناب زکریا کی شہادت

اس کے بعد اسرائیلیون نے مشہور کیا کہ مریم کو سوا زکریا کے اور کسی نے خراب نہین کیا۔ جس کی وجہ سے سب اس نیک نفس پیغمبر کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ جب یہ خبر حضرت زکریا کو پہونچی تو آپ گھر چھوڑ کے جنگل مین چلے گئے۔ اور ایک درخت مین چھپے ہوئے تھے کہ یہودیون کو پتہ لگ گیا۔ سب تعاقب کر کے جا پہونچے اور اس معصوم و بے گناہ پیغمبر کو وہین جنگل مین شہید کیا۔

ناصرہ کی سکونت

ادھر بنی اسرائیل حضرت زکریا کے قتل مین مشغول تھے کہ جناب مریم نے اشارۂ ربانی پا کے اپنے بچے کو لیا اور ناصرہ مین جا کے سکونت پذیر ہو گئین۔

یہ واقعات ہین جو مسلمانون کے مورخین عہ نے بیان کیے ہین - اور جو
اختلاف ماننے کی دشواریان اہل اسلام کے معتقدات مین شامل ہین - اس طولانی
بیان مین صرف اتنی باتین قرآن پاک مین بصراحت موجود ہین کہ عمران کی بی بی
نے نذر مان چکنے کے بعد جب اپنی امید کے خلاف دیکھا کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے
تو افسوس کیا - اور خدا کے سامنے اپنی مایوسی ظاہر کی - مگر خدا نے اپنے الہام سے
اطمینان دلایا - جس کے بعد آپ نے بیٹی کا نام مریم رکھا - اور اسے حرم مین لاکے
حاضر کر دیا - وہان جناب زکریا آپ کی پرورش کے متکفل ہوے
آپ حرم کے ایک بلند حجرے مین رہتین - اور بے موسم کے پھل کھاتین - اور جناب
زکریا پوچھتے تو فرماتین یہ مجھے خدا نے دیے - اس کے بعد جبرئیل آپ کے پاس آئے اور
جو گفتگو اوپر بیان ہو چکی اسی کے مطابق آپ اُن کے نفخ روح سے حاملہ ہوئین وضع
حمل کا بھی وہی پورا حال قرآن مین موجود ہے جو بیان ہو چکا - پھر یہودیون کی بدگمانی آپ
کے اور اُن کے سوال و جواب حضرت عیسیٰؑ کا گہوارے مین بولنا - اس کے علاوہ حضرت
زکریا کے بڑھاپے مین اولاد ہونا اور اُن کا خدا کے حکم سے اس بچے کا نام یحییٰ رکھنا
بھی کلام ربانی مین بہ تصریح موجود ہے - الغرض صرف اتنی باتین ہین جن مین کوئی مسلمان شک
نہین کر سکتا اور اُن کے علاوہ جو واقعات ہین اُن مین ہم کو حق ہے کہ تاریخی تنقید
و تحقیق کے بعد جو بات ثابت ہو اُسے مانین - اور جو نہ ثابت ہو اس سے انکار کر دین عیسائیون
کی انجیلون سے اس واقعے کی تصدیق نہین ہوتی لیکن ہان اُن کی مختلف روایتون یعنی
غیر متلو و مسترد شدہ انجیلون مین دیکھا جاے تو ان واقعات کی ضرور تائید ہوتی ہے -
مگر پراٹسٹنٹ لوگون کے زور و شور اور قیاسی تحقیقات کی پابندی مین مجوزہ اثبات
کے مسلسل عمل در آمد کے جاری رہنے سے مسیحیون کی قدیم روایتین اس قدر فنا ہو گئی
ہین کہ مسیحیون کی قدیم انجیلون مین اس قرآنی فیصلے کی تائید مین جو کچھ تھا [illegible] دستیاب
نہین ہو سکتا - مگر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ عیسائیون نے کیسی [illegible] قوتون سے اُنکی فنا کر دیا ہو -

عہ ملاحظہ ہو ابن اثیر -

ایک قدیم اپوکریفل[ع۵] جو یعقوبی مسیحوں مین پورے اعتقاد کے ساتھ مانا جاتا ہی اور جس کی تدوین و اشاعت جناب مسیح کے بعد دوسری ہی صدی مین ہوئی اُس سے اِس قرآنی بیان کی بہت کچھ تصدیق ہوتی ہے۔ اس کتاب مین یہ واقعہ اس طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔

قرآنی بیان کی عیسائی شہادت ۔ حضرت مریم کے والد کا نام جوآشیم تھا جو قوم یہود کے ایک گڈریے کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور خاص بیت المقدس مین رہا کرتے تھے۔ انّا (حنّا) نام ایک باعصمت خاتون سے اُن کا عقد نکاح ہوا۔ جسے مدتین گذر چکی تھین مگر اولاد نہ ہوئی تھی۔ لاولدی کے صدمے سے مان باپ دونون شکستہ دل ہو رہے تھے کہ فرشتہ الٰہی نے آکے دونون کو جدا جدا بشارت دی کہ تمھارے ایک لڑکی پیدا ہو گی اِسی بشارت کے مطابق جناب مریم پیدا ہوئین۔ تین سال کی عمر کو پہونچتے ہی آپ خاص معبد الٰہی مین رہنے لگین۔ اور جس طرح کوئی خوبصورت قمری کسی مسجد مین آشیانہ لگاتی ہے اسی طرح آپ عصمت و پاکدامنی کی شان سے مسجد اقصیٰ کے مبارک حجرون مین رہا کرتی تھین۔ وہان آپ کو غذا بھی اس طرح پہونچتی تھی کہ ایک فرشتہ غیب سے آکے کچھ نہ کچھ کھانے کو دیجاتا تھا۔ اور کسی اور شخص سے آپ کو کچھ تعلق نہ رہتا۔ ۱۲ برس کی عمر تک آپ کی زندگی یونہین گذری تھی کہ آپ کو بالغ دیکھ کے مقتدایان یہود نے جو متاہل تھے اور معبد الٰہی کے خدمت کرتے تھے باہم یل کے کسی ایسے شخص کو منتخب کرنا چاہا جو آپ کی نگرانی و نگہبانی کا کام اپنے ذمے لے۔ تاکہ غفلت ہی غفلت مین کہین خانۂ خدا کی بے حرمتی نہ ہو جائے۔ قرعۂ انتخاب یوسف نجار کے نام پر پڑا جو اس خدمت کے لیے مقرر کیے گئے۔ یوسف نجار ان دنون ایک عمر رسیدہ اور بال بچون والے آدمی تھے۔ ان کے منتخب ہونے مین ایک غیبی بشارت اور الہامی اشارے کو بھی دخل تھا۔ الغرض یوسف نے جناب مریم کو اپنی کفالت مین لیا جس کے چند ہی روز بعد غیب سے ایک فرشتہ نے آکے حضرت مریم کو مطلع کیا کہ آپ کے لڑکا ہونیوالا ہے۔ جس کے ساتھ ہی حمل ظاہر ہونے لگا۔ اس حمل نے لوگون مین طرح طرح کی بدگمانیان پیدا

ع۵ اپوکریفل ان انجیلون کو کہتے ہین جو موجودہ مجموعۂ اناجیل مین تو نہین ہین۔ مگر بعض فرقۂ نصاریٰ مین سچی و واجب العمل اور کتاب الہامی کا جز سمجھی جاتی ہین۔ اور بعض کے نزدیک غیر قابل اعتبار ہین۔

یکیں۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ مریم و یوسف یہود کے بڑے مقتدا کے سامنے لائے گئے۔ دونوں نے نہایت ہی متانت و راستبازی سے اپنی بے گناہی ثابت کی۔ لیکن جب تک امتحان کرنے والے پانی سے امتحان نہ لے لیا گیا دونوں کو نجات نہ ملی عـه۔

اس روایت کی نسبت یہ دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا کہ قرآنی بیان سے مطلقاً موافق ہے۔ مگر ان بعض جزئی باتوں کے علاوہ اصولاً یہ اُسی واقعے کی خبر دیتا ہے جس کی تصدیق قرآن نے کی ہے۔

باب چہارم

حضرت عیسیٰؑ نبوت سے پہلے

ولادت کے متعلق تنقید و تحقیق غیر ممکن ہے۔ یہود و نصاریٰ کی معاندانہ اغراض۔ دونوں کی بے اعتدالیاں۔ عیسائیوں کے دعوے کی کمزوری۔ اسلام کا فیصلہ۔ نصرانیت کو اسلام سے کیا مدد ملی۔ آپ کا ختنہ۔ رسم تطہیر۔ انجیلوں کا باہمی اختلاف آپ کا بچپن۔ آپ دنیا کے کاموں میں لگتے ہیں۔ شان نبوت کا پہلا ظہور۔ آپ بھی نجاری کرتے ہیں۔ جناب یحییٰ کا ظہور۔ رسم تقدس (بپتسما)

ولادت کے متعلق تنقید و تحقیق غیر ممکن ہے در حقیقت جناب عیسیٰ کی ولادت ایک ایسی گمنامی کی حالت میں ہوئی یا مورخین کی لاپروائی سے ہو گئی کہ مورخانہ یا محققانہ تنقید و تحقیق کا عمل چل ہی نہیں سکتا۔ رومی اور یہودی مورخین یہ بتاتے ہی نہیں کہ آپ کہاں اور

عـه امتحان کرنے والا پانی Water of the ordeal of jealousy یہ وہی پانی ہے جس کا استعمال اسوقت تک کیتھولک اور دیگر قدیم فرق نصاریٰ میں باقی ہے اس کو چھڑک کے لوگوں سے حلف لیتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ اس پانی کی برکت سے اُسے جھوٹ بولنے کی جرأت نہ ہوگی۔

عـه دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانکا۔

کیونکر پیدا ہوئے۔ نصاریٰ اور یہود کی یہ حالت ہے کہ دونون نے آپ کے زمانے کے
بعد اور اُس وقت تک جبکہ مذکورہ دونون مذہبون مین سخت اختلاف پیدا

یہود و نصاریٰ کے معاندانہ اغراض

ہو چکا تھا۔ اور دونون کی آنکھون پر ضد اور تعصب کی عینکین
چڑھ چکی تھین جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ ایک طرف تو عیسائیون نے اس بات کی کوشش
شروع کی کہ جناب عیسیٰ کو وہی مسیحا ثابت کرین جس کی نسبت یہودیون کی کتابون مین
پیشین گوئیان موجود تھین۔ مسیحیت کے ابتدائی دعوے دارون مین سے بہت کم کسی
کی یہ کوشش تھی کہ اپنے پیغمبر کے اصلی حالات زندگی کو صاف صاف ظاہر کر دے۔ بلکہ
عموماً جو آپ کے واقعات بیان کرتا اُن مین یہ غرض ضرور مخفی ہوتی کہ آپ کا مسیحا ہونا
ثابت کیا جائے۔ اور جب مسیحی اس کوشش مین حد سے گذرنے لگے تو یہودیون نے بھی
اصلی حالات چھوڑ کے اپنی ہر روایت مین آپ کے بدنام کرنے کا ارادہ کیا۔ اور عیسائیون
کے ہر دعوے کو توڑنے لگے۔

دونون کی بے اعتدالیان

آیندہ مسیحا کے لیے بنی اسرائیل کے خیال مین یہ دو امور ضروری تھے
کہ وہ نسل داؤد سے ہو۔ اور بیت اللحم مین پیدا ہو۔ جو قدیم الایام مین جناب داؤد کے وطن
ہونے کی عزت پا چکا تھا۔ اسی کی تصدیق کے لیے عیسائیون نے دعویٰ کر دیا کہ حضرت
عیسیٰ کا خاندان اگرچہ دنیا کو ناصرہ مین رہتا نظر آیا مگر حالات کی ضرورت سے والدین اتفاقاً
بیت اللحم مین آ گئے تھے۔ اور جناب مریم اگرچہ علاقۂ جلیل مین سکونت پذیر تھین مگر اصلی رہنے
والی بیت اللحم ہی کی تھین۔ یہ دونون دعوے ایسے تھے جن کو عیسائیون نے آخر تک پیش کیا
مگر یہودیون نے کسی طرح نہ مانا۔ بلکہ الٹے ضد اور تعصب کے جوش مین حضرت عیسیٰ کی ولادت
کو فعل حرام اور جناب مریم کی (معاذ اللہ) بدکاری کا نتیجہ بتانے لگے۔ انجیلون کے دیکھتے
ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے مولفون کا پہلا اور اہم مقصود یہی دو باتین تھین جن کا اوپر
ذکر آیا۔ اسی لیے کہ حضرت مسیح کے نسب نامے ہی سے کتاب شروع ہوتی ہے۔ اور اگرچہ یوسف
نجار کے نسب نامے کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو کوئی تعلق نہ ہو سکتا تھا مگر محض بے ضرورت
یا اس خیال سے کہ شاید کسی آیندہ زمانے مین ضرورت ہو۔ جناب مریم کا نسب نامہ چھوڑ کے

اُن کا پورا نسب نامہ انجیل کا جزو بنا دیا گیا اسی کا جواب یہودیون کی کتاب تالمود ہے جو جناب عیسیٰ بن مریم کو بُرے سے بُرے الفاظ اور ناپاک سے ناپاک اوصاف کا موردِ ٹھہراتی ہے۔

حضرت مسیح کے زمانہ کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون بحث بڑے زور و شور سے پیش ہوئی تھی کہ جناب مسیح بیت اللحم مین پیدا ہوے یا نہین۔ اور یہودی آپ کے نسلِ داؤد سے ہونے اور نیز بیت اللحم مین پیدا ہونے دونون باتون سے قطعاً انکار کر رہے تھے۔ وہ مریم اور مسیح دونون کو ناصری اور علاقہ جلیل کا باشندہ اور ان مقامات مین سے خاندانون کی یادگار بتاتے تھے جن سے کسی نبی کے پیدا ہونے کی اُن کے خیال مین ہرگز امید نہ ہو سکتی تھی۔

عیسائیون کے دعوے کی کمزوری اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ ان تمام جھگڑون مین عیسائیون کے دعوے بہت نازک تھے۔ ان کو اپنے ہر دعوے کے لیے ثبوت پیش کرنا پڑتا۔ اور یہودیون کی حیثیت بالکل مانع کی تھی۔ اُن کے انکار کے جواب مین عیسائی جو ثبوت پیش کرتے تھے وہ خلاف قیاس اور قابل مضحکہ نظر آتے تھے۔ ایک لڑکا جو کہ بغیر کسی مرد کے تعلق کے ایک خوبصورت کنواری کے بطن سے پیدا ہوا اُسکو عیسائی مسیحا اور خدا کی خدائی کا ایک حقیقی اور سب سے مکمل نمونہ بتا رہے تھے۔ ایک لڑکا جس کی مان پہلے بھی ناصرہ مین رہتی تھی اور بعد بھی ناصرہ ہی مین رہتی نظر آئی جس کا نشو و نما بھی علاقہ جلیل ہی مین ہوا اس کی نسبت وہ کہتے تھے کہ ناصرہ نہین بیت اللحم مین پیدا ہوا۔ ان دونون باتون کو یہودی بے اصل و بے بنیاد بتاتے اور اس لڑکے کو ایک فعل حرام کا نتیجہ خیال کرتے تھے۔ جس مین ہر غیر شخص بیشک یہودیون ہی کی طرفداری کرتا۔ اس سے زیادہ قابل حیرت اور عیسائیون کے دعوون کے لیے مضر یہ بات تھی کہ بیت اللحم و بیت المقدس ایسے مقامات تھے جہان کی ہر حالت کو مہذب اور تاریخ لکھنے والی دنیا دیکھتی رہتی تھی۔ بیت المقدس مکہ نہ تھا جہان آنحضرت صلعم کے حالات کی دیکھنے والی کوئی غیر قوم نہ تھی۔ اور جہان اس وقت تک واقعہ نگاری کی کسی کو عادت نہ پڑی تھی۔ بیت المقدس مین یہودی تھے اور رومی۔ اور دونون ایسے

لوگ تھے جن کی اسی زمانے کی لکھی ہوئی تاریخین اس وقت ہمارے ہاتھ مین موجود ہین۔ یہودی کہتے تھے کہ بیت المقدس مین اگر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آتا تو ممکن نہ تھا کہ ان مہذب لوگون کو اس کی خبر نہ ہوتی۔ اور حضرت عیسیٰ بے باپ کے پیدا ہوئے ہوتے تو ضرور تھا کہ اس عجیب و غریب واقعے کا تذکرہ اُن کے تصانیف مین موجود ہوتا۔ اسی طرح بابلی کاہنون کا آنا اور ہیرودؔ کے ہاتھ سے صدہا معصوم بچون کا قتل ہونا یہ سب تاریخی واقعات تھے جن کا بیش نا یوسفوس کی مکمل و مفصل تاریخ مین ضرور بتایا جانا چاہیے تھا۔

اسلام کا فیصلہ

اسلام حضرت مسیح کے چھ سو برس بعد ظاہر ہوا۔ اور یہی ایک الہامی مذہب تھا جو ظاہری قیاسات کو چھوڑ کے اصلی مکاشفات اور وحی الٰہی کے یقینی اور سچے فیصلے کے مطابق عیسائیون اور یہودیون مین سے ایک کو ڈگری دے سکتا تھا۔ اسلام نے درحقیقت جو سچی بات تھی بتادی۔ اور دونون کے دعوون مین سے جو بات حد سے گذری ہوئی تھی اُس کو مٹا دیا۔ ہمارے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کو خداوند جل وعلا نے بتایا کہ عیسیٰ بن مریم بیشک مسیح موعود تھے بے باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اور ان کا خاندان خاص بیت المقدس مین رہتا تھا۔ جناب مریم قبل ولادت مسیح ناصرہ مین تھین۔ اور نہ ولادت کے وقت آپ بیت اللحم مین تشریف لے گئین۔ بلکہ ولادت خاص بیت المقدس مین اور خانۂ خدا کے قریب ہوئی۔ اور بعد ولادت آپ وہان سے چلی گئین۔ اور غالباً ناصرہ مین جا کے سکونت پذیر ہوئی تھین۔

نصرانیت کو اسلام سے کیا مدد ملی

سب سے نازک مسئلہ حضرت مسیح کی ولادت کا تھا جس کی وجہ سے یہودیون کو جناب مریم اور حضرت عیسیٰ دونون پر سخت اتہام لگانے کا موقع مل گیا تھا۔ قرآن پاک نے صاف بتادیا کہ اُن کی ولادت خاص حکم الٰہی سے اور جبرئیل کی نفخ روح کا نتیجہ تھی۔ یہ اتنا بڑا فیصلہ تھا جس سے عیسائیون کو اپنے دعوون کے لیے ایک بہت بڑی شہادت مل گئی۔ اور یہودیون کو اپنے دعوے کمزور نظر آنے لگے۔

آپ کا ختنہ

انجیلون کے بیان کے مطابق یہود مین رواج تھا کہ پیدایش کے آٹھوین

دِن بچے کا ختنہ ہوتا - اور قریب کے عزیزون اور دوستون کی موجودگی مین اسی دِن اُس کا نام بھی رکھا جاتا چنانچہ اسی رسم کے مطابق آپ کا آٹھوین دن ختنہ ہوا اور آپ عیسیٰ کے مبارک نام سے نامزد کیے گئے - ختنے کے ۳۳ دِن بعد رسوم مروجہ کے مطابق جناب مریم اپنے بچے کو لیے ہوے تطہیر عہ کی غرض سے معبد الٰہی مین گئین - جہان

رسم تطہیر

اُس عہد کے مقتدا ے یہود شمعون اور ایک نہایت ہی پارسا و با خدا عورت دعانیا (آپ کی خالہ) حنّا نے آپ کو گود مین لیا - اور آپ کے متعلق بہت سی پیشین گوئیان کین - جن کا مقصود صرف دعاے خیر دینا - اور خیر و برکت کی امید کرنا تھا - یہ آخری

انجیلون کا باہمی اختلاف

واقعہ اگرچہ انجیل مین بیان کیا گیا ہے مگر خود انجیل ہی اُس موقع پر اس بیان کے خلاف بھی ہے جہان ہیروڈ کے ڈر سے پیدائش کے چند ہی روز بعد مریم و یوسف کا آپ کو لے کے مصر مین چلا جانا بیان کیا گیا ہے یہ عجیب بات ہے کہ عیسائیون کو اگرچہ کتاب عہد جدید کے ہر فقرے کے صحیح اور الہامی ہونے کا دعوے ہے مگر اس کے مختلف حصے ایک دوسرے کی تردید کر رہے ہین - متی کی انجیل مین بصراحت بیان کیا گیا ہے کہ ولادت کے بعد نجومیون کا واقعہ پیش آیا - اور فرشتۂ الٰہی نے یوسف کو خبر دی کہ اس بچے کو لے کے مصر چلے جاؤ - مگر بخلاف اس کے انجیل لوقا مین صرف یہی نہین بتایا گیا ہے کہ بعد ولادت ختنہ ہوا - بلکہ لکھا ہے کہ اس کے ۳۳ دن بعد یوسف و مریم نہایت اطمینان کے ساتھ آپ کو ساتھ لیے ہوے خاص بیت المقدس مین گئے - جہان آئین موسوی کے مطابق حضرت مریم کی تطہیر کی رسم بجا لائی گئی - بلکہ صاف الفاظ مین لکھ دیا گیا ہے کہ اس رسم کے بعد جناب مریم آپ کو مصر نہین ناصرہ مین لے گئین قرآن پاک بھی لوقا ہی کے بیان کی تصدیق و تائید کرتا ہے - لہذا ہم کہہ سکتے ہین کہ آپ کے بیت اللحم مین پیدا ہونے اور آپ کے سفر مصر کو جن مسلمان مورخین نے بیان کیا ہے انھون نے بغیر اس کے کہ تاریخ پر غور کیا ہو

عہ یہود مین قدیم سے یہ مذہبی رسم چلی آتی تھی کہ ہر یہودیہ عورت کے جب بچہ ہوتا تو نفاس کا زمانہ گذر جانے کے بعد وہ خاص ہیکل سلیمانی مین جا کے اپنے آپ کو پاک کرا اور اپنے بچے کو ہیکل کے سامنے کھڑا کرتی - اسی رسم کو وہ لوگ تطہیر کہتے تھے جس کے بغیر کوئی عورت پاک و صاف نہ خیال کی جاتی -

اس واقعے کو عیسائیوں کی کتابوں سے نقل کرلیا ہے۔ لوقا کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی والدہ ہرسال آپ کو ہیکل سلیمانی کی زیارت کے لیے جایا کرتی تھیں مگر اسی کی خلاف ایک اور جگہ انجیل میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے آپ کو ولادت کے بارھویں سال جناب مریم معبد الٰہی میں لے گئیں۔ یہ ایسے اختلافات ہیں جن کو عیسائی خفیف خیال کرکے پروا نہیں کرتے۔ مگر یہ نہیں سمجھتے کہ ان سے الہام ربانی کی کہاں تک بے اعتباری ہوگئی۔

ناصرہ میں جناب عیسیٰ کا بچپن اپنی ماں اور یوسف نجار ہی کی نگرانی و تربیت میں صرف ہوا۔ اگرچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ناصرہ کے ایک چھوٹے مدرسے میں پڑھنے کو جاتے تھے مگر آپ کا کسی مدرسہ یا یہودیوں کی درس گاہ میں جانا صحیح طور پہ نہیں ثابت ہوتا۔ وہی کارکنان قضا و قدر جو ہر نبی کے اصلی معلم ہوتے آئے تھے اور وہی قدرت کا کشادہ اور پھیلا ہوا دفتر جس نے ہر پیغمبر مرسل کو ایک عمدہ کتاب درسی کا کام دیا تھا انھیں نے جناب مسیح کو بھی علمی مدارج میں ترقی دلائی۔ اور خداشناسی کے رموز آپ پر کھول دیے۔ یقین کیا جا سکتا ہے کہ آپ یونانی اور آرامی (سریانی) زبانوں کو ضرور جانتے تھے جو ان دنوں تمام ممالک شام میں بولی جاتی تھیں۔ اور بقیاس غالب لاطینی اور عبرانی زبانوں میں بھی آپ کو دستگاہ تھی۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی مادری زبان عبرانی تھی مگر بعض محققین کا بیان ہے کہ عبرانی زبان اب ایک مردہ زبان ہوگئی تھی۔ اور کہیں نہیں بولی جاتی تھی۔ اگرچہ ہر یہودی بچہ اپنی کتب آسمانی میں بصیرت پیدا کرنے کے لیے اُس کے سیکھنے پر مجبور تھا۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ آپ لکھ پڑھ سکتے تھے۔ بس اسی اور اتنے ہی علم کی مدد سے آپ نے موجودہ صحائف آسمانی کا مطالعہ کیا۔ اور اس فرشتہ ہدایت کی راے پر کاربند ہوگئے جو آپ کو ہدایت خلق اللہ کے لیے تیار کر رہا تھا۔

آپ دنیا کے کاموں میں لگتے ہیں

ہر یہودی بچے کا معمول تھا کہ بارہ برس کی عمر میں اس کی تعلیم کا زمانہ ختم ہو جاتا۔ اپنے اور اپنے بزرگوں کی بسراوقات کے لیے کوئی پیشہ اختیار کرتا۔ اور بزرگوں کا لباس پہننے لگتا۔ چنانچہ جب آپ اس عمر کو پہنچے تو مریم و یوسف جو والدین کے فرائض سرانجام دیتے تھے آپ کو قریب کے ایک بڑے معبد یہود میں لے گئے

اور رسوم مروجہ بجا لائے گئے۔ اسی سال جب یوسف و مریم آپ کو مسجد اقصیٰ مین لے گئے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

شان نبوت کا پہلا ظہور

یہ واقعہ بالکل اسی قسم کا تھا جیسے کہ اکثر انبیا کو بچپن مین پیش آتے رہے تھے۔ یکایک آپ اپنے ولیون کے پاس سے غائب ہو گئے۔ جناب مریم نے ہر جگہ ڈھونڈھ کے اور بڑی جستجو کے بعد جب خاص حرم ربانی مین جا کے دیکھا تو آپ علما و احبار یہود مین بیٹھے تھے۔ اور اُن سے عجیب قسم کے سوال و جواب کر رہے تھے۔ حیران و پریشان ماں نے شکایت کے لہجے مین کہا "لڑکے! تو نے ہمارے ساتھ کیون ایسا کیا؟ مین اور تیرے باپ دونون حیران تھے۔ اور تجھے ڈھونڈھتے پھرتے تھے"۔ آپ نے برجستہ جواب دیا "تو کیا تمھین نہین معلوم کہ مجھے اپنے باپ کے گھر مین ضرور ہونا چاہیے؟"

الغرض یوسف و مریم آپ کو پھر ناصرہ مین لائے۔ جہان اب آپ بھی اپنے فرضی

آپ بھی نجاری کرتے ہین

باپ کے کارخانے مین نجاری کا کام کرنے لگے۔ انجیلون سے معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ کے کئی اور بھائی بھی موجود تھے اور آپ کی گاڑھی کمائی کی آمدنی ماں اور بھائیون کے کام مین صرف ہوتی۔ مگر غالباً وہ کوئی رشتہ کے بھائی ہون گے۔ اور بظن غالب یوسف کے لڑکے ہون گے۔ جو پہلی بی بی کے بطن سے تھے۔ لیکن چونکہ عام طور پہ بھائیون کا لفظ جا بجا آیا ہے لہذا عیسائی بڑی دشواری مین پڑ گئے ہین۔ ایک طرف وہ جناب مریم کی دائمی دوشیزگی ثابت کرتے ہین اور دوسری طرف انجیلون سے انکار کرتے نہین بنتی کہ آپ کے کئی بھائی موجود تھے۔ اس وقت سے تقریباً ۳۰ سال کی عمر تک آپ اسی کام مین مشغول رہے۔ اور بالکل گمنامی کی زندگی بسر کی۔ افسوس کہ مسیحیون کے قدیم مورخین اور نیز انجیلون کے تالیف کرنے والون نے آپ کے اس عہد کے حالات کا پتہ لگانے مین بالکل کوتاہی کی ہے۔ ورنہ ہمین معلوم ہو سکتا کہ انسان کو نبوت کے قابل بننے کے لیے کس کس قسم کے اعمال و افعال کرنا پڑتے ہین۔ اس مین شک نہین کیا جا سکتا کہ ہمارے سرور کائنات (صلعم) کی طرح آپ نے بھی چلہ کشی اور خلوت پسندی سے بہت کچھ روحانی سبق لیے ہون گے۔ مگر لاعلمی کی وجہ سے مجبور ہین کہ قریب اٹھارہ سال تک آپ کو چھوڑ کے اس وقت

جاں شروع کریں جب آپ مبعوث اور مخلوقِ الٰہی کی ہدایت پر مامور ہوئے۔
آپ یوسف نجار کے کارخانے میں نجاری ہی کر رہے تھے کہ جناب یحییٰؑ

جناب یحییٰ کا ظہور

بن زکریا جنھیں عیسائی جان دی بپٹسٹ کہتے ہیں اور جو آپ کے قریبی
رشتہ دار تھے عجیب درویشانہ وضع سے وادیٔ یردن کے کنارے نمودار ہوئے۔ اونٹ
کے بالوں کے کپڑے بدن میں تھے۔ چمڑے کی پیٹی کمر میں کسی ہوئی تھی۔ ٹڈی اور جنگلی
شہد پر زندگی بسر ہوتی۔ اور ریاضت و نفس کشی نے عجیب و غریب ہیبت زہد کے [illegible]
بے نفسی چہرے پر نمایاں کر دی تھی اس وضع و صورت سے جناب یحییٰ دریاے یردن کے

رسم تقدیس (بپتسما)

کنارے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو بپتسما دینے لگے۔ یعنی جو آتا اُسے دریا کے
پانی میں غوطہ دے کے اُس سے توبہ کراتے۔ اور ہر شخص کو زمانے اور وقت کی نازک
حالت پر متنبہ کرتے۔ ان دنوں تمام بنی اسرائیل نہایت ہی بیتابی و بے صبری سے کسی
آنیوالے مسیحا اور پیغمبر کے منتظر ہو رہے تھے۔ یحییٰؑ کی آواز جیسے ہی یردن کے کنارے
گونجی ہر طرف ایک شور مچ گیا۔ اور اطراف و جوانب سے یہودی مرد و عورت جوق جوق
آتے۔ اس نئے پیغمبر کی صورت کو حیرت و استعجاب سے دیکھتے۔ اور جب اُسکی آواز میں ایک
خاص اثر اور چلتا ہوا جادو پاتے تو اپنے گناہوں پر نادم ہوتے۔ اور بپتسما یا تقدیس
کی غرض سے سر جھکا کے کھڑے ہو جاتے۔ لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ عیسائیوں کے خیال
کے مطابق جناب یحییٰ کو بالذات نبوت و پیغمبری کا دعویٰ نہ تھا۔ وہ بار بار کہتے کہ میں
ایک آنیوالے مسیحا کا پیش خیمہ ہوں۔ جو مجھ سے کیا معنی ساری دنیا سے زیادہ مقدس
و برگزیدہ ہے۔ اور اس کے سامنے میری اتنی بھی وقعت نہیں کہ اس کی جوتیاں اُٹھاؤں
وہی شخص آسمانی بادشاہت کو پائے گا۔ اور رہتی دنیا تک لوگوں پر اسی کی حکومت
رہیگی۔ ان دعووں اور پیشین گوئیوں کے ساتھ یحییٰؑ کی عام صدا یہ تھی کہ آسمانی
بادشاہت قریب ہے۔ چند ہی روز میں یحییٰؑ کا شہرہ ہو گیا اور کوئی صحبت اور کوئی
گوشہ نہ تھا جہاں زن و مرد اُن کے حالات کو ذوق و شوق اور دلی توجہ سے نہ سنتے
ہوں۔ یہودی علمی صحبتوں اور اُن کے احبار و مقتداؤں کی محفلوں میں بھی اسی

نئے ظاہر ہونے والے شخص کے پہلو سے قومی عروج و اقبال کی امیدیں نظر آتی ہیں - اور عام رائے جناب یحییٰ کے موافق و موید ہو چلی تھی کہ حضرت مسیح نے اپنے مستقر شہر ناصرہ کو چھوڑا - اور اسی مقام کی راہ لی جہاں یحییٰ کھڑے لوگوں سے توبہ کرا رہے تھے -

باب پنجم

حضرت مسیح کے واقعات زندگی شہادت یحییٰ کے زمانے تک

حضرت عیسیٰ بھی تقدیس کی غرض سے آتے ہیں - آپ کی بعثت - ریاضت - حواریین تبلیغ خونریزی کا حرام ہونا - مسیحیت - بے نفسی و اصلاح نیت - تبلیغ کا ساری دنیا میں عام ہونا - پہلا معجزہ - تحریم جلیل - آپ کا سفر بیت المقدس - بیت اللہ کی حالت - بیعت حق کا ظہور - آپ کا عجیب دعویٰ - عیسائیوں میں اسکی تاویل - معجزہ مسیحائی - آپ کے حواری بھی تقدیس کرتے ہیں - جناب یحییٰ کے باقی ماندہ حالات - ہیرودیا ان کے خون کی پیاسی ہے - اُس کی بیٹی قلیا ناچتی ہے - اور جناب یحییٰ کا سر کٹواتی ہے -

حضرت عیسیٰ بھی تقدیس کی غرض سے آتے ہیں

حضرت عیسیٰ یہاں اُسی طرح اور بظاہر اسی غرض کے لیے آئے تھے جس کے لیے کہ تمام یہود کے گروہ چلے آتے تھے - یعنی گناہوں سے توبہ کرنے اور اپنی تقدیس کے لیے - لیکن جیسے ہی کہ یحییٰ کے سامنے پہنچے یحییٰ کا چہرہ چمکنے لگا - زور سے صدا لگائی - "دیکھو خدا کی اُس بھیڑ کو جو جہان کا گناہ اپنے ساتھ لے جائے گی!!" اور حضرت عیسیٰ کے سامنے ادب سے سر جھکا کے کہا میری یہ حیثیت نہیں کہ آپ سے توبہ کراؤں - آپ کو تو خود مجھ سے توبہ کرانا اور میری تقدیس کرنی چاہیے!! مگر حضرت عیسیٰ نے اصرار کیا اور فرمایا نہیں - فی الحال یہی مناسب ہے - اگر راستی کو میں سرحد کمال تک پہنچا دوں - بالآخر یحییٰ نے آپ کو غسل تقدیس دیا - اور آپ پانی سے نکلے تو انجیلوں کے بیان کے مطابق تقدیس کے باہر آتے ہی ناگہاں آسمان کا دروازہ کھل گیا - اور خدا کی روح ایک کبوتر کی صورت میں اتر آئی - اور آسمان سے

آپ کی بعثت

آواز آئی کہ یہی ہے میرا محبوب فرزند جس سے مین خوش ہون -

پس اسی روز سے گویا یحیی اور جناب عیسی مین ایک عظیم الشان انقلاب ہونے لگا - یحیی کا جوش روز بروز کم ہوتا گیا - اور گویا اُن کے کمالات کا زوال شروع ہو گیا بخلاف اسکے جناب مسیح وادی یردن کو چھوڑ کے یریشو کے جنگل مین چلے گئے - اور وہان

ریاضت چالیس دن تک ساری دنیا سے الگ ہو کے ریاضت و نفس کشی مین مشغول رہے انجیلون کا بیان ہے کہ اس مدت مین آپ نے مطلق غذا نہین کھائی - اور شیطان یا نفس امارہ سے آپ سے مقابلہ رہا - شیطان نے ہر مرتبہ آپکے قدم کو لغزش دینے کی کوشش کی مگر آپ کا پاے استقلال اسی طرح قائم رہا - آخر آپ نے نفس اور شیطان پر فتح پائی - اور جنگل سے نکل کے جلیل اور وہان کی عظیم الشان جھیل کے کنارے پہونچے - جہان آپ نے اپنے شاگردون یا حوارین کو فراہم کرنا شروع کر دیا

حوارین چند روز مین حوارین کی تعداد پوری ہو گئی - جن کے نام حسب ذیل ہین -
(۱) شمعون جو پطرس کے لقب سے مشہور ہین - (۲) اُن کے بھائی اندریاس - (۳) یعقوب بن زبدی - (۴) اُن کے بھائی یوحنا - (۵) فلیپس - (۶) برتلما - (۷) توما - (۸) متی - (۹) یعقوب بن حلفا - (۱۰) لبی جو تدی کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے - (۱۱) شمعون قنعنی - (۱۲) یہودا اسخریوطی یہی پچھلا حواری وہ شخص ہے جس نے آخر کو دغابازی کی اور دشمنون سے مل کے آپ کو اُن کے ہاتھ مین دے دیا -

تبلیغ حواریین کی یہ تعداد پوری ہو جانے کے بعد آپ تبلیغ اور ہدایت کی طرف متوجہ ہوے آپ کی تعلیم بالکل جدید [illegible] نہ تھی [illegible] یہ مطلب نہین کہ [illegible] مبادی کو رد کیا تھا - بلکہ یہ غرض ہے کہ اُس زمانہ مین جو عموماً یہود [illegible] تھے اور جن سے قوم یہود کے [illegible] جس طرح [illegible] جاتی تھی [illegible]

[illegible] خوشنودی کا حرام [illegible] آپ نے بنی اسرائیل کو [illegible]

اسکا قدر [illegible] نظر آئی کہ [illegible] شمار اور عقل [illegible]

نتیجہ ہوا اپنے آپ کو حضرت یحییٰ سے بپتسمہ لینے کے اور کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ صاف نظر آتا تھا کہ قیصر کی
باضابطہ اور بڑے بڑے میدانوں میں داد شجاعت دینے والی فوجوں کے مقابلہ
میں اگر یہودی کبھی سر بھی اُٹھائیں گے تو بہت ذلیل ہوں گے۔ لہذا آپ کی پہلی تعلیم یہی تھی کہ
لڑائی اور خونریزی کا نام بھی نہ لینا چاہیے۔ آپ نے عجیب معجزانہ رعب و داب سے یہ
[illegible] کہہ دیا کہ جو لوگ تلوار سے لڑیں گے وہ تلوار ہی سے مارے جائیں گے
مسیحِ منتظر چونکہ آپ نے خود مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور مسیح کو یہودیوں کی قدیم پیشین
گوئیوں کے مطابق ایک زبردست اور باسطوت و جبروت بادشاہ ہونا چاہیے تھا۔ لہذا
آپ نے اپنے آپ کو بھی بادشاہ بتایا۔ مگر آسمانی بادشاہ یا روحانی حکمران جن الفاظ کے معنی
مدت تک لوگوں کی سمجھ ہی میں نہ آئے تھے اور یہ حقیقت یہی پہلی غلط فہمی تھی جس نے عموماً
یہودیوں کو آپ کے خلاف کر دیا۔ وہ جس قسم کے مسیحا کو ڈھونڈھتے تھے اُس کا پہلا کام یہ
ہونا چاہیے تھا کہ قومی سلطنت قائم کرے۔ رومیوں کو ارض موعود سے مار کے نکال دے
بیت المقدس کو شرک و بت پرستی کی نجاست سے پاک کرے۔ اور اولاد داؤد ہونے کا سچا
اور عملی ثبوت دے۔ یہ باتیں حضرت عیسیٰ میں نہ تھیں اور جب آپ نے لڑائی کو سرے سے حرام
بتا دیا تو آیندہ کے لیے بھی اُن کی امید نہ رہی۔ الغرض اسی چیز نے آپ کو اپنی قوم یعنی یہود
میں ہر دلعزیز نہ بننے دیا۔ [illegible]

نفس کشی و اصلاح [illegible] کی طرف آپ کی توجہ مائل ہوئی علما و احبار
[illegible] آپ نے دیکھا کہ [illegible] سلف نے قائم کیے ہوئے احکام
و آئین اگرچہ اس وقت تک موجود ہیں مگر صرف ایک رسم کی حیثیت سے برتے جاتے ہیں
[illegible] اور خلوص کو بالکل [illegible] آپ نے [illegible] فرض اس امر کو قرار
دیا کہ [illegible] ان میں نفس کشی [illegible]
کیا [illegible] آپ نے تمام روحانی
[illegible]
[illegible]

تنکا نہ ڈھونڈھو اور ساتھی آنکھ کا شہتیر دیکھو" صرف نفس کشی اور احبار یہود کا خود
پرستی کا غرور توڑنے کے لیے تھے۔ اور اس قسم کے احکام کہ کسی کو کچھ دو تو چھپا کے
دو۔ نیکی بے دکھاوے کرو۔ برا کام ہی گناہ نہیں بلکہ اس کا ارادہ بھی گناہ ہے۔ یا صرف
قوم کی نیت درست کرنے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ بہت
سے عملی احکام کیطرف سے بھی بے پروائی ظاہر کی۔ جس سے مقصود یہ ظاہر کرنا تھا۔
کہ اصلی چیز نیت ہے۔ اگر اعمال جوارح میں فروگذاشت بھی ہو جائے تو کچھ مضائقہ
نہیں۔ یوم السبت یعنی ہفتے کے دن کی تعظیم یہودی جس سختی سے کرتے تھے۔ آپ نے اس کو
اپنے طرز عمل سے غیر ضروری بتایا۔ وہ لوگ ہفتے کو کھانا پکانا اور دنیاوی کاروبار کرنا حرام
خیال کرتے تھے۔ آپ نے اس کو بالکل غیر ضروری اور صرف ریاکاری کا ایک شمہ ظاہر فرمایا۔
بہر تقدیر اسی قسم کے احکام تھے جنھوں نے یہودیوں میں تو آپ کی طرف سے نفرت و وحشت
پیدا کر دی۔ مگر عیسائیوں کو انھیں کی بنا پر آج تک یہ دعوی کرنے کا حق حاصل ہو گیا کہ ہمارے
دین سے زیادہ کوئی روحانی دین دنیا میں نہیں۔"

تبلیغ کا ساری دنیا میں عام ہونا

حضرت مسیح کی تعلیم نے یہود کے سامنے ایک عجب سے نیا خیال پیش کیا جس کو
اُن کا قومی غرور کسی طرح تسلیم ہی نہ کر سکتا تھا۔ وہ بات یہ تھی کہ یہودیوں
کا مذہب و آئین اسوقت تک اُن کو سب سے الگ اور ساری دنیا سے جدا رکھتا آیا
تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ خدا کے منتخب اور برگزیدہ لوگ صرف ہمیں ہیں۔ اور باقی ساری
دنیا کا شمار کافروں بلکہ اُن لوگوں میں ہے جو خدا کی رحمت سے دور ہیں۔ تمام
برکتیں اور ساری خوبیاں اُن کے خیال کے مطابق کل مخلوق سے چھین کے صرف اولاد
اسرائیل کے حصہ میں کر دی گئی تھیں۔ یہ خود پسندی کا غرور ڈیڑھ ہزار برس پیشتر سے ہر
اسرائیلی بچے کے دل میں جوش مارتا چلا آتا تھا۔ حضرت موسیٰ سے اسکی ابتدا ہوئی تھی
اور بعد کے تمام پیمبروں اور احبار نے وقتاً فوقتاً اس کو اور تقویت دی تھی۔ اور شاید
قدیم کے انبیا ایسا خیال رکھنے پر مجبور بھی تھے۔ اس لیے کہ اُن کو ہمیشہ اپنی ہی قوم
سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوا تھا۔ [illegible]

تھے کہ مختلف قومون کو ایک دوسرے کے مرکز مین آمد و رفت کی ضرورت پڑتی۔ اور جب کبھی کسی غیر قوم سے سابقہ پڑا تو وہ اتنی بڑی دشمن اور ظالم و وحشی ثابت ہوئی کہ اُن کو اس کا رحمت الٰہی سے دور ہونا صاف نظر آتا تھا۔ برخلاف اس کے حضرت عیسیٰ اُس عہد مین تھے جب دنیا بہت ترقی کر آئی تھی۔ ہر ملک کے راستے کھل گئے تھے۔ اور کھلنے لگے تھے۔ قومون مین باہمی میل جول اور لین دین کا بازار گرم ہو چکا تھا۔ سواحل شام مین تمام غیر قومون کی آمد و رفت تھی۔ عرب کے تاجر۔ بابل و عراق کے نجومی و کاہن۔ ایران کے سوداگر اور فوجی افسر۔ مصر و اسکندریہ کے سیاح۔ افریقہ کے غلام۔ اور جزائر بحیرۂ روم۔ قبرس اور قریطش وغیرہ کے دیگر قسم کے کاروباری ہر وقت اور ہمیشہ ملک شام مین پھرا کرتے رہتے تھے۔ اور یونان و روم کے سپاہی اور افسر تو ارض یہودا کے ہر گانون مین پھیلے ہوئے تھے۔ جناب عیسیٰؑ کے عہد مین خدا کی مخصوص اور بنی اسرائیل کی موعودہ زمین بیرونی اور آفاقی لوگون سے اس قدر پاک و صاف نہ تھی جس قدر کہ حضرت موسیٰؑ و داؤدؑ کے زمانون مین تھی۔ الغرض حضرت عیسیٰ نے اِن تمام غیر قومون اور خدا کی وسیع خدائی کو دیکھا۔ اور خیال کیا کہ یہ بالکل نامناسب ہوگا اگر اللہ جل شانہ کی تمام برکتین اور رحمتین بنی اسرائیل ہی کے ساتھ مخصوص سمجھی جائین۔ یہ خیال آپ کے دل ہی مین تھا کہ ایک طرف تو یہودی آپ کی عداوت پر آمادہ ہو گئے اور دوسری طرف بعض منصف مزاج اور حق پسند قومون نے آپ کی تعلیمون کو پسند کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے علانیہ ظاہر کر دیا کہ "آپ کی ہدایت یہودا اور اسرائیلیون ہی کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے باشندون پر یکسان طریقے سے نجات کا دروازہ کھل سکتا ہے۔" اس دعوے نے یہودیون کو آپ کا اور زیادہ دشمن بنا دیا اور باستثنا ے چند بیت المقدس کے سب رہنے والے آپ کے خون کے پیاسے ہو گئے۔

پہلا سفر۔ الغرض اِن تعلیمات کو شروع کر کے آپ اپنے وطن ناصرہ مین آگئے اور لوگون کو خدا کی طرف مدعو کرنے لگے۔ آپ کی والدہ جناب مریم بھی اکثر مقامات مین آپ کے ہمراہ رہتی تھین چنانچہ

انھین کے ہمراہ ناصرہ کی ایک محفل عروسی مین آپ نے پہلا معجزہ یہ دکھایا کہ کئی مٹکون مین پانی کو شراب بنا دیا۔ چند روز
آپ علاقہ جلیل کے شہر کفرناحوم مین رہے جو بحیرۂ جلیل کے ساحل پر واقع ہے۔

بحیرۂ جلیل ارض جلیل مین سے ایک بڑی جھیل ہے جو اپنی وسعت اور پھیلاؤ کے لحاظ سے ایک چھوٹے سمندر کا دھوکا دیتی ہے
آپ کے حواری جن مین سے اکثر مچھلی والے تھے اپنی چھوٹی چھوٹی کشتیون پر بیٹھے مچھلیان پکڑا کرتے تھے انھین کشتیون
پر بیٹھ کے آپ ہر چہار طرف اس جھیل کے کنارے کنارے پھرتے اور چھوٹے چھوٹے گاؤن مین جا کے لوگون
کو ہدایت کرتے۔

آپ کا سفر بیت المقدس چند روز بعد یہودیون کی بڑی عید کا زمانہ آیا جبکہ قریبا
تمام اسرائیلی لوگ بیت المقدس مین جا کے مذہبی رسوم مین شریک ہوتے تھے۔ اس موقع
پر آپ نے بھی حرم الٰہی کا راستہ لیا۔ اور وہان پہونچ کے مسیحیت اور خداوندی قوت کا

بیت اللہ کی حالت پہلا نمونہ دکھا دیا آپ نے ہیکل سلیمانی مین داخل ہو کے دیکھا تو خانۂ خدا کا تمام
صحن سوداگرون صرافے والون۔ اور قربانی کی بھیڑیان بیچنے والون سے بھرا ہوا تھا مقدس
صحن چھوٹے چھوٹے کٹہرون سے مختلف حصون پر منقسم تھا۔ جن مین صدہا بھیڑ بکریون کے
گلے بھرے تھے۔ بڑی اور وسیع غلام گردش کے ہر در مین صرافے والے اپنے سامنے تختے
بچھائے بیٹھے تھے۔ اور بیرونی ممالک کا سکہ بدلتے تھے۔ یونان۔ مصر۔ پارتھیا۔ اور افریقہ سے
جو یہودی اپنے ملکون کا سکہ لیے ہوئے آتے اُس کو ان صرافے والون کے پاس آ کے رومی
سکے سے بدلتے۔ حضرت عیسیٰ ان دکان دارون اور بھیڑ بھاڑ کو بدشواری چیرتے پھاڑتے
مقتداؤن کے ٹھہرنے کے مقام پر پہونچے۔ مگر یہان یہ دیکھ کے اور حیرت ہوئی کہ خود ایک مقتدا
بڑے صرافے کی دوکان لگائے بیٹھا ہے اُس کے پاس ہی ایک ہی معزز یہودی کا جس کو بنی لاوی
کے مقدس و متبرک خاندان کی یادگار ہونے کی عزت حاصل ہے عبادت کرنیوالون کے ہاتھ
قربانیان اور بھیڑیان بیچ رہا ہے۔ اور لوگون کی آمد و رفت۔ چیخ پکار۔ لین دین سے ایک ہنگامہ
بپا ہے کہ کان پڑی آواز نہین سنائی دیتی۔ ان باتون اور ان چیزون نے حضرت مسیح کو
دل پر جو اثر کیا ہو گا ظاہر ہے۔ آپ نے ہیکل کے زینے پر قدم رکھتے ہی پلٹ کے نہایت
رنج و غضب آلود نگاہون سے اس مجمع اور اس طوفان بےتمیزی کو دیکھا اللہ اللہ آپ کی

ہیبت حق کا ظہور | حملہ آور تیز آنکھوں سے کچھ ایسی معجز نما قوت ظاہر ہوئی کہ سب لوگ خاموش ہو گئے اور
ایک عجیب سناٹا ہر آدمی اور ہر حرکت پر غالب آ گیا۔ انسان تو انسان جانور تک خاموش
تھے۔ روپیوں کے گننے کی جھنکار۔ لین دین کرنے والوں کی ہانک پکار اور ہر قسم کی
صدا ایک گھڑی کے لیے رک گئی۔ اور عین اس سناٹے میں یکایک حضرت مسیح کی آواز گونجی
آپ نے عجب حکومت کرنے والی اور دلوں کو ہلا دینے والی آواز میں پکار کے کہا
"یہ لکھا ہوا ہے کہ میرے باپ کا گھر عبادت خانہ کہلائے گا! مگر تم نے اُسے چوروں کا کھوہ
بنا دیا ہے!" یہ کہہ کے آپ نے زمین سے ایک رسی اُٹھائی۔ اور اُسے دہرا کے اور ایک
کوڑے کی صورت بنا کے آگے بڑھے۔ درحقیقت وہ ہیبت حق تھی جس نے سب کے دل
میں لرزہ ڈال دیا۔ مقتدا اور احبار عبادت کرنے اور کرانے والے۔ تاجر اور دکان دار
سب بدحواس بھاگے۔ صرافے والوں کے تختے الٹ گئے۔ اور سب اپنی گائے بیلوں بھیڑ بکریوں
چڑیوں اور فاختاؤں کو چھوڑ چھوڑ کے اپنی جان لے کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ تب آپ دوبارہ
چلائے "اپنی یہ چیزیں لو۔ میرے باپ کے گھر کو تجارت خانہ نہ بناؤ"۔ دیر تک لوگوں میں
سخت اضطراب رہا۔ اشرفیاں اور روپے تختوں پر سے گر کے زمین پر پھیل گئے۔ اور خانہ
خدا تمام لوگوں سے خالی ہو گیا۔ صرف اکیلے آپ ہی وہاں تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کا
جوش کم ہوا۔ تب احبار یہود پھر واپس آئے۔ اور آ کے آپ کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ اس
وقت یہودیوں کے بڑے مقتداؤں سے آپ سے گفتگو ہوئی۔ آپ نے اپنے مسیحا ہونے کا
دعویٰ کیا۔ اور بتایا کہ میں خدا ہی کی طرف سے اس کام پر مامور ہوا ہوں۔ یہود کے بڑے
مقتداؤں نے ثبوت طلب کیا تو آپ نے جلال میں آ کے فرمایا "کیا میری آسمانی قوت کا ابھی تمہیں
آپ کا عجیب دعوے | ثبوت نہیں ملا؟ اچھا اس معبد الٰہی کو منہدم کر ڈالو۔ اور میں اسے تین دن میں
پھر بنا کے کھڑا کر دوں گا"

آپ کا درحقیقت یہ عجیب و غریب دعوے تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگ جن کو اس
معبد سے اتنا بڑا تعلق تھا آپ کے آزمانے کے لیے اُسے منہدم نہیں کر سکتے تھے۔ انھوں نے
اس کلمے کو الٹے معنی پہنا کے گستاخی پہ محمول کیا۔ اور یہ آپ پر الزام ہو گیا کہ یہ مسجد اقصیٰ کو منہدم کرانا

چاہتے ہین۔ بہ ظاہر آپ کا یہ دعوی یہودیون کو قائل کرنے کی جگہ اور برہم کرنے والا تھا۔ اسی وجہ

عیسائیون مین اسکی تاویل

عیسائی بھی اس کی تاویل کرتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ یہودیون کی غلطی تھی۔ جو انھون نے ظاہری معنی سمجھے۔ اس کا اصلی مطلب یہ تھا کہ اس جملے مین آپ نے معبد الٰہی سے اپنی ذات مراد لی تھی۔ اور در پردہ یہ کہا تھا کہ مجھے مار ڈالو تین دن بعد زندہ ہو جاؤن گا۔ جیسا کہ عیسائیون کے معتقدات مین تھا۔ مگر جس وقت یہ کلمہ حضرت عیسیٰ کی زبان سے نکلا ہے اس وقت اس کے یہ معنی کسی ذی ہوش کے خیال مین نہ آسکتے تھے۔ یہودیون کو الزام دینا بیجا ہے اُن کی جگہ پر جو ہوتا یہی ظاہری معنی سمجھتا جو انھون نے سمجھے۔ اور غالباً آپ کے حواری بھی اس وقت یہی مطلب سمجھے ہون گے۔ یہ نیا تاویلی مطلب صرف اس وقت سمجھ مین آیا ہوگا۔ جب اُنھون نے حضرت مسیح کو صلیب پہ لٹک کے جان دیتے دیکھ لیا۔

معجزہ مسیحائی

اس واقعے کے بعد بنی اسرائیل کی مخالفت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ آپ کو مجبوراً بیت المقدس سے نکل جانا پڑا۔ آپ ارض یہودا کے گاؤن مین چلے گئے۔ اور ہدایت کے ساتھ اپنا معجزہ مسیحائی دکھانے لگے۔ یعنی لاعلاج مریضون کو اچھا کرتے صاحب فراش بیمارون کو ایک اشارے سے اٹھا کے کھڑا کر دیتے۔ کوڑھیون کو شفا اور اندھون کو آنکھین دیتے۔ جن لوگون پر بھوت پریت کا تصرف ہوتا۔ ان پر سے بھوت اُتارتے۔ اور سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ چیز تھی کہ مردون کو بھی اٹھا کے کھڑا کر دیتے۔

آپ کے حواری بھی تقدیس کرتے ہین

اسی زمانے مین آپ نے اپنے حوارئین کو بھی لوگون سے توبہ کرانے یعنی بپتسما دینے کی اجازت دی۔ بعض لوگون نے اس موقع پر پہلے بپتسما دینے والے یحیی کو اُبھارنا چاہا۔ مگر اُنھون نے نہایت ہی نیک نفسی سے کہا کہ حضرت مسیح جو کرین بجا ہے۔ اور اب میری قوت زائل ہونا شروع ہو گئی ہے۔ اسی کے چند روز بعد وہ ہیرودانطی پاس کے ظلم سے پکڑ کے قید خانے مین بند کر دیے گئے۔

جناب یحیی کے باقی ماندہ حالات

جناب یحیی کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو غسل توبہ دینے کے بعد وہ بیرشو کے جنگل مین چلے گئے۔ اور لوگون کو خدا کی طرف بلاتے رہتے۔ اُن کے معتقدین کا گروہ حضرت عیسیٰ سے بھی زیادہ تھا۔ اگرچہ عیسائیون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے

اگرچہ نشہ مین تھا مگر ایسی فرمایش تھی کہ سنتے ہی چونک پڑا۔ اور کہنے لگا "آدھی سلطنت
مانگ دون گا۔ مگر عین سالگرہ کے دن میرے ہاتھ سے قتل و خون
نہ کرا۔" مگر وہ خوبصورت لڑکی مچل گئی کہ لون گی تو یحییٰ کا سر ہی لون گی۔" آخر ہیروڈ انطی پاس
کے کمزور اخلاق مین ایک لڑکی کی ضد سے رخنہ پڑ گیا۔ سحر آفرین رقاصہ کے اصرار سے
مجبور و مغلوب ہوا۔ اور اُس کے حکم کے بموجب جناب یحییٰ کا سر اُس سنگدل نازنین
کے سامنے ایک چاندی کے طشت مین لا کے رکھ دیا گیا۔ جسے دیکھ کے دونون ماں
بیٹیان بہت خوش ہوئین۔

اور جناب یحییٰ کا سر کٹواتی ہے

باقی حالات حضرت مسیح

حضرت مسیح کی ہجرت۔ دار الہجرت کفرناعوم۔ آپ پھر بیت المقدس جاتے ہین۔ آپ بہت کم عمری
مین پیغمبر ہوئے۔ آپ کے الفاظ کی جاسوسی۔ خود آپ بھی ناامید ہین۔ کفرناعوم بھی چھوڑنا پڑا۔
جناب مریم کو بھی اندیشہ ہوا۔ پھر آپ بیت المقدس مین ہین۔ بیت المقدس کے منہدم
ہونے کی پیشین گوئی۔ یہودا کی دغابازی عشاء ربانی۔ گرفتاری۔ پیر توہین۔ جنانیہ قیافا۔
آپ کا جرم۔ آپ واجب القتل قرار دیے گئے۔ رومی گورنر پانطوس۔ وہ آپ کا طرفدار ہے
ہیروڈ انطیپاس۔ یہودی کی طفلانہ مزاجی۔ پھر وہی رومی گورنر کا دربار۔ یہودی آپ کا خون
اپنی گردن پر لیتے ہین۔ قتل کا فتویٰ۔

حضرت مسیح بیت المقدس سے نکلنے کے بعد پھر علاقۂ جلیل کو روانہ ہوئے
راستہ مین برابر یہودیون کے معبدون مین جاتے اور اپنے دین مبین کی تبلیغ کرتے۔ جب
آپ اس طریقے سے پھرتے پھراتے شہر ناصرہ مین پہونچے تو وہان کے لوگون مین بھی
آپ کی نسبت طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے۔ وہ آپ کا وطن تھا جہان کے لوگون نے
خاص بیت المقدس والون سے بھی زیادہ سرد مہری ظاہر کی۔ اس شہر کے لوگ آپ کے بچپن

حضرت مسیح کی ہجرت

اور آپ کے خاندان کی حالت کو بھی دیکھے ہوئے تھے لہذا اُن کے شرفا اور صاحب اثر لوگون نے کسی طرح نہ گوارا کیا کہ کسی ایسے شخص کی پیروی کرین جو ذلیل گھر مین پیدا ہوا ہو۔ اور ذلیل قسم کی زندگی بسر کرتا رہا ہو۔ الغرض آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا جس سے قریب قریب سب نبیون کو سابقہ پڑا ہے۔ آپ نے وطن کو خیرباد کہی اور بحیرۂ جلیل کے شمالی و مغربی ساحل پہ شہر کفرناحوم مین توطن اختیار کر لیا۔ اس ہجرت مین آپ کی والدہ ماجدہ اور آپ کے بھائی بھی شریک تھے۔

دار الہجرت کفرناحوم

کفرناحوم اُن دنون نہایت ہی آباد شہر تھا ہر طرف سے بڑے بڑے قافلے اُس شہر مین سے ہو کے گذرتے تھے۔ اور شام کی تجارت کی کنجی بنا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے وہان ہر زمانے مین ہر قوم و ملک کے لوگ موجود رہتے۔ ایسے عام اور چلتے مقام مین ٹھہر کے آپ خلق اللہ کی ہدایت کرتے۔ اور اپنی مسیحائی کے ثبوت دیتے تھے۔ آپ برابر اطراف و جوانب کے گاؤن مین پھرتے۔ اور اپنے شاگردون کی کشتیون مین بیٹھ کے سواحل کے تمام شہرون مین جاتے۔ لوگون کو خواب غفلت سے بیدار کرتے۔ انھین اُن کی نفس پرستیون پر لعنت ملامت کرتے۔ اور مایوس مریضون کو شفا دینے کے ذیل مین کبھی کبھی کوئی مردہ بھی زندہ کر دیتے۔

آپ پھر بیت المقدس جاتے ہین

چندروز بعد بیت المقدس کے رہنے والے ایک شخص نے جس کا نام جیروس تھا اور آپ کے معتقدین مین شامل تھا اپنی ایک ناقابل العلاج بیٹی کے اچھا کرنے کی غرض سے آپ کو بلایا۔ آپ نے کفرناحوم کو چھوڑ کے بیت المقدس کا سفر کیا۔ مگر آپ کے پہونچتے پہونچتے جیروس کی بیٹی مر چکی تھی۔ دل شکستہ باپ نے آپ کی صورت دیکھتے ہی بیٹی کا مرثیہ بنایا اور کہا "اب آپ آئے ہین جب جانے والے چلے گئے اب کیا فائدہ؟ میری بیٹی تو مر چکی" آپ نے کسی قسم کا ہراس نہ کیا۔ اور فرمایا "وہ مری نہین سوتی ہے" ظاہر ہے کہ آپ کوئی دنیاوی طبیب نہ تھے۔ بلکہ مسیحا تھے۔ چنانچہ آپ کے اندر جاتے ہی لڑکی اچھی خاصی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جب یہ خبر بیت المقدس مین پھیلی تو سب لوگ حیرت مین آگئے۔ اور آپ کو زمانہ نہایت ہی استعجاب کی نگاہون سے دیکھنے

مگر اسی ذیل مین یہودیون کا جوش مخالفت اور بھی بڑھ گیا - اور وجہ یہ ہوئی کہ انھین دنون آپ نے اپنے طرز عمل سے یوم السبت کے مُروجہ آداب کیطرف سے بے پروائی ظاہر کی تھی - جس مین آپ کے حواری مین بھی شریک تھے - آخر بنی اسرائیل کا جوش مخالفت آپ کو مجلس سنہادرین کے اجلاس کے سامنے لے گیا - جہان سخت ردو قدح کے بعد اکابر یہود نے آپ کے قتل کی کوشش کی مگر ایک طرف تو اُن کو کوئی ایسی شہادت نہ ملی جس کی بنا پر وہ آپ کو واجب القتل ٹھہراتے - اور دوسری طرف آپ کے معتقدین کا گروہ اتنا زیادہ تھا کہ اُنھین کسی بڑے ہنگامے کا اندیشہ ہوا - الغرض اُنھون نے آپ کو باضابطہ طریقے سے تو چھوڑ دیا - مگر آپ کی ضرر رسانی کی خفیہ کوششون مین مشغول ہوگئے -

آپ بہت کم عمری مین پیغمبر ہوے

ایک یہ بات بھی آپ کی مخالفت مین زیادہ جوش پیدا کراتی تھی کہ حضرت مسیح نے جس عمر مین تبلیغ شروع کی ہے وہ بلحاظ مشکلات نبوت اور پیغمبری کی ذمہ داریون کے نہایت ہی کم عمری بلکہ بچپن کا زمانہ کہا جا سکتا تھا - آپ کا سن ۳۱ × ۳۲ برس سے زیادہ نہ تھا جبکہ انسان کے دل مین جوانی کی آگ بہت تیزی سے بھڑکتی رہتی ہے - اور نو دراسیا اشتعال طبع آدمی کو بہت جلد ضبط و صبر کے دامن سے باہر نکال لے جاتا ہے - آپ اُسی زمانے مین تبلیغ پر آمادہ ہوے جبکہ یہود کی خود پرستیان اور دنیا پرستیان ہر موقع پر آپ کا دل جس مین قومی درد بھرا تھا دُکھا دیا کرتی تھین - اور اسی تکلیف کے جوش مین آکے آپ اُن کی نسبت ایسے ایسے سخت و شکست کلمات کہہ بیٹھتے تھے جن کے سننے کی اُن مین ہرگز تاب نہ ہوسکتی تھی یہ سانپو! سانپ کے بچو! اندھو!! معمولی الفاظ تھے جو آپ نے اکثر خاص مقتدا ے یہود کے منھ پر کہے - اسی قسم کے اور بھی بہت سے سخت و شکست جملے ہین جو اکثر اوقات آپ کی زبان سے احبار و مقتدایان یہود کی شان مین نکلے جن کو سُن کے وہ دل ہی دل مین پیچ و تاب کھا کے رہ جاتے تھے -

آخر آپ کے دنیا سے سفر کرنے کا موعودہ وقت قریب آگیا - یہودیون نے نیز اپنے خیال کی بعض پولیٹکل مصلحتون سے اور نیز اُس غصے کی آگ مشتعل ہو کے جو اُن کے پر کینہ

دلون مین بھری ہوئی تھی مستقل ارادہ کر لیا کہ جس طرح بنے آپ کی جان لین۔ مگر اس کے
لیے ضرورت تھی کہ واجب القتل ثابت کرنے کی غرض سے سنگین الزام آپ پر عائد کیے
جائین۔ جن کا پیدا کرنا اس وقت اُن کے اختیار مین نہ تھا۔ اس لیے کہ حکومت رومیون
آپ کے الفاظ کی جاسوسی
کے ہاتھ مین تھی۔ مگر یہود نے اسی غرض کے لیے چند جاسوس مقرر کیے اور اُن
کو ہدایت کی کہ آپ سے مِل جُل کے اور آپ کی باتین سُن سُن کے آپ کے ایسے الفاظ و خیالات
معلوم کرین جن کو پیش کر کے آپ کو قتل کی سزا دی جا سکے۔ خود بڑے مقتدا اور فریسیون مین
سے کئی شخص اس کام پر مامور ہوے۔ اور حضرت مسیح کے اقوال و افعال کا تجسس ہونے لگا۔
خود آپ بھی نا امید ہین
اب خود آپ کو بھی اپنے زوال کا یقین ہو گیا تھا۔ اور غالباً اسی وجہ سے آپ
سوز و گداز کی باتین کرتے۔ اور حواریین کو اپنے بعد کے متعلق وصیتین کرتے ہوے علاقۂ
جلیل مین آئے۔ یہان پہونچ کے آپ کو جناب یحییٰ کے مارے جانے کی خبر پہونچی۔ یہ ایسی خبر تھی
جس نے آپ کے شکستہ دل کو نہایت صدمہ پہونچایا۔ جناب یحییٰؑ کے معتقدین قریب قریب تمام ارض
یہودا مین پھیلے ہوے تھے۔ جو اپنے مقتدا کی شہادت کا حال سُن کے پہلے تو نہایت پریشان
ہوے۔ مگر آخر خود مقتول کی وصیت کے مطابق حضرت عیسیٰ کی خدمت مین آ آ کے حاضر
ہونے لگے۔ اس مین شک نہین کہ اس واقعے سے یکایک آپ کے معتقدون اور پیروون کی تعداد
بہت بڑھ گئی۔ اور آپ کے گرد عقیدت مندون کا زیادہ ہجوم رہنے لگا۔

کفرناحوم بھی چھوڑنا پڑا
آپ نے اہل ناصرہ کی مخالفت سے وطن چھوڑ کے کفرناحوم کی سکونت اختیار
کی تھی۔ اہل بیت المقدس کی دشمنی سے کبھی حرم الٰہی مین اطمینان سے نہین ٹھہرنے پاتے تھے۔ اب
یحییٰ کی شہادت کے واقعے نے علاوہ جلیل کے حاکم ہیرود انطیپاس کی طرف سے بھی دل مین
بے اطمینانی پیدا کی۔ چنانچہ اسی خیال اور خوف سے آپ نے کفرناحوم کو بھی خیرباد کہی۔ اور ضلع
جلیل کے شمالی کونے پر بیت صیدا نام ایک چھوٹے شہر مین جا کے سکونت پذیر ہو گئے۔ جو
انطیپاس کی قلمرو سے باہر تھا۔ اب آپ جہان جاتے تھے پیروون اور معتقدون کا ایک بڑا ہجوم
رہتا تھا۔ اور اسی حصۂ زمین کے لق و دق میدان مین آپ کا یہ معجزہ وقوع مین آیا کہ ایک موقع
پر آپ نے پانچ جو کی روٹیون اور دو مچھلیون سے پانچ ہزار آدمیون کا پیٹ بھر دیا۔

جناب مریم کو بھی اندیشہ ہوا

اب حضرت مسیح کے لیے ایسا نازک زمانہ تھا کہ آپ کی والدۂ ماجدہ جناب مریم اور آپ کے بھائیوں کو بھی آپ کی طرف سے خوف ہوا۔ وہ سب آپ کے لیے پریشان تھے۔ اور غالباً کبھی کبھی آپ کو اس آزادانہ تبلیغ و ہدایت اور علانیہ مخالفت یہود سے روکتے بھی ہوں گے۔ مگر آپ نے نہایت ہی مستقل مزاجی اور پیمبرانہ بے پروائی سے یہ کلمہ ارشاد فرما کے ان کی زبان بند کر دی کہ "وہ دن آگیا جب کہ دنیاوی رشتے اور قرابتیں ٹوٹ جائیں گی۔" اس کے ساتھ یہود کی مخالفت کا یہ نتیجہ بھی ظاہر ہوا کہ بہت سے لوگ آپ سے علیحدہ ہونے لگے۔ اور آپ کے معتقدین کا گروہ جو بہت بڑھ گیا تھا پھر گھٹنے لگا۔ اب آپ پوشیدہ ہی پوشیدہ مختلف مقامات میں پھرتے تھے۔ اور آپ کے مزاج میں ایک خاص قسم کا جوش تھا جو کسی آئندہ خوفناک نتیجہ کی خبر دیتا تھا۔

پھر آپ بیت المقدس میں

آخر آپ پھر بیت المقدس میں آئے۔ اور تنہائی میں اپنی دو معتقد اور خوبصورت لڑکیوں مرتھا اور مریم مگدلینی کے گھر میں گئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ ان کا بھائی لزارس مر گیا ہے۔ تو آپ نے قبرستان میں جا کے اسے بھی اپنی قوت مسیحائی سے اٹھا کے بٹھا دیا۔ ان دونوں لڑکیوں کو جن سے آپ کو خاص قسم کا تعلق تھا وہ آپ کی انتہا درجے کی معتقد تھیں۔ اور آپ جب تک بیت المقدس میں رہتے انھیں کے پاس آمد و رفت رکھتے۔ وہ آپ کے دعوے مسیحائی کو مانتی تھیں۔ اور آپ کے پاؤں میں عطر لگا لگا کے اپنے ابریشم کے سے نرم و خوبصورت بالوں سے رگڑتیں۔ ان باتوں نے آپ کے دل پر اتنا اثر ضرور کیا تھا کہ جب تک آپ ان کے گھر میں رہتے ان میں سے ایک بلکہ اکثر چھوٹی بہن مریم مگدلینی کے لیے ضرور تھا کہ آپ ہی کی خدمت میں رہے۔ اب لوگ پھر آپ کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ فریسی اور معتقدین یہودی لوگوں کا یہ رجحان دیکھ کے بہت گھبرائے۔ اور پھر آپ کے قتل کا مشورہ ہونے لگا۔ لیکن چونکہ ابھی اس وقت کے آنے میں تھوڑی سی دیر تھی لہذا آپ ان کے ہاتھ سے پھر بچ کے نکل گئے اور افرائیم نام ارض یہودا کے ایک غیر مشہور گاؤں میں ہو رہے۔

اس کے بعد پھر عید کا زمانہ آیا۔ اور باوجودیکہ بیت المقدس کا ارادہ کرنے میں

خون تصور کر کے کھا پی لیتے ہیں تو ہمیں زیادہ حجت و انکار سے تعلق نہ رکھنا چاہیے۔ اس کے بعد آپ حواریوں کو ایک جگہ چھوڑ کے زیتون کے باغ کی طرف گئے۔ رات کے اندھیرے میں خشوع و خضوع سے دعا مانگی جس میں زیادہ تر یہ تمنا تھی کہ خداوند اگر مجھے آنے والی مصیبت سے تو بچا لیتا تو اچھا تھا۔ دعا میں مشغول تھے کہ

گرفتاری و توہین ناگہاں وادی قدرون کی طرف سے مشعلوں میں رومی سپاہی اور یہودی احبار کے ساتھ بیت المقدس کے بازاریوں کا ایک بڑا گروہ آتا نظر آیا۔ اُن لوگوں کو دیکھ کر آپ کے حواری آپ کے قریب آ گئے اتنے میں یہودا اسخریوطی نے بڑھ کے آپ کا بوسہ لیا۔ جس کے ساتھ ہی سب لوگوں نے شور و غل کر کے آپ کو گرفتار کر لیا۔ یہودی در اصل آپ کو پہچانتے نہ تھے۔ اُن کو بتانے کے لیے یہودا نے یہ اشارہ مقرر کر رکھا تھا کہ جس کو میں بوسہ دوں اسی کو تم عیسیٰؑ سمجھ کے گرفتار کر لینا۔ اور یہی ہوا۔ یہودا کے بوسے کے ساتھ ہی سب نے آپ کو گھیر کے پکڑ لیا۔ آپ نے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ بلکہ خود ہی اپنے تئیں ان کے حوالے کر دیا۔ حواریوں نے لڑنے کا ارادہ کیا تھا مگر آپ نے منع کیا آپ کا یہ حکم پاتے ہی وہ سب آپ کو چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوے۔ اور ان کے بھاگتے ہی دشمن آپ کو نہایت ہی ذلت و توہین کے ساتھ طعنے دیتے ہوے شہر بیت المقدس کے اندر لے گئے۔

حنانیہ آپ کو گرفتار کر کے انھوں نے پہلے حنانیہ کے سامنے حاضر کیا جو یہودیوں کا بڑا مقتدا اور صرف دینی امور کے انتظام کا متکفل تھا۔ رات کا وقت تھا۔ حنانیہ بچھونے سے اُٹھ کے باہر آیا۔ اور آپ سے قسم قسم کے جرحی سوالات کرنے لگا۔ حضرت مسیحؑ نے جواب میں وہ الفاظ کہے جو تعظیم کے خلاف تصور کیے گئے۔ اور اُن کے پاداش میں آپ کے منھ پر تھپڑ مارے گئے۔ حنانیہ نے اس نبی معصوم کو اس طرح ذلیل کر کے اپنے داماد قیافا کے پاس بھیجا جو قوم یہود پر حاکمانہ اختیارات مجسٹریٹی رکھتا تھا۔ قیافا

قیافا کے سامنے فوراً مجلس صنہادرین نے بے وقت اور غیر معمولی اجلاس کیا اور کارروائی شروع ہو گئی۔ در حقیقت وہ عجیب مجنونانہ منظر تھا جو قیافا کے اس بے وقت

دربار میں جناب مسیحؑ کو دیکھنا پڑا۔ رات کا وقت دشمنوں کا نرغہ اور ہر طرف سے طعن و تشنیع اور لعنت و ملامت کی صدائیں۔ اس حالت میں قیافا نے آپ پر پہلا الزام یہ عائد کیا کہ ”آپ نے حرم الٰہی کے توڑ ڈالنے کی دھمکی دی تھی۔“ مگر اس کی شہادتیں بگڑ گئیں۔ اور سنگدل یہودی مقتدا دل میں ڈرا کہ کہیں آپ کو بری نہ کرنا پڑے

آپ کا جرم

جب یہ الزام سر دربار بے بنیاد ثابت ہو گیا تو قیافا نے آپ کو قسم دلا کے پوچھا ”سچ سچ بتاؤ کیا تم اپنے تئیں مسیحا اور خدا کا بیٹا بیان کرتے ہو؟“ جناب مسیحؑ نے اس کے جواب میں کہا ”ہاں“۔ بس اتنا سننا تھا کہ قیافا نے اپنے کپڑے[1] پھاڑ ڈالے اور غل مچا کے کہا ”اب اس سے بڑا کیا جرم ہو سکتا ہے! یہ تو کفر ہے۔“ آخر صنہادرین کی مجلس نے جو اس وقت قیافا کی حویلی میں اجلاس کر رہی تھی حضرت مسیح کو کافر اور واجب القتل قرار دیدیا۔

آپ واجب القتل قرار دیے گئے

اس فیصلے کے ساتھ ہی یہودی آپ پر ہر طرف سے یورش کرنے لگے۔ کوئی منہ پر تھوکتا تھا۔ اور کوئی آپ کی آنکھیں بند کر کے تھپڑ اور گھونسے مارتا۔ اور پوچھتا تھا ”اگر خدا کے بیٹے ہو تو بتاؤ کس نے مارا؟“ یہ سب توہین و حقارت ہو رہی تھی۔ مگر آپ خاموش تھے۔ اور کسی کو کچھ جواب نہ دیتے تھے۔

رومی گورنر پیلاطوس

یہودیوں کے لیے اس زمانے میں یہ بڑی بے بسی کی بات تھی کہ وہ کسی کو بغیر رومی گورنر کی منظوری کے قتل کی سزا نہ دے سکتے تھے صبح ہوتے ہی بیت المقدس کے بازاروں اور مقتدایان یہود کا بڑا بھاری گروہ آپ کے ساتھ ساتھ پیلاطوس رومی گورنر کے قصر اور قلعے کی طرف چلا اور اس کے سامنے حضرت مسیح پر یہ نیا الزام قائم کیا گیا کہ آپ نے یہودیوں کے بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور سلطنت کے باغی ہیں۔ پیلاطوس خاص جاسوس تھا

[1] مجلس صنہادرین اور یہود کا مقتدائے اعظم کسی فیصلے پر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتا تو یہود میں اس کا یہ مطلب سمجھا جاتا کہ یہ فیصلہ قطعی ہے۔ پھر نہ اس میں کسی طرح اور کبھی حالت میں ترمیم ہو سکتی اور نہ ٹالے ٹل سکتا۔

تھا۔ کہ یہودی محض حسد وعداوت سے جناب عیسیٰؑ کی جان لینے کے درپے ہیں۔ اُس

وہ آپ کا طرفدار ہے

نے حضرت عیسیٰؑ سے اتمام حجت کے لیے بالمشافہہ سوال کیا۔ اور جب آپ نے فرمادیا کہ بےشک بادشاہ ہوں مگر میری بادشاہت آسمانی ہے۔ جس کو سلطنت کی مخالفت اور جنگ جوئی سے کوئی علاقہ نہیں" تو اس کے دل کو اور اطمینان ہو گیا۔ اتفاقاً یہ عید کا دن تھا جس روز رومی گورنر یہودیوں کی ہدایت کے مطابق ایک قیدی کو آزاد کیا کرتا تھا۔ پانطیوس نے ارادہ کیا کہ اس موقع سے فائدہ اُٹھا کے آپ کو رہا کر دے۔ مگر یہودیوں نے غل مچایا۔ اور بغاوت کا جوش وخروش ظاہر کر کے اصرار کرنے لگے کہ آزاد کرتا ہے تو براباس کو آزاد کرنا چاہیے۔ براباس ایک مشہور ڈاکو تھا۔ اور وہ بھی انھیں دنوں گرفتار ہوا تھا۔ بہرتقدیر یہود نے ہر طرف سے زور وشور سے کہا کہ "وہ ڈاکو آزاد کر دیا جائے۔ اور مسیحؑ کو جس طرح بنے قتل کرنا چاہیے" پانطیوس سے اس وقت کوئی تدبیر بن نہ پڑتی تھی۔ اس کی بی بی بھی کسی خواب یا اپنی رحمدلی کی وجہ سے بار بار کہلا بھیجتی تھی کہ دیکھو خبردار مسیحؑ کو قتل نہ کرنا۔ مگر پانطیوس ڈر رہا تھا کہ آپ کے چھوڑ دینے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودی بغاوت کر دیں۔ اور دربار روم کی طرف سے مجھے الزام دیا جائے۔

ہیرودؔ انطپاس

اتفاقاً اس نے سنا کہ رسوم عید پوری کرنے کے لیے ارض جلیل کا یہودی بادشاہ ہیرودؔ انطپاس بھی یہاں آیا ہوا ہے۔ جس نے حضرت یحییٰؑ کا سر اپنی سوتیلی بیٹی کی ضد سے کٹوایا تھا۔ پانطیوس نے یہ سنتے ہی کہا "عیسیٰ ارض جلیل کے رہنے والے ہیں اس لیے ان کو اسی کے پاس لے جاؤ۔ وہ جو چاہے کرے" یہ سن کے سب لوگ اسی طرح ذلیل کرتے ہوئے آپ کو ہیرودؔ کے سامنے لے گئے۔ ہیرودؔ آپ کے اوصاف سن چکا تھا اور مشتاق تھا۔ مگر جب آپ اُس کے سامنے گئے یہودیوں کے قائم کیے ہوئے الزام سنے۔ اور اُن کا اصرار دیکھا تو خود بھی آپ کے خلاف ہو گیا اور خصوصاً اس چیز نے اسے اور برہم کر دیا کہ اس نے آپ سے معجزہ طلب کیا اور

آپ نے اس کے بجا لانے سے قطعاً انکار کر دیا۔

یہود کی طفلانہ مزاجی

اب یہود کی طفلانہ مزاجی نے یہاں یہ کرشمہ دکھایا کہ آپ کو بادشاہوں کی طرح ارغوانی کپڑے پہنائے گئے۔ سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا۔ ہاتھ میں عصائے سلطنت کی جگہ ایک نرکل دے دیا گیا۔ اور سبھوں نے غل مچایا کہ "ذرا یہودیوں کے بادشاہ کو دیکھنا"۔ یہ وضع بنا کے آپ کی طرح طرح کی ذلتیں کی گئیں۔ کوئی گالیاں دیتا۔ کوئی منہ پر تھوکتا۔ اور ایک شخص نے وہ نرکل ہاتھ سے چھین کے آپ کو اسی سے پیٹنا شروع کر دیا۔ آخر ہیرودؔ نے بھی کوئی خاص فیصلہ کرنے سے انکار کیا اور کہا "ان کا فیصلہ کرنے کو پانطیوس ہی سے کہو"۔ اور لوگ کوڑے مارتے ہوئے آپ کو دوبارہ اُس رومی سردار کے سامنے لے گئے۔

پھر وہی رومی گورنر کا دربار

پانطیوس کو جب معلوم ہوا کہ یہودی پھر اسی بے گناہ شخص کو دروازے پر لیے کھڑے ہیں تو نہایت ہی برہم ہو کے غضب آلود چشم و ابرو کے ساتھ باہر آیا۔ اور سب سے کہنے لگا "آخر کس جرم پر میں اس شخص کو قتل کی سزا دوں؟" کہا گیا کہ "یہ باغی ہے اور قیصر کے مقابلے میں بادشاہی کا دعویٰ کرتا ہے"۔ اس پر چڑھ کے پانطیوس بولا "باغیوں کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے؟ ایسے مدعی سلطنت کو مجنون کے سوا کوئی ذی ہوش باغی نہیں کہہ سکتا"۔ اب یہود کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔ مگر سب نے ایک ساتھ چلا کے غل مچایا "مگر جس طرح ہو اسے قتل ہونا چاہیے"۔ پانطیوس جب بالکل

یہودی آپ کا خون اپنی گردن پر لیتے ہیں

مجبور ہوا تو اس نے پانی منگوا کے اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا "میرے اس ہاتھ دھونے کا یہ مطلب ہے کہ اس بے گناہ کے قتل سے میں اپنے آپ کو علیحدہ کرتا ہوں۔ اس کا خون فقط تمہارے سر ہوگا"۔ سب نے با آواز بلند کہا "ہاں ہاں ہم اس کا خون خوشی سے اپنے اور اپنی اولاد کے

قتل کا فتویٰ

سر پر لیتے ہیں۔ آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے"۔ اس [illegible] کے بعد پانطیوس نے برابّاس کو چھوڑ دیا۔ اور حضرت مسیح کے [illegible] مصلوب کرنے کا حکم دے دیا۔

باب ہفتم

مصلوبیت مسیح کی حقیقت اور یہود کے الزامات

اُس زمانے میں قتل کا طریقہ - آپ کے عوض شمعون قرینی پر صلیب لادی گئی - آپ مصلوب ہوئے - صلیب پر لٹکا کر آپ کا [illegible] - آپ کے انجام کی نسبت قرآن کا بیان - قرآن کا بیان تاریخی تحقیق کے درجے سے بالا ہے - قرآن کے مؤید قرائن - آپ کی صورت کے متعلق یہود کو ہمیشہ اشتباہ ہوتا تھا - قتل گاہ میں جس کے سر پر صلیب تھی وہ دوسرا شخص تھا - مصلوب کرنے والے رومی تھے - اور وہ یہود میں امتیاز نہ کر سکتے تھے - عید کی جلدی - یہ ظن غالب شمعون مصلوب ہوا - مصلوب شخص میں مسیح کی سی خدا شناسی بھی نہ تھی - نہ مصلوب ہونے کی فضیلت - مسیح ایک یہودی کی نظر میں - یہودیوں کے الزامات - ان کی صحبت معجزات کو شیطان کی طرف منسوب کرنا [illegible] - [illegible] کی خلاف بیانی جو تورات کی [illegible] - یہ اعتراضات [illegible]

ان دونوں روایتوں کی تردید میں مصلوب کرنے کا عام رواج تھا - اور جیسے اس زمانے میں قتل کا طریقہ قتل کرنا ہوتا اس کی جان - اس طرح لی جاتی کہ مجرم کو ایک بلند صلیب پر لٹکا دیتے - پلاطوس کے حکم کے ساتھ ہی آپ پر پھر کوڑے پڑنے لگے - اور یہودی کا غضب کردہ مصلوب کرانے کے لیے آپ کو قتل گاہ کی طرف لے چلے - یہ بھی قاعدہ تھا کہ جس کسی کو صلیب پر لٹکانا ہوتا خود اُسی کی پیٹھ پر لادتے صلیب اُس مقام تک پہونچائی جاتی جہاں اُسے مصلوب کرنا ہوتا - اس قاعدے کے مطابق حضرت عیسیٰ بھی باوجود ناتوان و نحیف الجثہ ہونے کے ایک بڑی بھاری صلیب کو اپنی پیٹھ پر لاد کے لے چلے جس کے بوجھ سے کئی مرتبہ راستے میں گر گر پڑتے - اور جسم مبارک کئی جگہ زخمی ہو گیا - یہ حالت تھی مگر ان ناخدا ترسوں کو رحم نہ آتا تھا - آخر جب دیکھا کہ صلیب آپ سے چل ہی نہیں سکتی

تو شمعون قریونی نام ایک دہقانی یہودی کو جو رسوم عید بجا لانے کے لیے شہر مین آیا ہوا تھا بے گار پکڑ لیا۔ اور اس کی پیٹھ پر لدوا کے آپ کی صلیب کو قتل گاہ مین لے گئے۔ قتل کے وقت آپ کے جسم سے سرخ لباس اتار کے پھر وہی آپ کے پہلے کپڑے پہنا دیے گئے۔ اور مصلوب کرنے کی تیاریان ہونے لگین۔ اسی دن اور اسی وقت دو ڈاکو چورون کو بھی مصلوب کرنا تھا۔ لہذا برابر برابر تین صلیبین کھڑی کی گئین۔ بیچ والی پر حضرت عیسیٰؑ کو اور ادھر ادھر داہنے بائین پر دونون چورون کو لٹکا دیا

آپ کے عوض شمعون قریونی پر صلیب لادی گئی

آپ مصلوب ہوے

ہاتھون پاؤن مین میخین ٹھونک دی گئین۔ اور وہ خدا کا خاص پیغمبر اپنی قوم اور اپنی امت کے ہاتھ سے اس مظلومی کے ساتھ نذر اجل کیا گیا۔ یہ تمام کام بہت جلد مین کیے گئے۔ اس لیے کہ سب کو رسوم عید مین شریک ہونے کی جلدی تھی۔ اور ہر شخص عجلت کر رہا تھا کہ جس طرح ہو سکے مجرمون کو مصلوب کرکے واپس روانہ ہو۔

صلیب پر لٹک کر آپ کا ہراس

عیسائیون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلوب ہونے کے قبل آپ سے نہایت ہی ہراس ظاہر ہوا۔ آپ انتہا سے زیادہ پریشان تھے۔ دم نکلنے سے پیشتر آپ کی زبان سے جو آخری جملہ نکلا وہ یہ تھا کہ "اے خدا۔ اے خدا تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا؟"

آپ کے انجام کی نسبت قرآن کا بیان

یہ جتنے واقعات بیان کیے گئے سب عیسائیون کے خیالات اور ان کے معتقدات اور روایات کے مطابق ہین۔ ہم بتا چکے ہین کہ آپ کے حالات زندگی کے بارے مین سوا مسیحیون کے اور کسی قوم کے مورخون سے کچھ حالات نہین معلوم ہو سکتے۔ مگر ہان آپ کی مصلوبیت کے متعلق قرآن پاک کی سچی اور معصومانہ شہادت سے جو واقعات معلوم ہوتے ہین وہ عیسائیون کے بیان کے بالکل خلاف ہین۔ عیسائیون کی تمام انجیلین اس امر پر متفق ہین کہ آپ ہی مصلوب کیے گئے۔ مگر قرآن مجید کہتا ہے "وما قتلوہ وما صلبوہ" یعنی نہ تو یہود نے آپ کو قتل کیا۔ اور نہ صلیب پر لٹکایا "ولکن شبہ لہم" بلکہ اُن لوگون کو دھوکا ہو گیا۔ اسی شہادت قرآنی کی بنا پر مسلمانون کا

علی العموم یہ عقیدہ ہے کہ دوران مقدمے مین خدا نے آپ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا اور ایک یہودی شخص کی صورت بالکل آپ کی سی بنادی۔ اور آپ کے دھوکے مین لوگون نے اُسے لے جاکے مصلوب کردیا۔ خلاصہ یہ کہ مسلمانون کے نزدیک خدا نے اپنے اُس معصوم پیغمبر کے لیے یہ توہین نہین گوارا کی اور اُسے زندہ اپنے پاس بلالیا۔ اور جس شخص کو ان لوگون نے مصلوب کیا وہ مسیح نہین۔ بلکہ ایک یہودی تھا۔ جسے آپ کی عداوت کے پاداش مین یہ سزا بھگتنی پڑی۔

قرآن کا بیان تاریخی تحقیق کے درجے سے بالا ہے

قرآن کا یہ ایسا فیصلہ ہے جس کے متعلق کسی قسم کی تاریخ و تحقیق سے کام نہین لیا جا سکتا۔ اور نہ عیسائیون کو نزول قرآن سے پیشتر اس سے ناواقف رہنے پر الزام دیا جا سکتا تھا۔ اس امر کو صرف خدا ہی جان سکتا تھا کہ مصلوب درحقیقت مسیح بن مریم ہوے یا کوئی اور شخص۔ اور پھر جب خدا ہی نے بتایا تو دنیا کو یہ راز معلوم بھی ہوا۔

قرآن کے موئد قرائن

لیکن اگر غور سے دیکھا جاے اور آپ کی زندگی کے حالات پر غائر نظر ڈالی جائے تو قرآن پاک کا یہ بیان واقعات متذکرہ اناجیل کے خلاف نہین معلوم ہوتا۔ حضرت مسیح کا یہ معجزہ اکثر دیکھا گیا تھا کہ مخالفون خصوصاً مقتدایان یہود کے بھرے دربار سے آپ یکایک غائب ہو گئے۔ اور کئی مرتبہ اسی طرح آپ کو اُن کے ہاتھ سے نجات

آپ کی صورت کے متعلق یہود کو ہمیشہ اشتباہ ہوتا تھا

ملی تھی۔ باوجودیکہ بارہا رد و بدو بحث و مباحثہ اور رد و قدح کی نوبت آچکی تھی مگر آخر تک وہ آپ کو پہچان نہ سکتے تھے۔ جب پچھلی مرتبہ آپ کے حواری یہودا کی نشان دہی سے آپ کو گرفتار کیا ہے تو اس وقت بھی اگرچہ رومی سپاہیون کے ساتھ مقتدایان یہود بھی موجود تھے مگر کسی کو اپنی نسبت اس بات کا پورا اطمینان نہ تھا کہ ہم پہچان لین گے۔ چنانچہ اسی سبب سے یہودا نے یہ نشانی قرار دی تھی کہ جس کا مین بوسہ لون اسی کو سمجھ لینا کہ مسیح ہے۔ اس سے صاف اور یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ وہ لوگ آپ کو اچھی طرح پہچانتے ہی نہ تھے۔ اور اگر کبھی دیکھا بھی پاتے تو آپ کی معجزے اور خدا کی مہربانی سے بھول جاتے تھے

قتل گاہ مین جس کے سر پر صلیب تھی وہ دوسرا شخص تھا

اب اسکے ساتھ اس واقعے کو ملاؤ کہ راستے مین جناب مسیح کو نہایت سے زیادہ ناتوان دیکھ کے لوگون نے شمعون قرینی کو بیگار پکڑ لیا۔ اور آپ کی پیٹھ پر لدوا کے لے چلے۔ اس کے ساتھ حسب رواج زمانہ ہر شخص کے دل مین یہ خیال قائم تھا کہ جو شخص صلیب کو پیٹھ پر لاد کے لاے وہی مجرم ہے اور وہی اس صلیب پر لٹکایا جاے گا۔

مصلوب کرنے والے رومی تھے اور وہ یہود مین امتیاز نہ کر سکتے تھے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اُن دنون مجرم کو صلیب پر لٹکانا خاص رومی سپاہیون کا کام تھا۔ اور وہی اپنی حراست مین صلیب لدوا کے قتل گاہ تک لے گئے تھے۔ اور وہان پہونچ کے اُنھین لوگون نے اس بے رحمی و سنگدلی کے کام کو انجام دیا۔ رومی سپاہیون کی حالت ارض مقدس مین بعینہٖ ایسی تھی جیسی یورپ مین گورون کی ہمارے یہان ہے۔ یعنی جس طرح اُن کے حلیے ہندوستانیون کی نظر مین ویسے نہ اور بہت کم شخص ہوتے ہین اسی طرح ہندوستانیون کے حلیے ان کی نظر مین بہت ہی کم مشخص ہوتے ہین۔ اور ایک شخص کو بیس دفعہ دیکھنے کے بعد بھی وہ بھول جاتے ہین اور نہین پہچان سکتے۔ لہٰذا وہان کے رومی سپاہیون سے یہ امید کرنا کہ جس شخص کی نسبت پائلطوس نے مصلوب کرنے کا حکم دیا تھا اس کے خط و خال اُن کے دل مین نقش ہو گئے تھے اور قتل گاہ مین پہونچ کے وہ پہچان سکتے تھے کہ جس شخص کے سر پر صلیب لدی ہوئی ہے وہ اصلی ملزم نہین۔ بلکہ ملزم فلان شخص ہے بالکل خلاف قیاس ہے۔

ان دو باتون کے بعد پھر اس امر کا بھی خیال کرو کہ وہ عید کا دن تھا۔

عید کی جلدی

مذہبی اور مقررہ رسوم کے بجا لانے مین دیر ہو رہی تھی۔ اور ہر شخص جلدی کر رہا تھا کہ کسی طرح یہ کام ختم ہو نے تو حرم آلہی اور مسجد اقصیٰ کا ارادہ کرین۔

بہ ظن غالب شمعون مصلوب ہوا

ان تمام معاملات کے یکجا کرنے کے بعد بعید از قیاس نہ ہوگا کیسا بہ ظن غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ راستے مین صلیب کے پیچھے سے اتارے جانے ہی

آپ اپنے قدیم معجزے کے مطابق غائب ہو گئے۔ اور اُن لوگوں نے آپ کے دھوکے میں بے دیکھے بھالے اور بغیر زیادہ تجسس کیے شمعون قریونی کو صلیب پر لٹکا دیا۔ تاریخی شہادتوں اور اُس وقت کی حالت کے لحاظ سے ان تمام واقعات کے ملانے کے بعد جو بات ہمارے قیاس میں آتی ہے وہ بظاہر اسی قرآنی شہادت کی موئد ہے کہ "مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ"۔

مصلوب شخص میں مسیح کی سی خدا شناسی بھی نہ تھی

قطع نظر اس کے اناجیل کے بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مصلوب ہونے کے وقت آپ پر انتہا سے زیادہ خوف و مایوسی کے آثار نمایاں تھے جن کے اثر سے خدا کی شکایت کا کلمہ بھی آپ کی زبان سے نکل گیا۔ ہم آپ کے حالات کو اول سے آخر تک دیکھتے رہے ہیں جس جرأت سے آپ نے بیت المقدس کے اندر کا بازار الٹ دیا۔ جس طرح یک بینی و دو گوش ایک خلقت کی مخالفت آپ پر آمادہ ہو گئی۔ جیسے جیسے سخت الفاظ قتل کا اقتدار رکھنے والے مقتدایان یہود کی نسبت اُن کے منہ پر آپ کی زبان سے نکلے۔ اور جس استقلال سے آپ نے اپنی خدا ترس ماں سے فرمایا کہ "آپ تمام دنیاوی رشتے منقطع ہو جائیں گے"۔ ان سب باتوں کا یہ تقاضا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مرتے وقت آپ خدا کی شکایت کر بیٹھتے۔ مصلوب شخص کی زبان سے اس خداوند جل و علا کی شکایت نکلی۔ جو ایک معصوم پیغمبر کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ بیشک وہ مسیح نہ تھا۔ اور کوئی ایسا ہی کم ظرف تھا کہ آئندہ کا وقت آتے ہی بے صبری سے چیخ اُٹھا۔ اور اپنے عقیدے اور دین تک کو بھول گیا۔ اس موقع

مصلوب ہونے کی فضیلت

پر ایک یہ بھی لطف خیال ظاہر کر دینے کے قابل ہے کہ عیسائی اور مسلمان دونوں جناب مسیح کو زندہ سمجھ رہے ہیں۔ مگر ہمارے عیسائی دوست اگر غور کریں گے تو معلوم ہو گا کہ اس زندگی میں جسے موت سے کبھی سابقہ ہی نہ پڑا ہو اور اُس زندگی میں جو تین دن کی موت کے بعد نصیب ہوئی ہو کیا اور کتنا فرق ہے۔ مرنے کے بعد زندگی کا لقب حاصل کرنے والے بہت ہیں۔ شہدا اولیا۔ انبیا۔ سب کو وہ مبارک زندگی حاصل ہے۔ مگر وہ سب سے ممتاز اور دست برد فنا سے

بچی ہوئی زندگی جو مسیح بن مریم کو حاصل ہے اور جس کے اعتبار سے وہ اپنے تمام ہم رتبہ لوگوں میں ممتاز ہیں اسکو مسیحی اپنے پیغمبر کو خدا بنا کے اُس سے چھینتے ہیں - اور نہیں خیال کرتے کہ اس ناموس الٰہی کی کتنی بڑی فضیلت اُن کی جہالت کے ہاتھوں مٹی جاتی ہے -

مسیح ایک یہودی کی نظر میں

اس وقت تک ہم نے جناب مسیحؑ کو ایک عیسائی اور ایک مسلمان کی آنکھوں سے دیکھا - اب اگرچہ گستاخی ہے مگر تاریخی ضرورت مجبور کر رہی ہے کہ آپ کو ایک یہودی کی نظر سے بھی دیکھ لیں - اس قدر تو ہم مجملاً بتا چکے ہیں کہ آپ کو وہ بہت ہی بڑا اور انتہا سے زیادہ بدکار اور بدکاری کا نتیجہ خیال کرتے ہیں - آپ کی ماں کو (معاذ اللہ)

یہودیوں کے الزامات

زانیہ اور آپ کو (نقل کفر کفر نباشد) ولد الزنا بتاتے اور گالی دینے کے موقع پر اگر مرد ہو تو اُسے عیسیٰ اور عورت ہو تو اُسے مریم کہتے ہیں آپ کے

بُروں کی صحبت

چال چلن پر اُن کا بہت بڑا اور دعوے کا اعتراض یہ ہے کہ آپ شریف اور متقی لوگوں سے بہت کم ملتے تھے - اور جتنے لوگوں سے آپ سے صحبت تھی اُن میں سے اکثر زانی اور بدکار تھے - مرتھا اور اُس کی بہن مریم کی نسبت وہ کہتے ہیں کہ یہ بیت المقدس کی دو بازاری عورتیں تھیں اور زناکاری و بدکاری پر اپنی اوقات بسر کرتی تھیں جن سے جناب عیسیٰ سے بے انتہا خلا ملا تھا - ہم بحیثیت مسلمان اس واقعہ کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کیے جا سکتے - مگر شرم و ندامت سے بیان کرتے ہیں کہ عیسائیوں میں سے بعض بہت بڑے اور مستند لوگوں نے مرتھا اور مریم کا یہ شرمناک چال چلن تسلیم کر لیا ہے -

معجزات کو شیطان کی طرف منسوب کرنا

اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ آپ کے بعض خوارق عادات کے یہودی بھی معترف تھے - مگر اُنھوں نے ان باتوں کو کسی معجزہ یا خداشناسی کی علامت پر نہیں محمول کیا بلکہ کہتے ہیں کہ شیطانوں کا بڑا بادشاہ "بعل زبول" (جس کے قائم مقام ہماری زبان اور ہمارے ملک میں کالی کلکتہ والی اور لوناچماری وغیرہ خیال کی جا سکتی ہیں) آپ کا مدد و معاون تھا - اور اسی کی مدد سے آپ نے بعض اوقات چند

لوگون کو متحیر کر دینے والے کرشمے دکھا دیے۔

مخالفت شرع اِن باتون کے علاوہ یہ عام الزامات تھے کہ آپ شرع کے خلاف کارروائیان کرتے۔ دین موسوی کی علانیہ توہین جائز رکھتے۔ قوم کے مقتداؤن اور دینداروں کو سخت و شست کلمات کہتے۔ اور یوم السبت کی بے وقعتی کرتے تھے۔

مسیحیت سے انکار آپ کے مسیحا ہونے سے اُن کو قطعاً انکار تھا۔ اور اس سے بھی انکار کرتے تھے کہ جناب یحییٰ نے آپ کے لیے بشارت دی یا آپ کے تابع فرمان ہو گئے اس لیے کہ وہ یحییٰ کو پیغمبر تو نہین مگر بہت اچھا اور نیک نفس بزرگ اور صاحب باطن ولی تسلیم کرتے ہین۔ اور کہتے تھے کہ انھون نے مسیح کی تائید مین کوئی کلمہ زبان سے نہین نکالا۔ سب سے زیادہ حیرت کی یہ بات

انجیل کی خلاف بیانی ہے کہ انجیل کے ایک بیان سے بھی یہود کے اس خیال کی تائید ہوتی ہے انجیلون مین ایک جگہ تو یہ لکھا ہے کہ مسیح جب بپتسما لینے کو آئے تو یحییٰ نے کہا یہی وہ بھیڑ ہے جو آدمیون کا گناہ لے جانے گی۔ اور آپ کی آسمانی بادشاہت اور مسیحیت کو تسلیم کر لیا۔ مگر ایک دوسرے مقام پر یہ بھی مذکور ہے کہ اس واقعے کے بعد حضرت یحییٰ نے اپنے شاگردون کو جناب مسیح کے پاس بھیجا اور دریافت کرایا کہ کیا حقیقت مین آپ ہی مسیحا ہین؟ اگر صورت دیکھ کے پہلے ہی دفعہ اُنھون نے آپ کو مسیح موعود مان لیا تھا تو پھر دوبارہ پوچھوانے کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی؟ انجیلون کی اس اختلاف بیانی نے درحقیقت مسیحیون کے بہت بڑے معتقد علیہ مسئلہ کو بگاڑ دیا۔ اس سے صرف یہودیون ہی کو اعتراض کا موقع نہین ملتا بلکہ مسیح کی پیمبرانہ زندگی کا یہ پہلا اور اہم واقعہ کہ آپ نے بپتسما لیا اور اس کے ساتھ ہی آسمان سے روح القدس کبوتر کی وضع مین اترا۔ اور آواز آئی "یہی ہے میرا عزیز فرزند" شک مین پڑ کے ساقط الاعتبار ہوا جاتا ہے۔

جیورس کی بیٹی کے زندہ کرنے کی تاویل یہ معجزہ کہ جیورس کی بیٹی کو آپ نے زندہ کر دیا اس کی مخالفت مین یہودی ایک عجیب قسم کا استدلال پیش کرتے ہین۔ جب جیورس نے حضرت مسیح کو اپنی بیٹی کے مر جانے کی خبر سنائی تھی اس وقت آپ نے فرمایا تھا کہ

وہ مری نہیں سوتی ہے۔" انھیں الفاظ کی گرفت کر کے یہودی کہتے ہین "خود عیسیٰ تو یہ کہتے ہین کہ وہ سوتی تھی۔ پھر اب عیسائیون کو اس کے مردہ سمجھنے کا کیا حق حاصل ہے؟" وہ کہتے ہین کہ وہ لڑکی دراصل مری نہ تھی۔ باپ کو دھوکا ہو گیا تھا جس کی غلطی کو حضرت عیسیٰ نے وہان پہونچتے ہی ظاہر کر دیا۔

لزارس کے زندہ کرنے کا واقعہ

آپ کا سب سے بڑا معجزہ لزارس کا زندہ کرنا ہے جسے جناب مسیحؑ نے قبرستان مین جا کے اور قبر مین اتر کے زندہ کیا۔ اس کی نسبت اُن کا خیال ہے کہ لزارس اور اس کی دونون بہنون مرتھا اور مریم سے اور آپ سے سازش تھی۔ عوام کو دھوکا دینے کے لیے لزارس نے حبس دم کی مشق بہم پہونچائی تھی۔ جب اس کی اچھی طرح مہارت ہو گئی تو سانس روک کے لیٹ گیا۔ دونون بہنون نے سر پیٹ پیٹ کے اور چلا چلا کے سارے محلہ کو سر پر اٹھا لیا۔ اور اُسے قبر مین لے جا کے رکھ دیا۔ اس کے بعد جب حضرت عیسیٰ تمام لوگون کے ساتھ جا کے قبر مین اُترے تو اُن کے پہونچتے ہی اس نے سانس لینا شروع کر دی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

یہ اعتراضات بعد بنائے گئے ہین

الغرض یہودیون کے اس قسم کے اعتراضات ہین جو صاف بتا رہے ہین کہ وہ ایک کے سوا سب کے سب بعد اور اس وقت بنائے گئے ہین جب عیسائی پوری قوت کے ساتھ اُن کے مقابلے مین کھڑے ہوے اور انھین تردید کی ضرورت پیش آئی۔ ہم سمجھتے ہین کہ اگر حضرت عیسیٰ کی مسیحیت کی تبلیغ و دعوت کے لیے آپ کے بعد ایک خاص گروہ استقلال و جوش سے نہ اٹھ کھڑا ہوتا تو یہودیون کی کتابون مین حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ واقعات بھی نہ مندرج ہوتے۔

باب ہشتم

دین مسیحی کی ترقی و کامیابی کے اسباب

آپ کے بعد حواریین کی حالت۔ حضرت مسیح اپنے دین کو نا تمام چھوڑ گئے تھے۔ مسیحیت کی اشاعت و کامیابی کے چھ اسباب۔ پہلا سبب۔ دین یہود سے مسیحیت کا فائدہ اٹھانا

دوسرا سبب دین مسیحی کی آسانی و وسعت۔ تیسرا سبب۔ پہلے مسیحیون کی بے ریائی۔ چوتھا سبب زندگی اخروی کا یقین۔ پانچوان سبب۔ عیسائیون کا اتفاق باہمی۔ چھٹا سبب۔ کرامات و خوارق عادات۔ مسیحیت مین دنیا کے تمام مذاہب سے زیادہ ضعیف الاعتقادیان ہین۔ روح القدس کے سر پہ آنے کی شان۔ روح القدس کا آنا۔ یونانیون کے مذاق کے مطابق تھا۔

آپ کے بعد حوارین کی حالت

حضرت مسیحؑ کے بعد چند معدودا ور گنتی کے لوگ جو آپ کے ساتھ رہتے اور آپ پر ایمان لائے تھے سب ایسے پریشان ہوے کہ بیت المقدس چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوے۔ اور قریب تھا کہ دین مسیحی کا نہین پر خاتمہ ہو جاے۔ مگر خدا کی مرضی مین تھا کہ یہ مبارک دین جو قدیم شریعت یہود کا ناسخ اور موجودہ اغراض و مذاق زمانے کے موافق تھا ترقی کرے۔ اور زمین کے ہر کونے تک پہونچ جائے۔ بیت المقدس سے ایک ہی دن کے راستے پر گئے تھے۔ کہ حوارئین کو اپنے راست باز اور مخبر صادق مقتدا و استاد کی زندگی یاد آئی انھون نے خیال کیا کہ زمانے کی مخالفت اور عام سربرآوردہ لوگون کی عداوت کو حضرت مسیح کس بے پروائی کی شان سے ٹالتے تھے۔ بہر تقدیر نور ایمان اُن کے دلون مین چمکا اور وہ پھر بیت المقدس مین آئے اور آمادہ ہو گئے کہ جس امر عظیم کی بنیاد حضرت مسیحؑ نے ڈالی تھی۔ اُسے تکمیل کو پہونچائین۔

حضرت مسیح اپنے دین کو ناتمام چھوڑ گئے تھے۔

لیکن جس دین اور جن اصول کی تکمیل کے لیے وہ آمادہ ہوے تھے وہ بظاہر اسباب ابھی تک بالکل ناکمل نظر آتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کو تبلیغ اور ہدایت خلق اللہ کی بہت ہی تھوڑی مہلت ملی تھی۔ صرف تین سال کے اندر بعثت نبوت تبلیغ اور شہادت یا غیبت جو سمجھیے سب باتین ختم ہو گئین سوا اُن چند موقعون کے جب آپ نے مقتدایان یہود سے مباحثہ کیا یا اُن خاص اوقات کے جب آپ کسی مجمع مین کھڑے ہو کے پند و نصائح کا دروازہ کھول دیا اور کوئی ایسا

ع۔ عیسائیون کا اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح نے ان پر ظاہر ہو کے اُنھین کامیابی کی بشارت دی اور تاکید کی کہ خبردار بیت المقدس چھوڑ کے نہ جانا۔ دیکھو اعمال حوارئین کتاب عہد جدید۔

دستور العمل نہیں مل سکتا تھا جس کی پابندی میں کوئی خاص شریعت عیسوی قائم کی جاسکتی۔ اس دین کو حضرت مسیح یہاں تک ناتمام چھوڑ گئے تھے کہ کوئی خاص طریقۂ عبادت بھی آپ نہیں تعلیم کرنے پائے تھے۔ آپ کی نبوت کی زندگی صرف مروجہ اور حد سے گذرے ہوئے رسوم و قیود کے توڑنے ہی میں صرف ہوگئی تھی لہذا ابتدائی عہد کے مسیحوں نے جب آپ سے چھوٹنے کے بعد غور کیا اُن کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس خدائے واحد ذوالجلال کی پرستش کریا ہے تو کیونکر کریں۔

مسیحیت کی اشاعت وکامیابی کے چھ اسباب اس نقصان کے دفع کرنے کے لیے اگرچہ ابتدائی عہد کے مسیحوں کو بار بار کسی جن یا بھوت کی طرح روح القدس کو اپنے سر پر بلانا پڑتا تھا مگر سچ یہ ہے کہ عیسویت کی کامیابی و ترقی کا اصلی سبب یہی چیز ہوئی درحقیقت اس دین کی عام ترقی ور واج کے چھ سبب ہوئے (۱) دین یہود کا عام دنیا میں پھیلا ہونا اور اُن کے آئین و اصول مذہبی کا اس وقت کے تمام مہذب ممالک میں حیرت سے دیکھا جانا (۲) مسیحی مذہب کا آسان اور اس قابل ہونا کہ ہر ملک اور ہر قوم کے رسم و رواج کے سانچے میں ڈھل جائے (۳) ابتدائے زمانے کے عیسائیوں کی خالص دینی زیادہ الٰہیت اور اُن کے اخلاق و عادات کا مستقل اور غیر متغیر ہونا (۴) آیندہ زندگی کا کامل اور ابدی یقین (۵) عیسائیوں کا باہمی اتفاق اور (۶) ابتدائی کلیسا اور پہلے دور کے مسیحیوں کے کرامات و خوارق عادات جو اس دنیا اور اس زمانے کے دل پر بہت بڑی گرفت رکھتے تھے۔

پہلا سبب دین یہود سے مسیحیت کا فائدہ اٹھانا پہلا سبب اس لیے کہ یہودی بابل کی واپسی اور یونانیوں سے ملنے جلنے کے بعد جب اقطار ارض میں پھیلنا شروع ہوئے تھے تو ہر ملک اور ہر قوم نے انھیں نہایت ہی حیرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ ہر جگہ وہ ایک عجیب اور اُس کے ساتھ پسندیدہ قوم نظر آتے تھے بت پرست متحیر تھے کہ یہ کس سختی اور اہتمام سے اپنے مذہب کی ادنی ادنی رسم کو برتتے ہیں۔ اُن کا

خدا بتوں کے مقابل میں کس قدر اچھا اور دل پر گرفت کرنے والا ہے۔ مسجد اقصیٰ کی جو وقعت یہودیوں کے دل میں نظر آتی تھی۔ ویسی وقعت کا پتہ اپنے کسی مندر اور بت خانے کی نسبت بت پرستوں کو اپنے دل میں نہیں لگتا تھا۔ پھر اس کے ساتھ یہود کا خودداری اور خودپسندی کا غرور اور اپنے منتخب و برگزیدۂ بارگاہ لم یزلی ہونے کا دعوے۔ ہر مخالف کے خیال میں اُن کو اس قدر معزز ثابت کرتا تھا کہ اکثر غیر مذہب والے اُن پر حسد کرتے تھے۔ مذہب یہود کی اس دنیا اور اس زمانے کی دیگر اقوام میں وہی حیثیت تھی جو جاہلوں میں کسی تعلیم یافتہ کو یا موجودہ زمانے کے ضعیف الاعتقادوں میں نئے خیال کے محققوں کو حاصل ہے کہ مخالفین برا بھی کہتے ہیں اور اس کے ساتھ دل میں اُن پر حسد بھی کرتے ہیں۔ الغرض مذہب یہود کی خوبیوں نے قریب قریب ساری دنیا کو اپنا فریفتہ تو ضرور بنا لیا تھا۔ لیکن اس بات کے راستے اور دروازے کلیتہً بند تھے کہ کسی غیر قوم کا کوئی شخص غیراسرائیلی حق پسند اس مذہب میں شامل ہو سکے مسیحیت ابتداءً خاص ارض یہود و مسجد اقصیٰ سے اور ایک یہودیوں ہی کے فرقے کی شان سے نمودار ہوئی اور سب کو کیا بت پرست اور کیا ملحد کیا عالم اور کیا جاہل۔ کیا برا اور کیا بھلا۔ خلاصہ یہ کہ ساری خدائی کو اپنی طرف بلانے لگی۔ عام دنیا کے خیال میں یہ کوئی نیا مذہب نہیں جاری ہوا تھا بلکہ غیر قوموں کے لیے مسجد اقصیٰ کے حرم میں داخل ہونے کا دروازہ کھلا تھا۔ یا یوں کہا جائے کہ بنی اسرائیل کے عام پسند خدا کے ماننے کا ایک ذریعہ پیدا ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں جہاں جتنے لوگ یہودیوں کے دین کو پسند کر رہے تھے اور اِن حق پرستوں کی ادا اُن کو بھا گئی تھی وہ سب یہودی بننے کے دھوکے میں عیسائی ہونے لگے۔ اور یہودیت اور ملت موسوی کی تمام خوبیوں سے دین مسیحی نے فائدہ اٹھا لیا۔

دوسرا سبب دین مسیحی کی آسانی وسعت

دوسرا سبب دین مسیحی کا آسان ہونا اور ہر قوم و ملت کے مذاق کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ درحقیقت یہی سب سے بڑی دلکشی اور دلفریبی تھی جس نے ہر قوم کے لوگوں کو جناب مسیح کے ماننے کی طرف کھینچا۔ اس آسانی

وتغیر پذیری کا اصلی باعث وہی تھا جو ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ حضرت مسیح کو یہودیون کی بُری رسوم کے توڑنے سے ابھی اتنی فرصت ہی نہین ملی تھی کہ اپنے متبعین کے لیے کوئی خاص عقائد اور خاص شریعت جاری کرتے۔ وہ کفر و بدتمیزی کا زور توڑتے ہی توڑتے دنیا سے رخصت ہوگئے۔ پھر جب ایسے عقائد و شرائع کے بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اُس وقت مختلف مذاق و خیال کے لوگ مسیحیت مین شامل ہو کے خود اس دین کے مالک بن گئے تھے۔ اور اپنے اغراض و خیالات کے مطابق انھون نے جیسی ترمیم چاہی کر لی۔ اگرچہ پراٹسٹنٹ مذہب بھی اُس خالص توحید کو نہین پا سکا جس کا مکمل اور سچا نمونہ دین اسلام نے ظاہر کر دیا تھا۔ لیکن مسیحیت کے اس آخری ریفارم (اصلاح) سے قطع نظر کر کے اگر پُرانے اور قدیم دین کو دیکھیے تو صاف نظر آتا ہے کہ دنیا مین یہی ایک ایسا مذہب ہے جو خدا پرستی و بت پرستی کے درمیان مین بطور اوسط واقع ہوا ہے۔ جتنا سامان اس دین مین خدا پرستی کا موجود تھا اتنی ہی دلکشیان ایک بت پرست کے لیے بھی اسی کے مذاق و شوق کے مطابق پیدا کر دی گئی تھین۔ حضرت عیسیٰ کے بعد جن لوگون کے ہاتھ مین مسیحیت کی قسمت تھی ان کی پالسی یہ تھی کہ "ملا پ سب سے مون سے بول چال رہے" وہ جس طرح اپنی طرف یہودیون کو بلاتے تھے اسی طرح رومی و یونانی بت پرستون کو بھی بلا رہے تھے۔ لہذا ضرور تھا کہ ایسی باتین جو دونون کے ذوق و عقائد کے مطابق ہون اس دین مین نظر آئین۔ اُن کی اس قدیم پالسی نے دین عیسوی کی ایسی صورت بنا دی کہ بت پرستون کو مذہب بدلنے مین یہ نہین نظر آتا تھا کہ وہ اپنے آبائی دین سے بالکل علیحدہ ہوے جاتے ہین۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا اور انھین ایسا ہی دکھانے کی کوشش کی جاتی تھی کہ گویا ایک بے اصول و بادر ہوا بت پرستی کو چھوڑ کے وہ ایک مہذب و شائستہ بت پرستی اختیار کر رہے ہین۔ واقعی عیسویت کے پاس اُن دلون پر سب سے زیادہ فتحیاب کرنے والی کمند تھی جن کی مدد سے اُنھون نے رومیون کو اپنا بنانا شروع کر دیا۔ اور آخر کامیاب ہوے۔

تیسرا سبب پہلے مسیحیون کی بے ریائی | تیسرا سبب اُس ابتدائی دور کے پادریون کی بے ریائی اور ان کی نہایت ہی استقلال وتحمل کے ساتھ اپنے اصول کی پابندی تھی۔ اس مین شک نہین کہ مقتدایان یہود مین انتہا درجے کی ریاکاری تھی جس کو حضرت مسیح نے اول سے آخر تک سخت نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ اسی سبب سے پہلے دور کے عیسائیون مین ریاکاری نام کو بھی نہ تھی۔ اُن کا ظاہر و باطن یکسان تھا۔ اور پھر اس کے ساتھ اپنے مذہبی اصول واغراض سے وہ کبھی تجاوز نہ کرتے تھے۔ انسانی فطرت کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہین کہ دنیا مین تسخیر اور کامیابی کا سب سے بڑا عمل "دھن اور صبر" ہین۔ اسی عمل کو عیسائیون نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ اپنا ذریعۂ کامیابی قرار دیا۔ ابتداءً بیت المقدس مین کوئی سختی اور کوئی جور نہ تھا۔ جس سے مقتدایان یہود کے ہاتھون چند شکستہ حال مسیحیون کو نہ سابقہ پڑا ہو۔ مارے نہ گئے۔ کوڑے اُن پر پڑے۔ قیدین انھون نے بھگتین سنگسار وہ ہوے۔ سب کچھ ہوا مگر اس سے باز نہ آئے کہ اپنے دین کی تبلیغ و دعوت سے باز آجائین۔ پھر اس کے بعد ایسا ہی سابقہ انھین روم و مصر کے بت پرستون سے پڑا وہان جلوائے وہ گئے۔ وحشی درندون کے سامنے وہ ڈالے گئے۔ جلاوطن اور خارج البلد وہ کیے گئے۔ الغرض ہر طرح کی ذلت ومصیبت اُٹھائی مگر اپنی دھن نہ چھوڑنا تھی نہ چھوڑی۔ انھین مستقل مزاجیون اسی قسم کے تحمل وبرداشت نے آخر انھین فتحیاب کیا۔ ان کی اس صبر نے خود ظالمون اور مظلومی کا تماشا دیکھنے والون کے دل پر بھی یہ اثر پیدا کیا کہ "بیشک یہ لوگ سچے ہین۔ اگر ان عقائد کا انھین یقین کامل نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ ایسے ایسے مظالم اُٹھانے پر اپنے دین سے دست بردار نہ ہو جاتے"۔ اس زمانے مین یہودیون اور عیسائیون مین یہ عام خیال پھیلا ہوا تھا کہ جو فرشتے اور روحانی ارواح خدا کی نافرمانی کی سزا مین درگاہ الٰہی سے نکال دیے گئے ہین۔ وہ دنیا مین مارے مارے پھرتے ہین۔ اور ہمیشہ اس کوشش مین لگے رہتے ہین کہ انسانون کو اپنے اصلی خالق کی طرف سے بہکا کے شرک وکفر اور اپنی ہی سی نافرمانی مین مبتلا کر دین عیسائیون نے رومیون اور یونانیون کے معبودون کو انھین نافرمان شیاطین کا

معبد تصور کیا۔ اور یقین کر لیا کہ اسی قسم کے شیاطین مین سے ایک جو بڑا ایک دو تین ایک مزدا اور ایک اہرمن ہے۔ جو رومی دیوتا ان کے بڑے بڑے دیوی دیوتا تھے۔ اُن کی عبادت کو وہ شرک و کفر خیال کرتے۔ بہ خلاف اُن کے رومیون اور یونانیون کی کوئی اخلاقی اور خانہ داری کی رسم نہ تھی جس مین کسی نہ کسی پہلو سے ان دیوتاؤن کے آگے سر نہ جھکانا پڑتا ہو۔ اور جب اُنھین رومیون مین سے لوگ عیسائی ہوے تو اُن کو بڑی بڑی دشواریان پیش آئین۔ اُٹھتے بیٹھتے ہر حالت مین اپنے دوستون عزیزون یہانتک کہ بی بی بچون تک سے اُنھین مخالفت و عداوت مول لینا پڑتی۔ اس حالت مین اُنھون نے ہمیشہ استقلال دکھایا۔ اور کبھی یہ نہ گوارا کیا کہ بتون کے آگے سر جھکائین سلطنت روم کیطرف سے اُن کی سرکوبی کے لیے قوانین مقرر ہوے۔ ساری رعایا عداوت و آزار رسانی پر آمادہ ہو گئی۔ قتل ہوے مارے گئے۔ سب کچھ ہوا لیکن یہ نہوا کہ کبھی کسی مسیحی کے قدم کو لغزش ہو گئی ہو۔ اگرچہ رومیون ہی کے میل جول سے فطرۃً اُن مین بہت سے رسوم شرک پیدا ہو گئے۔ اور آخر کار دین عیسوی ایک موحدانہ مذہب نہین بلکہ تصویر پرست اور مشرک قوم کا نمونہ بن گیا۔ مگر اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ اُنھون نے یونانی بتون کو ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا۔ اور اسی استقلال کی برکت سے آخر کامیاب ہوے۔

چوتھا سبب زندگی اخروی کا یقین

چوتھا سبب آیندہ زندگی اور نجات کا صاف وعدہ تھا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ شاید مسلمانون مین بہت کم لوگون کو معلوم ہو گی اور ہمارے مسلمان دوستون کو اس کے ماننے مین عذر بھی ہو گا۔ لیکن مورخانہ حیثیت سے جب وہ قدیم مذاہب کے اصول اور دو ہزار سال سے پہلے کی تاریخ پر نظر ڈالین گے تو اُنھین معلوم ہو جائے گا کہ زندگی اُخروی اور نجات کا مسئلہ مسیح سے پہلے نہایت ہی پیچیدہ حالت مین چلا آتا تھا۔ درحقیقت اس مسئلہ کو ایک حیثیت سے وہ قدیم مذاہب ضرور مان رہے تھے جو نکلی اور صاف بت پرستی مین روحانیات کی نازک خیالیان پیدا کر کے مہذب بنا دیے گئے تھے چینیون اور ہندوؤن کا فلسفۂ الٰہی اس سرزمین تک پہونچا تھا

اور اگر ہو بھی تو اس کی شان قریب وہی رہتی جو قدیم یونانیون اور رومیون کے الٰہیات کی تھی۔ فقط اتنا فرق تھا کہ ان لوگون نے وجود مطلق کو خدا مان کے اس کے مختلف تنوّعات اور مظاہر کو مخلوق بتایا تھا۔ لہذا اُن کے نزدیک دوسری زندگی اور ترقیٔ انسانی کا حقیقی اور اصلی مرکز و مرجع یہی تھا کہ انسان مخلوقیت کے تشخصات چھوڑ کے وجود مطلق سے جا ملے۔

اسی سے ملتے ہوے اصول زرتشتیون کے تھے جو اُس وجود مطلق کو یا خدا کو نور محض سے تعبیر کرتے تھے۔ اس سامنے کے آسمان اور ان اوپر کے جگمگاتے ہوے تارون مین اُن کو مرکز نور اور سرِ شبستان نظر آیا تھا۔ اسی کو وہ عالم آخرت اور اچھی روحون کا مرکز تصور کرتے تھے۔ اور یقین کرتے تھے کہ اچھی روحین کواکب یا انھین کے مثل بن کے ہمیشہ چمکتی رہتی ہین۔ یونان و روم کے بت پرستون کو بھی یہ تارے وہی انسان نظر پڑے تھے جنھون نے دیوتا یا خدا ہونے کا درجہ حاصل کر کے دائمی زندگی پائی تھی۔ اگر غور کی نظر سے دیکھا جاے تو یہی آسمان اور اس کے تارون سے تمام قدیم مذاہب کو دوسرے عالم اور انسان کی آیندہ زندگی کا پتہ لگا تھا۔

بہ خلاف ان سب کے یہود کے مذہب مین یہ بڑا بھاری نقصان نظر آتا تھا اُن کے نزدیک انسان کی زندگی بس اسی عالم دنیاوی کے ساتھ وابستہ تھی حضرت موسیٰ کی تمام تعلیمین اور بعد کے انبیاے بنی اسرائیل کی ترغیب و ترہیب کا تعلق صرف اسی دنیاوی زندگی کے انقلابات پر محدود تھا۔ یہود مین نیکی کا ثواب اور برائی کی سزا اسی دنیا مین ملتی تھی۔ اور توریۃ مین کوئی ایسا بیان نہین موجود تھا جس سے اس دنیاوی زندگی کی امید کی جا سکے۔ یہود انھین خیالات کے پابند چلے آتے تھے کہ دنیا مین آیندہ زندگی کا مسئلہ پیدا ہو کے اور غالباً زرتشتیون سے شروع ہو کے ہر مذہب اور ہر قوم مین پھیل گیا۔ آخر یہود کو بھی نظر آیا کہ بے شک مذہب کے لیے ایک عالم کی ضرورت ہے۔ اسیری بابل کے بعد جب وہ ارض یہودا مین آگئے ہین اور حضرت عزرا کی کوشش نے اسرائیلی مذہب کی از سر نو تدوین و تہذیب شروع کی ہے اس وقت انھین

اپنی شریعت کا یہ عظیم الشان روحانی نقصان نظر آیا۔ چنانچہ اسی زمانہ سے ان کے مقتداؤں کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ صدوقی۔ اور فریسی۔ صدوقیون کا شمار قوم یہود کے تعلیم یافتہ مہذب اور بڑے سخت حامیان دین مین تھا۔ اُن لوگون نے روح کے غیر فانی ہونے کسی دوسرے عالم کے وجود۔ اور زندگی بعد موت سے قطعاً انکار کر دیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ایسے کسی مابعد موت عالم اور روح انسانی کی ابدی زندگی کا پتہ جناب موسیٰؑ کی تعلیمات سے نہین نکلتاع۔ لہذا ہم اس کے قائل اور معتقد بھی نہین ہو سکتے۔ مگر فریسیون نے اس دوسری زندگی کو تسلیم کر لیا۔ اور توریۃ کے علاوہ بعض مشہور روایات قدیمہ کے اشارون سے اس کا ثبوت بہم پہونچایا۔ یہود کے دونون گروہون مین مدت ہاے دراز تک یہ اختلاف چلا گیا۔ مگر حضرت مسیح کے زمانے سے چند روز پیشتر اور خاصۃً ہیرودڈ کے خاندان کے عہد مین عالم آخرت کے یقین کو عام دنیا اور ہر قوم و ملت کے عقائد پر حاوی دیکھ کے صدوقیون نے بھی اپنی قدیم ضد چھوڑ دی اور فریسیون کے ہمزبان و ہم خیال ہو گئے یہ ظاہر ہے کہ یہودیون کی قوم نہایت ہی سخت ضدی اور متعصب تھی۔ لہذا جب اُنھون نے اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا تو اس جوش و خروش سے اس کی جانب متوجہ ہوے کہ پھر شاید زندگی آخرت پر کوئی ان سے زیادہ یقین رکھنے والا بھی نہ ہو گا۔ مگر باوجود اتنا یقین ہو چکنے کے اُن کے خیال مین عالم آخرت کا نقشہ بالکل مبہم اور کسی ایسے مکان کے مثل تھا جو گھٹا ٹوپ اندھیرے مین غائب ہو۔ اس لیے کہ کتب دینی اور مذہبی تصانیف

ع۔ غالباً بعض مسلمان کہین گے کہ توریۃ مین حضرت آدم کی جنت مین رکھے جانے اور بہ اغواے شیطان سے نکالے جانے کا بیان موجود ہے جس سے جنت اور فردوس برین کا صاف پتہ چلتا ہے۔ مگر ایسا نہین ہے۔ اس واقعے کو جس طرح ہم مان رہے ہین یہ قرآن کے بیان کے مطابق ہے توریۃ مین یہ لکھا ہے کہ حضرت آدم کے پیدا کیے جانے کے بعد عدن مین ایک باغ بنایا اسی مین آدم و حوا کو رکھا اور جب نافرمانی ہوئی تو اس باغ سے اُن کو باہر نکال دیا۔ نہ اس مین لفظ ہبوط ہے جس سے آدم کے اوپر سے نیچے گرنے کا ثبوت ملے اور نہ یہ مذکور ہے کہ وہ باغ دنیا کے سوا کسی اور جگہ تھا۔ بلکہ بر خلاف اس کے لکھا ہے کہ شہر عدن مین جو جزیرہ نماے عرب کا جنوبی و مغربی بندرگاہ ہے وہین یہ باغ بھی تھا۔ الغرض توریۃ مین کوئی جملہ ایسا نہین جس سے اس عالم دنیاوی کے سوا کسی اور عالم کا یقین پایا جا سکے۔

میں ایسا ایک جملہ بھی نہیں موجود تھا جو اس عالم آخرت کی کچھ نوعیت و حالت بتاتا ہو۔
قوم یہود یا مسلمانوں کی اصطلاح میں انبیائے بنی اسرائیل میں سے حضرت عیسیٰؑ ہی پہلے شخص تھے جنھوں نے جنت و دوزخ کا حال وضاحت سے بتایا عقاب و ثواب کی صورتیں ظاہر کیں۔ اور اس تمام دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا جو اُن دنوں اسی مسئلہ کو دین کا سب سے پہلا اور اہم مسئلہ خیال کرتی تھی۔ اور اپنی ساری ذہانت و طباعی کو اسی عالم آخرت کے نکات و رموز کے حل کرنے میں صرف کر رہی تھی۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت حضرت عیسیٰ کا عالم آخرت اور انجیل کی جنت تمام مذاہب و علمائے روحانیین کی جنتوں سے زیادہ دلچسپ و دلکش نظر آئی۔ اور اسی جنت کے شوق میں یہودی اور رومی و یونانی بت پرست اس دین کو اپنے قدیم ادیان سے زیادہ دلفریب اور اچھا تصور کر کے بے تکلف اختیار کرنے لگے۔

پانچواں سبب عیسائیوں کا اتفاق باہمی

پانچواں ذریعہ ترقی اس مذہب کے لیے عہد قدیم اور دور اولین کے عیسائیوں کا باہمی اتفاق تھا۔ یہ فلسفیانہ مسئلہ ہر شخص کے نزدیک مسلم ہے کہ مظلومی ہمیشہ اتفاق پیدا کرتی ہے۔ اور حقیقت میں جن مصائب کو بے پروا اتحاد کسی قوم نے اٹھایا ہے تو وہ عیسائی ہیں جناب مسیحؑ کے بعد ہی یہ لوگ کچھ ایسی شان سے آپس میں ملے کہ ملکیت اور جائداد میں بھی باہم تفرق نہ کرتے تھے۔ ایک جا مقیم رہتے ایک ہی ساتھ کھاتے پیتے۔ اور ایک ہی خیال ہر شخص کی زبان سے ظاہر ہوتا۔ اُن کے اس پہلے اتفاق کو یہودیوں اور پھر اُن کے بعد رومیوں نے ایک طرح کی سازش تصور کیا۔ اور ہر غیر شخص اس ٹوہ میں رہتا کہ یہ لوگ اکیلے بیٹھ بیٹھ کے کیا باتیں اور کیا منصوبے کرتے ہیں۔ اگرچہ فوراً ہی فرقے پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے۔ مگر ہر فرقے کی ایک محدود جماعت اتفاق و یکجہتی میں پوری گرم جوشی دکھائی۔ اور ہر ایک کی کانگریگیشن (جماعت مذہب) ایک مذہبی یا اخلاقی سوسائٹی کی شان سے ایک ہی عقیدے اور ایک ہی خیال کی پابند تھی۔ جب دین مسیحی ترقی کرنے لگا۔ اور تبلیغ و دعوت میں پہلے مسیحیوں کو بے انتہا کامیابی نظر آئی تو ان کے داعیوں یا مشنریوں میں جو صلہ و ولولہ اور نامی پیدا ہوئی اُس کو

ہر ایک اپنے حوصلے اور اپنی ہمت کے مطابق دور و دراز ملکون مین جا کے مسیحا کی
آسمانی بادشاہت کی صدا بلند کرنے لگا۔ اسی قدیم عہد مین اُن کے داعی ایک طرف
روم سے بڑھ کے ہسپانیہ اور یورپ کے دور افتادہ اور دشوار گذار ممالک مین اور
دوسری طرف افریقہ و سواحل عرب سے گذرتے ہوئے ہندوستان کے ساحلی بلاد
مین جا پہونچے۔ مگر اس قدر پھیل جانے کے بعد بھی اُن کی باہمی یکجہتی و اتفاق مین فرق
نہین آنے پایا۔ اور جب ان مین اتنا اتفاق تھا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ کامیاب
نہ ہوتے۔

چھٹا سبب کرامات و خوارق عادات

چھٹا سبب اس ابتدائی کلیسا اور پہلے دور کے مسیحیون کے
کرامات و خوارق عادات تھے جو لوگون کے مطیع بنانے مین اُن دونون سب سے زیادہ دخل
رکھتے تھے۔ اب اٹھارہ انیس صدیون کے انقلاب نے موجودہ مہذب دنیا کی نظر مین حقانیت
اور خداشناسی کا معیار کسی اور ہی چیز کو قرار دیدیا ہے۔ مگر جن دنون حواریین مسیح کے
شاگرد جناب مسیح کا دین لے کے دنیا مین نکلے ہین اُس وقت ہر جگہ اور ہر قوم مین خوارق عادات خداشناسی
کی دلیل تصور کیے جاتے تھے۔ اور کرشمہ پرستی ہر قوم اور ہر مذہب کے دل و دماغ پر حکومت
کر رہی تھی۔ کسی طرح پر مورخ کے یہ خیال اُس پرانے زمانے مین چند ہی لوگ ملین گے جنھون
نے ان باتون کو ضعیف الاعتقادی خیال کیا ہو۔

یہ بات بھی عجیب ہے کہ موجودہ مسیحی جو آج خلاف فطرت باتون سے انکار
کرنے مین اپنے تمام ہمعصر مذاہب سے پہلے اور سب سے زیادہ دلیر ہو گئے ہین۔ انھین کا مذہب

مسیحیت دنیا کے تمام مذاہب سے زیادہ ضعیف الاعتقادیانہ ہے

ایسا ہی مذہب ہے جس کو آج بھی وہ اسی شان سے تسلیم کرتے
ہین جو دنیا کے تمام مذاہب سے زیادہ خلاف فطرت باتون پر
مبنی ہے۔ ہندوون اور یونانیون کی دیومالا کو صرف چند گنتی کے عارضی خلاف قیاس
امور کی وجہ سے نوع انسان کے بچپن۔ اگلی دنیا کی سادہ لوحی۔ اور سب کے بعد شعرا کے
مبالغون پر محمول کیا کرتی ہین۔ مگر ہمین اس وقت تک نہین معلوم ہوا کہ اپنے قدیم بزرگون
کے کرامات و معجزات کو وہ کس بات پر محمول کرتے ہین؟ دنیا کا کوئی مذہب اول سے آخر تک

اس قدر خلاف قیاس نہ ہوگا جس قدر کہ دین عیسوی ہے۔ خلاف قیاس باتوں ہی سے شروع ہوا خلاف قیاس باتوں ہی کی بدولت اُس نے ترقی کی اور پھر خلاف قیاس امور ہی اصول دین قرار پائے جو آج تک مخالفین کیا معنی خود متبعین کے پیروؤں کی سمجھ میں بھی نہیں آتے۔ خود انجیل میں کچھ ایسی پیچیدہ زبان اختیار کی گئی ہے جو ہمیشہ مختلف شبہات اور پہلوؤں کو باقی رکھتی ہے۔ چنانچہ مسیحیوں کے بہت ہی پرانے ولی سینٹ اگسٹین کا قول ہے کہ بائبل کی جتنی باتیں میری سمجھ میں آئیں اُن سے وہ باتیں زیادہ ہیں جن کو میں نہیں سمجھ سکا[1] ابتدا اسی سے ہوتی ہے کہ مسیح بے باپ کے پیدا ہوئے۔ آپ کے معجزات یہ تھے کہ مردوں کو زندہ کرتے جس کی کسی طرح تاویل ہی نہیں کی جا سکتی۔ پھر اصلی عقیدۂ دین کو دیکھیے تو "وحدت فی التثلیث اور تثلیث فی الوحدۃ" جو رہتی دنیا تک ایک مالاینحل مسئلہ رہ جائے رہے گا۔ عبادت کا خیال کیجیے تو اور زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ صلیب جس جاں ستان آلے سے مسیح کی جان لی گئی اور جس سے اُس معصوم نبی برحق کو آزار پہنچا وہی یا تو کھلی کھلی معبود بنی ہے اور یا برکتی چیز سمجھی جاتی ہے۔ اور سب پہ لطف یہ کہ مسیح کا گوشت کھانا اور اُن کا خون پینا سب سے بڑی عبادت ہے۔ اب ان ابتدائی واقعات کو چھوڑ کے حواریین اور قدیم بزرگان دین مسیحی کے حالات کا اندازہ کیجیے تو اور زیادہ حیرت معلوم ہوتی ہے۔ اُن کی برکات اور ادا خلاف قیاس اور عجیب و غریب تھی۔ شریعت عیسوی میں حضرت مسیح جو نقصان چھوڑ گئے تھے اس کی تکمیل یوں ہوئی کہ روح القدس روز حواریوں اور دیگر نیک

روح القدس کے سر پر آنے کی شان | نفس مسیحیوں کے سروں پر آیا کرتی تھی۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ کوئی جن یا بھوت ہمارے زمانے کی جاہل اور ذلیل طبقے کی عورتوں کے سروں پر آیا کرتا ہے۔ اس حالت میں وہ از خود رفتہ اور آپے سے باہر ہو جاتے تھے۔ اور جو کچھ اُن کی زبان سے نکلتا سب الہام اور روح القدس کا ارشاد تصور کیا جاتا۔ اگرچہ اب روح القدس کے سروں پر آنے کی وہ شان نہیں باقی رہی جو کتاب عہد جدید کے اعمال حواریین میں نظر آتی ہے۔ مگر خوش عقیدہ پادریوں کے اعتقاد میں حصول علم و فضل کا یہی طریقہ ہے کہ روح القدس انسان کے سر پر آکے اور اس کے

[1] کیتھولک بیلیف مصنفہ جوزف فاڈی پے ڈی۔

جسم میں حلول کر کے واقفیت اور علم کے دروازے کھول دے۔

اسی قسم کی چیزیں اس عہد کی کرشمہ پرست دنیا میں چونکہ زیادہ مقبول تھیں لہذا اس دین کو ترقی و کامیابی کا پورا موقع مل گیا۔ خاصتہً عیسائی مقتداؤن کا یہ حال و بیخودی کا عالم بت پرستان یونان و روم کے مذاق کے بالکل موافق تھا۔ ایسے مکاشفات ابتداءً یہودیون میں نہ تھے۔ بلکہ مورخین کی تحقیق کے مطابق اس کے بانی یونان والے تھے جو اپالو کے مندر میں روزانہ اس قسم کا تماشا دکھا اور دکھایا کرتے تھے۔ نازک موقعوں پہ ہمیشہ یہ ہوتا کہ کوئی دوشیزہ لڑکی ایک آہنی لگن پر برہنہ بٹھائی جاتی اور اس کے نیچے کچھ بخور وغیرہ سلگا دیے جاتے۔ جس عمل کے ساتھ ہی روح القدس ہی کی سی کوئی روح اُس کے سر پہ آتی۔ اور اُس کی زبان سے جو نکلتا وہ دیوتاؤن کا واجب التعمیل اور سچا فیصلہ تصور کیا جاتا۔ یہودی اس پہ ہنستے اور اسے کسی شیطان اور بھوت کا تصرف خیال کرتے مگر جب یہودیون ہی میں سے نکلے ہوے ایک فرقے کے مقتداؤن کے سر پہ اسی قسم کی ایک روح نازل ہونے لگی تو یہ مذہب انھیں زیادہ دلچسپ اور اپنے مذاق و خیال کے موافق نظر آنے لگا۔ اور بہت سے اس کی پیروی پہ آمادہ ہو گئے۔

روح القدس کا آنا یونانیون کے مذاق کے مطابق تھا

الغرض یہ سب ایسے اسباب تھے جنھون نے دین عیسوی کو ترقی دلائی۔ اور یہودیون اور بت پرستون دونون کو اس دین کا فریفتہ بنا دیا اور اس وقت کی دنیا کے دونون مذہبون یعنی یہودیت اور بت پرستی کو حضرت مسیح اور آپ کے متبعین کی تعلیمیں اپنے عقائد و مذاق کے زیادہ مخالف نہ نظر آئیں۔

باب نہم

دین مسیحی میں پہلی تفرق اسرائیلی اور رومی مسیحون میں اختلاف

ع۱۵ اعمال حواریین کتاب عہد جدید۔

حضرت مسیح کے بعد عیسویت کی حالت۔ مزاحمت۔ سختیاں مسیحیوں کا استقلال۔ استیفان اور اس کی شہادت۔ عیسائی بیت المقدس سے بھاگتے ہیں۔ پہلے مسیحی اسرائیلی رسوم یہود کے پابند تھے۔ مسیحیت بیت المقدس کے باہر نکلتی ہے۔ شمارئیہ والے ایمان لاتے۔ پولس عیسائیوں کے ساتھ اس کا تعصب۔ وہ عیسائی ہوا۔ دمشق سے جان بچا کے بھاگا۔ بیت المقدس بھی چھوڑنا پڑا۔ پولوس بھی حواری قرار دیا گیا۔ وہ تبلیغ دین کے لیے کمربندھتا ہے۔ جزیرہ قبرص۔ پمفلیا۔ انطاکیہ پسطرہ۔ دربی ترسا دعیسائی۔ اسرائیلی مسیحیوں کا اس سے اختلاف۔ پولوس رومیوں کا طرفدار ہے۔ اُن کی وکالت کے لیے بیت المقدس میں گیا۔ پطرس کی آزاد خیالی۔ مجلس حواریین کے احکام۔ پطرس پر الزام۔ الزام لگانے والا برنباس نے بھی پولوس کا ساتھ چھوڑ دیا۔

حضرت مسیح کے بعد عیسویت کی حالت

جناب عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کے پچاس دن بعد تمام حواری ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور اُن پر روح القدس نے اُتر کے انھیں مختلف زبانوں میں تبلیغ سے گویا کیا۔ بس یہی وقت ہے جب سے ان سب لوگوں نے ساتھ بیٹھ کے اپنے دین کی ترویج شروع کی۔ اور کہنا چاہیے کہ اسی وقت مسیحیت کا پہلا کلیسا قائم ہوا۔ جس کے کل ایک سو بیس پیرو تھے۔ اور سب اسرائیلی تھے جنھوں نے اپنا قدیم مذہب چھوڑ کے دین مسیحی اختیار کیا تھا۔ حضرت مریم اس وقت تک زندہ تھیں۔ اور آپ بھی انھیں لوگوں کے ساتھ خاص بیت المقدس میں رہتی تھیں۔ یہ سب لوگ ایک ساتھ رہتے۔ ایک ہی ساتھ کھاتے پیتے۔ سارا مال و اسباب مشترک تھا۔ اور بالکل اس عہد کے سوشلسٹ لوگوں کی سی حالت تھی جو سلطنت اور امارت کے خلاف ہیں اور مال و دولت میں ہر شخص کے یکساں حق رکھنے کے طرفدار ہیں۔ یہ ابتدائی مسیحی روز باہم بیٹھ بیٹھ کے مشورے کرتے جن میں کوئی صحبت روح القدس کے حلول سے خالی نہ تصور کی جاتی۔ اور

ع۵ اعمال حواریین۔ تعجب ہے کہ گبن نے چالیس ہی دن بعد لکھا ہے۔ غالباً انھوں نے عیسائیوں کے عقائد کے مطابق اس وقت کو لیا ہے جب چالیسویں دن حضرت عیسیٰ اپنے شاگردوں کو تبلیغ اور بیت المقدس میں ٹھہرنے کی تاکید کر کے اوپر اُڑے اور ابر میں غائب ہو گئے تھے۔ (باب ۱ آیت ۱۱)

روزانہ خاص خانۂ خدا میں جا کے اپنے دین کی طرف لوگوں کو دعوت[عہ۵] کرتے تھے۔ ان لوگوں سے وقتاً فوقتاً طرح طرح کے خوارق عادات ظاہر ہوتے تھے جن کا یہ الٹا اثر ہوتا کہ یہودی اُن سے اور زیادہ نفرت و وحشت کرتے۔ ان کے چمتکار دیکھتے تو منہ کو لیتے بہت بڑی اعجوبہ سازی تھی۔ اور اُن کے کرامات کو کرشمہ سازی اور بازیگری خیال کرتے تھے۔

مزاحمت — آخر یہودیوں نے انھیں تبلیغ دین عیسوی سے روکنا چاہا اور جب اس پر بھی یہ لوگ نہ باز آئے تو بیت المقدس کے احبار اور کاہنوں نے ایک آدھ حواری کو قید میں ڈال دیا۔ قید سے نجات پاتے ہی پھر انھوں نے اپنے دین کی دعوت شروع کی۔ ان دنوں اگریپا کی حکومت تھی۔ اور چونکہ ایک اچھے قومی بادشاہ یہود ہونے کی وجہ سے اس نے عیسائیوں کے ستانے کا ارادہ کیا۔ نبی الجلیل پطرس حواری کا جوش ترویج دین سب سے زیادہ تھا۔ اسی میں روح القدس بھی زیادہ حلول کرتی۔ اور وہی اکثر اپنے دین کی منادی کرتا ہوا دیکھا جاتا۔ اگریپا نے اسے قید کر لیا[عہ۶]۔ فقط اتنا ہی نہیں بلکہ یوحنا حواری کے بھائی یعقوب حواری کو قتل کر ڈالا۔ مجلس سنہادرین کے اجلاس میں پطرس کے قتل کی تجویز پیش تھی کہ کسی معزز یہودی نے روکا اور کہا "مسیح کے قتل کا واقعہ ہی کیا کم تھا جو اب ان لوگوں کے لیے بھی صلیب کھڑی کی جائے۔" اس شخص کے کہنے کے بموجب وہ لوگ قتل سے

سختیاں — بچ گئے مگر بعض عیسائیوں کو پکڑ کے کوڑوں سے پیٹا۔ اور عام حکم جاری ہو گیا کہ "خبردار کوئی عیسیٰ کا نام بھی زبان سے نہ لے۔" لیکن اس پر بھی ان چند پیروان مسیح کا جوش تبلیغ کم نہ ہوا۔ وہ اکثر گرفتار ہوتے مار کھاتے۔ جس کے بعد کبھی کسی کی سفارش

مسیحیوں کا استقلال — سے اور کبھی اپنی کرامتوں کے زور سے چھوٹتے اور پھر ہیکل میں اور حرم الٰہی کے سامنے کھڑے ہو کے آسمانی بادشاہت کی صدا بلند کرنے لگتے۔

عہ۵ کتاب عہد جدید اعمال حواریین۔
عہ۶ زوال و بربادی دولت روم مصنفہ گبن۔
عہ۷ تاریخ یہود مصنفہ ملمین۔
عہ۸ اعمال حواریین عہد جدید۔

مسیحیون نے جو حضرت مسیح کی تعلیمات کو پھیلانا چاہتے تھے تبلیغ دین کے لیے اپنے میں سے سات آدمیون کو منتخب کرلیا جن مین سے ایک اسٹیفان تھا جو مسیحیون کا نہایت ہی مضبوط اور پُرجوش مبلغ تھا۔ اس شخص کو یہودیون نے گرفتار کر کے سنگسار کیا۔ اور بہت ہی بُری طرح اس غریب کی جان لی۔ اس واقعے سے جو جناب مسیح کے ساڑھے تین سال بعد[۱] پیش آیا تھا بیت المقدس مین عیسائیون کا ندر بالکل ٹوٹ گیا۔ اور اُن سے سوا اس کے کہ اس مقدس شہر کو چھوڑ کے چلے جائین اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی۔ حواریون کو حضرت مسیح نے باہر جانے کی ممانعت فرمائی تھی[۲] لہٰذا وہ تو وہین رہے۔ مگر باقی اور نئے ایمان لانے والے حضرت داؤد کی مقدس شہر کو چھوڑ چھوڑ کے چلے گئے[۳] اس ہجرت پر انھین زیادہ تر اس بات نے مجبور کیا کہ بیت المقدس مین انھین کسی جگہ پناہ نہ ملتی تھی۔ گھر گھر تلاشی لی جاتی۔ اور جو مرد عورت اس نئے دین کا پابند ملتا قید کرلیا جاتا۔

اسٹیفان اور اس کی شہادت

عیسائی بیت المقدس سے بھاگتے ہین

پہلے مسیحی اسرائیلی رسوم کے پابند تھے

دین عیسوی کا جو پہلا کلیسا خاص بیت المقدس مین اور حضرت مسیح کی بلا واسطہ کوششون سے قائم ہوا تھا۔ اُس کے تمام ارکان اور پیرو اسرائیلی لوگ تھے۔ سب مین شریعت موسوی کے تمام قدیم رسوم مروج تھے۔ اور وہ ہرگز نہ پسند کرتے تھے کہ اپنے آبائی طریقون کو چھوڑ دین۔ اسی طرح اپنے بچون کا ختنہ کراتے۔ اور اسی طرح حرم الٰہی یا ہیکل سلیمانی کو اپنا قبلہ تصور کرتے۔ اور چونکہ شریعت یہود مین سور کا گوشت حرام تھا۔ اور حضرت مسیح کے کسی حکم سے لحم خنزیر کا حلال ہونا ثابت نہین کیا جاسکتا تھا۔ لہٰذا اس ناپاک جانور کے گوشت سے بھی وہ احتراز کرتے تھے۔ مگر جب یہودیون کے ظلم سے اکثر پیروان مسیح کو بیت المقدس چھوڑ چھوڑ کے بھاگنا پڑا تو اُنھون نے اپنا ہی تبلیغ کا کام جو پہلے فقط بیت المقدس کی چار دیواری کے اندر محدود

مسیحیت بیت المقدس کے باہر نکلتی ہے

عہ مسیحی کلیسا کی تاریخ۔ عہ عیسائیون کا اعتقاد ہے کہ بعد مصلوبیت مسیح نے ظاہر ہو کے اپنے حوارین کو تاکید کی تھی کہ یروشلیم سے جدا نہ ہو بلکہ میرے باپ (خدا) کے وعدہ کو جو مجھ سے سن چکے ہو۔ اس کے منتظر رہو۔ (اعمال باب ۱۔ آیت ۴) اس بنا پر حوارین یروشلیم کو چھوڑ کے چلا جانا اپنے لیے جائز نہین خیال کرتے تھے۔

سہ اعمال حوارین عہد جدید تلعہ۵ مسیحی کلیسا کی تاریخ گبن۔

تھا۔ دیگر بلاد و امصار میں جاری کر دیا۔ اسٹیفنس کی موت کے بعد ہی جبکہ عیسائی بیت المقدس سے ڈر ڈر کے بھاگ رہے تھے۔ فیلبوس حواری نے سماریہ میں جا کے اپنے نئے اور مظلوم

سماریہ والے ایمان لائے

دین کی دعوت شروع کر دی۔ سماریہ والے اگرچہ جناب موسیٰ کی کتابوں کو مانتے تھے۔ اور ہر امر میں اُنھیں سے سند پکڑتے تھے۔ مگر اکثر معاملات میں یہودیوں کے خلاف اور اُن کے سخت دشمن تھے۔ حضرت مسیح کے اس بے ریا حواری نے یہودیوں کے خلاف ایک نئے اور زیادہ مہذب مذہب کی تبلیغ شروع کی تو وہ بے تکلف اور کثرت سے عیسائی ہونے لگے۔ اسی زمانے میں بیرونی ممالک کے دو ایک معزز سرداروں نے بھی اس جدید مذہب کو اختیار کر لیا۔ اور تبلیغ کرنے والوں کا حوصلہ بڑھ گیا۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک یہ دین دیگر اقوام و ممالک میں نہیں پہونچا تھا۔ اختلافات کا سارا جھگڑا فقط یہود کی قوم کے اندر تھا۔ اور باوجودیکہ جناب مسیح نے نجات کا دروازہ ساری دنیا کے لیے کھول دیا تھا حواریین میں یہ جرأت نہیں پیدا ہوئی تھی کہ اپنے مذہب کو ممالک دور و دراز میں لے جائیں لیکن اسٹیفنس کے مارے جانے کے بعد ایک نیا واقعہ پیش آیا جس نے چند ہی روز میں حضرت مسیح کے دین کو بہت دور دور تک پہونچا دیا۔ اور یکایک ایسی عجیب و غریب ترقی ہوئی کہ یہودی بھی دیکھ کے گھبرا گئے۔ پولوس نام ایک یہودی جو ایشیائے کوچک کے شہر طرسوس میں پیدا ہوا تھا۔ اور بیت المقدس میں نہایت ہی معزز حیثیت رکھتا تھا کسی ما فوق العادت

پولوس

اثر سے متاثر ہو کے عیسائی ہو گیا۔ پولوس نے یہودیت کے مذہبی علوم کی اعلیٰ تعلیم پائی تھی۔ اور فریسیوں میں شامل ہو کے اپنے اثر و دانائی و وجاہت کو یہاں تک بڑھا

عیسائیوں کے ساتھ اس کا تعصب

لیا تھا کہ بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے وہ مجلس سنہادرین کا ایک رکن رکین ہو گیا تھا۔ جس وقت تک وہ یہودی تھا اُس وقت تک غریب عیسائیوں کا اس سے بڑا کوئی دشمن نہ تھا۔ خود اسٹیفنس کے قتل میں اُس کی کارروائیوں کو بہت دخل تھا۔ وہی تھا جو بیت المقدس کے گھر گھر میں گھس کے عیسائیوں کو پکڑتا اور مارتا تھا۔ اور اسی کی سختیاں اور زیادتیاں تھیں جن سے مسیحی عاجز آ کے اس مقدس شہر کو چھوڑنے لگے تھے۔ چنانچہ

مجبور عیسائیوں ہی کے ستانے کے لیے پولوس نے دمشق کا سفر کیا۔ مگر راستے میں اُ[سے]
پولوس عیسائی ہوا حضرت مسیح کا ایک ایسا معجزہ نظر آیا کہ عیسائی بن کے دمشق میں داخل ہوا۔ یہ واقعہ
یاد کر کے خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ جس جرم کی سزا دہی کے لیے وہ گیا تھا اسی کا مجرم خود
قرار پا گیا۔ لیکن یہ عجب آزاد مزاج شخص تھا بغیر اس کے کہ کسی کی پروا کرے دمشق کی سڑکوں
اور وہاں کے معبدوں میں اپنے دین کی علانیہ تبلیغ کرنے لگا۔ یہودی دشمن ہو گئے۔ اور
ارادہ کیا کہ اسے پکڑ کے قتل کر ڈالیں عین اُسوقت جبکہ یہودی دروازوں کے گھیرے
تھے کسی ہم مذہب نے پولوس کو ایک ٹوکری میں بٹھا کے شہر پناہ کی دیوار سے لٹکا دیا۔ زمین پہ
دمشق سے جان بچا کے بھاگا پہنچتے ہی وہ ٹوکری سے نکل کے بھاگ گیا اور سیدھا بیت المقدس میں آیا۔
یہاں عیسائیوں نے اُس کے ہاتھ سے ایسے ایسے ظلم اٹھائے تھے کہ انھیں اسکے ایمان لانے کا یقین
ہی نہ آتا تھا۔ پولوس اُن سے ملنا چاہتا تھا اور وہ سب ڈر کے اُس سے بھاگتے تھے۔ آخر
ہر طرح اطمینان دلا کے وہ حواریوں اور عام مسیحیوں سے ملا۔ اور پولوس کی جرأت و جوانمردی
سے بیت المقدس میں زور و شور سے حضرت مسیح کی تعلیموں کی تبلیغ علانیہ ہونے لگی۔ اب یہودیوں
کی نظر میں اُن کا سب سے بڑا دشمن پولوس تھا۔ وہ اس کے قتل کی تدبیریں سوچ رہے تھے
اور اُس کی یہ حالت تھی کہ ہر جگہ بے خوف و ہراس مسیح کی آسمانی بادشاہت کی صدا
بیت المقدس بھی چھوڑنا پڑا بلند کرتا۔ آخر یہ اندیشہ ناک حالت دیکھ کے حواریوں نے اسے
قیساریہ میں اور پھر وہاں سے بھی بھگا کے شہر طرسوس میں پہنچا دیا۔

حضرت مسیح کے بعد تمام عیسائیوں میں سربرآوردہ پطرس حواری تھا۔ اس نے
مختلف بلاد شام میں پھر کے لوگوں کو اپنا ہم مذہب بنایا تھا۔ [illegible] میں پولوس
نے بھی کوششیں شروع کی اور ان کی بہ نسبت زیادہ کامیاب ہونے لگا۔ بیت المقدس کے عیسائیوں
نے اُس کی ان کوششوں کی یہاں تک قدر کی کہ اسے بھی اپنا سا حواری تسلیم کر لیا۔ یہودا
پولوس بھی حواری قرار دیا گیا حواری جس نے اپنے مقتدا حضرت مسیح سے دغا اور بیوفائی کی تھی اُس کی جگہ خالی
تھی اور باقی ماندہ گیارہ حواریوں کو پیشتر سے اجازت مل چکی تھی کہ کسی اور اچھے مسیحی کو شریک کر کے اپنی
تعداد پوری کر لیں۔ انہیں بنا پر پولوس کو وہی رتبہ حاصل ہو گیا جو دیگر حواریوں کو حاصل تھا۔[ع]

عہ اعمال حواریین۔

اور آخر اُسے خود اپنی سچی خدمت دین پر اس قدر ناز تھا کہ کہتا ہے "میں اپنے آپ کو سب سے بڑے رسولوں سے کچھ کم نہیں سمجھتا ہوں"[عہ] اب اُس نے ایک خواب **وہ تبلیغ دین کے لیے کمر باندھتا ہے** کے ذریعہ سے اقطار عالم میں پھرنے اور ممالک دور و دراز میں جا کے تبلیغ دین کرنے کا حق حاصل کیا۔ چنانچہ انطاکیہ کے پیروان مسیح میں برنباس نام ایک شخص کو اپنے ساتھ لے کے ترویج دین کے لیے چل کھڑا ہوا۔ پہلے **جزیرۂ قبرس** جزیرہ قبرس (سائپرس) میں گیا۔ یہاں حسن و جمال کی خوبصورت دیوی وینس پوجی جاتی تھی۔ غریب الوطنی کے باعث پولوس کی آواز بھلا کیا اثر کر سکتی تھی مگر ایک رومی معزز عہدہ دار کے معتقد و ہم آہنگ ہو جانے سے اُس نے دین عیسوی **پمفلیا** کی بنیاد اس جزیرے میں ڈال دی اور ایشیائے کوچک کے ساحل پر جا اُترا پمفلیا کے علاقے میں پہونچ کے پولوس اور برنباس میں کچھ اختلاف پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے دونوں جدا ہو گئے۔ اور پولوس نے تنہا ہی تبلیغ دین شروع کی۔ چنانچہ ایشیائے **انطاکیہ** کوچک کے بہت سے شہروں میں پھر پھرا کے چھ برس بعد سنہ ۲۱ھ قبل محمد یعنی سنہ ۵۰ء میں انطاکیہ میں واپس آگیا۔ برنباس بھی یہاں موجود تھا۔ مگر پولوس کے آنے کے چند ہی روز بعد یہودیوں کی سازش اور عداوت کے باعث دونوں انطاکیہ سے نکال دیے گئے۔ پولوس نے دین کی خدمت اور اپنے تبلیغ دین کے سفروں میں بہت بڑی بڑی مصیبتیں اُٹھائی تھیں **لسطرہ** چنانچہ شہر لسطرہ میں وہ سنگسار کیا گیا۔ اور اس قدر بے دم ہو گیا تھا کہ لوگ اُسے گھسیٹ کر شہر کے باہر ڈال آئے۔[عہ]

رومی نژاد عیسائی اب دین مسیحی کے پیرو انطاکیہ اور قیساریہ وغیرہ میں کثرت سے موجود تھے یہ لوگ بچپن سے رومی آئین و رسوم کے پابند تھے۔ اور اُن قیدوں کو کسی طرح نہ برداشت کر سکتے تھے جو یہودیوں میں مدت ہائے دراز سے دین و ایمان کا جزو لازمی سمجھی جاتی تھیں۔ بخلاف اِن کے وہ عیسائی جو بیت المقدس میں تھے اور بنی اسرائیلی نسل کی یادگار تھے

عہ قرنتیوں نمبر ۲ باب ۱۱۔ آیت ۵۔

عہ اعمال حواریین۔

اُنھون نے حضرت عیسیٰ کو مسیح موعود اور پیغمبر برحق تو بے شک مان لیا تھا مگر اس کے سوا اور
تمام باتون مین رسوم یہود کے پابند تھے صرف رسمی حیثیت سے نہین بلکہ پوری شریعت

اسرائیلی مسیحون کا ان سے اختلاف

یہود کو واجب العمل اور نجات و حق پرستی کا ضروری فرض خیال کرتے
تھے۔ ان دونون قسم کے یعنی رومی النژاد و اسرائیلی نژاد مسیحیون مین سخت
اختلاف پیدا ہوا اور یہی پہلا اختلاف ہے جس نے دین مسیحی مین جدا جدا فرقے پیدا کر دیے۔
بیت المقدس کے عیسائی کسی طرح نہین منظور کرتے تھے کہ اُن لوگون کو اپنے گروہ مین
لین جن کا ختنہ نہین ہوا۔ اور رومی عیسائی ختنہ کرانے اور اپنے مروجہ طرز عمل کے بدلنے کو
ہرگز نہ گوارا کرتے تھے۔ پولوس اور برنباس اگرچہ خود یہودیون ہی مین سے تھے۔ مگر چونکہ ممالک
دور و دراز کا سفر کر چکے تھے اور دیگر اقوام مین اپنے دین کے پھیلانے کی دشواریون سے

پولوس رومیون کا طرفدار ہے

خوب واقف تھے اس لیے اُنھون نے اس موقع پر رومی
عیسائیون کی خفیہ داری کی۔ اور اسرائیلی عیسائیون کی مخالفت زور و شور سے کرنے لگے۔
آخر جھگڑے کے مٹانے کے لیے سنہ ۵۲ قبل محمد مطابق سنہ ۵۱ عیسوی[عہ] مین بیت المقدس مین ایک کونسل
ہوئی۔ پولوس اور برنباس اپنے پہلے سفر سے آ کے انطاکیہ مین ٹھہرے ہی تھے کہ انھین وہان کے

ان کی وکالت کے لیے بیت المقدس مین گیا

عیسائیون کی طرف سے وکیل بن کے بیت المقدس مین آنا پڑا۔ مگر یہان آ کے دیکھا
تو سب لوگ اُن کے خلاف تھے۔ اور کوئی کسی طرح نہ منظور کرتا تھا کہ بے ختنہ
کیے ہوے لوگون کو اپنے برابر اور اپنا بھائی سمجھے۔ بیت المقدس مین مخالفت کا اس قدر زور
تھا کہ پولوس بھی باوجود آزاد مزاجی اور دور و دراز ملکون مین ہو آنے کے یہان کی مجلسون مین
اپنے موکلون کی وکالت کا پورا حق نہ ادا کر سکا۔

بطرس حواری نے جب دیکھا کہ انطاکیہ کے وکلا اپنے دعوون پر زیادہ زور نہین

بطرس کی آزاد خیالی

دیتے تو اس نے نہایت بلند نفسی و راستبازی سے یہ تقریر کی کہ جب خدا
ہی نے ان لوگون کے حال پر توجہ کی اور اُن کو قوت عطا کی تو پھر تم اس کی رحمت کا دروازہ
کیون تنگ کیے دیتے ہو؟" اس کا مطلب صاف تھا کہ کیا ضرور ہے کہ بغیر ختنہ کیے کوئی عیسائی

عہ اعمال حواریین۔

نہ ہوسکے۔ بیت المقدس کے عیسائی اب بھی ان باتون کے تسلیم کرنے پر راضی نہ ہوتے تھے۔ مگر بطرس نے جو سب مین بڑا اور سب سے زیادہ صاحب اثر تھا سمجھا بجھا کے لوگون کو موافق بنا لیا۔ اور آخر اس مجلس حوارین کی طرف سے یہ احکام نافذ کیے گئے

مجلس حوارین کے احکام | کہ رومی نژاد عیسائیون کو اختیار ہے کہ ختنہ اور دیگر رسوم یہود کی پابندی چاہین کرین اور چاہین نہ کرین۔ مگر یہ حکم ضروری ہی کہ زنا سے بچتے رہین۔ بتون پر چڑھائی ہوئی چیزین نہ کھائین۔ اور دم مسفوح اور گلا گھونٹے (یعنی غیر مذبوح) جانورون سے بھی پرہیز کرین۔عـ۱

بطرس پر الزام | اس کونسل کے بعد جب پولوس اور برنباس انطاکیہ مین واپس گئے تو باوجود بیت المقدس کے طے شدہ احکام کی پابندی کا اقرار کر گئے تھے مگر غیر اسرائیلی قبائل کے ساتھ بیٹھ کے بے تکلف کھانے پینے لگے جنھین ذبیحہ کا رواج نہ تھا۔ خود بطرس حواری انطاکیہ مین پہونچا تو باوجودیکہ ختنہ اور رسوم یہود کے طرفدارون کا سرغنا سمجھا جاتا تھا۔ مگر یہ اخلاقی کمزوری دکھانے لگا۔ جب دیکھتا کوئی دیکھنے والا نہین ہے بے تکلف رومی عیسائیون کے ساتھ بیٹھ کے کھانے لگتا۔ مگر بیت المقدس کے اسرائیلی عیسائیون کے سامنے پرہیز گار بن جاتا

الزام لگانے والا | بطرس پر یہ ریاکاری کا الزام پولوس نے قائم کیا ہی جو مخالفون اور آزاد مزاج عیسائیون کا سرغنا تھا۔ اگرچہ یہ بات بطرس کی کمزور طبیعت سے چندان بعید تھی یہی وہ حواری تھا جو حضرت مسیح کی ماخوذ ہونیکے ساتھ ہی اس قدر مرعوب ہوا کہ یہودیون کو عام مجمع مین اس بات پر قسم کھا گیا کہ مین اس شخص (مسیح) کو جانتا ہی نہین ''

لیکن اس کی اس کمزوری سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اپنے زبردست ہم قومون اور متعصب ہمخیالون سے چرا کے رومیون کے ساتھ حرام چیزین کھانا اس کی ڈرپوک طبیعت سے مستبعد نہ تھا۔

جو تقدیر بطرس پہنچ جاتا ہے ایسا کیا ہو یا نہ کیا ہو مگر اس مین شک نہین کہ اس وقت تک اسرائیلی عیسائیون کی قوت زیادہ تھی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ انطاکیہ والون کا زبردست مشنری اور وکیل

عـ۱ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زندگی اور دار آن کے بعد یہ ابتدائی دور کے یورپین عیسائی زنا مین بکثرت مبتلا تھے اور اسے جائز و مشروع سمجھ کے کرتے تھے۔

عـ۲ مسیحی کلیسا کی تاریخ یہ گلیتون ۱۱ـ۲ اعمال حوارین۔

برنباس نے بھی پولوس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ برنباس بھی پولوس کا ساتھ چھوڑ کے پطرس کا ہم خیال و ہم عقیدہ ہو گیا۔ اکیلا پولوس تھا جو آخر تک رومی مسیحیوں کے وجود ان پر زور دیتا رہا۔ اور اسکے ساتھ دیگر بلاد و امصار کے لوگوں کو عیسائی بنا بنا کے اپنے ہمخیال مسیحیوں کی جماعت بڑھانے لگا۔

باب دہم

عیسویت یورپ مین۔ پولوس اور پطرس

عیسویت یورپ مین۔ فلپی۔ پولوس کی کرامت۔ ایتھنز۔ قرنطس۔ پولوس کی کامیابی کے اسباب۔ مسیحیت صرف خیالات و عقائد کا نام تھا۔ مذہب عیسوی کی سہولت پولوس کی بےنفسی۔ دیگر جزائر یونان۔ شہر افسوس۔ پولوس پھر یروشلم مین اس کی مصیبت۔ گرفتاری۔ وہ مرتے مرتے بچا۔ مجلس صنہادرین۔ یہودی قتل پر آمادہ ہین۔ پولوس قیساریہ مین۔ قیساریہ مین اسکی حالت۔ قیصر روم کی دوہائی۔ پولوس اگرپا کے سامنے۔ اگرپا ترس کھاتا ہے۔ پولوس پابزنجیر روم کو جاتا ہے۔ روم کے مسیحیون کا جوش ہمدردی۔ گرفتاری اور تبلیغ دین۔ روم مین اسکی تبلیغ دین کی وضع۔ مظلومی کا اثر۔ رہائی۔ اُس کی باقی زندگی کی نسبت اختلافات۔ روم کی آتش زدگی۔ مسیحیون پر دولت روم کا پہلا ظلم۔ پولوس پھر گرفتار ہوا۔ اس کی اور پطرس حواری کی شہادت۔

عیسویت یورپ مین۔ مصلوبیت مسیح کے ۲۹ سال بعد وہ ایشیا کے شہرون سے گزر کے یورپ کے سواحل پر اترتے یونان مین داخل ہوا۔ اور علاقہ مقدونیہ کے شہر فلپی مین تبلیغ دین مسیحی شروع کر دی۔ یہان اسکی کوشش کا پہلا پھل ایک خوب عورت تھی جس نے اُسے اپنا مہمان بنایا۔ اسی اثنا مین ایک لونڈی جو کبھی مسمریزم جاننے والے جادوگر کی معمول تھی۔ اس پر ایمان لے آئی۔ اسی کی وجہ سے پولوس کو تھوڑے ہی دنون

اجلاس پر جانا پڑا۔ یونانی مجسٹریٹ کے حکم سے اُس کی برہنہ پیٹھ پر کوڑے پڑے۔ اور وہ قید خانے مین بند کر دیا گیا۔ خوش نصیبی سے اسی دن زلزلہ آیا۔ قید خانہ کی دیوارین گر گئین

پولس کی کرامت اور پولس جاگ چکا تھا کہ داروغہ مجبس نے اپنے اوپر الزام آنے کے خوف سے خودکشی کا ارادہ کیا۔ ناگہان آواز آئی "اپنے کو نقصان نہ پہونچا ہم موجود ہین"۔ سپاہ دار الخ خود پولس کی بھی صورت دیکھتے ہی داروغہ قدمون پر گر کے ایمان لایا۔ اور پولس کو اپنے گھر لے گیا اُس کے زخم دھوئے اور کھانا کھلایا۔ یہ واقعہ سُن کے حاکم نے بھی اُس سے معافی مانگی کئی صاحب اثر لوگ اور چند غریب آدمی عیسائی ہوگئے۔ اور فلپی مین ایک عیسائی کلیسیا قائم ہوگیا۔

ایتھنز فلپی مین اپنے مذہب کی بنیاد قائم کرکے وہ ایتھنز یعنی یونان کے دار السلطنت مین جا پہونچا۔ یہان قدیم فلسفہ کا اور اس کے ساتھ بت پرستی کا بڑا زور تھا۔ پولس نے یہان بڑی بڑی فصیح و بلیغ تقریرین کین۔ اور گو کہ ہر جگہ اس پر قہقہے اڑتے تھے۔ اور لوگ اسے جاہل نادان خیال کرتے تھے۔ مگر اس نے اپنے فرض کو کسی طرح نہ چھوڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض غریب لوگ یہان بھی اُس کے عقائد کو تسلیم کرنے لگے۔

یورپ مین داخل ہونے کو ابھی ایک سال نہین ہوا تھا کہ سنہ ۱۹ھ قبل محمد (سنہ ۵۲ع) مین وہ ایتھنز

قرنطش سے روانہ ہو کے قرنطش (کارنتھیہ) مین پہونچا۔ یہان معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنے اغراض مین زیادہ کامیابی ہوئی۔ اور بہت سے غریبون کے سوا دو ایک معزز رئیس بھی دین عیسوی مین شامل ہوگئے۔ ڈیڑھ سال تک وہ یہین ٹھہرا [؟] اور انہین مختصر وقت مین بہت سے لوگون کو اپنا ہم عقیدہ بنا کے یہان بھی ایک کلیسیا قائم کر دیا۔

پولس کی کامیابی کے اسباب پولس کو جو جلدی اور امید سے زیادہ کامیابی ہوئی اس کے کئی سبب تھے۔ اول تو یونان ایسا ملک تھا جہان فلسفہ کو روحانیات کی بہت بڑی تحقیقات کے بعد بھی انسانی اخلاق کے درست کرنے مین ناکامی ہو چکی تھی ہر شخص کے ذہن مین جمی ہوئی تھی کہ انسانی خیالات چاہے کتنے ہی اعلیٰ درجے پر پہونچ جائین نوع انسان کو عمدہ اخلاق کا پابند نہین بنا سکتے۔ ایک رسم کے طریقے سے بت پرستی علم مذہب تھا [؟]

عہ اعمال حوارئین۔

تھی۔ مگر عقلا کے خیالات اس کی طرف سے بے پروا ہوتے جاتے تھے۔ یہ خیالات
ہر شخص کے دل مین کھٹک رہے تھے کہ جن دیوتاؤن اور دیویون کی پرستش کیجاتی
ہے اُن مین سے ایک بھی نہین ہے جس کے دامن پر بدکاری کے بڑے بڑے شرمناک
دھبے نہ موجود ہون۔ دوسرا سبب اُس کی کامیابیون کا یہ تھا کہ یہودی یونان کی تمام
ساحلی شہرون مین آباد تھے۔ اور اُن کے اختلاط سے یونانی عورتون پر عموماً ایک خدا کے
پوجنے کا اثر پڑ گیا تھا۔ وہ اس نئے دین کو پسند کرتی تھین۔ اور پولوس کی صورت
مین جب ایک یہودی شخص ہی نے اُنھین اپنے دین کی طرف بلانا شروع کیا تو وہ بے تکلف
اُسکی معتقد اور دین مسیحی کی پابند ہونے لگین عہ اور سب سے زیادہ کامیاب کرانے
والی یہ بات تھی کہ پولوس جس دین کی طرف بلاتا

مسیحیت صرف خیالات وعقائد کا نام تھا

تھا اس مین نہ تو کسی بات کی روک تھی اور نہ کسی نئے اخلاق کی تاکید۔ صرف خیالات
بدل دینے کا نام عیسائی بنانا تھا۔ جن اسرائیلی قیدون اور معاشرتی امور کو حضرت مسیح
اور آپ کے صحبت یافتہ حوارین نے اپنے لیے ضروری خیال کیا تھا اُن سب سے پولوس
کو کوئی علاقہ نہ تھا وہ کہتا تھا کہ جو چاہو کرو مگر فقط اتنا سمجھ لو کہ خدا ایک ہے۔ اور مسیح اپنے
دعوون مین سچے تھے۔ اور سب باتین دور کنار بعض حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ پولوس
زناکاری کے رد کرنے مین بھی چندان اہتمام نہ کرتا تھا۔ چنانچہ یہی الزام کارنتھ کے پہلے
کلیسا پر قائم کیا گیا سہ اور ایسا ہی بعض اُن الزامات کے دیکھنے سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو بت پرستون
نے اس دور کے عیسائیون کی جانب منسوب کیے تھے للعہ۔ بہر حال جب کسی قسم کے افعال کی روک

عہ تاریخ دین عیسوی مصنفہ مل مین اور عیسائی کلیسا کی تاریخ عدہ مل مین۔

سہ عیسائی کلیسا کی تاریخ۔

للعہ عیسائیون کی نسبت مشہور تھا کہ زناکاری مین مبتلا ہین۔ اور انسان کا گوشت کھاتے ہین۔ اس
مین شک نہین کہ انسان کا گوشت کھانے کا الزام ان کے عشاء ربانی کی وجہ سے قائم کیا گیا۔ کیونکہ
ابن آدم کا گوشت کھانے اور ابن آدم کا خون پینے کی اصطلاح مسیحیون مین بہت مروج اور یہی اصل
عبادت تھی۔ مگر زناکاری کا الزام کسی قدر اصلیت رکھتا معلوم ہوتا ہے۔

ٹوک نہ ہوا اور انسان کو صرف اتنی ہی تکلیف دی جائے کہ فلان خیال کو دل و زبان سے مان لو تو کامیابی مین زیادہ دشواریان نہین پیش آتی ہین۔ جب کوئی نیا مذہب اپنی حقیقت کو ظاہر کرنا شروع کرتا ہے۔ اُس وقت ایسے لوگ کثرت سے پیدا ہو جاتے ہین جو دل و زبان سے تو اُس کو تسلیم کر لیتے ہین مگر عملی طور پر اپنے عزیزون اور اپنی قوم سے تعلقات معاشرت کو نہین چھوڑ سکتے۔ اس قسم کے لوگون مین پولوس کی مسیحیت سے زیادہ کامیاب ہونے والا کوئی مذہب نہین ہو سکتا۔ عیسائیت کی اسی

مذہب عیسوی کی سہولت

دلفریب آسانی و دلکشی کے مقابلے مین بعض موقعون پر اسلام کو بھی ناکامی حاصل ہو گئی ہے[ع۵]۔ علاوہ اِن آسانیون کے ایک یہ بات بھی تھی کہ پولوس جس شان سے لوگون کو اپنے دین کی طرف بلا رہا تھا۔ اُس سے زیادہ موثر اور موافق کرنے والی کوئی

پولوس کی بے نفسی

وضع ہو سکتی ہی نہین۔ وہ بہت ہی غریب آدمی اور روپیہ پیسہ کی طرف سے بالکل بے پروا تھا۔ وہ خیمہ دوزی کر کے اپنی روٹی پیدا کرتا۔ بالون کے بنے ہوئے خیمے تیار کر کر کے اپنا پیٹ پالتا۔ اور اسی کے ساتھ سڑکون اور شاہراہون پر کھڑے ہو کے تبلیغ دین کی صدا بلند کرتا۔ اس کی آواز اور صورت دونون تصدیق کرتی تھین کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اُس مین نہ کسی قسم کی خود غرضی ہے اور نہ کوئی طمع۔ قرنطش مین اُس کے زیادہ رہنے کا بھی غالباً یہی سبب ہوا کہ جس کارخانے دار کے کارخانے مین وہ خیمے بناتا تھا وہ بھی اس کا معتقد ہو گیا۔ اور اُسے چند روز تک بے خرخشہ اطمینان کے ساتھ دعوت دین کرنے کا موقع مل گیا۔

دیگر جزائر یونان

ڈیڑھ سال کے بعد قرنطش چھوڑ کے پولوس یونان کے مختلف چھوٹے

ع۵ ایوان اول شہنشاہی خاندان روس کے مورث اعلیٰ نے جب بت پرستی چھوڑ کے کوئی مہذب دین اختیار کرنا چاہا اُس وقت یہودیون مسلمانون اور عیسائیون کے دونون چرچ یعنی کلیسائے یونان و کلیسائے روم کے وکلا اُس کے دربار مین پہونچے۔ یہودی قوانین کی کمزوری اور کسی جگہ حکومت نہ رکھنے کی وجہ سے ناکام ہوئے۔ مسلمانون اور عیسائیون مین سے اُس نے دین اسلام ہی کو پسند کیا تھا مگر کہا مین اور میری قوم شراب کو نہین چھوڑ سکتی اور چونکہ مسلمانون نے اُس کی اجازت نہ دی لہٰذا ان کی کوشش بھی ناکام ہوا۔ کلیسائے یونان نے شراب کی پوری آزادی دی اور اپنے حریف کلیسائے روم پر اس وجہ سے کامیاب ہوا کہ قسطنطنیہ کے عیسائی شہنشاہ کی حسین نازنین اور زاہدہ غریب بیٹی ایوان کے محل مین پہونچا دی گئی (دیکھو گبن۔ اور کیسل کی تاریخ جنگ روم وغیرہ)۔

چھوٹے جزائر مین آتا جاتا رہا۔ جہان مسیحیت کا قدم جمنا شروع ہو گیا تھا اتنے دنون تک مختلف شہرون مین پھرنے کے بعد وہ ارض شام مین واپس آ کے بیت المقدس مین گیا۔ اور چندہی روز ٹھہر کے ۵۱ قبل محمد (۵۴ء) مین دوسرا مذہبی سفر شروع کر دیا۔ پہلے ایشیائے کوچک کے شہر افسوس مین پہونچا۔ یہان بت پرستی کے مقابلے مین اُسے بڑی بڑی دشواریان پیش آئین۔ بت گروشون نے اس کے خلاف ایک بڑا بھاری طوفان بپا کر دیا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ عجیب عجیب قسم کی کرامتین دکھا کے اُس نے ان لوگون کے ہاتھ سے نجات حاصل کی۔ کامل تین سال تک شہر افسوس مین ٹھہر کے اُس نے پھر علاقۂ مقدونیہ کی راہ لی اور ۱۴ قبل محمد مین وہان اپنی صدا سے دین بلند کرنے لگا۔ تھوڑی مدت مین قرنطس وغیرہ کا چکر لگا کے اُس نے پھر بیت المقدس کی راہ لی۔ اور ۱۳ قبل محمد مین یہودیون کے قدیم مقدس شہر اور حضرت مسیح کے وطن مالوف مین پھر وارد ہوا[۵۶]

پولوس پھر یروشلیم مین۔ اب کی وہ بیت المقدس مین پانچوین بار آیا تھا۔ اور ارض یہودا کے عیسائی چونکہ نہایت ہی تباہی زدہ اور قحط مین مبتلا تھے۔ اس لیے علاقۂ یونان قرنطس وغیرہ کے عیسائیون سے یہان والون کے لیے بہت کچھ چندہ بھی وصول کر لایا تھا۔ مگر اُس کی یہ ساری ہمدردی کا بے سود ہوئی۔ اس لیے کہ یہودی نژاد عیسائی اب پہلے سے زیادہ رومی اور غیر مختون عیسائیون کے دشمن تھے۔ پولوس نے یہ رنگ دیکھ کے حتی الامکان اسرائیلی بھائیون کے رسوم کی پابندی کی۔ اُن کے مروجہ رسوم و آداب کا پورا لحاظ رکھا۔ اور کوئی ایسی بات نہین کی جو اُن کے مذاق و عقائد کے خلاف ہو مگر اب کا کیا علاج تھا کہ یہودی اُس کے دشمن تھے جن سے یونان و ایشیا کے ہر شہر مین اُس نے مخالفت کی تھی اور اُن کے ہم قوم اسرائیلی نژاد عیسائی بھی اس سے کچھ زیادہ ہمدردی نہ رکھتے تھے۔ ایک دن بعض دوستون کے ساتھ پورے آداب و حفظ مراتب کے ساتھ مسجد اقصیٰ مین نذر چڑھانے کو گیا۔ جیسے ہی حرم مین قدم رکھا بعض یہودیون کا جو ایشیائے کوچک کے شہر افسوس مین اُسے دیکھ چکے تھے سامنا ہو گیا

[۵۶] اسٹوڈنٹس نیو ٹسٹمنٹ ہسٹری مصنفہ قلپ اسمتھ۔

وہ لوگ تو دو چار ہوتے ہی پہچان گئے۔ اور غل مچایا کہ "یہ شخص غیر مختونوں کو بنی اسرائیل کے مقدس حرم میں داخل کرتا چاہتا ہے۔ اور اسوقت بھی ایک غیر مختون یونانی کو حرم کے اندر لاکے حرم محترم کو ناپاک کر رہا ہے" اور واقعی طرفیموس نام ایک یونانی مسیحی اس وقت اس کے ہمراہ تھا۔ جسے وہ لوگ شہر افسوس میں دیکھ چلے تھے اور جانتے تھے کہ یونانی الاصل اور غیر مختون ہے۔ ان لوگوں کا غل مچانا تھا کہ اس کے خلاف ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ لوگ ہر طرف سے جھپٹ پڑے۔ اور اسے خوب پیٹا۔ اس موقع پر اسرائیلیوں نے اسکی زندگی کا چراغ گل کر دیا ہوتا۔ مگر رومی پولیس نے فوراً دست اندازی کی۔ اور پولوس کو زنجیروں میں جکڑ کے رومی حاکم کے سامنے لے گئے اور قلعہ انطونیا میں لے جا کے رکھا۔ مگر گرفتار کرنے کے بعد جب والی نے یہ سنا کہ وہ رومی زبان جانتا ہے۔ اور شہر طرطوس کا باشندہ ہے تو نرمی سے پیش آیا۔ اور اُسے اجازت دیدی کہ مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کے وعظ کہے۔ اس زمانے کے رومی قانون کی رُو سے ارض مقدس میں رومیوں۔ یونانیوں۔ اور قلمرو روم کے دوسرے متوطنوں کو یہودیوں سے زیادہ حقوق حاصل تھے۔ اور انھیں ہر امر میں زیادہ آزادی حاصل تھی۔ رومی حاکم کی اجازت سے پولوس نے مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں پہ وعظ کہنا شروع کیا تو یہودیوں نے پھر یورش کی۔ اور جیسے ہی اس نے عبرانی زبان میں تقریر شروع کی لوگ پھر چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔ حاکم نے جو سب لوگوں کو اس کے قتل پر آمادہ مرنے مرنے پر دیکھا تو پھر اُسے اپنی حراست میں قلعے کے اندر بلوا لیا۔ اور چونکہ زبان عبرانی نہ جانتا تھا اس وجہ سے یہ خیال کر کے کہ پولوس نے یہودیوں کو کچھ سخت و سست کہا ہے اس کی نسبت سزائے تازیانہ کا حکم دے دیا۔ مگر پولوس نے رومی زبان میں یہ کہہ کے کہ "میں آزاد باشندۂ طرطوس ہوں" اپنے آپ کو اس ذلیل سزا سے بچا لیا۔

مگر پولوس کی یہ اسیری غضب کی تھی۔ پانچ سال تک پابہ زنجیر رہا۔ اور بارہا ایسے اتفاقات پیش آئے کہ اُسے زندگی سے یاس ہو گئی۔ گرفتار ہوتے ہی پہلے یہود کی مجلس صنہادریت کے سامنے

عہ یتو طلفٹ ہسٹری۔ مصنفہ وتلب اسمتھ عہ مسیحی کلیسا کی تاریخ۔

عہ تاریخ یہود مصنفہ ملمین۔

پیش کیا گیا۔ اس لیے کہ اس کے جرم کو خاص یہود کے مذہب سے تعلق تھا۔
مجلس صنہادرین اس مجلس کے حکم سے وہ یقیناً قتل ہو جاتا۔ مگر پولوس نے یہ دعوی کرکے کہ مین ایک فریسی ہون فریسیون کو اپنے موافق بنا لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صدوقیون اور فریسیون مین اس کے قتل کی بابت اختلاف ہوا۔ اور غالباً اسی اختلاف کے بدولت رومیون کو اس کی جان بچانے کا موقع مل گیا۔ مجلس صنہادرین کے ہاتھ سے بچ کے جب پولوس نکل گیا تو کچھ اوپر چالیس یہودیون نے قسم کھائی کہ جب تک یہ دشمن یہود نہ قتل ہوگا
یہودی قتل پر آمادہ ہین کھانا نہ کھائین گے۔ اور جا کے مقتدائے یہود سے درخواست کی کہ جس طرح بنے پولوس کو رومی افسرون سے مانگ کے پھر اپنے سامنے لاؤ اور قتل کی سزا دو۔ یہان یہ سامان ہو رہا تھا کہ پولوس کے بھانجے کو جو یہودیون مین ملا ہوا تھا۔ اس کارروائی کی خبر ہوگئی۔ وہ سیدھا قلعے مین گیا۔ ماموں کے دیکھنے کی اجازت حاصل کی۔ اور پھر اسی کے اشارے سے یہود کی اس قسم کا واقعہ رومیون کے سردار کے گوش زد کر دیا۔ اس نے نوجوان مخبر کو تو حکم دیا کہ اس راز کو اور کسی سے نہ بیان کرنا۔ اور خود اسی وقت رات کو یہ اہتمام کر دیا کہ رومی افسرون کے سپاہیون کے ایک زبردست دستہ کے ساتھ
پولوس قیساریہ مین پولوس کو راتون رات قیساریہ مین پہونچا دیا۔ اور یہودی ہاتھ
قیساریہ مین اس کی حالت مل کے رہ گئے۔ قیساریہ مین بھی ایک مدت تک وہ قیدخانے مین رہا۔ اور سبب یہ تھا کہ ارض یہودا کا پروکیوریٹر (کلکٹر) اپنے ذاتی اغراض یا کسی طمع کی وجہ سے اور بعض مورخین[عہ] کا بیان ہے کہ اپنی یہودیہ بی بی دروسلا کے اصرار سے یہودیون کو خوش کرنا اور راضی رکھنا چاہتا تھا۔ پولوس اتنے دنون اسیر رہا کہ رومی کلکٹر بدل گیا مگر بدنصیبی سے جو دوسرا کلکٹر آیا وہ بھی کچھ مہربان نہ تھا۔ اس نے بڑی سردمہری سے یہ تجویز کی کہ پولوس پھر بیت المقدس مین بھیج کے مجلس صنہادرین کے حوالے کر دیا جائے۔ پولوس کو جب یہ حال معلوم ہوا تو زندگی سے بالکل یاس ہوگئی۔ اور

عہ نیو ٹسٹمنٹ ہسٹری مصنفہ فلپ اسمتھ۔

عہ فلپ اسمتھ۔

قیصر روم کی دوہائی

قضا کا فیصلہ رد کرنے کے لیے اس نے آخری کوشش یہ کی کہ قیصر روم کی دوہائی دی۔ رومی قوانین کی رو سے اگر کوئی رومی شخص خاص قیصر کی دوہائی دیدیتا تو پھر کسی کی مجال نہ تھی کہ اُسے سزا دے سکے۔ بلکہ اگر کوئی حاکم سزا دینے کی جرأت کر بیٹھتا تو خود مجرم قرار پاجاتا۔ خصوصاً ان دنوں جبکہ نیرو قیصر روم تھا۔ جو نہایت ہی سخت خیال کیا جاتا۔ الغرض اس طرح پولوس نے دشمن رومی کلکٹر اور خون کے پیاسے اراکین مجلس صنہادرین کے ہاتھ سے جان چھڑا کے اپنی قسمت قیصر روم کے ہاتھ میں دے دی۔ اتفاقاً اسی زمانے میں ہیرود اعظم کا پوتا اگرپا اور اُسکی

پولوس اگرپا کے سامنے

حسین بہن برنیقہ وارد قیساریہ ہوئے۔ اگرپا نے رومی کلکٹر سے پولوس کا پورا واقعہ سُن کے اس کے دیکھنے کی خواہش کی۔ پولوس زنجیروں میں جکڑا ہوا اُن کے سامنے لایا گیا۔ اور سامنا ہوتے ہی اُسے بھی دین عیسوی کیطرف بلانے لگا۔ اس تبلیغ کا تو کیا اثر ہوتا مگر اگرپا نے اس گرفتار رنج و محن کی

اگرپا ترس کھاتا ہے

بیکسی پر ترس کھا کے فیصلہ کردیا کہ یہ شخص بالکل بے قصور گرفتار کیا گیا ہے۔ لیکن اب جس طرح اس کو سزا نہیں دی جا سکتی تھی اسی طرح یہ بھی غیر ممکن تھا کہ چھوڑ دیا جائے۔ اس لیے کہ قیصر روم کے دربار میں بھیجا جانا ضروری اور لازمی تھا

پولوس پابہ زنجیر روم کو جاتا ہے

الغرض سنہ ۵۰۹ قبل محمد (سنہ ۶۱ء) میں وہ جہاز پہ سوار کرا کے دارالسلطنت ملک روم کی طرف روانہ کیا گیا۔ راستے میں طوفان آیا۔ بڑی بڑی تباہیوں سے سابقہ پڑا۔ جن کے حالات سے کلیسا کی تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ آخر ایک سال کی مصیبتوں کے بعد پولوس اپنے رومی محافظوں کے ساتھ ایطالیہ کے ساحل پہ اترا۔ غالباً اسی کی کوششوں کی برکت سے [عہ] دین عیسوی کے حامی یہاں اس سے پہلے پہونچ چکے تھے۔ اگرچہ وہ لوگ غریب

روم کے مسیحیوں کا جوش ہمدردی

اور کم حیثیت تھے۔ مگر اس کے آنے کی خبر سنتے ہی استقبال کو تیار ہوگئے۔ پولوس نے ان کی صورت دیکھتے ہی پند و نصائح کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اگرچہ ایک پابہ زنجیر قیدی تھا مگر فرائض دینی سے غافل نہ ہوا۔ اور گرد و پیش جو ملتا اسے دین

عہ عیسائی کلیسا کی تاریخ

گرفتاری اور تبلیغ دین

عیسوی کی طرف بلاتا۔ یورپ کے لوگون کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ خود پرستی و فضول شان و شوکت کا الزام شاہنشاہان ایشیا ہی کو دیا کرتے ہین۔ مگر اِس موقع پر ہم دیکھتے ہین۔ کہ پولوس دو سال تک روم مین پڑا رہا اور نیرو کے دربار تک رسائی نہ ہوئی۔ مگر اس کے سچے جوش دل نے دربار قیصری سے اس بات کی اجازت البتہ دلوا دی کہ پہرے اور حراست کے رومی سپاہی کو ساتھ لے کے جہان چاہے جائے اور اپنے دین کی تبلیغ کرے۔

روم مین اس کی تبلیغ دین کی وضع

وہ ہر وقت زنجیرون مین جکڑا رہتا تھا۔ فقط کھانا کھاتے وقت ہاتھ پاؤن کھول دیے جاتے۔ باقی ہر حالت مین وہ طوق و سلاسل پہنے ہی نظر آتا۔ اسی وضع سے اپنے حراست کرنیوالون کے ہمراہ وہ یہودیون کے معبد مین جاتا۔ اور سڑکون پر کھڑے ہو کے دین مسیحی کی دعوت کرتا۔ اپنی سرگزشت اور مصیبت ایک ایک کے سامنے بیان کرتا۔ اور سب کو خدا پرستی کی طرف بلاتا۔ روم مین اُس نے ایک مکان کرایے پر لے رکھا تھا۔ جس مین وہ اور اُس کی حراست کرنیوالا سپاہی دونون رہتے۔ اور یہ وہ زمانہ تھا کہ ادھر اُدھر جا کے دین کی اشاعت کرتے وقت فقط زنجیرون ہی مین نہین جکڑا ہوتا بلکہ وعظ کہتے وقت رومی سپاہی اس کا بازو بھی پکڑے رہتا۔ پولوس کے وعظ و تبلیغ کی یہ شان نہایت ہی موثر تھی شاید ایسا پراثر طریقہ اشاعت دین اور کسی حال مین اسے ہرگز نہ نصیب ہو سکتا۔ مگر خود یہودیون کی دشمنی اور رومی شہنشاہ کی بے پروائی نے اپنے مظالم کے نمونے دکھانے کے ساتھ اس مظلوم کی زبان مین اثر اور اس کی وضع و صورت مین حد سے زیادہ جذب و کشش پیدا کر دی۔ جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ اس کا گرفتار ہو کے جانا بھی بیکار نہ گیا۔ زنجیرین

مظلومی کا اثر

پہنے ہی پہنے اس نے بہت سے اسرائیلیون اور رومیون کو مسیحی بنا لیا۔ اپنی اسی گرفتاری کے زمانے مین اس نے مختلف لوگون اور گروہون کے نام ہدایت اور تبلیغ کے خطوط بھیجے اور اسکی نہ تھکنے والی کوشش نے یہ عجیب معجزنما نتیجہ دکھایا کہ خود شاہی خاندان روم کے کئی معزز رئیس اُس کے معتقد و پیرو ہو گئے۔ آخر دو سال کی اسیری و گرفتاری کے بعد نیرو

عہ عیسائی کلیسا کی تاریخ۔

اُس کا مقدمہ سُنا۔ خاص شہنشاہی دربار مین حاضر ہوکے اُس نے جواب دہی کی۔

رہائی

خوش قسمتی سے مقدمہ اُس کے موافق فیصل ہوا۔ اور آزادی دیدی گئی

اس کی ما بقی زندگی کی نسبت اختلافات

اس اسیری کے بعد پولوس کی زندگی مین بڑا اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہین کہ اسی اسیری کے بعد وہ بت پرستون کے ہاتھ سے شہید ہوگیا۔ بعض کا خیال ہے کہ نیرو نے اُسے رہائی دی۔ قید سے چھوٹتے ہی وہ پھر ارض یہودا مین چلا گیا۔ انطاکیہ کا سفر کیا پھر اپنے قائم کیے ہوے ان کلیساؤن مین گیا جو افسوس وغیرہ مین تھے۔ افسوس سے ایک بار جزیرۂ کریٹ مین اور پھر دوبارہ مقدونیہ مین گیا۔ بعد ازان پھر افسوس مین آیا۔ اور وہان سے گرفتار کرکے پھر دارالسلطنت روم بھیج دیا گیا۔عہ

روم کی آتش زدگی

۵۷ شنہ قبل محمدؐ (۶۴ سنہ ع) مین قیصر نیرو نے بے پروائی یا کسی خاص جاہلانہ جوش مین آکے اپنے دارالسلطنت رومۃ الکبری مین خود ہی آگ لگا دی تھی۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ رومی رعایا مین ناراضی بڑھتی جاتی ہے اور عام لوگ اس کی حکومت کے خلاف ہوتے جاتے ہین تو کوشش کی کہ آتش زنی کا الزام عیسائیون کے سر پر رکھ دیے جو عموماً غریب تھے اور زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ خود ہی ڈھونڈھ کے چند ایسے بدمعاش گواہ پیدا کر دیے جنھون نے علانیہ شہادت دی کہ شہر مین عیسائیون نے آگ لگائی تھی۔ ان جعلی شہادتون کی بنا پر مسیحیون کا ایک بڑا گروہ مجرم قرار دے دیا گیا۔ وہ لوگ نہایت بے رحمی کے ساتھ اور طرح طرح کے مضحکانہ اذیت رسانیون سے مارے گئے۔ کوئی جنگلی جانورون کی کھالین پہنا کے کتون سے نچوایا گیا۔ کوئی مصلوب کیا گیا۔ بعضون کے بدن مین رال وغیرہ کی قسم کا جلانے والا مسالہ لگا دیا گیا اور جب رات ہوئی تو وہ مشعلون کی طرح جلائے گئے یا آتش بازی کی طرح چھوڑے گئے۔ آخر نیرو نے یہ قانون بھی جاری

مسیحیون پر دولت روم کا پہلا ظلم

کردیا تھا کہ جو کوئی دین عیسوی اختیار کرے واجب القتل ہے عہ

پولوس پھر گرفتار ہوا

انھین قتلون اور مظالم کے بیچ مین پولوس کو بھی گرفتار کرکے روم مین بھیج دیا

عہ اسٹوڈنٹس نیو ٹسٹمنٹ ہسٹری مصنفہ فلپ اسمتھ

عہ عیسائی کلیسا کی تاریخ

جہاں ۶۲ سنہ ۵۶۰ قبل محمدؐ (سنہ ۶۲ء) میں اس کا سر کاٹا گیا۔ اور اسی سال پطرس حواری بھی جو حضرت مسیح کے بعد سارے مسیحیوں میں سب سے زیادہ رتبہ رکھتا تھا اور ختنہ کرنیوالے عیسائیوں کا مقتدا و سرغنا سمجھا جاتا تھا مختلف بلاد مغرب میں تبلیغ دین کرتا ہوا اتفاقاً شہر رومتہ الکبریٰ میں پہونچا اور پہونچتے ہی رومیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔عہ

اس کی اور پطرس حواری کی شہادت

باب یازدہم

حقیقی اور غیر حقیقی مسیحیت میں امتیاز

مسیحیوں کے پہلے مقتدا بیت المقدس کی حالت۔ عیسائی بیت المقدس سے چلے گئے۔ ان کے عقائد۔ ہیڈرین قیصر۔ پلا والے عیسائیوں کی پالیسی۔ اُن کا یونانی الاصل مقتدا۔ اس کی مقتدائی کا اثر۔ کیتھولک چرچ کی ابتدا۔ یونانی مقتدا کے مخالف ناصری۔ باہمی تعصب و اختلاف۔ ناصریین کو ابیونی لقب دیا گیا۔ ابیونی اور ناصری ایک ہی فرقہ تھا۔ ناصریین کی انجیل اُن کے عقائد۔ ان کی تاریخ اسلام کی حقیت نصرانیت کا تغیر و تبدل۔ شریعت عیسوی کے پیرو کون لوگ تھے؟ ولادت مسیح کے متعلق ناصریوں کا عقیدہ۔ وہ مسیح کو نبی مرسل مانتے تھے۔ الوہیت مسیح کی تغلیط۔ ناصرین فرق مبتدعہ میں نہ تھے۔

مسیحیوں کے پہلے مقتدا

مندرجۂ بالا کوششوں اور جان بازیوں سے جو کلیسا دار السلطنت روم میں قائم ہوا اس کے پہلے مقتدا پولوس اور پطرس دونوں تھے۔ گو یہ فقط کیتھولک عیسائیوں کا اعتقاد ہے۔ پراٹسٹنٹ جنھوں نے پولوس کی تعظیم و تکریم میں اور آنکھیں بند کر کے اس کی تقلید کرنے میں یہاں تک کوشش کی ہے کہ مسائل شرعیہ میں اس کے سامنے حضرت مسیح کا بھی پاس و لحاظ نہیں کرتے اس امر سے انکار کرتے ہیں۔ اور پطرس کو رومی کلیسا کا سردار نہیں مانتے۔ لیکن یہ غالباً صحیح ہے کہ مسیحیت کے دور اولین کے یہ دونوں بہادر

عہ اسمٹھ (ڈنس) نیو ٹسٹمنٹ ہسٹری مصنفہ فلپ اسمتھ۔ عہ عیسائی کلیسا کی تاریخ۔

دمبر فردوش نقدار رومتہ الکبریٰ میں نیرو کے ظلم سے ایک ہی سال میں شہید ہوئے[عه۵]۔

بیت المقدس کی حالت

ادھر روما اور تمام صوبجات یونان و روم میں نیرو کا ظالمانہ قانون عیسائیوں کا قتل و قمع کر رہا تھا۔ اور ادھر اسی زمانے میں بیت المقدس اور خاص ہیکل ربانی پر ادبار و تباہی کے آثار چھائے ہوئے تھے یونانیوں اور یہودیوں کے باہمی اختلاف نے بنی اسرائیل کو ہر جگہ لوٹنا مارنا شروع کر دیا تھا۔ اور وہ زمانہ سر پر آگیا تھا جس کی مفصل حالت ہم اس سے پیشتر بیان کر چکے ہیں۔

عیسائی بیت المقدس سے چلے گئے

بیت المقدس کے عیسائیوں نے جب دیکھا کہ پطرس جان سے مار ڈالا گیا۔ ارض مقدس کی یہ حالت ہے کہ رومی فوجیں خاص خانہ خدا کے گرد اترنے کو ہیں۔ اور مسجد اقصیٰ کے انہدام کا وہ زمانہ سر پر آپہونچا جس کی پیشین گوئی خود حضرت مسیح نے کی تھی۔ تو وہ دل میں ڈرے اور حضرت سلیمان کے قدیم شہر کو چھوڑ کے سنہ [illegible] قبل محمد (سنہ [illegible]) میں وادی یردن کے اس پار ایک چھوٹے قصبے پلا میں چلے گئے۔ اور وہیں ٹھہر کے انھوں نے بیت المقدس اور اس کے ساتھ ساری ارض یہودا اور نسل اسرائیل کی تباہی و بربادی کا تماشا دیکھا۔

ان کے عقائد

یہ لوگ پولوس کے معتقد نہ تھے بلکہ اسی اصلی اور پہلی عیسویت کے معزز ممبر تھے جو حضرت مسیح کی سچی تعلیمات کے مطابق تھی خانہ خدا کے انہدام پر ان کا دل بھی اسی طرح دکھا جس طرح یہودیوں کا دکھا تھا۔ اور جس طرح خود حضرت مسیح کا دکھتا۔ حضرت مسیح نے جن درد کے الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی اسی درد سے انھوں نے اس کو سنا اور اسی درد سے اس کے ظہور کو بھی دیکھا۔ وہ ان تمام احکام توراۃ کے پابند تھے جن کو حضرت عیسیٰ نے بصراحت منسوخ نہیں فرمایا تھا۔ ختنہ کرتے تھے۔ لحم خنزیر اور منخنقہ سے پرہیز کرتے تھے۔ بتوں پر چڑھائی ہوئی چیزوں اور مشرکوں کے ذبیحہ کو حرام سمجھتے تھے اور سب کے ساتھ یہ بھی تھا کہ حرم الٰہی کو اپنا قبلہ تصور کرتے تھے۔ جس کی زیارت حضرت مسیح نے بھی باوجود انتہا سے زیادہ مخالف ہونے کے بھی نہ چھوڑی تھی۔ بیت المقدس کے تباہ ہو جانے کے بعد بھی وہ دینی اور دلی جوش سے اس کا احترام کرتے

عه۵ اسٹوڈنٹس نیو ٹسٹمنٹ ہسٹری مصنفہ فسب اسمتھ۔

انتظار کرتے رہے جب خانۂ خدا کے کھنڈروں پر سے بت پرستوں کا پہرہ اُٹھے گا اور موحد خدا پرست اس کی زیارت کا شرف حاصل کرینگے۔

یہ مسیحی مدت تک قصبۂ پلا میں بالکل گمنامی کی زندگی بسر کرتے رہے۔

ہیڈرین قیصر اور یہاں تک کہ قیصر روم ہیڈرین کا زمانہ شروع ہوا جو سنہ ۴۵۳ قبل محمدؐ سے سنہ ۴۳۲ قبل محمدؐ تک (سنہ ۱۱۷ء سنہ ۱۳۸ء) قیصر روم تھا۔ اس قیصر کے حکم سے سنہ ۴۳۷ قبل محمدؐ میں یہودی ایک تازہ بغاوت کی وجہ سے یہ سب سے بڑا ظلم ہوا کہ کوہ صیہون پر یعنی قدیم بیت المقدس کی جگہ پر رومیوں اور یونانیوں کی ایک نو آبادی قائم ہوئی جس کا نام ایلیا کیپی ٹولینا رکھا گیا۔ اور خاص خانۂ خدا کے کھنڈروں پر جیوپیٹر کا مندر بنا۔ ہیڈرین کو مسیحیوں کے ساتھ بھی کوئی خاص ہمدردی نہ تھی۔ بلکہ اُن کو بھی یہودیوں ہی کا ایک فرقہ تصور کرکے وہ سلطنت کا مجرم جانتا تھا۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جس جگہ لوگوں کو حضرت عیسیٰ کے دفن ہونے کا خیال تھا اور جس قطعۂ زمین کو عیسائی نہایت ہی مقدس جگہ جانتے تھے وہان بھی محض ان کے ستانے کے لیے ہیڈرین نے یونان کی حسن و جمال کی دیوی وینس کا بت خانہ تعمیر کر دیا[عـ۵]۔

پلا والے عیسائیون کی پالیسی آخر کار پلا کے عیسائیون کو جو ناصرین کے لقب مشہور تھے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنے آپ کو دولت روم کی نظر میں بیگناہ ثابت کریں۔ یہ غریب اول تو بے خطا و بے قصور یہودیوں کے ساتھ اسی طرح پیسے جاتے تھے جس طرح آٹے کے ساتھ گھن پستا ہے پھر اُن کے ساتھ دوسری یہ مصیبت تھی کہ یہودی بھی اُن کو اپنا دشمن سمجھتے۔ اور ہر بلا اور ہر آفت کو انھیں کی نحوست کا وبال تصور کرتے۔ ان مصیبتون کے ساتھ سب سے بڑی آفت یہ تھی کہ غربت و افلاس میں مبتلا تھے اور اس عام قحط کو کسی طرح نہ برداشت کر سکتے تھے۔ جو ان دنوں پولیٹکل پیچیدگیوں کی وجہ سے ملک پر چھا گیا تھا۔ اور مدت تک مسلسل جاری رہا۔ یہ قحط سازی

عـ۵ گبن۔ و عیسائی کلیسا کی تاریخ عـ۵ گبن۔

ارض یہودا کو تباہ کیے ڈالتا تھا۔ غرض اِن مصیبتون سے بچنے کے لیے اُنھون نے مجبوراً یہ ناگوار بات گوارا کی کہ مرقس نام ایک یونانی الاصل اور غیر اسرائیلی شخص کو اپنا بشپ یعنی مقتدا منتخب کر لیا۔ اس لیے کہ اس شخص کے ذریعہ سے اُنھین اپنے حکمرانون اور دولت قیاصرہ کی نظر مین سرخرو ہونے کی امید تھی۔ گو کہ اس انتخاب مین بھی بڑا اختلاف ہوا۔ اور ناصرین کی ایک جماعت کثیر نے مرقس کی مقتدائی کو کسی طرح نہ مانا۔ مگر جن لوگون نے تسلیم کر لیا تھا۔ اُن کو یہ دنیاوی فائدہ ضرور حاصل ہوا کہ اُنھین ہیڈرین کی نوآبادی یعنی بیت المقدس کے کھنڈرون مین آکے آباد ہونے کی اجازت مل گئی۔ اور جن لوگون نے اُسے نہ مانا وہ بدستور پلاہی مین پڑے رہے۔ اور عام اسرائیلیون کی طرح اُنھین بھی اِس مقدس شہر کے قریب آنے کی اجازت نہ تھی۔ وہ حسب سابق احکام توراۃ کو مانتے رہے۔ اور انبیاے سلف کے ہدایات اور حضرت مسیح کے اصلی تعلیمات کے پورے پابند تھے۔

ان کا یونانی الاصل مقتدا

اس کی مقتدائی کا اثر

رومی بشپ کے ساتھ جو ناصری ایلیا مین آکے آباد ہوے تھے۔ اُنھون نے ایک نیا کلیسیا قائم کیا۔ جس پر روز بروز مرقس کے رومی خیالات کا اثر پڑتا جاتا تھا۔ اُس نے آہستہ آہستہ اپنے پیرؤن کے خیالات بدلنا شروع کیے۔ اور چند ہی روز مین بہت سے اسرائیلی رسوم اور موسوی اصول اُن سے چھڑا دیے۔ ان لوگون کے عقائد اور ادیان اختیار کرتے کرتے چند ہی روز مین پولوس کے پیروؤن سے جا ملے نہ ختنے کی ضرورت باقی رہی تھی۔ نہ مختون اور سؤر سے پرہیز رہا۔ اور یہی کلیسیا جو مرقس کی مقتدائی مین خاص یروشلیم کے کھنڈرون کے اندر قائم ہوا تھا

کیتھولک چرچ کی ابتدا

رومی یعنی کیتھولک مذہب کا پہلا نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ ابھی وہ بہت سی باتین عیسویت مین نہین پیدا ہوئی تھین جو بعد کو بڑھائی گئین۔ لیکن اس مین شک نہین کہ یہی پہلا نقش ہے جو مسیحیت کو انبیاے سلف کی پیروی اور حضرت مسیح کے اصلی تعلیمون سے ہٹا کے رومیون کے مذاق و عادات کی طرف لے چلا۔ اُسوقت تک اِس فرقے مین پوپ کی حیثیت کا کوئی شخص نہ تھا۔ موجودہ اناجیل کو مقبولیت اور عام استعمال

بننے کی عزت نہین حاصل ہوئی تھی۔ جناب مریم کا نام کسی خاص فضیلت کے ساتھ معبدون اور عبادتون مین نہین لیا گیا تھا۔ اور نہ وہ تثلیث تھی جو آج دین کا سب سے پہلا اور سب سے اہم مسئلہ ہے۔ بیت المقدس کے اس چرچ نے چند روز کے بعد اپنے تئین اُس پوری مسیحیت کا مرکز بنا لیا جو پولوس وغیرہ کی کوشش سے انتہا حدود مغرب تک پھیل گئی تھی۔

یونانی مقتدا کے مخالف ناصری | پلا والے ناصری اگرچہ تنگ دستی و افلاس مین مبتلا تھے مگر اپنی حق پرستی کی وضع کو نہ چھوڑتے تھے۔ ان کا کلیسیا مدت تک دمشق اور دیگر اطراف شام مین قائم رہا۔ اور آخر الامر جب بیت المقدس والے مرقس کے مریدون یعنی رومی اصول کے عیسائیون کی قوت بڑھی۔ اور دولت مندی نے اُن کا اثر دُور دور پھیلایا

باہمی تعصب و اختلاف | تو انھون نے اپنے گروہ مین یہ مذہبی مسئلہ پاس کر دیا کہ ناصرینی سے ملنا جلنا اور راہ و رسم پیدا کرنا ناجائز ہے۔ اور وہ ایسے کافرین کہ نجات کا دروازہ اُن پر ہرگز نہین کھل سکتا۔ بس یہ وہ زمانہ ہے جب سے یہ دونون فرقے معاشرت اور سوسائٹی مین ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اب پلا والے اصلی ناصری ابیونی کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔ چونکہ یہ لوگ عموماً محتاج و مفلس تھے۔ لہذا ان کے دشمنون نے تذلیل کرنے کے

ناصرین کو ابیونی لقب دیا گیا | لیے اُنھین اس لقب سے یاد کرنا شروع کیا۔ جس کے معنی عبرانی زبان مین مفلس و نادار کے ہین۔ بعض مورخین کلیسیا دعوے کرتے ہین کہ ابیونی مسیحیت

ابیونی اور ناصری ایک ہی فرقہ تھا | کا ایک اور مبتدع فرقہ تھا جو پلا والے ناصرین کے علاوہ تھا۔ مگر یہ دعوی بے اصل و بے بنیاد ہے۔ یہ خیال غالباً اس ضرورت سے قائم کیا گیا کہ ابیونی فرقہ جس پر پولوس اور اس کے پیروون کی مسیحیت نے انتہا سے زیادہ ظلم کیا تھا اس قدیم ناصری فرقے سے جدا کر دیا جائے جو حضرت مسیح کی زندگی مین قائم ہو چکا تھا۔ اور جس کے ہم عقیدہ حضرت مسیح کے وہ حواری تھے جنھون نے آپ کی صحبت اور آپ سے بلا واسطہ تعلیم پانے کی عزت حاصل کی تھی۔

ناصرین کی انجیل | کہا جاتا ہے کہ ناصری کسی عبرانی انجیل پر عمل کرتے تھے جو قیاساً متی کی انجیل کی

عہ گبن۔ عسہ اردو ترجمہ تاریخ کلیسیائے مسیحی مصنفہ ڈی کلن۔

تحریف تھی۔ اور یہ نہیں خیال کیا جاتا کہ یہ فرقہ اُس انجیل کی تصنیف سے بہت پیشتر سے موجود تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ ناصریون کے ہاتھ میں جو انجیل ہو گی وہی اصلی انجیل تھی۔ اس لیے کہ عیسائیوں میں اگر کوئی سچا فرقہ تھا جو اپنے مقتدا کی تعلیمون پر بغیر کسی تصرف و آمیزش کے عمل کر رہا ہو وہ یہی فرقہ تھا۔ یہ لوگ ان تمام یہودی احکام شریعت اور موسوی رسوم و آداب کو واجب مانتے تھے جن کی تنسیخ حضرت مسیح سے نہیں ثابت ہوئی ہے۔ لیکن ہاں اس بات کے البتہ معتقد تھے کہ احکام توراۃ حضرت مسیح سے پیشتر فقط اسرائیلیون کے ساتھ مخصوص تھے۔ اور آپ کے بعد ساری دنیا اور تمام امتون کے لیے عام ہو گئے۔ پولوس کو وہ بُرا سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ اس شخص نے دین عیسوی میں بت پرستون کے مذاق کے مطابق ترمیم کر دی۔ ان کے مندرجہ[1] ذیل عقائد صاف بتاتے ہیں کہ اصلی مسیحیت کیا تھی۔

ان کے عقائد (ا) جناب عیسیٰ بے شک مسیحائے موعود۔ حضرت داؤد کے بیٹے۔ اور اعلیٰ شریعت لانے والے پیغمبر تھے۔ جو موسیٰ و داؤد کی طرح انسان تھے۔ اور یوسف و مریم سے معمولی طور پر پیدا ہوئے تھے۔

(ب) ختنے اور تمام رسوم شریعت پر عمل کرنا کل انسانون کو نجات کے لیے ضروری ہے۔

(ج) پولوس منکر دین اور بدعتی تھا۔ اور اس کے خطوط اس قابل نہیں کہ انجیل کا جزو بنائے جائیں۔

(د) مسیح پھر جلدی آئیں گے۔ اور بیت المقدس کو دار الخلافہ بنا کے اپنی جلالی ہزار سالہ سلطنت شروع کریں گے۔

یہ اصلی مسیحی فرقہ چوتھی صدی عیسوی[2] تک قائم رہا۔ اور اس کی داعی بعض اوقات

ان کی تاریخ دارالسلطنت روم تک پہونچ گئے تھے۔ مگر آخر میں پولوسیت نے اسے شکست دی۔ اور اس کے پیرو قمر مانے کی مخالفت سے تنگ آ کے، یا تو پولوس والون میں مل گئے یا عیسائی مذہب چھوڑ کے پھر یہودی بن گئے۔ کہا جاتا ہے کہ فی الحال ایلی سینیا یا حبشہ میں جو

---

[1] ترجمہ تاریخ کلیسائے مسیحی مصنفہ ڈی گلن۔ [2] گبن۔

[3] ڈی گلن۔

مسیحیت ہے وہ اسی ناصری فرقے کی یادگار ہے[عہ]۔

اسلام کی حقیقت

اس فرقے کے حالات پڑھ کے ہم پر اسلام کی حقیقت کا ایک عجیب و غریب راز کھلتا ہے۔ عموماً اپنے خیال کے مسلمان اور شاید دنیا کے دیگر اہل مذاہب بھی خیال کرتے ہون گے کہ اسلام نے جو دعوی کیا کہ یہود و نصاری دونون نے اپنی کتابون اور مذہبون مین تغیر و تبدل کر لیا۔ یہ فقط ایک دعوی ہی دعوی ہے۔ مگر نہین ان مذاہب کی تاریخ اور خود انھین کے لکھے ہوے حالات سلف کی طرف توجہ کیجیے تو صاف کھل جاتا ہے کہ اسلام کے اِن دعوون مین سرمو فرق نہین۔ اور حیرت معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس کے کہ نہ آپ پڑھے لکھے تھے۔ نہ عرب مین کوئی قدیم تاریخ تھی۔ اور نہ سوا نسطوریون اور یعقوبین کے وہان اس مرحوم ناصری فرقے کا کوئی پیرو موجود تھا۔ پھر یہ حالات آپ کو معلوم ہوے تو کیونکر؟ سوا اس کے کہ اِسے وحی ربانی پر محول کیا جاے چارہ نہین ہو سکتا۔ یہودیون نے اپنے مذہب مین جو کچھ تحریف کر دی تھی اور جو نئے نئے عقیدے پیدا کر لیے تھے۔ اُن کا حال حضرت عیسیٰ نے خود ہی کھول دیا تھا۔ اب رہی نصرانیت اس کے

نصرانیت کا تغیر و تبدل

متغیر و محرف ہو جانے کی خبر ہم کو تو صرف کلام ربانی اور حضرت رسول آخر الزمان علیہ السلام کے ارشاد سے ملی۔ مگر اب ہم عیسائیون کی تاریخ کو پڑھ کے غور کرتے ہین تو صاف اور واضح طور پر نظر

شریعت عیسوی کے سچے پیرو کون لوگ تھے

آجاتا ہے کہ سچے پیروان مسیح جو آپ کو خدا کا بیٹا نہین خدا کا بندہ اور رسول برحق مانتے تھے آنحضرت صلعم کے ظہور سے پہلے ہی مبتدع فرق نصارے سے مغلوب ہو کے فنا ہو چکے تھے۔ اور جو عیسائی آپ کے زمانے مین تھے وہ پولوس کے پیرو یا دیگر نوزائیدہ اور مبتدع عقائد کے پابند

ولادت مسیح کے متعلق ناصریین کا عقیدہ

تھے۔ ناصری لوگ فقط ایک امر مین ہمارے خلاف تھے وہ یہ کہ حضرت مسیح کو وہ یوسف نجار کا بیٹا بتاتے تھے۔ اور قرآن کہتا ہے کہ آپ حضرت مریم کے

عہ گبن۔

بطن سے بغیر اس کے کہ اُن کے جسم اطہر مین کسی مرد کا ہاتھ لگا ہو بے باپ کے پیدا ہوے تھے۔ اول تو ہمین یقین نہین کہ اُن اصلی پیروان مسیح کا یہ عقیدہ ہو۔ ان کے حالات ہمین ان کے دشمن راویون کے ذریعہ سے معلوم ہوے ہین۔ جن سے یہ بھی تعجب کے قابل نہوتا اگر ان کو حضرت مسیح کا دشمن بتا دیتے۔ ناصریون کے اصلی حالات مین سے بہت کم باتین موجودہ مورخین کو معلوم ہین۔ لہذا ممکن ہے کہ ایسے عقیدے کا انھین اتہام لگا دیا گیا ہو۔ قطع نظر اس کے اگر اُن کا ایسا اعتقاد ہو بھی تو کوئی تعجب کی بات نہین۔ یہ بات فقط خدا ہی کو معلوم تھی کہ حضرت مسیح کی ولادت کس طریقے سے اور کیونکر ہوئی۔ خود آپ نے اپنی ولادت کا راز کبھی حل نہین کیا۔ اور نہ یہ بتایا کہ مین کیونکر پیدا ہوا ہون۔ دیکھنے والون نے یوسف کے تعلقات آپ کے ساتھ ویسے ہی دیکھے جیسے کہ باپ بیٹون کے ہوتے ہین۔ اور پھر لطف یہ کہ وہ انجیل جس کے محرف نسخے کے وہ عامل بتاے جاتے ہین یعنی انجیل متی اس کے آغاز ہی مین حضرت مسیح کا نسب بتانے کے محل پر حضرت مریم عذرا کا نسب نامہ چھوڑ کے یوسف کا نسب نامہ درج کر دیا گیا ہے۔ جسے دیکھ کے خواہ مخواہ انسان کو اس بات کا شک ہوتا ہے کہ حضرت مسیح یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ مگر سارے ناصری اس کے قائل بھی نہ تھے کہ حضرت مسیح یوسف کے فرزند تھے بلکہ ان مین سے بعض کا اعتقاد تھا کہ جناب مسیح معجزنما طریقے سے بغیر باپ کے بحکم خداوندی کنواری ماں کے بطن سے پیدا ہوے۔ لیکن باوجود اس کے وہ آپ کی الوہیت کے ہرگز قائل نہ تھے۔ اور یہی پورا پورا وہ عقیدہ ہے جس کی تصدیق وتبلیغ اسلام کر رہا ہے۔ اور اگر کوئی بزرگ یہی خیال فرمائین کہ ناصری علی العموم حضرت مسیح کو یوسف کا بیٹا مانتے تھے تو مضائقہ نہین۔ ممکن ہے کہ ناصریون کا یہ عقیدہ غلط ہو۔ لیکن اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ جس دین کو وہ برحق مان رہے تھے نہ تعلیمات مسیح کے بالکل مطابق تھا۔ سب سے بڑی چیز یہ تھی کہ وہ مسیح کو خدا نہین مانتے تھے بلکہ ایک گران پایہ نبی مرسل خیال کرتے تھے۔ جس کو بدل کے پیروان پولوس نے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا۔ مسیحیون کی سب سے بڑی غلطی یہی تھی جو شرک وبت پرستی

عــــہ گبن۔

کے درجے سے بھی تجاوز کر گئی۔ اور دراصل اسی غلطی کو مٹا کے سچے اور برحق
الوہیت مسیح کی تغلیط مسیحیوں کے عقیدے کو ظاہر کرنا دنیائے اسلام کا اصلی مشن تھا۔ موجودہ
اناجیل کو اگر مان بھی لیا جائے تو مسیح کی الوہیت ان سے کسی طرح نہیں ثابت کیجا سکتی
اس کے ثبوت کا زیادہ تر دارومدار آپ کے اُن چند جملوں پر ہے جن میں آپ نے
خدا کو "باپ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ یا جن میں خدا نے آپ کو "بیٹے" کے لفظ سے
یاد کیا ہے۔ مگر ان جملوں میں لفظ باپ کا مطلب "پیدا کرنیوالے" یا "پالنے والے" کے
سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر باپ کے حقیقی معنے لیے جائیں تو انجیل ہی کی بعض آیتوں
کی رو سے سارے مسیحی خدا کے بیٹے بن جائیں گے۔ مریم مگدلینہ سے حضرت مسیح فرماتے
ہیں "میرے بھائیوں کے پاس جا اور کہہ دے میں اپنے باپ اور تمھارے باپ اور
اپنے خدا اور تمھارے خدا کے پاس آسمان پر جاتا ہوں" (یوحنا باب ۲۰۔ آیت ۱۷)
اسیطرح انجیل میں جابجا موجود ہے کہ حضرت مسیح نے خدا کو دینداروں اور ایمان لانیوالوں کا باپ بتایا۔ عبرانی زبان
میں باپ و بیٹے کے الفاظ ان معنوں میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں اور یہی قرآن مجید کہتا ہے کہ حقیقی معنوں میں خدا نہ کسی
کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ" اب ہم تاریخی تحقیق کے نتیجے میں یہ
دیکھتے ہیں کہ مسیحیوں کی وہ ابتدائی جماعت جس میں آپ کے حواریین تک شامل تھے مسیح
کو خدا کا بیٹا نہیں مانتی تھی۔ ناصری کون لوگ تھے؟ یہی وہ لوگ تھے جو ابتدا سے پولوس
کی مخالفت کر رہے تھے۔ ان کا ابتدائی اور پہلا سرگروہ پطرس حواری تھا۔ جس گروہ میں
اور حواریین بھی شامل تھے۔ افسوس ہمارے معاصر عیسائی نہیں دیکھتے کہ جس مسیحیت کو وہ
اصلی دین سمجھ رہے ہیں وہ پولوس کی بنائی اور رومی نژاد بشپ مرقس کی بگاڑی ہوئی ہے
ناصرین فرق مبتدعہ میں سے نہ تھے مسیحی مورخ اپنی مروجہ مسیحیت کو اصلی دین قرار دے کے
ان تمام فرقوں کو جو اس سے نکل نکل کے علیحدہ ہوتے گئے مبتدع فرقے کہتے ہیں۔ اور محض
تعصب سے اس قدیم فرقے ناصریین کو بھی انھیں بدعتی فرقوں میں شامل کر دیتے ہیں۔ لیکن تحقیق
کیجیے تو صاف نظر آجاتا ہے کہ اصلی فرقہ جو حضرت مسیح کی تعلیم سے خاص ارض یہودا میں قائم
ہوا وہ ناصریوں کا فرقہ تھا۔ وہ خود آپ کے نام نامی کی طرف منسوب تھا۔ اس لیے کہ آپ بھی

ناصرہ کی سکونت کی وجہ سے بنی ناصری کہلاتے تھے۔ اگر مبتدع کہے جانے کے مجاز ہو سکتے ہیں تو وہ خود جنھوں نے رومی بت پرستوں کے خیالات کے مطابق اصلی دین میں تحریف کر لی۔

باب دوازدہم

میسحیت میں اختلاف عقائد اور اس کے قدیم فرقے۔

میسحیت کے مبتدعہ فرقے۔ ناسٹک۔ ان کے عقائد۔ ان کے علم الٰہی کی شان ناسٹک مذہب کا اثر۔ اس کی ابتدا۔ اس کی تقسیم و تفریق۔ اس کا خاتمہ۔ اس کا پہلا بانی نقولس۔ اور اس کے خیالات۔ جیسے لی ڈیز۔ ولن ٹائن۔ مارشن۔ اوفی ٹون۔ قائنی یعنی قابیلی۔ سٹ ارنی نس۔ کارپاکری ٹس۔ تصویر پرستی کی ابتدا۔ اپی فی نز ناشیان۔ ہرموجی نس۔ دوسیٹی۔ مانیکی۔ مشہور مصور مانی۔ ارمن کی پولٹکل حالت۔ مانی کے نبی بننے کا سبب۔ اس کا سفر مشرق۔ کتاب ارتنگ اور دعوائے نبوت۔ اس کا ورود ایران میں۔ قلعہ ارامون۔ مانی کا قتل۔ اس کے مذہب کے اصول اس کے مذہب کی ترقی۔ اس کا زوال۔ مانٹزم۔ تبیہ عورتیں۔ اس فرقے کی ترقی۔ اور اس کا زوال۔ ان فرقوں سے میسحیت کو فائدہ پہونچا۔

تثلیث اور اناجیل کی تدوین کا حال ہم آگے بیان کریں گے۔ اس لیے کہ یہ باتیں ترتیب زمانے کے لحاظ سے بعد کی ہیں۔ سردست ہم عیسائیوں کے چند مبتدعہ فرقوں کا حال بیان کرتے ہیں جو اسی قدیم زمانے میں نکلے۔ اور اکثر اوقات بولوس کے پیروؤں پر بھی غالب آگئے۔ اسی امر کے ظاہر کرنے سے پتہ چل سکے گا کہ کیسے کیسے بیہودہ اور حماقت کے خیالات کا اثر عیسویت پر پڑتا رہا ہے۔

ناصریین کی عداوت اور ان کی راست بازی وحق پسندی کے مخالفے کے لیے پولوس ہی کے معتقد کیا کم تھے کہ یکایک ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جس کی بنیاد ناصریین ہی کی

عداوت اور یونان و مصر کے فلسفہ کی آمیزش سے پڑی۔ یہ ناسٹک فرقہ کہلاتا تھا۔ ان لوگون نے
ان کے عقاید | توراۃ کی حقیت سے قطعاً انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے شریعت موسوی کبھی سچی تھی ہی
نہین۔ پیدائش عالم کے پہلے حصے آدمؑ و حواؑ۔ اور اُن کے جنت سے نکالے جانے کو
انھون نے اک کہانیان بتایا۔ اور ناصرین کو الزام دینے لگے کہ یہودیت نے ہمیشہ دنیا
مین ظلم کیے۔ موسیؑ نے مخلوق الہی کو قتل کیا۔ اور دیگر مظالم مین مبتلا ہوے۔ داؤد
وسلیمان کے حرم سرا مین بھرے ہین۔ لہذا تمام انبیاے سلف (معاذ اللہ) دنیا پرست
اور ظالم تھے۔ صرف ایک مسیح ہین جو حق کو لے کے دنیا مین آئے۔ ان باتون کے
ساتھ اُنھون نے فلسفہ یونان کے بہت سے مسائل اور زرتشتیون کے بعض اصول
بھی تسلیم کر کے جزو دین بنا لیے۔ اُنھون نے اعتدال سے اسی قدر تجاوز نہین کیا بلکہ
قدم مادہ کے قائل ہو گئے[1]۔ اور خدا کو بھی دیسا خالق کل اور قادر مطلق نہ رکھا جیسا
کہ تمام انبیاے بنی اسرائیل کی تعلیمات سے ظاہر ہوا تھا۔ ان لوگون کے خیالات
نہایت ہی گہرے اور نازک مسائل فلسفۂ الہی اور پرانے اصول تصوف سے لیے
گئے تھے۔ ہم اُن کے چند خیالات اس موقع پر بتاتے ہین۔ جن سے معلوم ہو جائیگا
ان کے علم الہی کی شان | کہ اپنے عقائد کے دقیق کرنے اور مسائل روحانی کے شاندار
بنانے کے لیے اُنھون نے کس قدر دقیقہ سنجی اور نازک خیالی سے کام لیا ہے۔
تخلیق عالم کے مسئلہ مین وہ لکھتے ہین[2]۔

"ہستی کا ایک ہی ازلی منبع بالکلیہ اور غیر محدود خدا ابدی عُمق اور
ابدی سکوت ہے جو زمانہ اور حدوث کے حیز سے اُدھر اپنی بے کنہ ذات کی
تنہائی مین ہمیشہ رہتا ہی اسی کہ سارا عالم وجود مین آیا پیدائش کے طریقے سے نہین بلکہ خروج کے طریقے سے
تمام دنیاؤن کی ہستی سے پیشتر اُس کی ابدی گہرائیون سے ایک بڑے سلسلہ مین
غیر فانی وجود نکلے۔ جو ایک ہی حقیقی و ابدی نور کی کرنین ہین۔ ان مین سے ہر ایک

---

[1] گبن۔ [2] تاریخ کلیساے مسیحی مصنفہ ڈی گلن۔

اپنے ابدی باپ کی الٰہی زندگی میں شریک ہے۔ مگر سب بلحاظ سلسلۂ پیدائش اپنے اصلی مرکز
سے قریب و بعید ہونے کے مطابق کم و بیش زندگی رکھتے ہیں۔ یہ مختلف وجود جو دل۔
عقل۔ قوت۔ سچائی۔ ابد۔ زندگی وغیرہ کے ایسے مختلف ناموں سے یاد کیے جاتے
ہیں دراصل خدا کی صفتوں اور قدرتوں کی تمثیلی شکلیں ہیں۔ ان سب سے مل کر
روشنی اور زندگی کی روحوں کا وہ نورانی چراغ بنا ہے جسے ابدی باپ ہمیشہ
اپنے غیر قابل بیان اور فرحت بخش حضوری سے روشن رکھتا ہے۔ یہ وہ حقیقی
دنیا ہے جس کا یہ دنیا ایک تاریک اور خیالی سایہ ہے۔"

ناسٹک مذہب کا اثر جبکہ دنیا اس قسم کے پیچیدہ اور بہت بلند اور گہرے روحانی
خیالات کی دیوانی ہو رہی تھی اس فرقے نے علما اور مقتداؤں نے ایسے شوکت
الفاظ اور فکر انسانی کو نہایت ہی بلند مقام پر لے جانے والی تقریروں سے لوگوں
کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ مسیحی مورخوں کا دعویٰ ہے کہ ان کے عقائد بہت ہی
پیچیدہ اور بعید از ادراک تھے۔ مگر ہم امید کرتے ہیں کہ یہ پیچیدگیاں وحدانیت
اور تثلیث فی الوحدۃ کے مسئلہ سے زیادہ پیچیدہ نہ ہوں گی۔ جن دنوں ناسٹک
لوگوں کا دور دورہ تھا۔ ناصری مسیحی اور پولوس کے پیرو دونوں ان کے سامنے
دبے ہوئے تھے۔ اس لیے کہ بت پرستوں اور روم و یونان و مصر کے فلسفیوں نے
اس مذہب کو فوراً قبول کر لیا۔ اور وہ یہودی بھی انہیں روحانی عقائد کے گرویدہ
ہو گئے جن کے دماغوں میں افلاطون کے فلسفۂ الٰہی نے ایک خاص قسم کا مالیخولیا پیدا
کر رکھا تھا۔ خود عیسائی مورخوں کا بیان ہے کہ اس فرقے کے لوگ اس عہد میں سب سے
زیادہ شائستہ۔ خلیق۔ ذی علم۔ اور صاحب دولت و ثروت تھے۔ اور ان کا اثر بھی
سلطنت اور رعایا پر بہت زیادہ تھا۔

اس کی ابتدا ناسٹک اصول کا ظہور شام و مصر سے شروع ہوا۔ اور بڑھتے بڑھتے یہ
لوگ روم و یونان میں جا پہنچے اور بعض اوقات ان کے داعی اور مشنری پھرتے پھراتے
مغربی ممالک یورپ کے دور دراز مقامات میں اپنے اصول کی تبلیغ و اشاعت کرنے لگے

موجودہ اناجیل کی جگہ یہ لوگ متعدد تاریخون کو اپنا دستور العمل قرار دیتے تھے۔ جن مین حضرت مسیح اور حوارین کے حالات ان کے ملفوظات اور اُن کی باہمی صحبتون کے تذکرے لکھے تھے۔

اس کی تقسیم و تفریق | جب یہ فرقہ زیادہ پھیلا تو اس مین بھی مختلف عقائد اور متضاد اصول پیدا ہونے لگے۔ آخر یہان تک تجزیہ ہوا کہ اس ایک فرقے کے اندر بچاس سے زیادہ گروہ موجود تھے۔ جن مین سے ہر ایک کا جداگانہ کلیسا خاص نسب اور خاص جماعت رہبان تھی۔ اور اسی طرح ہر گروہ اپنے مخصوص اولیا اور مخصوص شہدا رکھتا تھا۔ ان فلسفیانہ مذہبی گروہون کا ظہور دوسری صدی سے شروع ہوا۔ تیسری صدی مین یہ لوگ ہر جگہ اور ہر ملک مین سرسبز و کامیاب ہوتے رہے اور چوتھی صدی مین

اس کا خاتمہ | جب ناصری فرقہ فنا ہوا تو اسی وقت ان لوگون کا بھی استیصال کر دیا گیا۔ عــه

ناسٹک فرقے کے چند خاص گروہون کا تذکرہ اس موقع پر لطف سے خالی نہ ہوگا۔ اس کا پہلا بانی شمعون نام ایک شخص تھا جو اگرچہ اصل یہودا کے شہر سماریہ یا شومرون کا رہنے والا تھا مگر مجوسی بتایا جاتا ہے۔ اس نے طلسم اور نیرنجات مین کامل دستگاہ پیدا کر کے سنہ ۵۲۴ قبل محمد (سنہ ۳۴ع) مین فلپوس حواری کے ہاتھ پر مسیحیت کا اسلام قبول کیا۔ پھر مختلف مقامات کا سفر کر کے ناصریون اور لوسیون کے عقائد دریافت کیے۔ اور خود اپنے تئین خدا کا مظہر بتانے لگا۔ مگر جن اصول کو اس نے پیش کیا وہ آج تک وحدت کے دیگر خیالات کے مقابلے مین ناقص کیے جاتے ہین۔ ان کے فلسفیانہ ... کا پہلا اور غیر مکمل نقش تھا۔

نقولس اور اس کے خیالات | اس کے بعد نقولس نام ایک یہودی الاصل شخص پیدا ہوا۔ جو انطاکیہ مین سکونت پذیر تھا۔ اس نے نہایت ہی خطرناک اصول ظاہر کیا کہ

عــه گلبن چند اولین تمام فرقون کے حالات عموماً ڈی گلبن کی تاریخ کلیسائے مسیحی سے لیے گئے ہین۔

"انسان کو اپنے جسم پر مالک و متصرف ہونے کے لیے ضرور ہے کہ انتہا درجے کی شہوت پرستیون مین منہمک و مستغرق ہوجائے" یہ ایسا مذہب تھا جس مین کسی قسم کی بدمعاشی و بدکاری ممنوع نہ ہوسکتی تھی شاید مسیحی لوگ اس قسم کا کوئی فرقہ اپنے اور مجوسیون کے سوا کسی دوسرے مذہب مین نہ بتا سکین گے۔ یہ دونون فرقے پہلی صدی عیسوی کے نصف اخیر مین پیدا ہوے تھے۔

بےسے لیڈینز — ایک فرقہ وہ ہے جو بےسے لیڈیز نام ایک شخص سے شروع ہوا۔ اس کے پیرو اپنے اعتقاد مین دو قدیم وجود مانتے تھے۔ اور مسیح کی نسبت کہتے تھے کہ آپ خاکی جسم سے مبرا و منزہ تھے۔ نقولس کے معتقدون کیطرح یہ لوگ بھی بدچلن تھے جب رومیون کیطرف سے مسیحیون پر ظلم ہونا شروع ہوا تو انھون نے دین عیسوی سے تقیۃً انکار کر دیا۔ اور اپنی اس کمزوری کو یہ اصول پیش کر کے مٹایا کہ "ناخدا ترس ظالمون کے سامنے اپنے عقیدۂ حق کو ظاہر کرنا گویا سورون کے سامنے موتی پھینکنا ہے" طلسم و سحر کی طرف ان کو بھی بڑی توجہ تھی۔

ولن ٹائن — انھین فرقون مین ایک ولن ٹائن فرقہ ہے۔ یہ مذہب مذکورۂ فرقون سے زیادہ کامیاب ہوا تھا۔ اس نے انجیل کے ظاہری معنی چھوڑ دیے۔ اور صوفیۂ اسلام کیطرح ہر آیت اور ہر لفظ کے دوسرے معنی بتانے لگا۔ مثلاً انجیل یوحنا کے چوتھے باب مین "سمریا کی عورت" سے "بدنامی کی نجات" "یعقوب کے کنوین کے پانی" کا مطلب "یہودی مذہب" "اس کے خاوند" کو روحانی دولت اور "اس کے پہلے خاوندون" سے ہیولی یا شیطان کی بادشاہت مراد لی۔ یہ لوگ انجیل کے تاریخی واقعات کی اصلیت کے نہین قائل تھے۔ اور عہدنامۂ قدیم کو خدا کا مخلوق نہین مانتے تھے۔ جلد وہ اُن کا بھی چلتا تھا اور زیادہ تر حسین و مالدار عورتون پر چلتا تھا

مارشی — ایک فریق مارشن کے معتقدون کا تھا جس نے نئی انجیل مرتب کی۔ توراۃ کی حقیقت کو مٹایا۔ اور دعوی کیا کہ خدا نے دنیا کو ہزار سال تک بالکل بھلا دیا تھا یہان تک کہ حضرت مسیح یکایک ظاہر ہو گئے۔ یہ لوگ ترک لذات کرتے۔ اور نکاح

گوشت اور شراب سے محترز رہتے - اس فرقے پر قسطنطین نے اگرچہ بڑے بڑے ظلم کیے مگر اس کا وجود دسویں صدی عیسوی تک پایا جاتا ہے -

آدفی ٹیوں اسب سے عجیب و غریب فرقہ آدفی ٹیوں کا ہے - یہ فرقہ بت پرستوں کے اصول سے نکلا تھا - کہا جاتا ہے کہ اس کے پیرو سانپ کی پرستش کرتے تھے - یہ لوگ سانپ کو قوت ربانی کا مظہر کامل تصور کرتے تھے - جس کی ابتدا آدم و حوا اور سانپ کے قصے سے لی تھی - پھر حضرت موسیٰ کے عصا کے سانپ ہو جانے - اس کے بعد جنگل میں حضرت موسیٰ نے پیتل کے سانپ سے لوگوں کو جو اچھا کیا تھا ان تمام واقعات سے فائدہ اٹھا کے انہوں نے سانپ کو حقیقی معرفت کا نشان قرار دیا تھا - یہ لوگ مصنوعی سانپوں کا استعمال بازوبند اور تعویذ کی طرح کرتے تھے - اور اسے باپ (خدا) اور مادہ کا درمیانی واسطہ قرار دیتے - کہتے تھے کہ سانپ ہی عالم علوی کی کیفیتیں عالم سفلی میں لاتا اور عالم سفلی کی عالم بالا میں لے جاتا ہے -

ع۵ یہ واقعہ چونکہ قرآن پاک میں نہیں لہذا مسلمانوں کی تاریخ میں بھی کم ملتا ہے مگر یہود و نصاریٰ میں بہت مشہور ہے اس لیے کہ توراۃ و انجیل دونوں میں موجود ہے - اصل واقعہ یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل وادی تیہ میں پریشان ہوئے تو انہوں نے خدا کی ناشکری کی اور جناب موسیٰ کو الزام دینے لگے کہ تم نے ہمیں مصر سے کیوں نکالا - اس کی سزا میں خدا نے ایسے سانپ ان پر مسلط کیے جن کے منہوں سے شعلے نکلتے تھے - یہ سانپ بنی اسرائیل میں کثرت سے پیدا ہو گئے - اور بہت سے یہودی ان کے کاٹنے سے ضائع ہوئے - یہ حالت دیکھی تو سب پریشان ہو کے حضرت موسیٰ کے پاس آئے - عذر خواہی کی - اور ندامت کے ساتھ اپنی ناشکری کا اقرار کر کے توبہ کرنے لگے - حضرت موسیٰ نے دعا کی اور درگاہ خداوندی سے حکم ہوا کہ ایک ویسا ہی سانپ بناؤ اور اسے کسی نیزے کی نوک پر لگا کے زمین پر نصب کر دو - جس کسی کو سانپ کاٹے اس کی نظر جیسے ہی اس سانپ پر پڑے گی اچھا ہو جائے گا - جناب موسیٰ نے ایک پیتل کا سانپ بنوا کے نیزے پر قائم کیا - اور اس کی برکت سے بنی اسرائیل ان کوہستانی سانپوں کی مضرت سے محفوظ ہو گئے - (عہد عتیق سفر گنتی باب ۲۱) اسی کے حوالے پر حضرت مسیح نے بھی فرمایا تھا کہ جس طرح موسیٰ نے ایک سانپ کو صحرا میں بلند کیا تھا اسی طرح ضرور ہے کہ انسان کا فرزند بھی بلند کیا جائے (انجیل یوحنا باب ۳ - آیت ۱۴) حضرت مسیح کے اس اشارے نے عیسائیوں میں بھی اس واقعہ کو بڑا اہم اور گویا شان مسیحیت کا پہلا نمونہ بنا دیا - اور غالباً اسی خیال سے اس مسیحی فرقے نے سانپ کو خدا شناسی کا سب سے مکمل نشان قرار دیا تھا -

قائنی یعنی قابیلی | اس فرقے کی بھی تین قسمیں ہوگئی تھیں جن میں سے ایک فرقہ قائنی یعنی قابیلی کہلاتا تھا۔ اس کے پیرو اپنے آپ کو حضرت آدم کے گنہ گار بیٹے قابیل کی طرف منسوب کرتے۔ اور اسی کو اپنا پہلا مقتدا قرار دیتے تھے۔ ان لوگوں نے یہ عجیب عقیدہ پیدا کیا تھا کہ قابیل سے لے کے آخر تک جتنے بدکار اور بدنام لوگ ہوئے تھے ان سب کو شہیدوں اور ولیوں کی عزت دے دی۔ دعوے کرتے تھے کہ مسیح کے شاگردوں میں سے یہودا اسخر یوطی ہی (جس نے آپ کو دغا دے کے دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار کرا یا) علم حقیقی کے راز کو سمجھا تھا۔ باقی سب نالائق تھے۔ ان لوگوں کے عقیدے کی رو سے کامل علم کے لیے ضرور تھا کہ انسان تمام گناہوں کا اچھی طرح تجربہ کرے اور ان تمام بدکاریوں میں مبتلا ہو جن کا نام لیتے بھی ہمیں بھی شرم آتی ہے۔

ست ارنی نس | انھیں ناسٹک فرقوں میں ست ارنی نس کے مقلد بھی تھے۔ جنھوں نے زرتشتیوں کی پیروی کی۔ اور یزدان و آہرمن کو پوری طرح تسلیم کر لیا۔ ان میں زہد و نفس کشی کی بڑی شدت اور سختی تھی۔

کارپاکری ٹس | ایک ناسٹک فرقہ کارپاکری ٹس نام ایک اسکندریہ کے رہنے والے نے نکالا۔ اس نے حضرت مسیح کو بالکل اُسی درجے پہ رکھا جس درجے پہ کہ اس کے نزدیک نامی بت پرست فلسفی تھے۔ ان لوگوں کا دعویٰ تھا کہ دنیا کو فرشتوں نے پیدا کیا ہے جناب مسیح کو یوسف کا بیٹا اور دیگر انسانوں کے مثل مگر آپ کی روح کو پاک و صاف بتاتے۔ یہ لوگ جادو کے بڑے معتقد تھے اور ناپاک روحوں اور جنات و شیاطین سے مرادیں مانگا کرتے۔ ان لوگوں کی زندگی بھی عموماً شہوت پرستی میں گذرتی تھی۔ اور یہی پہلا فرقہ

تصویر پرستی کی ابتدا | ہے جس نے حضرت مسیح کی تصویریں بنا کے معبدوں میں رکھیں اور ان تصویروں کے ثبوت میں یہ مصنوعی سند پیش کی کہ پانطیوس پائلٹ (رومی گورنر ارض یہودا جس نے جناب مسیح کو مصلوب کرنے کا حکم جاری کیا تھا) کی بنوائی ہوئی اصل تصویر سے لی گئی ہیں۔

اپی فی نز | کارپاکری ٹس کا بیٹا اپی فی نز اگرچہ سترہ ہی برس کی عمر میں مر گیا مگر ایجاد مذہب

نہین اپنے باپ سے بھی بڑھا نکلا۔ اُس نے اس تھوڑی ہی عمر مین اپنے نام کا نیا فرقہ پیدا کر دیا جس کے پیرو اس کی قبر کو بے تکلف پوجتے تھے۔ مگر شاید سترہ ہی سال مین اس کے بلوغ مے نہایت کمال کا رتبہ حاصل کر لیا تھا کہ مزدک[عـ] کے اس اصول کو اس نے اپنے معتقدین کا جزو ایمان بنا دیا کہ سارا مال اور ساری عورتین کسی خاص شخص کی ملک نہین۔ لہذا اُن پر سب کو یکسان تصرف کا حق حاصل ہے۔

تاشیان | انھین مبتدع فرقون مین تاشیان کے معتقد بھی بتائے جاتے ہین۔ اگرچہ اُس نے کوئی نئی بات نہین ایجاد کی۔ سچ پوچھیے تو اس نے خداشناسی کو زیادہ ترقی دلائی ہان اتنی بے اعتدالی البتہ ہو گئی تھی کہ نکاح کو بھی شہوت پرستی کا ایک شمہ تصور کیا۔ اس نے اپنے پیروؤن سے شراب کا استعمال چھڑا دیا تھا۔ دعوتون مین اور نیز عشاء ربانی مین وہ لوگ شراب کی جگہ پانی استعمال کرتے اور اسی وجہ سے شراب پینے والے عسائیون نے انھین "پانی والے" کا لقب دے دیا۔

ہرموجی نس | ہرموجی نس نام قرطاجنہ (کارتھیج) کے ایک مصور نے بدی اور تخلیق کا ایک نیا اصول بتا کے دعوی کیا کہ مسیح آسمان پر چڑھتے وقت جسم کو سورج مین چھوڑ گئے تھے۔ در اصل یہ اصول صرف اس لئے قرار دیا گیا تھا کہ دین عیسوی قدیم رومی و یونانی اصنام پرستی سے گونہ مؤانست پیدا کر کے۔ جو پیٹر یعنی سورج دیوتا کی پرستش زور و شور سے ہو رہی تھی۔ اس مسیحی فرقے کے اس خاص اصول نے سورج کی پرستش عیسویت کے ساتھ بھی جائز کر دینا چاہی تھی۔

[عـ] مزدک ایک ایران کا شہوت پرست فلسفی تھا جس کو زرتشتی مذہب والے شیطان کا ایک مجسم نمونہ تصور کرتے ہین۔ اس نے یہ اصول جاری کیا کہ مال اور عورتین سوا خدا کے کسی خاص شخص کی ملک نہین قرار دی جا سکتین۔ لہذا سب پر ہر شخص کو یکسان طریقے سے تصرف کا حق حاصل ہے۔ تمام ایرانی اس مذہب کے پابند ہو گئے تھے خود بادشاہ نے یہ عقیدہ قبول کر کے ملک مین جاری کر دیا تھا۔ اور خوب مزے اڑائے جانے لگے۔ مگر نوشیروان عادل نے تخت نشین ہوتے ہی مزدک اور اس کے پیروؤن کو قتل کیا۔ اور اس مذہب کو بیخ و بنیاد سے اُکھاڑ کے پھینک دیا۔ [عـ] تاریخ دین عیسوی مصنفہ مل مین۔

دوسیٹی دوسیٹی فرقے کی خاص تعلیم یہ تھی کہ مسیح کا جسم گوشت اور خون کا نہ تھا۔ اور اسی وجہ سے آپ نے در اصل نہ کسی قسم کی تکلیف پائی! نہ مرے۔ اور نہ یہ جو آپکے مصلوبیت اور دفن وغیرہ کی قسم سے تمام باتین عمل مین آگئین۔ مگر آپ جیسے تھے ویسے ہی رہے۔

مانیکی ناسٹک کے سب فرقون سے زیادہ قوی اور زبردست مانیکی یا عربی ترکیب سے کہا جائے کہ مانوی فرقہ تھا۔ اس کا بانی مانی نام ایک ایرانی نژاد اور مجوسی الاصل شخص تھا۔ یہ وہی مانی ہے جو فارسی اور اردو شاعری مین مصوری کا بے نظیر اُستاد خیال کیا جاتا ہے۔

مشہور مصور مانی مانی و بہزاد کے نام ہمارے یہان کون نہین جانتا۔ یہ مانی تیسری صدی عیسوی کا بڑا نامور ایرانی فلسفی دقیقہ رس نجومی۔ اور مشہور مصور تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ مشرق مین دین عیسوی کو کسی طرح کامیابی نہین حاصل ہوتی تھی۔ زرتشتی مذہب نے عیسویت کو ایسا روکا کہ

عہ۔ مسیحی کلیسیا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔ عہ ہمارے یہان مانی کے متعلق عجیب عجیب قصے مشہور ہین غیاث اللغات مین لکھا ہے کہ مانی ایک رومی نژاد شخص تھا جس نے اپنے کمال مصوری کو اپنا معجزہ قرار دے کے دعوائے نبوت کیا خیر یہان تک غنیمت ہے اگرچہ رومی نژاد ہونا غلط ہے۔ مگر مولنا نظامی سکندرنامے مین لکھتے ہین کہ مانی نے نقاشان چین کا شہرہ سُن کے چین کا سفر کیا چینیون کو جب اُس کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے ایک کنوین کی تہ مین (جو اُسکے راستے مین پڑنے والا تھا) ایک آئینہ بنا دیا تاکہ پانی کا دھوکا دے۔ مانی اس فریب مین آگیا۔ کنوین مین ڈول ڈالا۔ اور جب ڈول کی ٹھیس سے شیشہ ٹوٹ گیا تو اُسے بڑی ندامت ہوئی کہ چینیون کی چالاکی سے مجھے بڑا دھوکا ہو گیا۔ اس ندامت کے مٹانے کیلیے اُس نے شیشہ کی جگہ اس کنوین کا تہ مین ایک مرا ہوا [illegible] جس پر کیڑے بھی بلبلاتے نظر آتے تھے مقصود یہ ظاہر کرنا تھا کہ ہم کسی کو دھوکا نہ ہو۔ جب نقاشان چین سے مقابلہ ہوا تو ایک مکان مین آمنے سامنے کی دیوارون مین سے ایک مانی کو اور ایک چین کے مصورون کو دیگئی کہ اپنا اپنا کمال دکھائین و بیچ مین ایک دیوار اٹھا دی گئی اور کہا گیا کہ جب دونون کی نقاشی ختم ہو جائیگی تو اس دیوار کو گرا کے باہم مقابلہ کیا جائیگا۔ چینیون نے تو بڑی محنت سے بڑے کمالات مصوری دکھائے۔ مگر مانی نے اپنی دیوار کو صرف صیقل کر کے آئینہ بنا دیا۔ اور جب بیچ کی دیوار گرا دی گئی تو چینیون کی تصویر کا عکس مانی کی دیوار پر پڑا اور بعینہ ویسی ہی تصویر اُدھر بھی نظر آئی۔ لیکن ان واقعات کی حکایتون سے زیادہ وقعت نہین معلوم ہوتی۔

مغرب مین تو وہ بحر اعظم مغرب تک جا پہونچا مگر مشرق مین دریاے فرات و دجلہ سے آگے نہ بڑھنے پاتا تھا۔

آرمن کی پولیٹکل حالات — آرمن ایران ور وم کا سرحدی صوبہ پہلے تو پولیٹکل تغیرات اور بڑی سازشون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اب مذہبی انقلابات کا دنگل بن گیا۔ یہان کا فرمانروا ایک مسیحی واعظ کی تلقین سے عیسائی ہو گیا تھا۔ مگر جب ایران کے شاہی خاندان نے اُسے قتل کر کے پھر آتش پرستی قائم کی تو قدیم شاہی خاندان کے ایک لڑکے اور ایک لڑکی خسرو دخت کی کوشش سے پھر دین عیسویت اس ملک مین آیا اور اگرچہ اب بھی عیسائیون پر بڑے بڑے ظلم ہوے مگر مسیحیت کا قدم اس ملک مین جم گیا۔

مانی کے نبی بننے کا سبب — اسی حالت کو دیکھ کے مانی نے کوشش کی کہ ایک ایسا نیا مذہب قائم کرے جو مشرقی و مغربی دونون مذہبون سے مل کے بنا ہو۔ اس نے اپنی ذاتی لیاقت کی وجہ سے ایرانی شہنشاہ شاہ پور اول کے دربار مین عزت حاصل کی۔ لیکن جب دیکھا کہ وہان کے کاہن اور مقتدایان ملت زرتشتی اس کی عداوت پر آمادہ ہین اور مذہبی امور مین دخل دہی کرنے کو بادشاہ بھی نہین پسند

اس کا سفر مشرق — کرتا تو شاہی دربار کو چھوڑ کے مشرق کی طرف چلا گیا۔ پہلے ترکستان مین گیا۔ پھر ہندوستان و چین کی سیاحت کی۔ یہان کے مذاہب کے اصول سے واقف ہوا۔ بودھ مذہب کی حقیقت دریافت کی۔ ترکستان مین پہونچ کے اس نے ایک گھاٹی مین خلوت اختیار کر لی۔ جہان ایک چشمہ جاری تھا اور کھانے کا سامان بھی موجود تھا۔ کامل ایک سال تک اسی مین بیٹھ کے اپنی کتاب ارژنگ تیار

کتاب ارژنگ اور دعواے نبوت — کی اور اس کو ایک آسمانی کتاب کی شان سے لے کر باہر آیا اور لوگون سے کہا مین خدا کے پاس گیا تھا تمھارے لیے یہ احکام خداوندی لایا ہون۔ دیگر تمام آسمانی کتابون کے خلاف اس کتاب مین نہایت ہی اعلی درجے کی تصویرین بنی ہوئی تھین جو اس زمانے کے لحاظ سے اتنی بڑی چابکدستی کا

ثبوت دیتی تھیں کہ انسانی قوت سے بالا- اور بہت ہی زبردست معجزہ تھیوڈیسیئس غرض

اس کا دوبارہ ایران میں [آنا] | ایک مدت کے بعد پیغمبر مرسل اور صاحب کتاب بنے ہوئے وہ ایران میں
واپس آیا- اور بہت سے لوگون کو اپنا معتقد بنا لیا- مجوسیون سے اس سے بڑے بڑے
مناظرے ہوئے- ہرمز بن شاپور کے عہد میں وہ اپنے اس طولانی سفر سے واپس ہوا تھا
جس نے اس کی بڑی قدر و منزلت کی اور علاقہ بابل میں ارابیون نام ایک قلعہ سے

قلعہ ارابیون | رہنے کو دیا- اس قلعے سے بیٹھ کے مانی نے اپنے نئے دین کی اشاعت شروع
کی اپنے بارہ حواری قرار دیے- اور ان کو تبلیغ شریعت الوہی پر آمادہ کیا- مگر تھوڑے ہی
روز بعد متعصب مقتدایان دین زرتشتی نے نئے شہریار ایران بہرام کے دربار میں اس کی
شکایت کی- بہرام اپنے مذہبی بزرگون کے ابھارنے سے اس قدر برہم ہوا کہ اس کے
حکم سے سنہ ۲۹۴ قبل محمد (سنہ ۲۷۶ء) کے قریب زمانے مین مانی اپنے قلعے سے گرفتار کر کے لایا

مانی کا قتل | گیا- زندہ کھال کھینچ کے اس مین بھس بھروا دیا گیا- اور کھال کا یہ پتلا
مدت تک شہر شاپور کے پھاٹک پر رکھا رہا-[۵]

اس کے مذہب کے اصول | مانی کا مذہب اگرچہ مسیحیت ہی کی ایک شاخ بن کے نمودار ہوا
مگر اصل مین وہ دنیا کے تمام مذہبون سے مرکب تھا- وہ وحدت وجود کا قائل تھا-
تخلیق کی نسبت کچھ نئے ہی خیالات ظاہر کیے تھے- اس کی بنا دو خداؤن یزدان و اہرمن
کے ماننے پر قائم تھی- اسی طرح نور و ظلمت کی اصطلاح بھی کثرت سے استعمال
کی گئی تھی- اخلاقی اصول کلیۃً بودھ مذہب کے اخلاقی فلسفہ سے لیے گئے تھے- یہودی
مذہب بالکل ترک کر دیا گیا تھا- اور کہنا چاہیے کہ ایران کے یزدان و اہرمن
اور چین و ہند کے اخلاقی فلسفہ کو عیسائیت کا جامہ پہنا دیا گیا تھا- کتاب عہد عتیق
تو باطل الہام کا نمونہ بتائی گئی- اور چند جعلی انجیلون کے ساتھ مانی کی تحریرین اور

عہ۵- تاریخ دین یہودی مصنفہ مل مین-
عہ- مسیحی کلیسا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلز-
سہ۵- تاریخ دین عیسوی مصنفہ مل مین-

کتاب آرتنگ اس فرقے کا دستور العمل ہین۔ مانی نے انجیل سے یہ فائدہ بھی اُٹھایا کہ اپنے آپ کو موعودہ فارقلیط بتا کے اپنے خاتم الانبیا ہونے کا دعوی کیا۔

اسکے مذہب کی ترقی

اس مانوی فرقے نے عیسائی دنیا مین اس قدر ترقی کی کہ پولوس کے پیروؤن کے مقابلے مین مستقل اور زوردار مذہب بن گیا۔ اور رومی کلیسا کا سب سے زیادہ قوی حریف تھا۔ مانوی لوگ اپنی توحید پر نازان تھے۔ اور اپنے مخالف عیسائیون کو بت پرست بتاتے تھے۔ اس فرقے نے یہان تک ترقی کی کہ رومی کلیسا کے سے پورے مذہبی انتظامات اس مین بھی جاری ہو گئے۔ بارہ بڑے مذہبی عہدہ دار رسول و حواری کے نام سے اُن کے نیچے ۷۲ بشپ۔ اور ان کے ماتحت پریسبٹر اور ڈیکن تھے جو سفر کرنے والے داعی قرار دیے گئے تھے۔ یہ فرقہ تیرھوین

[illegible] کا زوال

صدی عیسوی تک قائم رہا۔ روم کے عیسائی شاہنشاہون اور پاپاؤن نے اس پر بڑے بڑے ظلم کیے۔ اور فتوحات اسلام نے بھی اسے بڑا ضرر پہونچایا [عه]

دین عیسوی کی یون تو اُسی زمانے مین صدہا شاخین ہو گئی تھین۔ اور ہر ہر جزئی مسئلے نے ایک جدید فرقہ پیدا کر دیا تھا۔ مگر ہم اس موقع پر ایک اور فرقے کے حالات لکھنا ضروری خیال کرتے ہین جس نے بہت کچھ ترقی حاصل کی تھی۔ اور ناسٹک فرقون کے علاوہ ایک مستقل مذہب بتایا جاتا ہے۔ یہ مذہب مانٹنزم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لیے

مانٹنزم اور [illegible]

کہ مانٹنوس نام ایک شخص کی طرف منسوب ہے جس نے ایشیائے کوچک کے علاقہ فرد گیہ مین ایک گاؤن سے خروج کر کے اپنے مذہب کو افریقا اور قرطاجنہ تک پہونچا دیا۔

نبیہ عورتین

مانٹنوس کے ساتھ دو دلآویز اور دلربا شکل و شمائل کی عورتین بھی تھین جو نبیہ بتائی جاتی تھین۔ ان تینون نے تبلیغ دین کے لیے سفر شروع کیا اور یہ دعوی کیا کہ روح القدس اور حضرت مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی کا زمانہ فرد گیہ کے گاؤن پیپوزا سے شروع ہونیوالا ہے۔ وہان نیا یروشلم اترے گا۔ اور ساری دنیا اُس کے سامنے سر جھکا دے گی۔ جن عقائد کو ان پیمبرنیون اور ان کے دوست مانٹنوس نے جو اپنے آپ کو فارقلیط کا مظہر و مصدر

عه مسیحی کلیسا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔

کہتا تھا۔ دنیا کے سامنے پیش کیا یہ تھے کہ نفس کشی ہر شخص پر فرض ہے۔ بشپون اور راہبون کی حکومت دین کے خلاف ہے۔ ریاضت کے لیے کسی کی تخصیص نہین۔ ہر مرد اور ہر عورت کو راہب اور کاہن ہونا چاہیے۔ ان عقائد کے ساتھ یہ بھی دعویٰ تھا کہ سلسلۂ نبوت بدستور جاری ہے۔ چنانچہ اپنے کئی مردون اور عورتون کو پیمبر بتاتے تھے۔ ان کی یہ عملی کوشش تھی کہ یہودیون اور ناصریون کی طرح شرعی قیود کو روز بروز بڑھاتے جاتے تھے۔ ان کے نزدیک تو یہ غیر مقبول تھی۔ ازدواج کی نسبت کہتے تھے کہ ایک برائی ہے جس سے انسان کو چارہ نہین۔ اور نکاح ثانی کو زنا خیال کرتے تھے۔ مسیح کی بادشاہی کا مسئلہ پہلے پہل انھین لوگون سے شروع ہوا۔ ان کے بعد عیسویت مین اور بھی بہت سے ایسے فرقے پیدا ہوے جنھون نے اسی ہزار سالہ بادشاہی کو اہم مسئلہ ایمانی قرار دیا۔ اور اُس مین دقیقہ سنجیان کین۔ مانٹنوس

اس فرقے کی ترقی اور اس کی داستان ساتھ دینے والیون کا مذہب بڑی تیزی سے بڑھا اور اطراف عالم مین پھیلنے لگا۔ تھوڑے ہی دنون مین اس سرعت سے کامیاب ہوا کہ ایشیا سے یورپ مین پہونچا۔ روم مین اس کے حامی پیدا ہوے۔ اور شمالی افریقہ مین اس کا قدم مضبوطی سے جم گیا۔ خود رومی کلیسا اور بپولوس کا بنایا ہوا دین بھی اس نئے فرقے کے بڑھتے وقت متزلزل ہو گیا تھا۔ مگر رومی کلیسا کی حکومت اور قسطنطین کے جانشینون نے اس کو دنیا سے مٹا دیا۔ عیسوی حکومت اور رہبانیت کی مظالم

اور اس کا زوال نے سنہ قبل محمد (۳۵۳ء) مین مانٹنوس کے مذہب کی پابندی کو شاہی جرم قرار دیا جس کا یہ نتیجہ تھا کہ چھٹی صدی عیسوی مین یا یون کہا جائے کہ اس صدی عیسوی مین جس مین ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے اس مسیحی فرقے کا خاتمہ[ع] ہو گیا۔

یہ ابتدائی زمانے کے فرقے بہت قوت کے ساتھ پھیل گئے تھے اور ممکن نہ تھا کہ آج دنیا مین نہ موجود ہوتے۔ لیکن جس طرح دولت روم کے عیسائی سلطنت

ع۵ ل مین اور ڈی گلن۔

بن جانے سے قدیم بت پرستی مٹائی گئی اسی طرح ان فرقون کا بھی استیصال کیا گیا۔ در حقیقت ان فرقون نے رومی کلیسیا کو بجائے ضرر کے اور نفع پہنچایا۔ ہر عیسائی فرقے کے بانی نے مختلف جماعتون اور مذہبون سے اپنے لیے پیرو فراہم کیے تھے۔ ان پیروون نے جب اپنے قدیمی مذہب کو چھوڑ دیا تھا تو حکومت کے زور سے اُن کو پولوس کا مرید و معتقد بنا لینا زیادہ دشوار نہ تھا پولوس کا دین ابتدائے تبلیغ کے وقت اگرچہ محض خیالاتی تھا شاہی خیالات پر حاوی تھا اور ہر امر کی پوری پوری آزادی دیتا تھا۔ مگر ان آسانیون کے ساتھ بھی بت پرستی کو معدوم نہ کر سکا تھا۔ یہ صرف مذہبی حکومت اور بڑا پیمانہ خونریزی کی برکت تھی جس نے بت پرستی ہی کو نہیں بلکہ ان قدیم مسیحی فرقون کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

ان فرقون سے مسیحیت کو فائدہ پہنچا

باب سیزدہم

مسیحیون پر مظالم

دین عیسویت کی حقیت اور اس کی برکت۔ حواریین کا خاتمہ۔ اختلافات سے جوش تبلیغ نہین رکا۔ عیسویت اور بت پرستی کا مقابلہ۔ عیسائی بدنام کیے گئے۔ وہ منحوس بتائے جاتے ہین۔ آخر جور و ستم شروع ہوا۔ پہلی مصیبت۔ مظالم کی اصلی ابتدا۔ ہڑیانوس کے عہد کے مظالم۔ اوریانوس کا عہد۔ انطی نینوس کا عہد پولی کارپ کا عبرتناک واقعہ۔ آرلی یوس کے زمانے کے سخت ظلم۔ عیسائیون کا مارا جانا۔ چند روزہ مہربانی۔ قومودوس کا عہد۔ اُس کی معشوقہ مرشیا۔ تھوڑے دنون کے انقلابات۔ اسکندر سیویرس قیصر کی مہربانیان۔ مسیح کی مورت بٹھائی گئی۔ فلپ عرب نژاد قیصر اور اسکی مہربانیان۔ دیسیوس قیصر کے مظالم۔ [illegible] پر مظالم۔

عـ ل میں اور ڈھیلی گٹھن۔

دین عیسوی کی حقیقت اور اسکی ترقی

لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دین عیسوی خدا کا بھیجا ہوا سچا دین تھا۔ گو پیرو ان کی عقل و غش سے پاک صحابت نہ رہ سکا۔ مگر پھر بھی اس مین سچے اور دلکش روحانی اصول تھے جو انسانی طبیعت پر بے اثر کیے نہ رہ سکتے تھے صرف چند غریب اور آوارہ گرد دو اعظون کی کوشش سے اسکی جڑ اتنی مضبوط ہو گئی تھی کہ پہلی صدی عیسوی کے ختم ہونے سے پہلے ہی دولت روم کے ہر صوبے مین اُسکے دلدادہ اور معتقد موجود تھے۔ حضرت مسیح کے حواریون مین سے فیلپوس اور یوحنا کی نسبت اگرچہ ثابت ہے کہ بیت المقدس کی تباہی کے بعد زندہ وسلامت موجود تھے۔ مگر وہ ارض یہودا مین پڑے تھے۔ اور مسیحیت اسپین و افریقہ کے مغربی سواحل مین پھیل رہی

حواریین کا خاتمہ

تھی۔ یہ حواری اگرچہ دین مین بہت بڑا اثر رکھتے تھے۔ اور عہد عیسوی کے تبرکات سے تھے۔ مگر ہنوز وہ زندہ موجود تھے۔ اور مسیحیت مین ایسی ایسی شاخین نکلنے لگین کہ اُن کو سوا اس کے کہ ایک کس پرسی کے عالم مین سب سے الگ پڑے رہین اور کسی بات مین مفر نہ نظر آیا۔ غالباً انھین اسباب سے وہ ایسی گمنامی مین پڑ گئے کہ کسی کو یہ بھی نہین معلوم کہ ان مین سے کون کب مرا اور اس نے کہان جان دی۔ حوادیین مین سے یوحنا کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ سب کے بعد تک زندہ موجود تھا اور پورے ایک سو برس کا ہو کے پہلی صدی عیسوی کے اختتام کے ساتھ ہی آغوش لحد کے سپرد کیا گیا۔ لیکن اپنی زندگی کے آخری دور مین یورپ و اسکندریہ کے نئے عیسائیون کے سامنے وہ غریب ایک پرانے وقت کا آدمی خیال کیا جاتا تھا۔ اور غالباً اُن جدید مسائل کو سمجھ بھی نہ سکتا ہو گا جو اُن دنون جناب عیسیٰ کی اُلوہیت کی نوعیت اور اُس غیر معمولی ابن آدم کی حقیقت کے متعلق دنیا کے سامنے پیش ہوا کرتے تھے۔

اختلافات سے جوش تبلیغ حین رکا

اسی کو غنیمت سمجھنا چاہیے کہ ان باہمی اختلافات اور فلسفیانہ جھگڑون نے تبلیغ کی رفتار نہ روکی۔ اور باعتبار ظاہر مسیحیت کا یہ بڑا معجزہ تھا کہ اس کے معتقد جہان آپس مین جاہلانہ طور پر مجادلہ و مکابرہ کرتے وہان دور و دراز ملکون تک

پہونچ گئے اور کبھی نئے حصۂ ارض کا پتہ لگا کے اپنے مذہب اور مسیح کی دعوت کی اشاعت بھی ضرور کرتے تھے۔ ان سرگرمیوں نے جب انھیں ہر جگہ پھیلا دیا اور اطراف و جوانب مین ان کے ہم خیال و ہم عقیدہ پیدا ہو گئے تو نئی مذہبی جماعتیں قائم ہو گئین۔ اور پرانے دین اور قدیم مذاق کے بت پرستون سے جھگڑے شروع ہو گئے۔ ان جھگڑون نے اکثر موقعون پر انتظامات سلطنت مین فرق ڈالا۔ اور جا بجا پولیٹیکل پیچیدگیان نمایان ہونے لگین۔ مگر چونکہ سلطنت اور اوس کے ذی اقتدار حکام اور عہدہ دارون کا مذہب بھی بت پرستی تھا اس لیے اکثر یہی ہوا کہ عیسائیون پر ظلم ہوا۔ وہ طرح طرح کے عذابون مین مبتلا کیے گئے۔ کبھی کبھی دولت روم کو مجبوراً ایسے قوانین بھی جاری کرنے پڑے جو دین عیسوی کی اشاعت و ترقی کو روکتے تھے۔ مسیحی لوگ روز بروز اپنے آپ کو ملکی قوانین کی رو سے مجرم ثابت کرتے جاتے تھے۔ شہنشاہ اور اس کی مورت کی وہ ویسی تعظیم نہین کرتے تھے جیسی کہ رومیون کے قانون و مذہب مین ضروری تھی بت پرستون کے تیوہارون مین شریک ہونے سے بھی ان کو انکار تھا۔ پھر لطف یہ کہ شاہی جنگی خدمات سے بھی علیحدگی اختیار کرتے۔ ان تمام امور کے ساتھ جب یہ دیکھا جاتا کہ وہ آپس مین برادرانہ تعلقات رکھتے ہین اور اکثر اوقات مخفی طور پر اپنے خاص جلسون مین شریک ہو کے باہم مشورے یا عبادت کرتے ہین تو رومی حکام کو اور یقین ہو جاتا کہ سلطنت کے خلاف وہ کوئی سازش کر رہے ہین۔

عیسائیت اور بت پرستی کا مقابلہ

عیسائی بدنام کیے گئے

اس کا پہلا اثر تو یہی ہوا کہ رومی بت پرست عیسائیون کو طرح طرح کے الزام دینے لگے۔ مشہور کر دیا گیا کہ عیسائی اپنی کمیٹیون اور تقریبون مین باہم مل کے زنا کرتے ہین۔ اوہام پرست ہین۔ ذلیل کم حیثیت اور ادنیٰ طبقے کے لوگ ہین۔ رومیون مین یہ روایت یقینی خیال کی جاتی تھی کہ[۱] ایک زندہ نوزائیدہ بچہ آٹے مین لپٹا ہوا ہر نئے عیسائی ہونے والے کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ

عہ۱ مسیحی کلیسیا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔

بے ظلمی سے اس پر چھری مارتا ہے۔ بعدہٗ اس معصوم بچے کا خون کٹوریوں میں لیا
جاتا ہے۔ جسے تمام ہم مذہب پیتے ہیں۔ اس کے بعد دعوت ہوتی ہے۔ جس
میں سب اہل کے مبتی اور دل میں جوش پیدا کرنے والی غذائیں اور شرابیں کھاتے
پیتے ہیں۔ اور جب جوش و سرور انتہا سے ہیجان پر پہونچتا ہے اور وقت معہود
آجاتا ہے تو فوراً چراغ گل کر دیا جاتا ہے۔ اور سب مرد و عورت انتہا درجے کی
شہوت پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس وقت نہ ماں کی تمیز رہتی ہے نہ بیٹی کی
نہ بہن کی حس ہوتی ہے نہ کسی اور رشتہ دار کی۔ جو جس کو پاتا ہے اسی سے مشغول
ہو جاتا ہے" یہ باتیں تھیں جو مسیحیوں کی نسبت ہر جگہ مشہور تھیں۔ اور وہ ہزارہا
انکار کرتے اپنے مذہبی مقدس احکام کو پیش کرتے مگر ایک نہ سنی جاتی۔ قرائن سے
معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسیحی مبتدع فرقوں اور خاصۃً ناسٹک گروہوں میں ایسی
باتیں تھیں۔ رومیوں کو ان کی اندرونی اختلافات کی خبر نہ تھی اور سب کو ایک ہی

وہ منحوس بتائے جاتے ہیں

تصور کر کے یہ الزام دیتے تھے لیکن جب اس طرح بدنام کرنے سے بھی یہ مذہب نہ
دب سکا تو وہ نحس قدم بتائے گئے۔ ان کی نحوستیں مشہور کی گئیں اور ضعیف الاعتقاد رعایا
میں اُن کی طرف سے سخت نفرت و وحشت پیدا کر دی گئی۔ شمالی افریقہ میں ضرب المثل تھا
کہ "اگر خدا مینہ نہ برسائے تو سمجھو کہ عیسائیوں کی نحوست ہے" ہر طوفان۔ خشک سالی۔
قحط۔ اور وبا کے موقع پر بتوں کے پوجنے والے غل مچاتے تھے کہ "ان بے دینوں کو نکالو
اور عیسائیوں کو شیروں کے آگے ڈال دو" لیکن جب ان باتوں سے بھی عیسویت

آخر جور و ستم شروع ہوا

کی ترقی کو نہ روکا تو سلطنت کو سختی اختیار کرنا پڑی۔ تمام ظالمانہ
کارروائیوں سے کام لیا جانے لگا۔ اور مظالم و خونریزی کا ایک سلسلہ شروع
ہو گیا جو مسلسل دو سو سال سے زیادہ زمانہ تک جاری رہا۔

پہلی مصیبت

ان مظالم کی ابتدا قیصر روم نیرو کے زمانے سے ہوئی جب ۵۸ھ قبل ہجرت
(سنہ ۶۴ء) میں جب ملسے پر جو مسیحیوں کے ساتھ پولوس اور پطرس کا خون بھی

عه گبن۔ عه ڈی گھن۔

جو روم کی زمین پر گرایا گیا۔ لیکن یہ مظالم جا بجا مخفی طور پر عیسائیت کے مٹانے کے لیے عمل میں آئے ہوں۔ مگر ظاہر میں الزام یہ لگایا گیا کہ عیسائیوں نے شہر روم میں آگ لگا دی۔ مسیحی جا بجا بے جرم ہوں۔ مگر اس خونریزی کی نسبت یہ نہیں ثابت کیا جا سکتا کہ عیسائی محض مسیحی ہونے کی وجہ سے مارے گئے۔ اس سے انکار نہیں کہ نیرو نے مسیحی ہونے کو جرم قرار دیدیا تھا۔ مگر یہ بھی معلوم ہے کہ یہ حکم بھی فقط اس بنیاد پر دیا گیا تھا کہ مسیحی لوگ سلطنت کے باغی تصور کیے گئے تھے۔

مظالم کی اصلی ابتدا — طریانوس کے عہد کے مظالم

عیسائیوں پر بہ حیثیت عیسائی ہونے کے جو مظالم ہوئے ان کی تاریخ درحقیقت طریانوس (ٹرے جن) قیصر روم کے عہد سے شروع ہوتی ہے۔ اس کی ابتدا اس سے ہوئی کہ پلینی نے جو طریانوس کی طرف سے ایشیائے کوچک کے علاقے میں سنہ۵۱۱ قبل محمدؐ سے سنہ۵۰۹ قبل محمدؐ (۱۱۱ء تا ۱۱۳ء) تک بتھینیہ کا گورنر تھا اپنے علاقے میں مسیحیت کا زور و شور دیکھ کے قیصر مذکور کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ بھیجا کہ "یہ مذہب (عیسوی) بڑی سرعت سے پھیلتا جاتا ہے۔ ایشیائے کوچک کے شہروں ہی میں نہیں گاؤں میں بھی اور ہر طبقے کے مردوں اور عورتوں کو اپنے دام میں پھنسا رہا ہے۔ یہاں تک نوبت پہونچ گئی ہے کہ بتوں کے مندر قریب متروک ہو گئے۔ اور قربانی کے جانوروں کا کوئی خریدار نہیں۔" پلینی نے مسیحیت کے روکنے کے لیے بہت سے عیسائیوں کی نسبت موت کا فتوے دے دیا۔ بعضوں کو جو رومی نژاد تھے اور بت پرستی چھوڑ کے عیسائی ہو گئے تھے دربار قیصری میں بھیج دیا۔ اور طریانوس سے ہدایت طلب کی کہ کیا ان کوششوں میں مجھے عمر کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے اور کیا فقط عیسائی نام ہونے کے سبب سے لوگوں کو مجرم سمجھ لینا چاہیے۔ یا مزید تحقیقات کی بھی ضرورت ہے۔

عہ ل مین۔

اُس کے جواب میں طریانوس نے جو تحریر بھیجی تھی اُس کا نقل کرنا بھی لُطف سے خالی نہ ہوگا۔ اس نے لکھا تھا۔ میرے دوست عیسائیوں کی نسبت تم نے مناسب طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ کیونکہ سب حالتوں میں ایک ہی قاعدے پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ خود اپنی طرف سے ان کو نہ تلاش کرنا چاہیے۔ لیکن جب الزام اور جرم اُن پر عائد ہو جائے تو اُن کو سزا دی جائے۔ اور اگر کوئی عیسائی ہونے سے انکار کرے اور اس کا عملی ثبوت یوں دے کہ مثلاً ہمارے بتوں کی عبادت کرے تو وہ اپنی توبہ کی بنا پر معاف کیا جائے اگرچہ اُس کے پہلے افعال کی وجہ سے اس پر شک بھی ہو۔ گمنام الزام کسی کی نسبت نہ تسلیم کیے جائیں۔ کیونکہ یہ بُرا نمونہ اور ہمارے طرز حکومت کے خلاف ہوگا۔ خاص بیت المقدس کا سب سے بڑا بشپ شمعون جو حضرت مسیح سے قرابت کا بھی تعلق رکھتا تھا اسی قیصر کے عہد میں ۱۲۰ سال کی عمر کا ہو کے مصلوب کیا گیا۔ انطاکیہ کا مشہور پادری اغناطیوس (اگنیشس) بھی طریانوس ہی کے حکم سے روم میں جنگلی درندوں کے آگے ڈال کے نچوایا اور مارا گیا۔ عہ

ادریانوس کا عہد

طریانوس کے بعد ادریانوس (ہیڈرین) کا زمانہ شروع ہوا جس نے سنہ ۴۵۳ قبل محمدؐ سے سنہ ۴۳۳ قبل محمدؐ (سنہ ۱۱۷ء تا سنہ ۱۳۸ء) تک حکومت کی۔ یہ قیصر دراصل عیسائیوں کے حال پر مہربان تھا۔ گو اس نے بیت المقدس کے کھنڈروں پر رومیوں کی نو آبادی قائم کر کے اس کا نام ایلیا کپی ٹولینا رکھا تھا اور خاص مسیح کے مدفن کی جگہ میں وینس کا مندر بنوا دیا تھا جہاں مسیحی عبادت کرنے کی کوشش کرتے اور یہودی اپنے قیام کے بہانے تک لیے اور کوڑا پھینکتے رہتے تھے۔ تاہم اس نے ایشیا کے والی کو حکم دیا کہ عیسائیوں کے خلاف عام لوگوں کی نفرت کو روکے۔

انطی نینوس کا عہد

انطی نینوس پلاسیوس کا زمانہ اس کے بعد شروع ہوا۔ اس کے زمانے میں اگرچہ مسیحیوں پر زیادہ ظلم و جور نہیں ہوا مگر سنہ ۴۱۶ قبل محمدؐ (سنہ ۱۵۴ء) میں بوجہ حوادث کی کثرت

عہ ڈی کلن اور پیٹن

عہ انوار توفیق الجلیل فی اخبار مصر و توثیق بنی اسماعیل مطبوعہ مصر۔

اور شاگرد پولیکارپ کا مارا جانا اکیلا ایک ایسا خون تھا جو بہتوں پر بھاری تھا
پولیکارپ کا عبرت ناک واقعہ | پولیکارپ سمرنا کا معزز پادری تھا۔ اور اس وقت اس کی عمر ۸۶ برس کی تھی۔ یہ ضعیف العمر عیسائی جب گرفتار کر کے رومی حاکم کے سامنے لایا گیا تو اس سے کہا گیا "مسیح پر لعنت کرو"۔ اس سال خوردہ عیسائی نے جواب دیا "میں نے ۸۶ سال تک مسیح کی خدمت کی۔ اور انھوں نے کبھی میرے ساتھ بدی نہیں کی۔ اب کیونکر اپنے خدا اور نجات دہندہ پر لعنت بھیج سکتا ہوں"۔ حاکم نے کہا "میں تجھے جنگلی درندوں کے سامنے ڈال دوں گا"۔ پولیکارپ نے بے تکلف کہا "جنگلی درندوں کو میرے پاس لاؤ۔ اس لیے کہ میں اپنے دل کو نیکی سے بدی میں تبدیل نہیں کروں گا"۔ حاکم نے کہا "اگر تو درندوں سے نہیں ڈرتا تو میں تیری روح کو شعلوں کا عذاب دوں گا"۔ بوڑھے قیدی نے جواب دیا "جس آگ کی دھمکی دیتے ہو وہ تھوڑی ہی دیر کے لیے برداشت کرنا پڑتی ہے۔ لیکن شریروں کے لیے وہ آگ رکھی گئی ہے جس کا حال تم نہیں جانتے"۔ ان جوابات کے بعد معافی کی کیا امید ہو سکتی تھی؟ بیچارہ پولیکارپ لکڑیوں کی ایک چتا پر بٹھا کے زندہ جلا دیا گیا۔

آئریلیوس کے زمانے کے سخت ظلم | لیکن اس کے بعد جب آئریلیوس مرقوزلیس کی قیصری کا زمانہ آیا تو یکایک عیسائیوں پر ایسے سخت مظالم شروع ہو گئے کہ انھیں کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ اس نے مسیحوں کی جستجو کے لیے جاسوس مقرر کیے۔ اور ادنیٰ اونیٰ مخبری پر مسیحی لوگ گرفتار کر کے طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر دیے جاتے۔ ہر عیسائی مجرم کے سامنے یہ شرط پیش کی جاتی کہ "بتوں پر قربانی چڑھاؤ" اور جو اس سے انکار کرتا قتل کیا جاتا۔ قتل اور آزار رسانی کے لیے بھی اس زمانے میں نئی نئی باتیں ایجاد کی گئیں۔ بعضے بعضے شکنجوں میں کسے جاتے۔ بعضوں کے جوڑ کاٹ کے الگ کیے جاتے۔ بعضوں پر کوڑے پڑتے۔ پھر جب کھال گر جاتی۔ اور سارا بدن زخمی ہو لیتا تو وہ سمندر کی ٹھکری کی شاخوں[۱] وغیرہ پر ڈال دیے جاتے۔ بعض وحشی درندوں سے پھڑوا دیے جاتے

[۱] سمندر میں مونگے اور عقیق وغیرہ کی قسم سے بعض نہایت ہی کھرکھرے اجسام نکلا کرتے ہیں۔ ان کو (مقصود)

عیسائیون کا مشہور ولی سینٹ جسٹن شہید اسی عہد کے مظلومون مین ہے۔ سب سے
بلینڈینا کا مارا جانا زیادہ استقلال و مضبوطی کا نمونہ اس زمانے مین ایک ۱۵ سال کے
لڑکے پنٹی کس اور بلینڈینا نام ایک عورت نے دکھایا۔ ان دونون کو پہلے تو دیگر
مظلومون کی اذیتون کا تماشا دکھایا گیا۔ اور جب اس سے بھی ان کے قدم کو لغزش نہ
ہوئی تو وہ خود سخت عذابون مین مبتلا کیے گئے۔ پنٹی کس تو خوش نصیب تھا کہ
جلدی مر گیا۔ مگر بلینڈینا دیر تک زندہ رہی۔ اور سخت جانی کی بدولت اسے یہ نیا ظلم
برداشت کرنا پڑا کہ لوہے کی ایک گرم اور جلتی ہوئی چوکی پر بٹھائی گئی پھر ایک جال مین باندھ کے
ایک سانڈ کے سامنے ڈال دی گئی جس نے اپنے سینگ بھونک بھونک کی ادھ موئی کو جب اسکے اعضا و جوارح
پاش پاش کر دیے تب اُسکی مشکل آسان ہوئی۔ کہتے ہین کہ نازک ہڈیون کے چور چور ہو جانے
کے بعد بھی کچھ دیر تک اس کی سانس چلتی رہی تھی۔ اس عہد مین جتنے لوگ مارے گئے
اُن کی لاشین بھی جلا کے خاک کر دی گئین۔[ع۱] مگر آخر مین ایک قحط کے موقع پر جب عیسائیون
چند روز مہربانی نے نماز استسقاء ادا کی اور اتفاقاً پانی بھی برس گیا تو ایریلیوس کو عیسائیون
کے ساتھ ایک حسن عقیدت پیدا ہو گیا۔ اپنے گذشتہ مظالم پر بہت پچھتایا۔ آیندہ کے لیے
جور و ستم کے روک دینے کی کوشش کی۔ اور مسیحون کو اس کے حکم سے رومی فوج
مین بھرتی ہونے کی بھی اجازت مل گئی۔ مگر رومی حکام اور افسران کے ویسے ہی دشمن
تھے۔ جنھون نے اب بھی اکثر عیسائیون کو آزار پہونچایا۔[ع۲]
قومودس کا عہد آریلیوس قیصر کے بعد اُس کا بیٹا قومودس بادشاہ ہوا اگرچہ شب و روز کھیل
تماشون اور لہو و لعب مین منہمک رہتا مگر عیسائیون کے حق مین برا نہ تھا۔ اس لیے کہ
اس کی معشوقہ مرقیا مسیحیہ تھی جس کے اثر سے اس مظلوم فرقے پر اس نے ہمیشہ مہربانی
کی۔ مگر مرقیا نے اس شاہی عنایت کا شکریہ خوب ادا کیا کہ شوہر کے دشمنون سے ک

(بقیہ صفحہ ۱۱۴) اگرچہ ہندی مین مثل ہے کہتے ہین اور فارسی مین شطرنج۔ جیسے شاخ مرجان۔ بالخصوص اردو زبان
مین ایسی چیز کے لیے کوئی لفظ نہین موجود ہے۔ لہذا ہم نے فارسی کا لفظ شاخ ۲۴ اختیار کر لیا۔ ع۱ مسیحی کلیسا
کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن عبد الاحد توفیق الجلیل۔ ع۲ مسیحی کلیسا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔

اسے زہر دے دیا۔ سخت جانی نے زہر سے بھی اسے بچا لیا ہوتا۔ مگر سازش کر کے [illegible] نے گھر مین گھس کے مارا۔ اور اس کار روائی مین بھی غالباً مرقیا کو دخل تھا۔ الغرض اس طرح اس سے ۴۲۹ سنہ قبل محمدؐ (سنہ ۱۹۳ء) کے قریب تخت قیصری خالی کرا لیا گیا۔[عـه۵]

تھوڑے دنون کے انقلابات اس کے بعد جو زمانہ ۴۲۹ سنہ قبل محمدؐ سے ۴۰۰ سنہ قبل محمدؐ (سنہ ۱۹۳ء تا سنہ ۲۲۲ء) تک گذرا اس مین مختلف مذاق کے قیصر حکومت کرتے رہے۔ اور اسی کے مطابق عیسائیون کی حالت بھی انقلابات عالم کا تماشا دکھاتی رہی۔ کچھ زمانہ ایسا تھا کہ ہر روز بہت سے عیسائی للا کے مارے جاتے۔ جوان اور خوبصورت مسیحیہ عورتین بے عزت کر کے قتل کی جاتین۔ یا وحشیون کے سامنے ڈالی جاتین۔ کبھی ایسے بھی دن ہوتے کہ مسیحیون کو پوری آزادی ہوتی۔ اور جسے چاہتے اپنے دین مین شامل کر لیتے۔ علی الخصوص اسکندر سویرس جو ۴۰۰ سنہ قبل محمد سے ۳۸۷ سنہ قبل محمدؐ تک (سنہ ۲۲۲ء تا سنہ ۲۳۵ء) حکومت کرتا رہا اس کے زمانے مین تو حضرت مسیح کی مورت دولت روم کے مندرون مین پج رہی تھی۔ اور سبب یہ تھا کہ اسکندر کی ماں جس کا نام مامیہ تھا ایک مسیحیہ عورت تھی۔ اور بادشاہ کے مزاج پر اس قدر حاوی تھی کہ اس کے مشورے کے بغیر کوئی حکم اجرا نہ پاتا۔ اس نے اپنی نفسانی خوش عقیدگی کی شان یون دکھائی کہ حضرت مسیح کی مورت بت پرست رومیون تک سے پجوا دی۔ اور عام حکم دے دیا کہ جو کوئی مذہب مسیحی اختیار کرنا چاہے اسے اجازت ہے۔

اسکندر سویرس قیصر کی مسیحیہ ماں مسیح کی مورت پجواتی ہے۔

فلبش عربی نژاد قیصر اور اسکی مہربانیان سب کے آخر مین فلبش قیصر روم ہوا جو عربی نژاد شخص تھا اور یہی اکیلا عرب ہے جس کو ظہور اسلام سے پہلے قیاصرہ کے تخت پر جلوس کرنے کی عزت حاصل ہوئی۔ اس نے عیسائیون کے حال پر یہان تک مہربانی کی کہ بعض عیسائی مورخ اسے پہلا مسیحی بادشاہ بتاتے ہین۔ بعض مورخین نے اگرچہ اس کی مسیحیت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ مگر اس کا ثابت کرنا مشکل ہے۔ لیکن اس مین شک نہین کہ اس کا عہد عیسائیون کے لیے

عـه۵ الاوامر توفیق الجلیل۔

نہایت ہی امن کا زمانہ تھا۔ مگر وہ پانچ ہی سال حکومت کرنے پایا تھا کہ تخت سے علحدہ کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ ۲۴۹ قبل محمدؐ (۳۲۱ء) میں دوقیدوس روم کا فرمان روا قرار پایا۔ اس قیصر نے اگرچہ تقریباً دو ہی سال حکومت کی۔ مگر عیسائیوں پر اس نے جو جو ظلم کیے ہین اُن کے اعتبار سے یہ مختصر زمانہ بھی بہت بھاری تھا۔ وہ اس کوشش مین تھا کہ اس دین کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کے پھینک دے کہتے ہین کہ عیسائیون پر یہ عہد ہمیشہ سے زیادہ سخت تھا۔ اس لیے کہ تمام قلمرو روم مین احکام جاری ہو گئے کہ جتنے عیسائی ملین سخت سزائین دیدے کے قدیم بت پرستی پر مجبور کیے جائین عـہ۔ اس قیصر کو عیسائیون سے مذہبی تعصب کے علاوہ یہ عداوت بھی تھی کہ انھین اپنے اسبق عربی نژاد قیصر فلیبش کا دوست خیال کرتا تھا

دوقیدوس قیصر کے مظالم

مصر مین مسیحیون پر ظلم

اس زمانے مین مصر مین بھی عیسائیون پر ہمیشہ سے زیادہ زیادتیان ہوئین۔ یہان مسیحیون کو ہمیشہ پناہ ملا کی تھی۔ اور حقیقتاً ان ملت عیسوی کو ترویج دین کا پورا موقع ملا ہوا تھا۔ مگر ان دنون قدیم بت پرستی کا ایک ایسا حامی اُٹھ کھڑا ہوا جس نے بت پرستون مین بڑا جوش پیدا کر دیا۔ عیسائیون کے گھر لوٹ لیے گئے۔ ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ اور بقیۃ السیف عیسائیون کو بلندی مصر اور اطراف حبشہ وغیرہ مین بھاگ بھاگ کے جان بچانی پڑی عـہ۔

باب چہاردہم

پھر وہی مظالم اور ان کے نتائج

دقوس قیصر اور گونہ اطمینان۔ والریانوس کا زمانہ۔ پھر جور و ستم شروع ہوا۔ ایک مدت تک امن و امان۔ دقلیانوس قیصر کا فساد۔ پھر ہمیشہ سے زیادہ ظلم۔ عیسائی بت پرستی پر مجبور کیے گئے۔ ان دنون دولت روم کی حالت۔ مغربی یورپ کے عیسائیون پر کم ظلم ہوا۔ قتل کے مختلف طریقے۔ قیصر قیصر مین آتش زدگی۔ انجیل دنیا سے فنا کر دی گئی۔ گلار ...

عـہ مسیحی کلیسیا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔ عـہ انوار توفیق الجلیل۔

قیصر خود ظالم ظلم کرتے کرتے تھک گئے۔ مظالم سے عیسویت کو فائدہ پہونچا۔ ان ظلمون
کا الٹا اثر ہونے پر مسیحیون کا دعویٰ۔ اس کا اصلی سبب۔ دولت روم سے مسیحیت
نے کیا فائدے اٹھائے۔ پہلا فائدہ۔ دوسرا فائدہ۔ تیسرا فائدہ۔ چوتھا فائدہ۔

غالوس قیصر۔ اور گونہ اطمینان | اس کے بعد غالوس قیصر کا زمانہ بھی قوط (گاتھ) لوگون کے حملون کی وجہ سے سخت تھا۔ غالباً سنہ ۳۲۰ یا سنہ ۳۱۹ قبل محمدؐ (سنہ ۲۵۱ء یا سنہ ۲۵۲ء) خاص رومۃ الکبریٰ کا بڑا بشپ جس نے پوپ کی عزت پیدا کر لی تھی جلاوطن کر کے قتل کیا گیا۔

والریانوس کا زمانہ | سنہ ۳۱۷ قبل محمدؐ سے سنہ ۳۱۱ قبل محمدؐ تک (سنہ ۲۵۵ء تا سنہ ۲۶۱ء) والریانوس قیصر کا زمانہ تھا۔ جو ابتدا مین تو مسیحیون کے حال پر مہربان تھا مگر جلوس کے چوتھے سال سے سخت دشمن ہو گیا پہلے تو اتنا ہی کیا کہ معزز و صاحب اثر مسیحیون کو جلاوطن کر دیا۔ ان کی ملکیتین ضبط کر لین۔ اور مذہبی جلسون کی ممانعت کر دی۔ مگر

پھر جور و ستم شروع ہوا | جب دیکھا کہ ان کارروائیون سے بھی ناصری کا مذہب نہین دبتا تو عیسائیون کو موت کی سزا[ع] دینے لگا۔ لیکن ان مظالم کا انتقام اس سے خود خدا نے لے لیا۔ شاپور بن اردشیر بابکان تاجدار دولت ساسانی کے مقابلے مین اس نے شکست کھائی اور اس کے ہاتھ مین اسیر ہو گیا۔ شاپور نے اسے آٹھ سال تک اپنی قید مین رکھا اور ہمیشہ بری طرح سے ذلیل کیا کرتا تھا[ع]۔

ایک مدت تک امن و امان | سنہ ۳۰۲ قبل محمدؐ سے سنہ ۲۶۸ تک (سنہ ۲۶۸ء تا سنہ ۳۰۳ء) جو ۳۴ سال کا زمانہ گذرا وہ مسیحیون کے لیے نہایت امن و امان اور کامیابی کا زمانہ تھا۔ اس مدت مین تھوڑے تھوڑے زمانے کے بعد تخت قیصری پر چھ شہنشاہ بدلے۔ جن کے زمانون مین عیسائیون کو آزادی حاصل تھی۔ مذہب عیسوی کے روکنے کا قانون جو پیشتر جاری تھا منسوخ ہو گیا تھا۔ اور برابر منسوخ رہا۔ مسیحیت کو اپنے سنبھال لینے کے لیے کافی مہلت مل گئی۔ اور اسی سبب سے بڑے شہرون مین بڑے بڑے عظیم الشان گرجے تعمیر ہو گئے۔ مقدس کتابین جمع کی گئین۔ اور عشاء ربانی مین شانداری دکھانے کی غرض سے

ع مسیحی کلیسیا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن ع انوار توفیق الجلیل۔

سونے چاندی کے برتن فراہم کر لیے گئے۔

دقلطیانوس قیصر کا زمانہ پھر اور ہمیشہ سے زیادہ ظلم

آخر مسیحیون کی یہ خلاف امید ترقی بھر حیرت اور خطرے کی نگاہون سے دیکھی گئی۔ دقلطیانوس (ڈائیوکلیشین) قیصر جو ۲۸۵ سنہ قبل محمدؐ (۲۸۴ء) مین تخت نشین ہوا تھا اُس کے جلوس کے ۱۰ برس بعد ۲۶۷ سنہ قبل محمدؐ (۳۰۳ء) مین وزراے سلطنت کی یہ راے قرار پائی کہ جس طرح ہو سکے مسیحیت کی اس ترقی کو روکنا چاہیے۔ اس مشورے کے مطابق دقلطیانوس نے عیسائیون پر جبر و تشدد شروع کر دیا۔ اس کی ابتدا فوج سے شروع ہوئی۔ وہ تمام سپاہی جنھون نے بتون پر قربانی چڑھانے سے انکار کیا معزول کر دیے گئے۔ اور اس کے بعد ہی علی العموم مسیحیون پر سختیان ہونے لگین۔ شہر نقومیڈیا جس مین خود شہنشاہ رہا کرتا تھا اُس کے عالیشان گرجے کا دروازہ توڑ دیا گیا۔ انجیل کی جتنی جلدین ملین جلوا دی گئین اور گرجے منہدم ہونے لگے۔ پھر ممانعت کر دی گئی کہ عیسائی کسی مقام پہ جمع نہ ہونے پائین۔ اور اُن کے جتنے معبد ہون سب برباد و مسمار کر دیے جائین۔ اس کے ساتھ یہ فرمان بھی جاری ہوا کہ انجیل کی جلدین جتنی اور جہان ملین جلا دی جائین۔ اشتہار عام دے دیا گیا کہ عیسائی جب تک اپنے اصولون پہ قائم رہین گے شہری اور آزاد ہونے کے حقوق سے محروم خیال کیے جائین گے۔ غلام بھی جب تک عیسائی رہین آزاد نہین کیے جا سکتے۔ اس پر بھی ظلم و جور سے شہنشاہ کا جی نہین بھرا تھا کہ یکایک حکم ہوا کلیساؤن کے جتنے افسر ہین سب گرفتار کر لیے جائین۔ یہ غریب چند ہی روز قید خانے مین رہے تھے کہ یہ نیا فرمان واجب الاذعان نافذ ہوا کہ سارے مسیحی قیدی بتون پر قربانی چڑھا دیے جائین۔

ان سب کے قتل ہو چکنے کے بعد عام مسیحیون پر سختیان ہونے لگین۔ مردون کی نسبت تو وہی حکم ہوا جو پہلے صرف قیدیون کے لیے ہوا تھا۔ مگر عورتین اور بچے پھانسیون کی ٹکٹکیون پر لٹکا دیے گئے۔ شہر کے پھاٹکون پر پہرے کھڑے کر دیے گئے کہ کوئی زن و مرد ان ظلمون سے بچنے کے لیے بھاگنے نہ پائے۔ ہر قسم کے تمام عیسائیون کی ایک فہرست مرتب کی گئی اور اس مین جتنے نام مندرج تھے ان کی نسبت عام حکم ہوا کہ عیسائی بت پرستی پر مجبور کیے گئے

جاری ہوا کہ ہر شخص حاضر ہو کے بت پرستی کے رسوم ادا کرے۔ اکثر عدالتوں میں اور حکام کے اجلاسون کے سامنے ایک بت پرستی کی قربان گاہ بنا دی گئی تھی۔ ہر مجرم و اسیر پہلے اُس پر قربانی چڑھا لیتا تب مقدمے کی سماعت ہوتی ورنہ یونہین قابل سزا تسلیم کر لیا جاتا[ع۱]۔ بازار مین جتنی کھانے کی چیزین فروخت ہوتین ان سب پر شراب بادہ یا پانی جو بتون کی پرستش مین استعمال ہو چکا تھا چھڑک دیا جاتا تاکہ مسیحی یا تو فاقون مر جائین یا ان ناپاک چیزون کو کھا کے جو "مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ" کے حکم مین تھین اپنا مذہب خراب کرین[۲]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک مسیحیون کو ان کے مقتداون نے خدا کے سوا دوسرون کے نیاز کی چیزین کھانے کی اجازت نہین دی تھی۔

ان دنون دولت روم کی حالت اس عہد مین دولت روم کی قلمرو چار متفرق لوگون کے ہاتھ مین بٹی ہوئی تھی۔ اگرچہ تاج قیصری و قلطیانوس کے سر پر تھا۔ مگر اس کے زیر فرمان چار جدا جدا حکمران تھے۔ اور اپنی اپنی قلمرو پر وہ پوری طرح تصرف رکھتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ دین عیسوی پر ان دنون اگرچہ ہر جگہ ظلم ہوا۔ مگر ظلم کی حالت مختلف بلاد و اقطار مین جدا رہی۔ مغربی یورپ کے عیسائیون نے بہ نسبت دیگر مقامات کے کم مصیبت اُٹھائی۔ اس لیے کہ

مغربی یورپ کے عیسائیون پر کم ظلم ہوا وہان قسطنطیوس حکومت کرتا تھا جو قلطیانوس کا شریک سلطنت اور عیسائیون کے حال پر ایک حد تک مہربان تھا۔ مگر بلاد مشرق مین اُنھین کوئی پناہ دینے والا نہ تھا۔ مصر مین بھی اُن دنون مسیحیون پر بڑا سخت ظلم ہوا۔ جہان وہ ہر جگہ مارے اور ستائے گئے۔

ظلم کے مختلف نمونے اس زمانے کے مظالم کی نسبت بعض لوگون کا بیان ہے کہ مرنے والے زخمیون کے بدن پر نمک ملا کے سرکا چھڑکا جاتا تھا۔ لوگ لوہے کی جالیون پر ڈال کے ہلکی ہلکی آگ مین کباب کی طرح بھونے جاتے تھے۔ بعض لوگ آگ کے اوپر لٹکا دیے جاتے اور جب گرمی اپنا عمل کر دیتی تو اتار کے مار ڈالے جاتے۔ بعض کے اعضا درختون کے متفرق ٹہنے قریب کر کے باندھ دیے جاتے اور باندھنے کے بعد وہ ٹہنے چھوڑ کے ان کے جسم کے ٹکڑے کر ڈالے جاتے۔

ع۱ مسیحی کلیسا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔ ع۲ تاریخ دین عیسوی مصنفہ ل مین۔
ع۳ مسیحی کلیسا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔

بعض کو کشتیون مین بٹھا کے جھیلون کے بیچ مین لے جاتے اور پھر دن مین باندھ کے ڈبوا دیتے۔

قصر قیصر مین آتش زدگی

اتفاقاً اِن دنون دقلطیانوس کے قصر مین آگ لگ جانے سے قیصر کا غصہ اور بڑھ گیا۔ اگرچہ ٹھیک پتہ نہ چلا کہ وہ آگ کس نے لگائی۔ مگر الزام عیسائیون ہی کے سر تھوپا گیا۔ یہ آگ ایسی شدید اور خوفناک تھی کہ دقلطیانوس ڈر گیا۔ اور اپنا شہر چھوڑ کے بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن اُس کے جاتے ہی عیسائیون پر اور سختیان ہونے لگین۔ یہ مظالم اِس قدر بے درد و رعایت تھے کہ خاص شاہی محل کے جن زن و مرد پر مسیحیت کا شبہ تھا وہ بھی بغیر تیون پر نذر چڑھائے نجات نہ پا سکے۔ اس زمانے کی سختیون نے بہت سے مسیحیون کے پائے ثبات کو لغزش دیدی۔ عام حکم تھا

انجیل دنیا سے فنا کر دی گئی

کہ مسیحی مقتدا اُن کے پاس انجیل کا جو نسخہ ہو اسے فوراً خود ہی لا کے جلائے جانے کے لیے حکام کے حوالے کر دین اور جو کوئی کسی نسخے کے چھپانے کا مجرم ثابت ہو گا فوراً مار ڈالا جائے گا۔ دوسری طرف مسیحیون مین بھی یہ امر بہت بڑا مذہبی جرم تھا کہ کوئی اپنی دینی کتاب کو خود اپنے ہاتھ سے لیجا کے جلانے والون کے حوالے کر دے۔ اکثر لوگ اس مذہبی کمزوری کے ملزم قرار پائے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ انجیلین قریب قریب دنیا سے ناپید ہو گئین۔ عیسائیون کے حق مین یہ زمانہ بالکل ویسا تھا جیسے زمانے سے بخت نصر کے حملون کے بعد بنی اسرائیل کو سابقہ پڑا تھا۔ یعنی اس وقت توراۃ کے نسخے دنیا سے فنا کیے گئے تھے۔ اور اب انجیل کے نسخے فنا کیے گئے۔ اگرچہ عیسائیون کا بیان ہے کہ اُنھون نے اپنی مقدس کتاب کو دستبرد زمانہ سے بچا لیا۔ لیکن اس سے انکار نہین کر سکتے کہ دقلطیانوس کی آزار رسانیون کے وقت سے پہلے کی کوئی جلد عہدنامے کی دنیا مین نہین موجود ہے۔ اور نہ اُس کا بچ رہنا ثابت کیا جا سکتا ہے[۵۵]۔

۳۰۷ قبل محمد (۳۰۴ء) مین دقلطیانوس سریر سلطنت سے دست بردار

---

[۵۵] تاریخ دین عیسوی مصنفہ بل مین۔ عـ ڈی گلن۔

ہو کے عزلت گزین ہو گیا۔ لیکن جو مظالم عیسائیون پر ہو رہے تھے بدستور جاری تھے۔

غالریوس قیصر

اور وجہ یہ بھی کہ غالریوس موجود تھا جو اس کی زندگی مین بھی ان ستم شعارون کا زبردست محرک رہا تھا۔ آخر یہ ہوا کہ بت پرستی اپنا ظالمانہ تعصب دکھاتے دکھاتے تھک گئی۔ اور مسیحیت کو کسی طرح شکست نہ ہوئی۔

خود ظالم ظلم کرتے کرتے تھک گئے

۳۱۱ء سنہ قبل محمد (۳۱۱ء) مین غالریوس نے جو قسطنطیوس کے بعد قیصر روم قرار پایا تھا ایک فرمان جاری کیا جس کے ذریعے سے اُس نے شاہی پالیسی ہی کو نہین ظاہر کیا بلکہ اس امر کا بھی اقرار کر لیا کہ دین عیسوی کے مٹانے مین جتنے تدابیر عمل مین لائے گئے سب مین ناکامی ہوئی۔ اسی کے ساتھ اُس نے اجازت بھی دیدی ہے کہ آیندہ اس دین کی مزاحمت نہ کیجائے۔ اور کہا مسیحیون کو خیال رکھنا چاہیے کہ دولت روم کی اطاعت کیشی و وفاداری کے ساتھ اپنے مذہب پر قائم رہین عہ۔ بس اس کے دوسرے ہی سال قسطنطیوس کے بیٹے قسطنطین نے جو قسطنطین اعظم کہلاتا ہے دولت روم کو اپنے قبضے مین کر کے اس قدیم شہنشاہی کو عیسوی حکومت بنا لیا۔ اور انقلاب زمانہ نے یکایک یہ نیا رنگ دکھایا کہ مسیحی اپنی مظلومیون کا انتقام بت پرستون سے لے رہے تھے۔

مذکورہ مظالم اس مین شک نہین کہ نہایت سخت تھے۔ مگر مسیحیت کو ان سے

مظالم سے عیسویت کو فائدہ پہونچا

بہت بڑا فائدہ بھی پہونچا۔ اسی جبر و تشدد نے پہلے ان کے دلون مین مذہب کی محبت اور اپنی دھن پر قائم رہنے کی ضد پیدا کی پھر ان مین اتفاق و ہم آہنگی کے اصول قائم کیے۔ اور سب سے بڑا فائدہ یہ پہونچایا کہ دشمنون کے دل مین بھی عبرت و خدا ترسی کے پہلو سے ان کا درد پیدا ہو گیا جس بہادری اور بے پروائی سے اُس عہد کے مسیحی مردون عورتون اور بچون تک نے مذہب پر اپنی جانین قربان کی ہین وہ ایسی نہ تھی کہ جلاد اور قاتل بھی دل مین ان کی مظلومی و ثابت قدمی کے معترف نہ ہو گئے ہون۔ اور یہی سبب تھا کہ جتنے عیسائی مارے

عہ طے مین۔

جہاتے اُن سے زیادہ پیدا ہو جاتے۔ اُس عہد کے مشہور پادری طرطلیان نے رومیون کے مظالم پر جو کہا تھا کہ ہماری تعداد جتنی تم تباہ کرتے ہو اُس سے زیادہ بڑھتی ہے۔ عیسائیون کا خون ہی اُن کا بیج ہے" بالکل درست تھا۔

ان ظلمون کا اثر ہونے پر مسیحیون کا دعوے

عیسائیون کو انھین مظالم کی بنیاد پر اپنے مذہب کی حقیت کا بہت بڑا دعوی ہے۔ اور ہمین بھی اُس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہین۔ اس لیے کہ دین مسیحی کو ہم ایک سچا اور آسمانی مذہب تسلیم کرتے ہین اور اس سے شاید کسی کو انکار نہ ہوگا کہ "الحق یعلو ولا یعلیٰ"۔ لیکن اگر اسباب

اس کا اصلی سبب

ظاہری پر نظر ڈالی جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ قیاصرہ روم نے سوا بعض خاص خاص اوقات کے پوری اور مسلسل کوشش اس امر کی نہین کی کہ دین مسیحی کو فنا کر دین۔ خود دولت روم کو اس زمانے مین کبھی اتنا اطمینان نہین نصیب ہوا کہ اس قسم کے اندرونی جھگڑون کیطرف بالاستقلال توجہ کرے۔ وحشیان جرمن اور قوط کے سخت سخت حملون خسروان عجم کی پے در پے فوج کشیون کی بدولت تاجداران روم کو بار بار سرحدی معاملات کی طرف متوجہ ہونا پڑتا۔ اور اسی سبب سے عیسائیون پر ظلم ہونے کی رفتار بھی ہمیشہ سست رہی۔ اور مظالم کی معمولاً یہ حالت رہی کہ چند روز کے لیے ہوے اندر بھوا آزادی دیدی گئی۔ مسیحی اگر تھوڑے زمانے تک ظلم اُٹھاتے تو پھر تھوڑی مدت تک امن و امان سے بسر کرنے کا بھی موقع پا لیتے اور اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ ہر ظلمی دور کے زمانے کے بعد انھین سنبھلنے اور اپنے نقصان کی تلافی حاصل کر سکنے شہیدون کی تعداد سے زیادہ رومیون کے عیسائی بنا لینے کا موقع مل جاتا[۵۰]۔

دولت روم سے مسیحیت نے کیا فائدہ اُٹھائے

مسیحی مورخین اپنی تصانیف مین اس امر کو تو بہت زور دے دے کے بیان کرتے ہین کہ قیاصرۂ روم نے اُن کے قدیم معتقدون اور ہم مذہبون پر بڑے سخت سخت ظلم کیے۔ لیکن یہ نہین بتاتے کہ دولت روم کی برکتون اور قیاصرون سے خود انھون نے کیسے کیسے اور کیا کیا مذہب فائدے اُٹھائے

[۵۰] تاریخ وقائع عیسوی دیکھ کی مین معتقد کلیسائی تواریخ دیکھی گئی۔

اگر سچ پوچھیے تو مسیحیت دنیا مین بڑھی اور پھیلی اسی سبب سے کہ اس زمانے مین روم کی سی ایک عظیم الشان شاہنشاہی قائم تھی جس نے اُسے ہر پہلو سے فائدہ پہونچایا۔

پہلا فائدہ | پہلا تو یہی کیا کم فائدہ تھا کہ رومیون کی سطوت نے دولت ایران کی مغربی حدود سے لے کے انتہائی آبادی یعنی سواحل بحر اعظم مغرب تک اور رود تھما سے رومن وجرمن سے لے کے صحارائے افریقہ تک ایک باعظمت وجبروت سلطنت قائم کر رکھی تھی جس کے اندر صدہا ممالک تھے اور مختلف قومین آباد تھین ایک ہی سلطنت ہونے کی وجہ سے اُن تمام ممالک دور و دراز مین ایک ہی قانون نافذ تھا اور ایک ہی قسم کے حکمران تھے۔ یہ عام فطرتی قاعدہ ہے کہ کسی دین یا خیال کا پھیلانا کسی ایک ملک مین جب شروع ہو جاتا ہے تو پھر اُس کے حدود کے اندر تبلیغ کرنے والون مین اشاعت کی جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ علاوہ اس سے کہ کیسی ہی مزاحمتین پیش آئین تبلیغ کرنے والون کو اس ملک کے بلاد وقصبات مانوس نظر آتے ہین۔

ارض یہود ابھی دولت روم ہی کے ایک صوبہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس مین ایک نئے دین کی تبلیغ کرنے کی ابتدائی دشواریان خود حضرت مسیح نے جھیلین۔ اور جب وہان علانیہ تبلیغ شروع ہو چکی تو دولت روم کے دیگر صوبجات مین جا کے تبلیغ کرنا اتنا دشوار نہ تھا جتنا کہ کسی دوسری سلطنت کی قلمرو مین جا کے تبلیغ کرنا ہو سکتا تھا۔ اور اگر بالفرض اس مین بھی کچھ دشواری تھی تو اُس کو پطرس اور پولس نے اس زمانے مین آسان کیا۔ جبکہ وہ سوا خاص اوقات کے آزادی سے بے روک ٹوک تبلیغ کر سکتے تھے۔ ہمارے اس دعوے کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ ایران جو ارض یہود سے قریب ہی تھا وہان صرف دوسری سلطنت ہونے کے سبب سے مسیحیت کے کسی داعی کو جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ دولت روم کے ساتھ ہی ساتھ رہتے۔ اور جہان تک روما کا عقابی جھنڈا پہونچا وہین تک وہ بھی حضرت عیسیٰ کا نام پکارتے ہوئے پہونچتے تھے۔

دوسرا فائدہ | دوسرا فائدہ یہ تھا کہ قیاصرۂ روم کی خوش انتظامی سے اُن کی تمام

قلمرو میں ساری دنیا سے زیادہ امن و امان قائم تھا۔ ہر طرف کے راستے کھلے ہوئے تھے۔ تاجرانہ قافلون کی آمد و رفت تھی۔ اور عیسائی واعظون کو امن و دولت کے کسی صوبے تک پہونچ جانے مین کسی قسم کی مشکل نہین پیش آتی تھی۔

تیسرا فائدہ | تیسرا فائدہ مسیحیت نے دولت روم کے آزادانہ اور منصفانہ قوانین سے اٹھایا وجہ یہ تھی کہ روم و یونان کے حکمران فلسفیانہ اختلافات سے مانوس تھے اور مسائل الہیات مین رد و بدل کو گوارا کرنے کے عادی ہو رہے تھے۔ اور اس وسیع الخیالی کی برکت سے مذہبی آزادیون کے حالات سن کے تحمل کر جانا اُن کے لیے کوئی نئی بات نہ تھی۔ رومیون نے اس قسم کے اختلافات کی عام آزادی دے رکھی تھی۔ مسیحیت جب پہلے پہل شائع ہوئی اس وقت اسے بھی وہ ایک فلسفیانہ اختلاف رائے سمجھے۔ اور کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ پہلی صدی عیسوی مین بعض اوقات جو چند مظالم عیسائیون پر ہو بھی گئے تو وہ محض اس سبب سے تھے کہ رومیون نے عیسائیون کو یہودیون کا ایک فرقہ خیال کیا۔ اور یہودی در اصل پولٹیکل مجرم اور باغی تھے۔ اور دوسری تیسری صدیون مین جو ظلم ہوے وہ بھی اس وجہ سے تھے کہ مسیحی نئے ایمان لانے والی جماعتون نے دولت روم کے ہر شہر مین جھگڑے پیدا کر دیے تھے۔ قدیم مذہب کے علاوہ بعض اوقات خود شہنشاہون کی بھی علانیہ توہین کرنے لگتے تھے۔ اُن کے دیوتاؤن کو بُرا کہتے۔ اور بتون کی پرستش اور ملکی و قومی رسوم مین رخنہ انداز ہوتے تھے۔

چوتھا فائدہ | چوتھا اور سب سے بڑا فائدہ دین مسیحی نے دولت روم کے قدیم مذہب سے اٹھایا۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین بت پرستی کا قبضہ لوگون کے دلون سے اٹھتا جاتا تھا۔ اور مذہب صرف ایک فیشن کے طریقے سے برتا جاتا تھا۔ ہر رومی شخص دل مین سمجھتا تھا کہ ہمارا مذہب ایک ڈھکوسلہ ہے۔ اور دل و دماغ کا اطمینان نہین کر سکتا۔ بت پرستی کے بڑے بڑے معبد نہایت درجہ بد اخلاقیون کے نمونے بنے ہوے تھے۔ خوبصورت بت خانون مین جا بجا اکثر بے رحمی بیہودگی فریب۔ اور عیاشی پر مبنی تھین۔ دیوتاؤن کے نام پر بہت سی لڑکیان نذر تھین جن کی وجہ سے بدکاری

حد سے زیادہ بڑھتی جاتی تھی۔ زنا عام طور پر رواج پذیر تھا۔ اور کم تھے جو اسکو عیب سمجھتے ہوں۔ یہ تمام باتین کسی شائستہ مذہب کو پکار پکار کے بلا رہی تھیں۔ یہودیت اگر غیر قوموں کو اپنے دامن مین لینا پسند کرتی تو غالباً وہ مسیحیت سے بھی زیادہ کامیاب ہوتی۔ اُس نے اپنی خوبیان دکھائین۔ لوگون کے دلون کو للچایا۔ مگر جس نے پاس آنے کا ارادہ کیا اُسے ڈھکیل کے الگ کر دیا۔ ایسی حالت مین عیسویت ملت یہود کے لباس مین پھیلنا شروع ہوئی۔ اور بغیر اس کے کہ کسی رقیب مذہب کا اندیشہ ہو دنیا پر اپنا سکہ بٹھانے لگی۔

الغرض یہی باتین تھین جن کی بدولت دین عیسوی اپنی جان بچاتے بچاتے بہت بڑے حصۂ ارض کا مالک بن بیٹھا۔ اور جن کے ظلم سہ رہا تھا اُنھین کی قسمت کا مالک ہو گیا۔

باب پانزدہم

قسطنطین اعظم کا عہد نیقیہ کی کونسل سے پہلے

قسطنطین اعظم۔ ایک وقت مین چار قیصر۔ قسطنطین کی جانشینی۔ قیصرون کی دو دو پارٹیان۔ قسطنطین کے اقبال کی ابتدا۔ اس کا خواب دخیالی۔ پہلا صلیبی جھنڈا۔ قسطنطین عیسائیون کا کیون دوست ہوا۔ اس کے پولیٹکل مصالح۔ صلیب پرستی کی ابتدا۔ صلیب کی اصلیت۔ مقنقوس کی تیاریان۔ معرکۂ روما۔ رومن بت پرستی کی شکست۔ مقسمی نوس کا خاتمہ۔ قسطنطین و لیقی نوس کی باہمی مخالفت۔ قسطنطین کی فتح۔ تبدیل دارالسلطنت روما کی مذہبی وقعت۔ اس کے بدلنے کی ضرورت۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ نیا دارالسلطنت بزنطیم۔ اس کا نہایت عمدہ موقع۔ اس کا نام قسطنطنیہ مشہور ہوا۔ اس مین تعمیر کا نیا سینٹ صوفیا کی ابتدا۔ قسطنطین کی صورت۔ اسکا اصلی مذہب۔ مذہب کے متعلق اُسکا تذبذب۔ مسیحیت پر اسکے احسانات۔ اس کے ہاتھ سے قدیم مذہب پر کیونکر ظلم ہوا

قسطنطین اعظم

قسطنطین اعظم جس کے ہاتھوں اور اثر سے مسیحیت کو روم کا شاہی دین اور حکمران مذہب بنا دیا۔ اس کی داستان یہ ہے کہ غالی ریوس قیصر نے عظیم الشان سلطنت کی دشواریاں دیکھ کے قسطنقوس[عہ] نام ایک شخص کو جو مملکت گال یا (فرانس)

ایک وقت میں چار قیصر

پر متصرف تھا۔ اپنا ہمرتبہ قیصر تسلیم کر لیا۔ غالی ریوس تو خاص روم میں تھا۔ مگر قسطنقوس مغربی صوبجات دولت روم میں۔ اس کے بعد اس نے دو اور شخصوں کو منتخب کر کے اپنی قیصری میں شریک کر لیا۔ جن میں سے ایک سویرس تھا۔ اور دوسرا مقسیمنوس[عہ] گویا اس زمانے میں تمام ممالک روم چار متفرق قیصروں میں بٹے ہوئے تھے جن میں سب پر بالادست غالی ریوس تھا۔ اتفاقاً انہیں دنوں قسطنقوس حکمران گال یا انگلستان کے کسی شہر میں بیمار ہوا اور اپنے بیٹے قسطنطین کو جانشین چھوڑ کے مر گیا۔ یہی قسطنطین

قسطنطین کی جانشینی

جو چند روز بعد اپنے فتوحات اور اپنے کارناموں کے لحاظ سے قسطنطین اعظم کہلایا۔ قسطنطین کی جانشینی کی بعد اطالیہ میں ایک بڑا ہنگامہ ہوا۔ سویرس جو دوسرا شریک سلطنت مارڈالا گیا۔ اور مقسنقوس نام ایک اور شخص اس کا قائم مقام ہوا۔ غالی ریوس اس انتخاب سے ناراض تھا۔ مگر کسی قسم کا رد و بدل نہیں کرنے پایا تھا کہ وہ بھی بیمار پڑ کے مر گیا۔ اور اس کی جگہ مقسیمنوس جو پہلے شریک سلطنت تھا مستقل طور پہ قیصر روم قرار دیا اور اس کی جگہ [سہ] لیقینوس نام ایک نیا شخص شریک سلطنت قرار دیا گیا۔

قیصروں کی دو پارٹیاں

ان چاروں قیصروں نے چند ہی روز حکومت کی تھی کہ باہم نفاق پیدا ہوا۔ اور دو دو ایک طرف ہو کے دو مختلف پارٹیاں بن گئیں۔ قسطنطین لیقینوس سے مل گیا۔ اور مقسنقوس مقسیمنوس سے۔ مقسیمنوس نہایت ہی ظالم اور سنگدل واقع ہوا تھا۔ اس نے لوگوں کو

قسطنطین کے اقبال کی ابتدا

ایسا ستایا کہ سب اس کی شکایت لے کے قسطنطین کے پاس پہنچے اور دادخواہی کی۔ مقسیمنوس ایک عیش طلب بادشاہ تھا۔ جس میں قسطنطین کی سی بہادری و شجاعت نہ تھی۔ مگر قسطنطین کے پاس فوج

عہ قسطنقوس معرب ہے کانسٹن ٹی اس کا۔ عہ مقسیمنوس کو انگریزی میں میکزی من لکھتے ہیں۔

سہ لیقینوس کو انگریزی میں لی سی نی اس کہتے ہیں۔

اس قدر کم تھی کہ خاص قیصر دار السلطنت روما پر حملہ کرتے ڈرتا تھا۔ قسطنطین چند روز تک ایک تذبذب کے عالم میں رہا۔ بار بار فوج کشی کا ارادہ کرتا تھا مگر ہمت نہ پڑتی۔ پولٹیکل تدابیر بھی سوچتا اور ان میں بھی کامیابی کی کوئی صورت نہ نظر آتی۔ اسے زیادہ تر امید عیسائیون سے تھی جو روم مین زیادہ ستائے جا رہے تھے۔ لیکن ان سے بھی کسی خاص قسم کی مدد ملنے کی امید نہ تھی۔

اس کا خواب و خیال — انھین افکار مین تھا کہ یکایک خیال کی آنکھون نے بیداری ہی مین ایک عجیب کرشمہ دکھایا۔ ایک دن دوپہر ڈھلنے کے ذرا دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ آفتاب کے اوپر ایک نورانی صلیب بنی ہوئی ہے۔ اور اس پر لکھا ہے "اس کے ذریعہ سے فتح حاصل کر" یہ کرشمہ قدرت صرف اسی کو ہفتیا نظر آیا بلکہ اسکے ہمراہیون نے بھی دیکھا۔ اس عجیب و غریب نظارے کی حیرت کم نہین ہوئی تھی کہ قسطنطین سو گیا۔ سوتے مین یہ خواب دیکھا کہ گویا حضرت مسیح علیہ السلام آئے ہین۔ اس نے اور انھون نے مل کے ایک صلیبی جھنڈا بنایا ہے۔ جسے حضرت مسیح نے اسکے حوالے کیا ہے اور فرماتے

پہلا صلیبی جھنڈا — ہین۔ اس جھنڈے کو ساتھ لے کے تو جس میدان مین جائے گا فتحیاب ہوگا۔[عه]

قسطنطین نے خواب سے بیدار ہوتے ہی ویسا ہی صلیبی جھنڈا بنایا جیسا کہ حضرت مسیح نے بتایا تھا۔ اس کی لکڑی پر سونے کا خول چڑھوایا۔ اور پھریرا نہایت ہی اعلیٰ درجے کے کارچوبی کام اور جواہرات سے آراستہ کی۔ اسی جھنڈے نے پہلے پہل جناب مسیح کو لڑائی کے دیوتا کی شان مین نمودار کیا۔ یہ علم مدت ہاے دراز تک قسطنطنیہ مین اعلیٰ ترین مقدس تبرکات کی شان سے رکھا رہا۔ اور قیصر کی فوجون مین اس کو وہی وقعت حاصل تھی جو ایران مین درفش کاویانی کے لیے مخصوص تھی مسیحیون کا یہ پہلا صلیبی جھنڈا جو قدیم عیسائیون کے دعوے کی بنا پر حضرت مسیح کی ہدایت و بشارت کے مطابق بنایا گیا "لیارڈم" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ جس عجیب

عه انوار توفیق الجلیل عنه تاریخ دین مسیحی مل مین۔

غریب لفظ کے اصلی معنی باوجود بہت سی زبانون کے لغات چھان مارنے کے آج تک نہین معلوم ہو سکے - اور نہ یہ پتہ چلا کہ یہ کس زبان کا لفظ ہے - اس پر تاج کے اندر حضرت مسیح کے نام کے دو حرف اور یہ نشان (✳ یا ☧) بنے ہوے تھے -

بعض خوش عقیدہ اور دین عیسوی کو ترقی دینے والے پادریون کا بیان ہو کہ خود قسطنطین نے اس واقعے کو اُن کے سامنے حلفیہ بیان کیا - مگر اسکی اصلیت اور واقعیت کو فن تاریخ کی موجودہ تحقیقات ہم سے پہلے مشکوک کر چکی ہے - اسی عہد کے بُت پرست اور فلسفی قسطنطین کے حامیٔ مسیحیت ہونے کا باعث ایک اور واقعے کو بتاتے ہین جو زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے قسطنطین نے اپنے محل کی شرمناک سازش سے برہم ہو کے اپنے بیٹے قرسفوس کو قتل کر ڈالا تھا - لیکن جب بعد معلوم ہوا کہ بیٹا بیگناہ مارا گیا تو بڑی ندامت ہوئی - اور ہر وقت دل پر ایک کوفت رہنے لگی - اس ندامت کا اثر دفع کرنے کے لیے اس نے بُت پرستی کے بڑے بڑے مقتداؤن کو جمع کیا - اور نجات کی تدبیر پوچھی - سب نے بالاتفاق کہا ایسے غیر قابل عفو جرم کے مٹانیکے لیے ہمارے دین مین کوئی کفارہ نہین ہے - الغرض ندامت کا جو بار قسطنطین کے دل پر تھا بُت پرست مقتداؤن کے مٹاے نہ مٹ سکا - انھین دنون اتفاقاً ایک مصری عیسائی کسی محل کی عورت کے ذریعے سے قسطنطین کے دربار تک پہونچا - اور اسے یقین دلایا کہ مسیح کا دین روح کو ہر گناہ سے پاک و صاف کر سکتا ہے - یہ بات افسردہ خاطر بادشاہ کے دل مین جم گئی - اور اسی وقت سے اُس نے اپنے آپ کو بالکل عیسائیون کے ہاتھ مین دے دیا -

قسطنطین عیسائیون کا کیون دوست ہوا

اصل یہ ہے کہ قسطنطین عیسائیون کے صبر و استقلال کو دیکھ کے دل مین اُن کے دین کی مضبوطی کا معترف ہو چکا تھا - وہی نہین اس کے باپ کو بھی مسیحیون کے ساتھ ایک خاص ہمدردی تھی - جس مین غالباً سب سے زیادہ اس امر کو دخل تھا کہ قسطنطین کی ماں ہلینا ایک پرجوش اور صادق الاعتقاد مسیحیہ تھی - باپ کے بعد جب

اس کے پہلے کل معاملے

ﷺ قیساریہ کا بشپ یوسیبوس ﷺ قرسفوس ہو یا کرسپس - سے گبن -

بلا شرکت غیرے شہنشاہ بننے کی آرزو نے قسطنطین کے دل مین جوش مارا تو اُسے دولت
روم کے خلاف اور خاص روما پر حملہ کرنے کے لیے عیسائیون سے زیادہ اور کسی
گروہ سے مدد ملنے کی امید نہ نظر آئی۔ اس کو یقین تھا کہ وہ لوگ ضرور ساتھ دین گے
اور یہ بھی جانتا تھا کہ اگر وہ ساتھ دین گے تو پھر اُن سے زیادہ پرجوش اور وفادار
کوئی گروہ نہ ثابت ہوگا۔ صاف ظاہر تھا کہ قسطنطین رومیون کے ساتھ ہزار ہمدردی
کرتا ان کی نظر مین ایک معمولی ہی شخص رہتا۔ مگر مسیحی جو صدہا سال سے ظلم و ستم کے
مورد بنے ہوے تھے اُن کے ساتھ تھوڑی ہمدردی بھی اُنھین جان و مال کی فدا کر دینے
پر تیار کر سکتی تھی۔ اور یہی ہوا۔ غرض یہ باتین تھین جنھون نے پولیٹکل اغراض
سے اُسے مسیحیون کا دوست اور مربی بنا دیا۔ اور جب اس پولیٹکل تدبیر مین امید
زیادہ کامیابی ہوئی تو عیسائیون کا بہت بڑا پرجوش دوست اور حامی بنگیا
مگر مستقل قیصر ہو جانے کے بعد بھی بہت دنون تک وہ عیسائی نہین ہوا۔ بلکہ فقط
اُن کی دلدہی ع و جنبہ داری سے اپنا کام نکالتا رہا۔

بہر حال اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ مسیحی ہونے سے پہلے ہی

صلیب پرستی کی ابتدا

اس نے صلیبی جھنڈا بنوا کے اپنے لشکر کے آگے کیا۔ اور سب
سپاہیون کو بھی حکم دے دیا کہ اپنے ہتھیارون اور اپنے ڈھالون وغیرہ
پر صلیب بنائین۔ اُس خاص جھنڈے کے علاوہ ہر بیرق مین بھی صلیب بنائی
گئی سب کے لباسون پر بھی صلیب بنی تھی۔ اور ہر سپاہی کے خود پر بھی سنہری
صلیبین چمک رہی تھین۔ مشکل سے بتایا جا سکتا ہے کہ اُسے اس فوجی معرکہ کی محرک

صلیب کی اصلیت

کون سی چیز ہوئی۔ سب سے پہلے صلیب قدیم اسیریا والون مین ملی ہے۔ وہان
بعض موقعون پر وہ بت پرستی کی ایک علامت شمار کی جاتی تھی۔ ہندوستان
مین بھی ترسول جو صلیب سے تھوڑا ہی فرق رکھتا ہے مدت ہائے دراز سے
ایک مذہبی نشان خیال کیا جاتا ہے۔ عیسائی جو رسم و رواج اور ہر بعد کی ایجاد شدہ

ع ـه ل مین۔

بدعت کو جزو دین بنا لینے کے عادی ہو رہے تھے اُن کو بھی یہ معرکہ بہت پسند آگیا اور کہنا چاہیے کہ اسی زمانے سے صلیب عیسویت کا نشان بن کے کلیسا مین داخل ہوئی۔ اور گرجون کی محرابون مین عالیشان عمارتون کے بُرجون پر چمکنے لگی۔

اکثر مورخین کے بیان سے ثابت ہے کہ اس سے پیشتر بھی عیسائی لوگ صلیب کو خاص عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مگر جو وقعت اُسے کیتھولک لوگون مین بعد حاصل ہوئی اس کا بانی قسطنطین ہی تھا۔ حالانکہ قسطنطین نے جس وقت اِس نشان کو ایجاد کیا ہے اس وقت تک کسی کو اُسکے عیسائی ہونے کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اس نشان سے اُس مدبر و دوراندیش شہنشاہ نے یہ بہت بڑا فائدہ اٹھایا کہ عیسائی سپاہی اُس کے نیچے بافوق العادت جوش سے لڑتے تھے۔ اول تو صلیب خود ہی ایک قہر و غضب کا نشان تھی پھر اس کے ساتھ مسیحیون کے مذہبی جوش نے یہ نتیجہ پیدا کیا کہ دوسری ہی لڑائی سے یہ حالت ہوگئی کہ اس کے دشمن اس ہیبت ناک علم کی صورت دیکھتے ہی ڈر جاتے تھے۔

مقسنقوس کی تیاریان | قسطنطین اعظم جب اس نئے علم اور مسیحی فوجون کو ساتھ لے کے روانہ ہوا تو مقسنقوس نے بھی مقابلے کی بڑی بڑی تیاریان کین۔ رومیون کا جوش مذہبی تازہ کرنے کے لیے وہ قدیم بت پرستی کی بہت سی رسمون کو بجا لایا۔ مندرون اور بُت خانون پر قربانیان چڑھائین[1] اپالو کے مندر سے فال لی جس کا عجیب دو رُخا جواب ملا کہ "روم کے دشمن تباہ ہون گے" کون بتا سکتا تھا کہ روم کا دشمن کون ہے؟ لیکن مقسنقوس کو اس جواب سے اطمینان ہو گیا۔

معرکہ روما | شہر روما کے میدان مین دونون فوجون مین لڑائی ہوئی۔ اور صلیب کی شان داری نے مقسنقوس کو فاش شکست دی۔ اس فتح کے بعد قسطنطین آگے بڑھا مقسنقوس نے روم میں داخل ہو کے دوسری قوت مرتب کی گویا قدیم دیوتاؤن کے مندرون

---

[1] انوار توفیق الجلیل۔

کے بچانیکی ایک اور کوشش کی گئی۔ خاص روما کی دیوارون کے نیچے سنہ ۵۹ ۱۰

دوسری لڑائی اور بت پرستی کی شکست

قبل محمد (۳۱۲ء) مین دوسری لڑائی ہوئی۔ اور اُسی کے ساتھ مقسنقوس کی قسمت الٹ گئی۔ تیون اور مندرون کے حامی نہایت بدحواسی سے بھاگے۔ اور غالبًا اسی شکست کی غیرت و ندامت کا یہ انجام تھا کہ معرکہ آرائی کی دوسری ہی صبح کو مقسنقوس کی لاش دریاے طبر کی سطح پر تیرتی ہوئی ملی۔ مخالف جماعت کا دوسرا سردار اور مقسنقوس کا شریک

مقسیمنوس کا خاتمہ

مقسیمنوس باقی تھا جسے قسطنطین کے رفیق لیقینوس نے دوسرے سال شکست دے کے اسیر کر لیا۔ اور جبرًا خود اسی کے ہاتھ سے اُس کی زندگی کا خاتمہ کرا دیا۔ اسطرح روم کی قسمت کے مالک فقط دو شخص رہ گئے۔ جن مین سے اول یعنی قسطنطین مسیحیت کا طرفدار اور دوسرا یعنی لیقینوس بت پرستی کا حامی تھا۔ لیکن باوجود اس اختلاف مذاق کے دونون ایک دوسرے کے دوست تھے۔ مگر ظاہر ہے کہ بادشاہون کا اتفاق ہی کیا۔ اور وہ بھی خصوص اُس حالت مین جبکہ اغراض بھی جدا جدا ہون۔ مسیحی مورخین

قسطنطین اور لیقینوس کی باہمی مخالفت

کہتے ہین کہ قسطنطین کی شان و شوکت دیکھ کے لیقینوس کو حسد معلوم ہوا۔ مگر قیاس اور مختلف واقعات کے ترتیب دینے سے پتہ چلتا ہے کہ اختلاف مذہب نے مخالفت کی آگ بھڑکائی جس پر قسطنطین کی ہوس ملک گیری نے اور تیل ڈالا۔ شاید کم مورخ ہون گے جو تسلیم نہ کرتے ہون کہ قسطنطین کے دل مین اپنی شان دکھانے اور ہر ایک پر اپنی وقعت کا سکہ بٹھانے کی اعتدال سے زیادہ حرص تھی۔ وہ کسی کو اپنا کفو اور ہمرتبہ نہ دیکھ سکتا تھا۔ بہر تقدیر چاہے جس کی بُرائی ہو یا جس کی طرف سے ابتدا ہوئی ہو نتیجہ یہ ہوا کہ دونون متلون مزاج دوستون کی توجین شہر آدرنہ (ایڈریانوپل) کے میدان مین ایک دوسرے کے مقابل میں صف آرا ہو گئین۔ یہ سنہ ۹ قبل محمد (۳۲۳ء) کا واقعہ ہے۔ قسطنطین کا اقبال نہ دیدہ دن پر تھا۔ اور خدا کو منظور تھا کہ عیسویت دنیا کے بہت بڑے حصے کی مالک ہو جائے لیقینوس عین معرکہ کارزار مین مارا گیا۔ اور اس کی آخری سانس کے ساتھ ہی

قسطنطین کی فتح | قسطنطین اعظم[عه] مشرق سے مغرب تک تمام قلمرو روم کا مالک تھا۔ اس نمایاں فتح کے بعد ہی اُس نے ارادہ کیا کہ دولت روم کے لیے ایک نیا دار السلطنت تجویز کرے اور اپنے قیام کے واسطے کوئی نیا مرکز قرار دے۔ یہ کوئی

تبدیل دار السلطنت | آسان کام نہ تھا۔ اس لیے کہ اس بات کی جرأت کرنے میں فقط قیام قدیم ہی کی توہین نہ تھی بلکہ پرانے ملکی مذہب پر بھی حملہ تھا۔ رومۃ الکبریٰ وہ شہر تھا جس کی قدر و منزلت فقط فتحمندی اور شان و شوکت ہی کے لحاظ سے نہیں کیجاتی تھی بلکہ اس کو مذہبی حرمت و وقعت بھی دے دی گئی تھی۔ رومہ اپنے لوگوں میں

رومہ کی مذہبی وقعت | ایک مشخص دیوتا کی شان رکھتا تھا۔ اور عالم بالا میں اسے دیوتوں اور دیوتاؤں کے پاس جگہ دی گئی تھی۔ سچ پوچھیے تو اہل روم کا مذہب بالکل قوم پرستی تھا۔ جس کے قدیم جھنڈے اور وہ عقاب جو اُن پر بنے ہوتے دونوں مذہبی ادب اور برکت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ رومیوں کا ہر عقاب ایک ایک معبد اور مندر کی شان رکھتا تھا۔[عه] عقابی جھنڈے کا بدل دینا رومیوں کے کیا کم خلاف ہوا ہوگا کہ اب قسطنطین نے مقدس دار السلطنت کے بدلنے کا بھی ارادہ کر دیا۔ بیشک موقع ملتا ہے کہ عیسائی مورخین اس کارروائی کو قسطنطین کی کسی اعلیٰ حکمت عملی کی جانب منسوب کردیں۔ مگر واقعات کے دیکھنے سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خود پسندی کا غرور

اس کے بدلنے کی ضرورت | جو اس سب سے پہلے مسیحی شہنشاہ کے مزاج میں اعتدال سے بڑھا ہوا تھا اسی نے تعصب و ضد کے جذبات کو ہیجان میں لاکے اس سے ایسی کارروائی کرائی۔ یقینیوس کا کام تمام کرنے کے بعد جب قسطنطین روم میں داخل ہوا تو اُسکے جھنڈے پر عقاب کی جگہ صلیب کو اور اس کے ہاتھ میں سپٹر کے بدلے ایک صلیبی

عه انوار توفیق الجلیل عه تاریخ دین عیسوی مصنفہ ل مین۔ سه سپٹر اُس عصائے سلطنت کو کہتے ہیں جو قدیم قیاصرۂ روم کے ہاتھ میں ایک شاہی نشان کی حیثیت سے رہا کرتا تھا۔ جس کا رواج آج تک فرمانروایان یورپ میں ہے مگر سپٹر پر قسطنطین اعظم کے زمانے سے ایک صلیب بنی ہوتی ہے سپٹر کیلیے اردو میں کوئی خاص لفظ نہیں ہے اکثر لوگ اس کا ترجمہ عصائے شاہی کے لفظ سے کرتے ہیں۔ مگر عصا میں اور سپٹر میں تین فرق ہیں

(بقیہ صفحہ ۱۳۴)

وضع کی لکڑی کو دیکھ کے رومی بہت ناراض ہوئے - چنانچہ انھون نے نہ لازمی جوش وخروش سے اس کا استقبال کیا - اور نہ اُن کی طرف سے خوشی و مسرت کے آثار ظاہر ہوئے - بلکہ بعض بعض بے فکرون نے تمسخر کیا - اور ایسے حرکات سے پیش آئے کہ قسطنطین نے دل مین بہت برا مانا - اور آمادہ ہوگیا کہ اس شہر کی سکونت ہی چھوڑ دے علاوہ برین وہ جانتا تھا کہ مین نے دین مسیحی کی حمایت اختیار کی ہے - اور روما وہ شہر ہے جو قدیم سے بت پرستی اور مروجہ مذہب کا مرکز بنا ہوا ہے - لہذا یہان کے لوگون سے دلی اطاعت و ہمدردی کی امید کرنا حماقت ہے الغرض یہی اسباب تھے جنھون نے اسے دارالسلطنت کے بدل دینے پر مجبور کیا -

یہ کوئی نئی بات نہ تھی

اس مشکل اور اہم کام کی دشواریون کو دقلطیانوس قیصر اس سے پہلے ہی آسان کرچکا تھا - جس نے روم کو چھوڑ کے شہر نقومیدیا کی سکونت اختیار کرلی تھی - دقلطیانوس کی مذکورہ سنت نے قسطنطین کو اپنی غرض پوری کرنے مین بہت اچھی مدد دی اور وہ اپنے دارالسلطنت کے لیے کوئی دوسرا مناسب مقام تجویز کرنے لگا - اس انتخاب مین قسطنطین نے فی الواقع بڑی لیاقت اور دوراندیشی کا ثبوت دیا ہے - آبنائے باسفورس دنیا مین ہمیشہ سے بڑی اہم چیز تصور کی گئی تھی اس لیے کہ جسطرح وہ ایشیا اور یورپ کو ملاتی ہے

بنا دارالسلطنت بزنطیم

اسی طرح بحیرہ روم کے پانی کو بحر اسود مین پہونچاتی ہے اس کے کنارے بزنطیوم یا بزنطیم نام کا پرانا تاریخی شہر موجود تھا جس کی خاک نے بڑے بڑے فاتحون اور اولوالعزمون کو اپنے اوپر سے گذر جاتے دیکھا تھا - یہ پرانا شہر فی الحال اجاڑ پڑا تھا اسی کے کھنڈرون پر قسطنطین نے اپنے نئے شہر کی بنیاد ڈال دی - اور اس سرگرمی سے متوجہ ہوا کہ خلاف امید چند ہی روز مین بنا کے کھڑا کردیا گیا - قیاصرۂ روم جتنی قلمرو

اس کا نہایت عمدہ موقع

پر حکومت کرتے تھے اس کے لحاظ سے دیکھیے تو یہ شہر روما

(بقیہ صفحہ ۱۳۳) کا فرق ہے عصا پوری لکڑی کو کہتے ہین جسے ٹیک کر انسان چلتا ہے - اور یہ اس کے مقابلے مین بہت چھوٹا ہوتا ہے اور فقط کسی علامت یا نمایش کے طور پر ہاتھ مین رہتا ہے - اگر اس کا ترجمہ طرتکیہ کے لفظ سے کیا جائے تو شاید زیادہ موزون ہوگا کیونکہ دونون ایک ہی وضع کی چیزین ہین (مصنف)

سے بھی زیادہ مناسب اور عمدہ موقع پر واقع تھا۔ یورپ آیشیا اور آفریقہ تینون براعظم کے تعلقات یہان سے یکسان رہ سکتے تھے۔ جن وحشی لوٹیرون کا زیادہ خوف تھا یعنی آسٹریا اور روس کے قدیم لوگ اُن سے بھی قربت ہوجاتی تھی۔ اور حدود ایران کی بھی اچھی طرح نگہبانی ہوسکتی تھی جدھر سے ہمیشہ خطرہ رہتا۔ سمندر کے جملہ تعلقات کھلے ہونے کی وجہ سے بیرونی آمد و رفت اور تجارت کے ترقی دینے مین بھی آسانیان ہوسکتی تھین۔ اور سب سے زیادہ لطف یہ تھا کہ دریا کی طرف سے بھی اور خشکی کیجانب سے بھی یہ ایسے محفوظ و مضبوط موقع پر واقع تھا کہ کسی حملے آور کو نہ حملے کی جرأت ہوسکتی تھی اور نہ کامیابی کی امید۔ ایسا شہر تھا جس کو آباد کر کے اس نے اپنا دار السلطنت قرار دیا۔ اور نیا روما اُسکا نام رکھا۔ مگر یہ نام زمانے کے دربار مین ایسا نہین مقبول ہوا

اس کا نام قسطنطنیہ مشہور ہوا

جس نے اسے قسطنطنیہ کے نام سے مشہور کر کے اپنے بانی کی ایک نہ مٹنے والی یادگار بنا دیا۔

اگرچہ بت پرستون سے اُس کو کوئی خاص ہمدردی نہ تھی۔ مگر اُن کے مذہب کی اُس نے کچھ مزاحمت بھی نہ کی۔ اور اسی وجہ سے وہ لوگ موقع پا کے یونان وغیرہ سے کئی بت لے آئے۔ جو اس نئے شہر مین رکھے گئے۔ اور کسی گرجے کی تعمیر ہونے سے

اس مین بتخانے

پہلے ہی بتون کے کئی مندر بن کے کھڑے ہوگئے خود قسطنطین نے خوبصورتی اور زیبائش کے طریقے سے مختلف مقامات مین مختلف دیوتون وغیرہ کی مورتین قائم کرائین قطع نظر اس کے اس عہد کے فیشن کے مطابق کسی شہر کی زیبائش و رونق ہی نہ ہوسکتی تھی جب تک اس مین دو چار مندر اور بتخانے نہ ہون اسی خیال سے قسطنطین نے اپنے اس

سنٹ صوفیا کی ابتدا

نئے شہر مین غیر مجسم روحانی قوے کے نام سے کئی مندر بنوائے جن مین سے ایک صوفیا (دانائی) کے نام پر نذر کر دیا گیا تھا۔ جو آیندہ زمانے مین مسیحیت کا بہت بڑا اور نہایت مقدس گرجا بنگیا۔ جسے سلطان محمد فاتح کے بابرکت ہاتھون نے خدائے واحد ذو الجلال کی عبادت گاہ بنا دیا۔

قسطنطین کی مورت

اسی طرح قسطنطین نے ایک بلند مینار پر یونان کے دیوتا آپالو کی مورت

قائم کی۔ مگر اُس مورت پر سر اور چہرہ قسطنطین کا لگا دیا۔ اور مقدس چہرون کے گرد تصویرون
مین جو کرنین دکھائی جاتی ہین اُن کے بدلے تین طرف سے صلیب کی تین
اس کا اصلی مذہب | نوکین نکال دین۔ اس تصویر سے قسطنطین کا اصلی مذہب معلوم
ہو سکتا تھا۔ درحقیقت وہ نہ مسیحی ہوا تھا اور نہ بت پرست باقی رہا تھا۔ بلکہ چاہتا
تھا کہ اپنے آپ کو سب سے بڑا دیوتا بنا کے فلسفیون۔ بت پرستون اور مسیحیون سب
کا معبود بن جائے۔ جو عظمت پسندی کی ہوس اُس کے افعال سے ہمیشہ ظاہر ہوتی رہتی
تھی اسکا انتہائی درجہ یہ تھا۔ بہرحال اس طریقے سے اُس نے بت پرستی و مسیحیت
کو ایک مین ملایا۔ اور کوشش کی کہ خود اپنے تئین دونون مذہبون کا دیوتا
عیسائی اسکی مورت کو پوجتے ہین | بنالے۔ بعض قدیم مورخین کا بیان ہے کہ عیسائیون نے اس
مورت کی پرستش بھی کی۔ جن مسلمان بادشاہون نے اپنے تئین ملہم بالغیب ولی یا
پیغمبر ثابت کرنیکی کوشش کی اُن کے طرز عمل پر ہمین بالکل حیرت نہین ہوتی۔ جب ہم
دیکھتے ہین کہ قسطنطین اعظم نے خود اپنے آپ کو بت پرستون اور مسیحیون دونون کا
مذہب کے متعلق اُسکا تذبذب | خدا بنا لینے مین کامیابی حاصل کر لی۔ قسطنطین کا باپ ایک غیر متعصب بُت پرست
تھا۔ اور اُس کی مان ایک مسیحہ عورت تھی۔ اگرچہ آغوش مادری کا اثر کشش پدری پر غالب آگیا
تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مذہب کے متعلق وہ آخر وقت تک کوئی فیصلہ نہین کر سکا۔
وہ دونون مذہبون مین متذبذب تھا۔ خود پرستی کا شوق بت پرستی مین خود اپنے آپ
کو خدا اور دیوتا بنا سکنے کی امید دلاتا تھا۔ مگر پولیٹیکل مصلحتین مسیحیت کیطرف کھینچتی تھین اسی
گو مگو کے عالم مین تھا کہ موت کا وقت سر پر آگیا اور اس وقت اس نے مجبوراً
مسیحیت پر اسکے احسانات | عیسائیت کا بپتسمہ لے لیا۔ جس مین اکثر محققون کو شبہ ہے۔ لیکن اس کو مسیحیت ہی کے
طفیل مین پوری دولت روم کا مالک بننا نصیب ہوا تھا۔ اور اس احسان کا معاوضہ بھی اُس نے
بڑی قابلیت سے ادا کیا۔ کوئی مسیحی فرمانروا ہوتا تو بھی شاید مسیحیون کے ساتھ اتنی رعایت
نہ کرتا جتنی اس نے کی۔ تخت روم پر متمکن ہوتے ہی حکم دیدیا کہ جتنے گرجے جتنی جائدادین

اور جتنا مال و اسباب گذشتہ مظالم کے زمانون مین عیسائیون سے چھینا گیا ہو سب انھین واپس کر دیا جائے۔ ان کے جو گرجے اور مکانات منہدم کیے گیے ہون سلطنت کے مصارف سے بنوا دیے جائین۔ اس قسم کے کسی حکم کا فرات کے کنارے سے دریاے لوائر اور وادی الکبیر تک اور شمالی صوبجات روم سے قرطاجنہ اور مصر تک نافذ ہو جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ عیسائیون کی یکایک بن پڑی۔ اور کیا عجب کہ بہتون نے صدیون پیشتر کے جعلی دعوے پیش کر کے اپنے آپ کو مفت اور بے مشقت دولت مند بنا لیا ہو۔ تھوڑے ہی زمانے مین ہر جگہ اور ہر حصۂ ملک مین عالیشان گرجے قائم ہو گئے۔ اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ بے روک ٹوک دین عیسوی کی تبلیغ ہونے لگی۔ اس تبلیغ مین رومیون اور اُنکے ہاتھ سے قدیم مذہب پر کیونکر ظلم ہوا بت پرستون کی جائدادین چھین لینے کی دھمکیون نے بھی بڑی مدد دی کیونکہ ان دنون عیسائیون کا فقط اتنا دعوے کر دینا کہ فلان جائداد ہم سے چھین کے فلان شخص کو دیگئی ہے کسی معزز سے معزز رومی کو اس کی دولت و حشمت سے محروم کرنے کے لیے کافی تھا۔ دراصل دین عیسوی کو اسی ایک قانون نے پھیلایا۔ جو سیکڑون جہادون اور ہزارہا حملہ آوریون سے بھی زیادہ موثر اور خوفناک تھا۔

باب شانزدہم

نیقیہ کی کونسل اور قسطنطین اعظم کی سیاست

نیقیہ کی کونسل۔ توحید کا زوال۔ تثلیث کی ابتدا۔ اس کا موجد افلاطون ہے۔ یہود مین تثلیث۔ مسیحیون مین تثلیث۔ تثلیث کے اندرونی جھگڑے۔ نیقیہ کی کونسل کا اہتمام۔ اس مین بدگلاے دین مسیحی کا شمار۔ اس کی شان و شوکت۔ اس کا طے شدہ مذہب۔ آرین فرقے۔ مذہب کیتھولک نیقیہ کی کونسل کا مذہب ہے۔ طے شدہ تثلیث کیا تھی۔ وہ غیر قابل ادراک مانی گئی ہے۔ قسطنطین کے اصول حکمرانی۔ وہ جمہوریت کے خلاف تھا۔ اس کے

مظالم۔ یہود بیت المقدس میں۔ آن پر قسطنطین کا ظلم۔ وہ بہ جبر عیسائی بنائے گئے۔ مسیحی ہونے پر بھی بہت سے قتل ہوئے۔ ملکہ ہلینا۔ اس کی کارستانیاں۔ اس کا سفر بیت المقدس۔ اس کا خواب۔ مسیح کی اصلی قبر کا پتہ لگا۔ تین صلیبیں ملیں اصلی صلیب کیونکر پہچانی گئی۔ مقبرے اور صلیب کے ملنے کا اصلی واقعہ۔ مقبرۂ مسیح کی تعمیر اس کے متعلق بڑا گرجا۔ اصلی صلیب کی قدر و قیمت تبرکات کی تجارت۔ ولیوں اور شہیدوں کے ہڈیوں کی پہچان۔ ارض مقدس میں ملکہ ہلینا کی عمارات۔ قسطنطین کی موت۔ اس کے بیٹوں کا باہمی جھگڑا۔ اکیلا قسطنطوس قیصر روم ہوا۔

نیقیہ کی کونسل | سنہ ۲۹۷ قبل محمد (۳۲۵ع) میں قسطنطین نے گو کہ دین مسیحی نہیں اختیار کیا تھا مگر ایک ایسی کارروائی کی کہ اسی وقت سے وہ دین عیسوی کا سردار اور عیسائیوں کا کھلا ہوا طرفدار مشہور ہو گیا۔ دین مسیحی کا ایک اہم مسئلہ طے کرنے اور مسیحیوں کو جن میں صدہا مذہبی جھگڑے پیدا ہو گئے تھے ایک اصول اور ایک عقیدے پر متفق کرنیکے لیے روم کے مشرقی شہر نیقیہ[۵] میں اُس نے عیسائی بشپوں اور مسیحی مقتداؤں کی ایک کونسل جمع کی۔ اور ہم افسوس کرتے ہیں کہ اسی کونسل نے مسیحیت کو ہمیشہ کے لیے خدائے واحد ذوالجلال کی عبادت کرنے اور سچی

توحید کا زوال | توحید کی خوبیاں سمجھنے سے دور کر دیا اور تثلیث مسیحیت کا جزو لاینفک قرار پائی۔ ہم جب ایک مسیحی مذہب کے بڑے مقتدا کو دیکھتے ہیں کہ اپنی تاریخ کلیسا میں لکھتا ہے کہ "کلیسا کا یہ عقیدہ (تثلیث) نیقیہ کی کونسل سے پہلے قطعی نہیں ہوا تھا" تو ہمیں تعجب معلوم ہوتا ہے کہ وہ توحید کی خوبیوں کو کیوں نہیں سمجھتے۔ اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس تثلیث اس شرک اور ان تصویر پرستیوں وغیرہ کو حضرت مسیح کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔

تثلیث کی ابتدا | اصل یہ ہے کہ پہلے مسیحی جیسا کہ ہم ناصریین کے حالات میں بیان کر چکے ہیں توحید کے قائل تھے۔ اور مسیح کو باوجود بڑی عظمت دینے کے خدا کا بندہ اور ایک پیغمبر برحق مانتے تھے۔ مگر مرور زمانہ سے خود بخود یہ خیال پیدا ہوا کہ مسیح چونکہ اعلیٰ درجے کے معجزات

---

[۵] نیقیہ کو انگریزی میں نیسیا کہتے ہیں۔ [۵] ڈی گبن۔ سے ل ہیں۔

دکھاتے اور مردون تک کو زندہ کردیتے تھے لہذا اُن مین کوئی بات انسانیت سے مافوق ضرور تھی۔ یہ خیال علی العموم یونان و روم اور مصر کے مسیحیون مین پیدا ہوا۔ جن کے نزدیک اس نئے دین کے قبول کرنے سے پیشتر ہر مخلوق معمولی اور ادنی کمالات دکھانے پر بھی خدا بنجایا کرتا تھا۔ تصوف کے فلسفیانہ اصول نے ان خیالات کو اور اُبھارا۔عہ آخر یہ بات ہر دل مین نقش ہو گئی کہ مسیح ایک مظہر ایزدی ہین۔ مگر یہ جھگڑے پیدا ہونا شروع ہو گئے کہ جب وہ خدا ہین تو اصلی خدا سے اُن کو کیا تعلق ہو سکتا ہے حضرت مسیح نے عبرانی زبان اور یہود کے مذاق کے مطابق اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہاعہ تھا۔ اس بیٹے کے لفظ نے نئے خیال والون کی بڑی مدد کی۔ اور ایک خدا سے دو خدا ہوئے۔ دوسری طرف روح القدس بھی خدا ہی کی سی ایک روحانی اور غیر مجسم قوت نظر آئی جس کے خدا بنانے مین اتنی بھی دشواریان نہ پیش آسکتی تھین جتنی کہ حضرت مسیح کے متعلق پیش آئین۔ اس کو شریک کرتے ہی تثلیث کا تکملہ ہو گیا۔

اس کا موجد افلاطون ہے

سب سے زیادہ لطف کی یہ بات تھی کہ یہ خیالات جس سرزمین اور جن ممالک میں شروع ہوے اُن مین افلاطونی فلسفہ زور و شور سے پھیلا ہوا تھا۔ اور افلاطون کے روحانیات اور اُس کی دقیقہ سنجیان ہر دماغ مین جگہ کھا رہی تھین۔ اس یونانی فیلسوف نے اپنی ذہانت و اشراقیت کے زور سے تثلیث کے مسئلے کو ایجاد کر کے ابتدائی تخلیق اور ذات واجب الوجود سے وابستہ کر دیا تھا۔ اُس نے باعث تخلیق تین قوتون کو قرار دیا تھا۔ علة العلل یعنی سبب یا باعث۔ اور روح الارواح۔ سبب اُسکی اصطلاح مین ابدی خدا کا

یہود مین تثلیث

بیٹا اور خالق و منتظم عالم تھا۔ بطلیموسون کے زمانے مین کاروبار تجارت کی غرض سے بہت سے یہودی مصر مین جا کے آباد ہو گئے تھے۔ جن مین سے بعض نے افلاطونی تعلیمات کو سیکھا۔ یونانی الٰہیات کا مطالعہ کیا۔ اور اس افلاطونی نظام کے قائل ہونے کے بعد وہ کوشش کرنے لگے کہ اس تثلیث کو اپنے انبیا کی طرف بھی منسوب کر دین۔ چنانچہ

عہ یہ واقعات گبن کے بیان سے مستنبط کیے گئے ہین۔ عہ عہد جدید۔

حضرت مسیح سے ایک سو برس پیشتر اسکندریہ کے یہودی اس مسئلہ کو بالاتفاق تسلیم کر چکے تھے۔ اور اُسے حضرت سلیمان کی تعلیمات سے ثابت کیا تھا۔

مسیحون مین تثلیث | اب مسیحون نے بھی اس مسئلے کو افلاطون کی تعلیمات مین پا کے اختیار کرنا شروع کیا۔ اور کوشش کرنے لگے کہ اپنے عقائد کو بھی اس کے مطابق بنائین۔ یہان ہر قسم کی آزادیان اختیار کرنے اور ہر نئے عقیدے کو جزو دین بنا لینے کی سنت پولوس ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ اور پولوس نہ ہوا ہوتا تو بھی شاید کوئی دشواری نہ پیش آتی۔ اس لیے کہ روح القدس آج تک ہر عیسائی مقتدا کے دل مین اتر کے جس مسئلے اور جس عقیدے کو چاہے سکھا سکتی ہے۔ ہر تقدیر یہ مشرکانہ مسئلہ جس کی ابتدا بت پرستون سے ہوئی تھی مسیحیت کا جزو اعظم بن گیا۔ پھر تثلیث

تثلیث کے اندرونی جھگڑے | کے تسلیم کر لینے کے بعد اس قسم کے جھگڑے پیدا ہونے شروع ہوئے کہ تینون خداؤن مین باہم کیا نسبت ہے۔ اور توحید مین وہ کیونکر شریک کیے جا سکتے ہین۔ یہ اختلافات اس قدر طول پکڑ گئے تھے کہ مسیحی فرقون اور مقتداؤن کی روزانہ فتنہ اندازیون کی وجہ سے سلطنت کو کسیطرح اطمینان نہ حاصل ہو سکتا تھا۔ قسطنطین نے جب رومیون کی قوت دبا دی۔ اور سب کو آزادی دینے کے بعد بھی غور کیا تو اسے نظر آیا کہ اب عیسائیون کے مختلف عقائد ملکی امن دامان مین خلل انداز ہوتے ہین۔ لہذا اس نے ارادہ کیا کہ ان جھگڑون کو بالکل مٹا دے اور مسیحیت کو جہان یا جس قوم مین ہو ایک مذہب بنا دے۔

نیقیہ کی کونسل کا اہتمام | اسی غرض کے لیے اُس نے یہ نیقیہ کی کونسل طلب کی تھی۔ ہر ملک اور ہر سرزمین سے بڑے بڑے بشپ جمع کیے گئے۔ جن کے لانے اور واپس لیجانے کے مصارف خاص شاہی خزانے سے ادا کیے گئے۔ غرض اور گاڑیان ہر طرف نامزد تھین کہ وکلائے دین عیسوی کو نیقیہ مین لا کے جمع کر دین۔ اور ان مقدس اور

---

[۱] گبن جلد عہد جدید اعمال حواریین کے پڑھنے سے اس عقیدے کا پتہ لگتا ہے۔

[۲] گبن۔

پہلے پہل وہ جب التعظیم سننے والے بزرگون کو لادتے لادتے ڈاک کے گھوڑے سے تھک تھک کے بیدم ہو گئے۔ آخر تین سو سے زیادہ بشپون اور پریسٹرون کی ایک عظیم الشان جماعت جس مین شام و آرمینیہ سے لے کے جزائر برطانیہ تک ہر مقام کے مذہبی وکلا موجود تھے شاہی حکم سے اسی شہر نقیہ مین جمع ہوے جس سے چند ہی سال پیشتر وہ بڑے بڑے ظلمون کے ساتھ جلا وطن کیے گئے تھے۔ قسطنطین نے ان فراہم شدہ مذہبی وکلا کو کچھ ایسا شان و شوکت کا سامان دکھایا کہ بعض بشپ مسیحیت کی قسمت کا ایسا فوری تغیر دیکھ کے حیران و ششدرعہ رہ گئے۔ شہنشاہ بذات خود نہایت قیمتی لباس پہنے ہوے مجلس مین آکے ایک سونے کی کرسی پہ بیٹھا۔ اور کارروائی شروع ہوئی۔ خود قسطنطین نے اتفاق کے فوائد پہ لاطینی زبان مین ایک لکچر دیا۔ اور سب کو ایک ہی اصول کی پیروی کی رغبت دلائی۔ دو مہینے سے زیادہ کونسل نے نشست کی۔ آخر ایک خاص تثلیثی اصول مسیحیت کا عام عقیدہ قرار دیا گیا۔ اور جن لوگون نے اسکو نہ منظور کیا ذلیل کر کے نکال دیے گئے۔ مگر آرینعہ فرقہ جس کو اس مجلس مین پوری شکست ہوئی تھی۔ اور اس کا مقتدا آریس جلا وطن کیا گیا تھا۔ تھوڑے دنون کے بعد پھر سنبھل گیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ قسطنطین کی بہن قسطنطیہ کو اس فرقے کے سرغنا آریوس سے عقیدت تھی۔ پہلے تو قسطنطین کے احکام سے انحراف کرنے کی اُسے جرأت نہ ہوئی مگر مرتے وقت خوشامد کے لہجے مین بھائی سے کہا "آپ پھر غور فرمائیے کہ کہان تک انصاف کر رہے ہین۔ آریوس بے گناہ سزایاب ہوا ہے" بہن کی یہ مرتے دم کی وصیت قسطنطین کے دل پر اثر کر گئی۔ اور آریوس کو آزادی سے رہنے کی اجازت مل گئی جس کے بعد ابھی قید نہین ہوا کہ اس فرقے کی اشاعت دوبارہ شروع ہو گئی۔ بلکہ قسطنطین بھی اس کی جنبہ داری کرنے لگا۔

(حاشیہ: اس مین وکلاے دین مسیحی کا شمار)

(حاشیہ: اس کی شان و شوکت)

(حاشیہ: اُسکا طے شدہ مذہب)

(حاشیہ: آریس فرقہ)

عہ یوسیبیس جو اس کونسل مین شریک تھا کہتا ہے کہ اس مجلس کا سامان دیکھ کے مسیحی ایسے حیرت زدہ ہوتے کہ سمجھتے تھے یہ خواب ہے یا بیداری کا عالم۔ عہ آرین سے مراد یہان قوم آریہ نہین جس مین ہندو ایرانی یونانی اور رومی وغیرہ شامل ہین بلکہ یہان ایک مسیحی فرقے سے مراد ہے جو آریس نام ایک مسیحی مقتدا کی جانب منسوب ہے۔

رومن کیتھولک نیقیہ کی کونسل کا مذہب ہے

الغرض اس نیقیہ کی کونسل نے جن عقائد کو اصلی مسیحیت تسلیم کیا وہی باستثنا ے چند مسیحی دنیا کے عقائد مذہبی قرار پائے۔ اور وہی عقائد مذہب رومن کیتھولک کے نام سے مشہور ہوے جس کو یورپ کا زیادہ حصہ اس وقت تک مان رہا ہے۔ اس مجلس نے زیادہ تر مخالفت ان لوگوں کی کی جو بتیون اور مقتدایان دین کی تقلید سے انکار کرتے تھے۔ اور جس تثلیث کو اصل ایمان ثابت

طے شدہ تثلیث کیا تھی

کیا وہ یہ تھی کہ ذات باری تعالی کے تین اقنوم یعنی تین اصلین ہین ایک وجود جو باپ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ دوسرا علم جس کو دین یعنی بیٹے کا خطاب دیا گیا۔ اور تیسرا اقنوم حیات یعنی زندگی جس کا نام روح القدس رکھا گیا۔ اس عقیدے کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا من حیث المجموع ایک ہے۔ اور من حیث الجہات تین اصلین ہین۔ اس غیر ممکن الادراک مسئلے مین پھر اور بہت سی بحثین نکلین جن کو ہوا پر عمارت بنانے سے زیادہ وقعت نہین

وہ غیر قابل ادراک مانی گئی ہے

دیجا سکتی۔ لیکن ہر صورت مین یہ ایسا لاینحل عقدہ تھا کہ مسیحی علما اور خاص عقائد کی تعلیم دینے والے مقتداؤن کا بیان ہے کہ یہ ایک بہت بڑا راز ہے جو فہم و ادراک سے بالا اور فقط اس لیے ہے کہ دنیا مین عقیدۃً تسلیم کیا جائے۔ اور جنت مین جا کے اس کا مطلب سمجھا جائے گا۔[عہ]

قسطنطین کے اصول حکمرانی

قسطنطین اعظم نے اپنے زمانے مین سلطنت کا انتظام بھی بدل دیا۔ اور فی الواقع اس نے حکومت کو اس زور و شور سے اور ایسی تہذیب و شائستگی کے ساتھ چلایا کہ گویا دولت روم کی گذشتہ وقعت پھر عود کر آئی۔ باوجود اس کے جب ہم یورپین اور خاصۃً انگریزی مورخین کو اس کی تعریف کرتے دیکھتے ہین تو ہمین بڑی حیرت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ قسطنطین سے پہلے دقلطیانوس نے سلطنت کا قدیم طریقہ بدل دیا تھا۔ اس نے تین معزز لوگون کو اپنا شریک اور برابر کا قیصر تسلیم کر لیا۔ ہر جگہ رعایا کے حقوق بڑھا دیے۔ اور شاہی اختیارات محدود ہو گئے۔ یہی وہ انتظام تھا جو اب محققان

عہ انوار توفیق الجلیل۔ عہ کیتھولک بیلیف مصنفہ ریورنڈ جوزف فاڈی بر دلو۔ سہ ل مین۔

یورپ کا پولیٹکل مذہب ہو گیا ہے۔ اور ہر جگہ بڑے جوش و خروش سے اس کی تائید کیجاتی ہے۔ قسطنطین اعظم چونکہ جمہوریت کے مخالف تھا۔ اس لیے | وہ جمہوریت کے خلاف تھا
اس نے اس طریقہ حکمرانی کو بدل دیا۔ شریک حکومت قیاصرہ کا خاتمہ اس کے اسلحہ نے کیا پھر جہان جہان حکمرانون اور والیون کو جو اختیارات دیے گئے تھے سب توڑ دیے۔ سب کے آخر مین اس نے خاص اپنے بیٹون اور ایک چچیرے بھائی کو گورنر جنرل کی حیثیت سے مامور کیا۔ اور قاعدہ مقرر کر دیا کہ جس حاکم اور جس عہدہ دار کو بادشاہ چاہے بے تکلف موقوت کر دے۔ یا بدل دے۔ یہ ایسے اصول حکمرانی ہین جن کو موجودہ تہذیب ایک گھڑی کو بھی جائز نہین رکھ سکتی۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ اُنھین کی بنا پر قسطنطین کی معدلت پروریون کی داد دی جاتی ہے۔

اس کی معدلت پروریان بھی اسی وقت تک معدلت پروریان ہین جب تک ایک عیسائی شخص کی نظر سے دیکھی جائین۔ مختلف شہرون کے بتخانون کا کھدوڈالنا بعض مندرون پر عیسائیون کا قبضہ کرا کے اُنھین مسیحیون کا گرجا بنوا دینا۔ یہ ایسی باتین نہین ہین جن کو ایک غیر متعصب مورخ انصاف اور عدالت پر محمول کر سکے۔ سب سے زیادہ افسوس کی یہ بات ہے کہ اس کے ہاتھ سے یہودیون پر بہت بڑا ظلم ہوا۔ ہم لکھ چکے ہین کہ آدریانوس قیصر نے اپنے زمانے مین مسجد اقصی اور حضرت مسیح کے مقبرے کی جگہ جوپیٹر اور وینس کے مندر بنوا کے یہودیون کو ان کے قریب آنے کی بھی ممانعت کر دی تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت زیادہ زمانے تک نہین قائم رہی۔ یہودی گرد و پیش کے مقامات سے آہستہ آہستہ آ کے بیت المقدس کے کھنڈرون مین آباد ہوتے گئے۔ اور گو اُنھین اس کی جرات تو نہ ہوئی کہ دیوتا کے بتخانے کو منہدم کر کے اپنا قدیم خانۂ خدا پھر بنا لین۔ مگر اس مین شک نہین کہ حضرت داؤدؑ کے شہر مین اُن کی تعداد پھر بڑھنے لگی تھی۔ اور اسی شہر مین عیسائیون کا کلیسا بھی خود آدریانوس کی اجازت و منظوری سے اور یہودیون کے آنے سے پیشتر ہی | اسکے مظالم | یہود بیت المقدس مین

عہ ۵ سل مین۔

قائم ہو گیا تھا۔ لہذا یقینی بات ہے کہ یہودی اُن ویران کھنڈرون مین اب رہتے بھی ہون گے تو عیسائیون سے دب کے اور اُن کے ناراض کرنے کی کبھی جرأت نہ کر سکتے ہون گے۔ مگر عیسائیون سے اپنے دشمنون کا مغلوبی سے زندہ رہنا بھی نہ دیکھا گیا۔ اس لیے

ان پر قسطنطین کا ظلم

کہ غالبًا انھین کی شکایت پر قسطنطین اعظم اس مظلوم فرقے کی آزاردہی پہ آمادہ ہو گیا۔ اس نے بلا تکلف حکم دے دیا کہ تمام یہودی ایلیا کیپی ٹولنا سے (جس نام سے کہ بیت المقدس اب مشہور تھا) نکال دیے جائین۔ اسی قدر نہین بہت سے

وہ بجبر عیسائی بنائے گئے

اسرائیلی جبریہ عیسائی بنائے گئے۔ اور جنھون نے تبدیل مذہب سے انکار کیا مار ڈالے گئے۔ یہ مظالم اتنے ہی پہ نہین ختم ہوے بلکہ یہودیون کی عید فسخ کے دن قسطنطین نے ان تمام یہودیون کو جو عیسائی ہو گئے تھے ایک جگہ جمع کیا اور

مسیحی ہونے پر بھی بہت سے قتل ہوئے

سب کو سور کا گوشت کھانے کا حکم دیا۔ یقینًا اُن مین بہت سے لوگ فقط ظاہرداری اور جان بچانے کے لیے عیسائی ہوے تھے۔ اُن مین بہت سے ایسے بھی ہون گے جو فی الحقیقت عیسائی تھے۔ ارض یہودا کے اصلی مسیحی جو اُس ناپاک جانور کے گوشت کو حلق سے نہ اُتار سکتے۔ لیکن تعصب کو کسی کے ذاتی جذبات کی رعایت کرنے سے کیا واسطہ؟ عام طور پہ ہر شخص کو بلا استثنا و امتیاز لحم خنزیر کھانے کا حکم دے دیا گیا۔ اور وہی ہوا جو خیال کیا گیا تھا کہ اُن نومسیحی یہودیون مین سے بہتون نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا۔ اور سب قتل کر ڈالے گئے۔ اس طرح اُس برائے نام عیسائی قیصر کے ہاتھ سے یہودیون کی ایک جماعت کثیر کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ یہ قوانین خاص شہنشاہی حکم سے جاری کیے گئے کہ جو یہودی کسی عیسائی کو ستائے گا وہ زندہ دفن کر دیا جائے گا۔ کسی مسیحی کو پھر دین یہود اختیار کرنے کی اجازت نہ تھی۔ کوئی یہودی مجاز نہ تھا کہ عیسائی غلام کو اپنے قبضے مین رکھے۔ الغرض اس طرح یہودیون سے انتقام لے کے مسیحیون نے اپنا دل خوب خوش کیا۔

ملکہ ہلینا — اس موقع پر قسطنطین اعظم کی مسیحہ ماں ہلینا نے بڑا جوش مذہبی دکھایا۔ وہ انگلستان کے ایک سرا والے کی بیٹی تھی۔ اور اُس کے چال چلن نکسی اور سبب سے یہ شرمناک نتیجہ پہلے ہی ظاہر ہو چکا تھا کہ قسطنطین کے باپ قسطنطیوس نے اسے طلاق دے کے نکال دیا تھا۔ جس کی بدولت خود قسطنطین کا بچپن بھی نہایت کس مپرسی اور فلاکت کی حالت میں گذرا تھا۔ لوگوں کو اس میں بھی شک ہے کہ فی الحقیقت وہ قسطنطیوس کی منکوحہ بی بی تھی یا فقط ایک ناجائز آشنا تھی۔ مسٹر گبن نے نکاح کو مان لیا ہے مگر اس بنیاد پر کہ نکاح نہیں ہوا تھا تو طلاق کیسی؟ لیکن چھوڑ دینے یا طلاق دینے کے لیے کچھ ضرور نہیں کہ نکاح بھی ہوا ہو۔ ایک نہایت ہی معتبر مورخ لکھتا ہے کہ ایکے نکاح ہونے کا بالکل پتہ نہیں لگتا۔[عه]

اس کی کارستانیاں — ہلینا نے قسطنطین کے محل کی سازشوں میں بڑی بڑی کاریستانیاں ظاہر کی تھیں۔ اپنے پوتے قرسفوس کے مقابلے میں اندر ہی اندر تحقیقات کر کے اس نے فوسطہ کے جرموں کا پتہ لگا لیا تھا۔ اور ثابت کر دیا تھا کہ فوسطہ[سه] ایک حبشی غلام سے تعلق رکھنے کے علاوہ خود قرسفوس پر جو اس کا سوتیلا بیٹا تھا عشق ظاہر کرتی تھی۔ اور جب بیٹے نے اس کی ہوس نہ پوری کی تو اُس کی جان کی دشمن ہو گئی اور آخر قسطنطین کے دل پر اپنی فتنہ پردازیوں کا ایسا جادو ڈالا کہ بے گناہ نوجوان قرسفوس خود اپنے باپ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ہلینا نے جب اس راز کو افشا کیا تو قسطنطین نے فوسطہ کو بھی قتل کروا ڈالا۔ اور اگر اس کا عیسائی ہو جانا صحیح ہے تو بقول بعض مورخین اپنے بیٹے کے قتل کی ندامت ہی نے اُسے عیسائی بنایا۔

اس کا سفر بیت المقدس — ہلینا کو اپنے پوتے قرسفوس کے مارے جانے کا اتنا بڑا صدمہ ہوا تھا کہ انہیں کا انتقام لیتے ہی وہ دینی گرم جوشی اور حسن عقیدت کے ساتھ بیت المقدس میں آئی تا کہ متبرک مقامات اور اُس سرزمین کی زیارت کرے جسے حضرت مسیح کے قدموں نے تقدس بخشا تھا۔ راستے میں اس نے بڑے بڑے ثواب کے کام کیے قیدیوں کو

عہ گبن عہد یروشلیم شہر ہیرو ڈ و صلاح الدین" مصنفہ والٹر بسنٹ و پامر۔

سہ فوسطہ۔ للعہ گبن۔ للعہ گبن۔

آزاد کیا۔ مظلوموں کو نجات دلائی۔ بوڑھے سپاہیوں کو انعام دیے عیسائی گرجوں کو آراستہ کرایا۔ اور بہتوں کی دعائیں لیتی ہوئی ارض مقدس میں داخل ہوئی۔ اور جس طرح

اس کا خواب | اس کے فرزند نے صلیب کو آسمان پر خواب میں دیکھا تھا۔ اسی طرح ہلینا نے بیت المقدس میں ہو تخ کے اس اصلی صلیب جس پر حضرت مسیح مصلوب کیے گئے تھے۔ اور اُس کے مقام کو خواب میں دیکھ لیا۔ اور ایک سچی بشارت کے مطابق وہ زمین کھدوائی گئی جس کی طرف اشارہ ہوا تھا۔ اُس جگہ بت پرستوں نے مٹی کا جو ڈھیر لگا رکھا تھا اُسے ہٹایا تو وہ اصلی قبر مل گئی جس میں عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق

مسیح کی اصلی قبر کا پتہ لگا | مسیح کی لاش تین دن تک دفن رہی تھی۔ اور سب سے بڑی

تین صلیبیں بھی ملیں | خوش نصیبی یہ سمجھی گئی کہ قبر کے پاس ہی تین صلیبیں نکل آئیں۔ جن کے ساتھ وہ تختی بھی ملی جو رومی پائلٹ کے حکم سے کندہ کی گئی تھی۔

اصلی صلیب کیونکر پہچانی گئی | اس بات کا تو یقین ہو گیا کہ یہی وہ صلیبیں ہیں جن پر حضرت مسیح اور دونوں چور مصلوب کیے گئے تھے۔ مگر اس کا پتہ لگانا دشوار تھا کہ خاص مسیح والی صلیب کون سی ہے۔ اس کی شناخت کے لیے یہ کارروائی کی گئی کہ ایک شریف خاتون جو بیمار تھی۔ اور جس کا مرض لاعلاج تصور کیا جاتا تھا۔ اس کے پہلو میں تینوں صلیبیں باری باری لاکے رکھی گئیں۔ اور جس کے رکھنے سے وہ اچھی ہو گئی۔ وہی صلیب حضرت مسیح کی سمجھی گئی اور اس کی پرستش ہونے لگی۔

لیکن صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس قصے کو ایک کہانی سے زیادہ وقعت نہیں۔ مگر جب اُسی عصر کے اکثر مورخین اور بالخصوص یوسیبوس کو بھی جو مذہبی خوش عقیدت سے ہر ایسے قصے کے ماننے کے لیے تیار تھا۔ ہم ساکت پاتے ہیں تو یہ واقعہ درجہ اعتبار سے اور گر جاتا ہے۔ اصلی واقعہ یہ ہے کہ

مقبرے اور صلیب کے ملنے کا اصلی واقعہ | عموماً لوگوں میں مشہور تھا کہ جناب مسیح اسی جگہ دفن کیے گئے تھے جہاں آدریان نے وینس کا مندر بنوایا تھا۔ بت پرستوں نے اُس وقت اس غار (قبر) کو بالکل

پاٹ کے بلند کر دیا تھا۔ اور اُس پر دینس کی مورت قائم کی تھی قسطنطین یا اُس کی ماں نے حکم دیا کہ وہ مندر منہدم کر دیا جاوے اور اُس کی جگہ ایک عیسائی گرجا تعمیر ہو۔ منہدم کرنے کے بعد جب لوگوں نے چبوترے کو کھودا تو اُس کے نیچے اصلی قبر نکل آئی۔ اور صلیبین بھی خواہ اصلی طور پر یا کسی عیسائی کی کارستانی سے برآمد ہو گئیں۔ ایسے عجیب الاحترام تبرکات برآمد ہوے تو مسیحیوں کو ایک نعمت غیر مترقبہ ہاتھ آئی اور قسطنطین نے وہان بڑی عالیشان عمارتین بنانے کا حکم دے دیا۔

مقبرۂ مسیح کی تعمیر اب کے پہلے اُس مقدس غار یا قبر کے گرد نہایت ہی اعلیٰ درجے کے نادر روزگار ستونوں پر ایک عالیشان عمارت قائم کی گئی۔ اور روم کی دولت وحشمت نے اس کی آرائش وزیبائش مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا۔ پھر اسکے گرد ایک بہت بڑا وسیع اور کشادہ صحن بنایا گیا۔ اس تمام صحن مین نہایت ہی عمدہ اور رچکنے پتھروں کا فرش کیا گیا۔ صحن کے تین جانب نفیس اور خوشنما غلام گردش تعمیر ہوئی اور چوتھے رخ پر یعنی شرق کی جانب جدھر مقبرے کا دروازہ تھا ایک گرجا بنایا گیا۔

اس کے متعلق بڑا گرجا جو بہت بڑا وسیع بلند اور نہایت شاندار تھا۔ گرجے کے اندر رنگ رنگ کے سنگ مرمر کا فرش تھا۔ اور بیرونی دیواروں پر جو پتھر لگائے گئے تھے اُن کے جوڑ بھی اس عمدگی سے ملائے گئے اور اُن پر ایسا اچھا رنگ وروغن دیا گیا کہ اپنی رونق وشادابی میں سنگ مرمر سے کسی طرح کم نہ معلوم ہوتے تھے۔ چھت کے بیرونی رخ پر بارش سے محفوظ رکھنے کے لیے سیسہ بچھایا گیا۔ اور اندر کی طرف کاریگرون نے نقاشی کا ایسا کمال دکھایا کہ لوگ عش عش کرنے لگے۔ تمام چھت مین کھدائی کا اُبھرا ہوا کام تھا۔ جس کے اوپر اس قدر سونا بھرا گیا تھا کہ پوری چھت سونے کی معلوم ہوتی تھی۔ اور کشادہ دروازوں سے باہر کی روشنی اس سونے کو چمکا کے ایسا مصنوعی نور پیدا کرتی کہ اس مقام کی عظمت وتقدس کا بہت بڑا اثر زیارت کرنے والوں کے دلوں پر پڑتا تھا۔ گرجے کے دونوں پہلوؤں پر دو عالیشان ڈیوڑھیان قائم کی گئین جو اتنی ہی بلند تھین جتنا کہ خود گرجا بلند تھا۔ یہ ڈیوڑھیان گرجے کی جانب

بڑے بڑے خوشنما بیل پاؤن پر اور بیرونی جانب خوبصورت ستونون پر قائم تھین۔ ان کی چھتون مین بھی سونا پھیرا گیا تھا۔ اس عالیشان گرجے مین آنے کے لیے مشرق کی جانب تین دروازے تھے۔ جن مین داخل ہوتے ہی انسان کو اپنے سامنے ایک نہایت بھاری محراب نظر آتی جو گرجے کی چوٹی تک بڑھتی چلی گئی تھی۔ یہ محراب بارہ ستونون پر جو بشمار عجیب صنعت سے تعمیر کیے گئے تھے۔ قائم تھی۔ اور یہ ستونون کی یہ تعداد اس خیال سے رکھی گئی تھی کہ حضرت مسیح کے حواری بھی بارہ تھے۔ ان ستونون پر چاندی کے بارہ بڑے بڑے لوٹے تھے۔ جن کو خود قسطنطین نے کمال حسن عقیدت سے نذر کیا تھا۔ الغرض یہ عمارت تھی جو اس پہلے عیسائی شہنشاہ نے دین عیسوی کی طرفداری مین تعمیر کرائی بعض مسیحی مورخین کہتے ہین کہ اس کے ہاتھ سے یہی ایک گرجا بنا۔ مگر شاید انھین یہ دین عیسوی کے وہ تمام معبد نہین یاد رہے جو اسی عہد مین منہدم شدہ گرجون کے بدلے شاہی خزانے پر بار ڈال کے بنوائے گئے تھے۔ اور جن کی بنا پر سٹرٹلمین کہتے ہین کہ یورپ کے قدیم گرجون مین سے اکثر اسی عہد کے بنے ہوے ہین۔ تربت مسیح کی یادگار کا مذکورۂ بالا گرجا پہلے "چرچ آف دی رسرکشن" یعنی مسیح کے اٹھنے کا گرجا کہلاتا تھا۔ پھر "ہولی سپلکر" (مقدس مقبرہ) کے نام سے مشہور ہوا۔ اور آج تک اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اصلی صلیب کی قدر و قیمت اُس مقدس تبرک یعنی اصلی صلیب نے مسیحیت کو ایک ایسا بت دے دیا جس کی رومن کیتھولک مین آج تک پرستش ہو رہی ہے۔ اور کسی بعض عیسائی مورخین نے سچ کہا ہے کہ "کاش یہ صلیب کی بجائے یہودی کو ہی ملتی تو اچھا ہوتا"۔ ہاتھ آتے ہی اُس صلیب کے ٹکڑے کیے گئے۔ ایک بڑا ٹکڑا چاندی کے حلقے مین جڑ کے خاص بیت المقدس اور اسی گرجے مین رکھا گیا۔ اور بعد دوسرے ٹکڑے عیسائی زائرون کے ہاتھ سے یورپ کے دور دراز ملکون اور وہان کے بڑے بڑے کنیسون مین جا پہنچے۔ جن کی تعداد چند روز مین اس قدر بڑھ گئی کہ

غ۵۔ یہ تمام تفصیل مشہور و معروف "صلاح الدین" مصنفہ والٹر بزنٹ و پامر صفحہ ۱۶ سے ماخوذ ہے۔ ۔ لامین

اگر سب ایک جگہ جمع کر دیے جاتے تو شاید ایک بڑا بھاری جنگی جہاز اُن سے تیار ہو جاتا ایک ٹکڑا خاص قسطنطنیہ مین پہونچا۔ جو آخر کو سینٹ صوفیہ مین رکھا گیا۔ اور اُس کے آگے سجدہ کیے بغیر کوئی اندر گھسنے نہ پاتا تھا۔ اس صلیب کی کیلین خاص قسطنطین اعظم کی نذر ہوئین۔ اور اس مین اختلاف ہے کہ اُن سے کیا کام لیا گیا۔ بعض کہتے ہین کہ اُن کا ایک زیور بنا کے خاص شہنشاہی گھوڑے کے ساز مین لگایا گیا۔ اور بعض کا بیان ہے کہ اسی لوہے کی کرنین بنا کے قسطنطین کے بت کے چہرے کے گرد قائم کی گئی تھین۔

ترکات کی تجارت ان دنون بیت المقدس کے ترکات یورپ کے گاؤن گاؤن مین پہونچے تھے۔ اور ہر مسیحی پادری اپنی وقعت بڑھانے کے لیے یہان کا کوئی ترک اپنے معتقدون کو ضرور دیا کرتا تھا اُن دنون بیت المقدس مین اس صلیب کے ٹکڑون اور قدیم شہیدون اور ولیون کی ہڈیون کی ایک بڑی بھاری تجارت قائم تھی۔ ہڈیون

ولیون اور شہیدون کی ہڈیون کی پہچان کی تو یہ پہچان رکھی گئی تھی کہ ولی اور شہید کی ہڈی مین ہمیشہ ایک خوشگوار اور مفرح خوشبو ہوتی ہے۔ اور اس صلیب کا یہ عجیب معجزہ مشہور تھا کہ اس مین سے جتنا حصہ کاٹا جائے تھوڑے دنون کے بعد خود ہی بڑھ کے پورا ہو جاتا ہے۔ اس کی لکڑی مین بھی ایک عطریت مانی جاتی۔ اور غالباً اسی کی یادگار مین ایک خاص قسم کی لکڑی کسی تشبیہ و خصوصیت کے باعث ہمارے اطبائے یونانی مین آج تک عود صلیب کے نام سے مشہور ہے معلوم ہوتا ہے ترکات پرستی کو مسلمانون نے عیسائیون ہی سے سیکھا ہے۔ ورنہ اسلام مین ابتداءً اس کی کچھ اصلیت نہ تھی۔

ارض مقدس مین ملکہ ہلینا کی عمارات ملکہ ہلینا نے اس اپنے ورود کے زمانے مین اپنی الوالعزمی و فیاضی سے کام لیا کہ ہر مقدس جگہ پر کوئی نہ کوئی عمارت ضرور تعمیر کرائی۔ بیت اللحم مین حضرت مسیح کی ولادت کی جگہ پر ایک بڑا عالی شان گرجا اس کے فیاض ہاتھون سے

ملمن۔ ۱۵۰ ابن بطوطہ۔ ۱۵۱ والٹر بزنٹ و پامر

قائم ہوا۔ کوہ زیتون جہان سے حضرت عیسیٰ آسمان پر چڑھے تھے وہان بھی ایک مذہبی عمارت اس واقعے کی یادگار مین بنائی گئی۔ اسی طرح اُس نے خاص اس مقام پر بھی ایک بڑا گرجا بنوایا جہان حضرت مسیح اُس کے اعتقاد کے مطابق مصلوب کیے گئے تھے اگرچہ یہ تمام مقامات فرضی طور پر قرار دیے گئے۔ اور کوئی صحیح تاریخی شہادت اُن کی اصلیت کے متعلق موجود نہین ہے۔

قسطنطین کی موت

آخر ۲۳۵ قبل محمد (۳۳۵ء) مین قسطنطین اعظم دولت روم کو نیا مذہب نئے قوانین۔ اور نیا دارالسلطنت دے کے مرگیا۔ اس کے بیٹون کے باہمی جھگڑے اس انتظام اور تقسیم پر ختم ہوے کہ بڑا بیٹا قسطنطین دوم تمام حدود

اس کے بیٹے

سلطنت کا نگران اور براے نام اغسطوس[عہ] قرار پایا۔ لیکن در اصل اس کے ہاتھ مین کچھ بھی اختیارات نہ تھے اس لیے کہ شاہی قلمرو کے دو حصے کر دیے گئے مشرقی ممالک پر دوسرا بھائی قسطنقوس[عہ] اور مغربی صوبجات پر تیسرا بھائی قسطنطوس[للعہ] حکمران و متصرف تھے۔ ان تینون بھائیون نے سلطنت کو یون باہم تقسیم کر کے اپنے آپ کو

شاہی خاندان کا قتل عام

قیصر کے خطاب سے مشہور کیا۔ اور شاہی خاندان کے دیگر تمام شاہزادون کو قتل کر ڈالا۔ فقط فرالوس اور لوکیانوس نام دو شاہزادے بچ رہے اور اگر ایک مسیحی بشپ کی شفارش نہ ہوتی تو شاید ان سے بھی دنیا خالی ہو گئی ہوتی

قسطنطین کے بیٹون کا باہمی جھگڑا

ظاہر ہے کہ اس قسم کی تقسیم زیادہ زمانے تک نہین قائم رہ سکتی تھی۔ قسطنطین اور قسطنطوس مین لڑائی ہوئی۔ جس مین قسطنطین مارا گیا۔ اور اس کے ساتھ وہ اصلی کڑی بھی فنا ہو گئی جو مشرقی اور مغربی حکمرانون کو ایک رشتے مین جوڑے ہوے تھی۔ اب کوئی پورا قیصر تھا

عہ ل مین۔ عہ اغسطوس قدیم زمانے کے سب سے بڑے اور زبردست قیصر کا نام تھا جو آخر مین قیاصرہ کے لیے خطاب کا کام دیتا تھا۔ اور جو قیصر سب سے زیادہ قوت اور سب پر بالادست ہوتا وہ اکثر اسی لقب سے یاد کیا جاتا۔ انگریزی مین اس لفظ کو یون لکھتے ہین Augustus

سہ قسطنقوس Constans للعہ Constantius

اور دونوں بھائی آزادی سے اپنے اپنے علاقوں پر متصرف تھے۔ناگہان ایک جرمنی باغی ایک آندھی کیطرح اٹھا۔جس نے ایک ہی جھونکے نے مغربی حکمران قسطنطوس کا چراغ زندگی گل کردیا۔قسطنطوس کو جب بھائی کے مارے جانے کی خبر ہوئی تو انتقام کے جوش میں اٹھ کھڑا ہوا۔اور بھائی کے خون کا پورا بدلہ لینے کے ساتھ باغیوں کی سرکوبی کرکے پوری دولت روم کا مالک اور اپنے باپ کا اکیلا اور سچا جانشین بن گیا۔یوں دولت روم کی ساری قلمرو پھر ایک ہی شخص کے ہاتھ میں ہوگئی۔

اکیلا قسطنطوس قیصر روم ہوا

باب ہفدہم

یولیانوس قیصر۔اور قدیم رومی مذہب کا آخری سنبھالا

قسطنطوس کی پریشانی۔یولیانوس۔اس کے ابتدائی حالات۔وہ قیصر روم قرار پایا۔قسطنطین کے بیٹے عیسائی تھے۔گذشتہ مسیحی فرمانرواؤں کی حالت یولیانوس کا مذہب۔وہ بت پرست بنتا ہے۔اس کے فلسفیانہ خیالات۔پہلے قیصروں نے شاہی محل کی کیا حالت کر رکھی تھی۔تخفیف یولیانوس کی سادہ مزاجی۔وہ ایک نئے مذہب کا موجد ہے۔اس کو رونق دیتا ہے۔عیسائیوں سے انتقام۔مسیحیت کی نسبت یولیانوس کا خیال۔اخلاقی اصلاحیں۔بتخانوں کی رونق۔فلسفہ کی ترقی۔عیسائیوں کا یولیانوس پر اعتراض۔یولیانوس کی خوبیاں۔وہ مصنف بھی ہے۔اس کا سفر مشرق۔عیسائیوں کے خلاف اس کے تعصب کی ابتدا۔یولیانوس بیت المقدس میں۔مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا حکم۔اس حکم کی اصلی غرض۔یہودیوں کا جوش و خروش۔بیت المقدس کی تعمیر شروع ہوگئی۔یولیانوس کی موت۔مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے رکنے کے مافوق العادۃ اسباب۔ان کی طبیعی وجوہ۔جو سبب سب سے زیادہ قرین قیاس ہے۔یولیانوس کا زمانہ سلطنت۔یولیانوس قیصر۔ولنطیانوس قیصر روم۔اس کا بھائی ولنس۔ان کا مذہب۔قوم ہن اور قوطہ۔تھیاڈوسیس کی موت۔ولنس کا خاتمہ۔اسکے بعد سے تمام قیصر عیسائی ہوئے۔بت پرستی و یہودیت پران کے علم مظالم۔

قسطنقوس کو مغربی و مشرقی دونون ملکتون پر قابض ہونے کے بعد نظر آیا کہ سلطنت کی پولیٹکل حالت نازک ہو رہی ہے اور ہر طرف سے حملہ آورون کا نرغہ ہے اسکی تنہائی

قسطنقوس کی پریشانی

اور شاہی خاندان کے ختم ہو جانے کا اسے نہایت ملال ہوا۔ ایک طرف سے ایرانی اور دوسری طرف سے مغربی یورپ کے وحشی لوٹیرے دھمکیان دے رہے تھے۔ اور اس سے کوئی تدبیر نہ بن پڑتی تھی۔ کسی معتمد علیہ شخص کو ڈھونڈھتا تھا اور نہ پاتا تھا۔ آخر اُسے یولیانوس یاد آیا جو قسطنطین اعظم کا بھتیجا تھا۔ اور ایک

یولیانوس

عیسائی پادری کی سفارش سے بچ رہا تھا قسطنقوس نے اُسے فوراً بلوا کے امیر لشکر بنایا۔ اور مغربی باغیون کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔

اسکے ابتدائی حالات

یولیانوس آزمید کے مدرسے سے نکل کے آیا تھا۔ اور باوجود کمسنی اور عنفوان شباب کے بڑا لائق و فائق اور بہت ہی شائستہ و سنجیدہ شخص تھا۔ اُس نے جاتے ہی میدان کو باغیون سے صاف کر دیا۔ اور اس ایک ہی لڑائی مین فوج کے لوگ اس کے حسن اخلاق پر ایسے فریفتہ ہو گئے کہ سب نے مل کے کوشش شروع کی کہ اسے قیصر روم بنائین۔ یولیانوس نے بہت انکار کیا۔ بلکہ کہتے ہین رونے لگا۔ مگر گرد و پیش کے لوگون کی دھمکیون سے مجبور ہو کے منظور کرنا پڑا۔ آخر سب لوگ اُسے قیصر بنا کے قسطنقوس کے مقابلے کو لے چلے۔ قسطنقوس کی فوجین یولیانوس کے سامنے صف آرا

وہ قیصر روم قرار پایا

ہوئی تھین کہ قسطنقوس مر گیا۔ اور ۲۱۰ سنہ قبل محمد (۳۶۱ سنہ ع) مین بے لڑے بھڑے تاج شاہی اور تخت قیصری یولیانوس کے ہاتھ آ گئے۔

قسطنطین کے بیٹے عیسائی تھے

قسطنطین اعظم کے تینون بیٹے مذہب عیسوی کے پابند تھے مگر انھون نے بت پرستی کے خلاف کوئی تعصب بھی نہین ظاہر کیا۔ اور اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ قسطنطین نے اپنے زمانے مین قدیم مذہب کو اس قدر دبا دیا تھا کہ اب کسی جدید سخت پالسی کی ضرورت ہی نہین باقی رہی تھی۔ علاوہ برین ان تینون حکمرانون کو سلطنت کے اندرونی اور بیرونی جھگڑون ہی سے اتنی فرصت نہ ملی کہ مذہبی اشاعت کی طرف توجہ

کرتے۔ مگر یولیانوس کی حکومت نے دولت روم مین پھر ایک بڑا بھاری مذہبی انقلاب پیدا کر دیا۔

گذشتہ مسیحی فرمانروائون کی حالت — قسطنطین سے اسوقت تک جو فرمانروا مسیحیت کو ملے۔ یا یون کہنا چاہیے کہ دنیا مین جو سب سے پہلے مسیحی بادشاہ گذرے گو انھون نے دین عیسوی کو پھیلایا۔ بت پرستی کی بیخ کنی کی۔ اور ساری دولت روم مین پادریون کا دور دورہ کر دیا۔ مگر اُن کے ذاتی طرز عمل کو دیکھا جائے تو حیرت معلوم ہوتی ہے خود قسطنطین نے اپنے بیٹے اپنے خسرا اپنی بی بی کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ اس کے بیٹے جو جانشین ہوے اُنھون نے پہلے تو ساری نسل شاہی کا خاتمہ کر دیا۔ پھر آپس مین لڑ لڑ کے ایک دوسرے کی زندگی تمام کی۔ دین ناصری کی طرفداری وہ بیشک کرتے تھے۔ مگر یونان در روم کے وحشیانہ کھیلون اور خود پرستی و عشرت پسندی کی طفلانہ خواہشون مین بھی مبتلا تھے۔ یولیانوس نے اب مذہب کے ساتھ اخلاقی مذاق مین بھی یکایک بہت بڑا انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی۔

یولیانوس کا مذہب — اگرچہ اس کو ایک عیسائی پادری ہی کی سفارش سے نجات ملی تھی مگر کہتے ہین کہ اُس کا پہلا معلم ایک سیتھیا کا رہنے والا یونانی دان تھا۔ وہ فلسفیانہ خیال کا آدمی تھا۔ اور اسی سبب سے دنیا دی سر تون تھیٹرون اور تماشا گاہون کی طرف سے اُس نے یولیانوس کے دل مین نفرت پیدا کر دی۔ ہومر کی شاعری اور یونان کے فلسفہ الٰہی سے اُس کو ماہر کیا۔ چودہ پندرہ برس ہی کی عمر تک وہ تعلیم پانے پایا تھا۔ کہ ملکی انقلاب نے اسے ایشیاے کوچک کے ایک قلعے مین قید کر دیا۔ وہان اُس کی نگرانی کلیۃً عیسائیون کے سپرد تھی۔ اس نئی تعلیم نے اُسے نئی قسم کے مذہبی احکام کا پابند کیا سخت ریاضتین شب زندہ داری۔ روزے رکھنا۔ دیر تک نماز و عبادت مین مشغول رہنا۔ اور شہیدون اور ولیون کی زیارت کو جانا کوئی بات نہ تھی جس کی اُسے تعمیل نہ کرنی پڑتی ہو۔ الغرض چھ سال ان مشاغل مین گذرے جبکہ ہر قسم کی تعلیم سے وہ محروم تھا۔ بیس برس کی عمر مین اسے اس قید سے آزادی ملی۔ تو اُس اگلے علمی ذوق کا یون

وہ بت پرست بنتا ہے

اعارہ ہوا کہ وہ بُت پرستون کے بڑے بڑے علما اور خاصتہً تصوف کا مذاق رکھنے والون سے ملنے لگا۔ اُن لوگون نے اُسے فلسفہ اور یونانی لٹریچر مین ترقی دلانا شروع کی۔ اور آخر وہ افلاطونی الٰہیات کے سب مدارج طے کر گیا۔ اس موقع پر اُسے بعض عجیب و غریب کرشمے دکھائے گئے۔ جنھون نے اُس کے دل پر بڑا اثر کیا۔ مقیموس نام ایک بت پرست عالم اُسے ہقاتؔ[عہ] کے مندر مین لے گیا۔ تھوڑا لوبان جلا کے چند منتر پڑھے اور یکایک یولیانو نے حیرت سے دیکھا کہ دیوی کی مورت ہنس رہی ہے۔ اُس کے علاوہ اُس نے بڑے بڑے علمی شہرون کا سفر کیا اور قدیم مذاق کے فلسفیون مین سے جن جن کی شہرت سُنی اُن کے پاس جا کے رموز حکمت حل کیے۔ اور اندر ہی اندر ایک کامل فلسفی بن گیا۔ اب وہ دل مین پورا فلسفی اور انھین خیالات کے مطابق پورا بت پرست تھا۔ مگر چونکہ اُس کے افعال و حرکات کی نگرانی ہوتی رہتی تھی۔ لہٰذا ظاہر مین عیسائی بنا ہوا تھا۔ فقط نام کے لیے نہین بلکہ بظاہر مسیحی مذہب کے احکام و فرائض کو بھی پوری پابندی سے بجا لاتا تھا۔ قسطنقوس کے مرنے کے بعد جیسے ہی عنان حکومت اُس کے ہاتھ مین آئی اُس نے اپنے دلی معتقدات صاف ظاہر کر دیے۔ اور علانیہ بُت پرست بن گیا۔

اس کے فلسفیانہ خیالات

لیکن فلسفیانہ تعلیم نے اُسے فقط بت پرست نہین بلکہ ایک نہایت ہی عالی دماغ کا محقق اور عجیب قسم کا بےنفس و سادہ مزاج فلسفی بنا دیا تھا۔ دنیاوی نفس پرستیون اور شاہی شان و شوکت کو وہ ہیچ و ذلیل خیال کرتا۔ عالیشان قصر و ایوان، دولت مندی کا سامان عیش و عشرت کی تفرج گاہین اور کھیل تماشے کے مقامات سب اُس کی نظر مین بچون کے کھیل تھے۔ قسطنطین کی بنائی ہوئی عمارتین جن مین نقش و نگار بنانے اور سونا بھرنے کے اعتبار سے بڑے بڑے کمالات معماری دکھائے گئے تھے۔ اس کی نظر مین ذلیل کھلونون سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ اور اس کے اس مذاق کے خلاف یہان اکیلے شاہی محل مین ایسے تکلفات تھے جو شاید دنیا کی

عہ ہقات رومی بت پرستون کی ایک دیوی تھی جسے انگریزی مین [illegible] کہتے ہین عہ گبن

کسی قصر مین نہ ہون گے۔

پہلے قیصرون نے شاہی محل کی کیا حالت کر رکھی تھی

یولیانوس جیسے ہی قسطنطنیہ کے محل مین داخل ہوا اتفاقاً اسے ایک نائی کی ضرورت ہوئی۔ فوراً ایک شخص نہایت ہی اعلےٰ کپڑے پہنے اور بڑی معزز صورت بنائے ہوئے آیا۔ اور سلام کر کے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ یولیانوس نے تعجب سے اُس کی طرف دیکھ کے کہا "مین نائی کو چاہتا ہون۔ وزیر مال کی ضرورت نہین"؛ اس لیے کہ اس معزز شخص کو وہ وزیر مال سمجھا تھا۔ جب معلوم ہوا کہ یہی نائی ہے تو اُس نے حیرت سے دریافت کیا "تم کس قدر ماہوار پاتے ہو" جواب سے معلوم ہوا کہ ایک بڑی مقررہ رقم کے علاوہ اُسے بیس خادمون اور بہت سے گھوڑون کے اخراجات بھی ملتے ہین۔ یہ ایسی باتین تھین جن کو سُن کے یولیانوس حیرت زدہ ہو گیا۔ مگر اس سے بھی زیادہ حیرت اُس وقت ہوئی جب سُنا کہ اسی محل مین ایک ہزار نائی۔ ایک ہزار جام بردار یا ساقی۔ ایک ہزار باورچی اور برسات مین جتنے کیڑے پیدا ہو جاتے ہین اتنے خواجہ سرا بھرے ہوئے ہین۔ اور شاہی حرم سرا کے مصارف فوج کے مصارف سے بھی زیادہ بڑھے ہوئے ہین۔

تخفیف

ان مصارف اور اس قسم کے تمام فضول اخراجات کو اس نے تخفیف مین ڈال دیا۔ مسیحی شہنشاہون کی اس عشرت پسندی نے اُسے دین عیسوی کی طرف سے اور زیادہ بدگمان کر دیا۔ پادری جو زہد و تقویٰ دکھاتے تھے اُس کو وہ ریاکاری خیال کرتا۔ اور خود اپنی یہ حالت کر رکھی تھی کہ کپڑے میلے ہوتے تو چندان پروا نہ ہوتی۔ ناخن بڑھ جاتے

یولیانوس کی سادہ مزاجی

تو اس کی فکر نہ کرتا۔ اسی طرح گذشتہ بادشاہون کے پبلک مشاغل کو بھی وہ حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ مجبوری کبھی تھئیٹر مین لے بھی جاتی تو بدلی دبے توجہی سے دو گھڑی بیٹھ کے اُٹھ آتا۔ خانگی اخلاقی اور ملکی معاملات مین کافی اصلاحین کر کے وہ مذہب کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اپنی مذکورہ بالا پالسی برتنی شروع کر دی۔

وہ ایک نئے مذہب کا موجد ہے

اُس کے مذہب کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مسیحیت کی مخالفت کرنے کی وجہ سے وہ قدیم رومی مذہب کا پابند خیال

کیا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت مین اُس نے اُس مذہب مین بھی بہت سی ترمیمین کرکے ایک نیا مذہب پیدا کیا تھا۔ اس مذہب کی اصلی بنیاد افلاطون کے فلسفۂ الٰہی پر رکھی گئی تھی ایک غیر فانی اور غیر قابل ادراک ہستی تمام عالم کی خالق مانی گئی۔ مگر اس کی عظمت کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ آفتاب کے نورانی جرم کی پرستش کی جاتی۔ جو غیر مادی اور ہمیشہ زندہ رہنے والے خدا کی تصویر قرار دیا گیا تھا۔ سورج کے اس سب سے بڑے دیوتا کے ماتحت ہر قسم کی دیویان اور دیوتا رکھے گئے تھے۔ اور سب کی پرستش جائز تھی۔ تمام کواکب بھی حسب ترتیب و مقدار دیویون اور دیوتاؤن کے مرتبہ پہ بتائے گئے تھے۔ اس کے علاوہ خوابون شگونون بدفالیون اور طرح طرح کی ضعیف الاعتقادیون کو دینی اور مذہبی وقعت دی گئی تھی۔ اس جدید مذہب کے قائم کرنے سے جولیانوس کی اصلی غرض یہ تھی کہ دنیا بھر مین بت پرستی کی جتنی وضعین اور شاخین ہین سب کو ایک بنا کے ایک ہی سلسلہ مین منسلک کر دے۔ اور اس کی حمایت مین دین مسیحی کا خاتمہ کر دے۔

اسکو رونق دیتا ہے	یہ اصول قائم کرکے اُس نے اپنے مذہب کو روم کا قومی مذہب بنانے کی کوشش شروع کی۔ ہر شہر مین اور ہر جگہ چند مندر اُسی گذشتہ شان و شوکت سے تعمیر کرکے پھر مرجع خلائق بنائے گئے۔ جو بت جات منہدم کر دیے گئے تھے ان کی از سر نو تعمیر شروع ہو گئی۔ اور اُن کا صرف ہر جگہ کی مونی سپلیٹیون کے ذمے کیا گیا۔ جن بت خانون کو عیسائیون نے منہدم کیا تھا
عیسائیون سے انتقام	

ان کے عوض مین گرجون اور کنیسون پہ بھاری بھاری جرمانون کا بار ڈالا گیا۔ اور وہ جرمانے اکثر جگہ بڑی سختیون سے وصول کیے گئے۔ مسیحیون کو شکایت ہے کہ اس زمانے مین شاہی ملازمون کی غیر ضروری دست برد سے بھی بہت سے گرجے لٹ گئے۔ ایک بت پرست فلسفی نے ان کارروائیون پر جن الفاظ مین جولیانوس کی تعریف کی ہے ان کا نقل کرنا ہمین مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے "اے عظیم الشان شہنشاہ! تو نے قدیم جمہوری اصول اور تباہ اور مٹی ہوئی نیکیون کو پھر زندہ کر دیا

تو نے علم و فضل کا نور پھر چمکا دیا۔ تو نے صرف یہی نہین کیا کہ فلسفہ کو آزار رسانیون سے بچا لیا۔ جس پر اس سے پیشتر بدگمانی کی جاتی تھی جس کی عزت چھین لی گئی تھی۔ اور جس کا شمار مجرمون مین ہو گیا تھا۔ بلکہ تو نے اُسے حکمرانی کا ارغوانی لباس پہنایا۔ جواہرات سے اُسے آراستہ کیا۔ اور اسے شہنشاہی تخت پر بٹھا دیا۔ اب ہم آسمان کیطرف دیکھ سکتے ہین ستارون پر بے خوف و ہراس غور کر سکتے ہین۔ حالانکہ چند روز پیشتر ہم وحشی چوپاؤن کیطرح سر جھکائے اور اپنے خیالات کو زمین گڑوے ہوسے تھے۔"

مسیحیت کی نسبت یولیانوس کا خیال

یولیانوس کو دین عیسوی کی بجز نمائشی قیاسات دکھانے کے کوشش کیگئی تھی کہ وہ عیسائی بنا لیا جائے اور یہی فوری ترقی حقیقت کا ثبوت قرار دی گئی تھی۔ جس دلیل کو عیسائی آج بھی اکثر پیش کیا کرتے ہین۔ یولیانوس نے اس کا یہ جواب دیا کہ "یہ کامیابیان فقط بیرونی انتظامات اور ظاہری دکھاوے کی وجہ سے ہوئین۔ ورنہ اس دین مین کوئی اندرونی خوبی نہین۔ اور نہ روح انسانی پر اس کا کوئی اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔"

اخلاقی اصلاحین

یہ مذہب قائم کر کے اُس نے بہت سی جدید اخلاقی اصلاحین کین ہر جگہ مسافرون کے ٹھہرنے کے لیے مکانات تعمیر کراے۔ اور اُن کا انتظام مذہبی پوجاریون یا مقتداؤن کے سپرد کیا۔ اُن مین آنے جانے والون کے لیے کھانا مقرر کیا۔ تجہیز و تکفین کے معاملات مین خاص توجہ اور خاص اہتمام کی ہدایتین کی گئین۔ ہر جگہ غریبون کے لیے ایک ٹیکس جاری کیا۔ اور اس کی آمدنی مقدس لوگون کے ذریعے سے تقسیم ہونے لگی۔ اس کے عہد مین ہر ذات اور ہر مذہب کے بیمارون کے لیے دار الشفائین کھولی گئین۔ معابد کے متعلق بھی خاص قسم کے اہتمام کیے گئے۔

بت خانون کی رونق

مندرون مین ہر روز تین دفعہ عبادت کی جاتی۔ یہان عبادت کے ساتھ اعلیٰ قسم کا گانا بجانا ہوتا۔ بھجنون کے لیے خاص دُھنین مقرر ہوئین۔ اور ہر مندر کے متعلق گانے والون کی ایک چوکی مامور تھی۔ مندرون کی انتہا سے زیادہ تعظیم کا حکم دیا گیا۔ اُن مین چیخنا چلانا غیر ضروری باتین کرنا قطعاً ممنوع تھا۔

اسکے سوا مذہبی تعلیم کا جو دراصل فلسفی تعلیم تھی اہتمام کیا گیا۔ جابجا معلم مفتش

فلسفہ کی ترقی

واعظ وغیرہ مامور ہوئے جو افلاطونی فلسفہ کو عام لوگون مین پھیلاتے اور اسی کی مدد سے دلون پر بت پرستی کا نقش بٹھاتے تھے۔ یہ اس قسم کی باتین تھین جن کو زیادہ تر انسان کی انتظامی قوت سے تعلق ہے۔ اور ہر شخص ایسے اصول کو خواہ دوسرون سے لے کے یا بطور خود ایجاد کر کے اپنی قوم مین جاری کر سکتا ہے

عیسائیون کا یولیانوس پر اعتراض

مگر عیسائی انھین امور کی بنا پر کہتے ہین کہ وہ مسیحیون کے اصول کو اپنے مذہب مین داخل کر کے بندر کی طرح عیسائیون کی ہر بات کی نقل کرتا تھا۔ مگر ہمین تو ایسا نظر آتا ہے کہ نقالی مین خود مسیحی جس قدر بڑھے ہوئے ہین شاید دنیا کی کوئی قوم نہ ہوگی۔ یولیانوس نے اگر نقل بھی اتاری تو کلیسا کے چند دنیاوی انتظامات کی۔ اور مسیحی جب قدیم فلسفہ کی نقل اتارنے پر آئے تو اپنے مذہب کی اصلی بنیاد یعنی توحید کو بھی بھول کے افلاطونی تثلیث کے معتقد بن گئے۔ اب اس سے زیادہ نقالی بھلا کوئی کیا کر سکے گا؟

یولیانوس کی خوبیان

ان مسیحی تعصبات کی وجہ سے یہ نہین ہو سکتا کہ یولیانوس کی خوبیان مٹ جائین۔ وہ روم کے اکثر قیصرون سے اچھا تھا۔ اس سے زیادہ علم دوست فرمان روا کبھی تخت روم کو نہین نصیب ہوا تھا۔ اس نے عقلا اور صاحب فضل لوگون کی بیحد قدر و منزلت کی۔ فصحا و بلغا کا اس کے گرد مجمع رہتا۔ اس کے عہد مین شاہی دربار مسخرون اور خوشامدیون سے خالی ہو گیا۔ اور ان کی جگہ دقیقہ سنج اہل علم اور حقیقت شناس فلسفی بادشاہ کے انیس و جلیس بنے۔ اس کی انصاف پسندی و قدر شناسی کی اس قدر دھوم تھی کہ اہل حکمت و معرفت بلاد دور و دراز سے کھنچے چلے آتے تھے۔ اور اس کی قدر دانیون سے اپنے کمالات کی داد پاتے۔ وہ صرف قدر شناس نہ تھا بلکہ بذات خود اتنا

وہ مصنف بھی ہے

بڑا فاضل اجل اور بے بدل محقق تھا کہ اس کے تصانیف آج تک عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہین۔ فلسفیانہ تحقیقون کے علاوہ اس نے مسیحیون کی

تمردید مین بھی تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم کیا تھا۔

اس کا سفر مشرق

تخت نشین ہوے ابھی پورے دو سال نہین ہوے تھے کہ ایرانیون کی فوج کشی کی خبر سن کے یولیانوس کو مشرق کا سفر کرنا پڑا۔ اس سفر مین وہ پہلے انطاکیہ پہونچا جہان مسیحیت کا انتہا سے زیادہ دور دورہ تھا قدیم بتخانے مسمار اور منہدم پڑے تھے۔ اور اُسے یہ دیکھ کے تعجب معلوم ہوا کہ قدیم مذہب کے پیرو عیسائیون کے ہاتھ سے ظلم اٹھا رہے ہین۔ یہ بات اُسے سخت ناگوار گذری۔ جس غصے مین اُس نے انطاکیہ کا گرجا فوراً بند کروا دیا۔ اور ممانعت کر دی کہ اُس مین کوئی نماز نہ پڑھے۔ سچ پوچھیے تو اسی وقت سے اُسے عیسائیون کے خلاف تعصب ہو گیا۔ اور اس بات کی عملی کوشش پر آمادہ ہوا کہ نبی ناصری کا نام لینے والون کے مذہب کو دنیا سے فنا کر دے۔

عیسائیون کے خلاف اس کے تعصب کی ابتدا

یولیانوس بیت المقدس مین

دل مین یہ ارادہ کر کے وہ خاص بیت المقدس مین پہونچا جو ان دنون ایلیا کپیٹولینا کہلاتا تھا۔ اس مین رومیون کی بہت بڑی آبادی تھی۔ اور مسیح کے مقبرے اور ہلینا کی بنوائی ہوئی عبادت گاہون نے عیسائیون کو وہان بے انتہا قوت دیدی تھی۔ پرانے تبرکات اور نئی عمارتون نے اُسے ایک بڑی بھاری زیارت گاہ بنادیا تھا۔ تمام اطراف یورپ اور سواحل بحیرۂ روم سے ہزارہا مخلوق ہرسال زیارت و حج کی غرض سے آتی۔ اور دین عیسوی کی شان و شوکت دکھا کے چلی جاتی۔ اُس کے مقابل غریب یہودیون کو اُس نے نہایت ہی مصیبت زدہ پایا جو چارون طرف سے سمٹ سمٹا کے اب یہان آبسے تھے۔ اور اپنی ہی قوم سے نکلے ہوے ایک فرقے کو اپنے اوپر حکمران دیکھ کے حیرت کرتے ہیکل سلیمانی کے کھنڈرون پر کھڑے ہو ہو کے روتے۔ اور خدا کو یاد کرتے۔ یولیانوس نے یہودیون کو یہان نہایت ہی مظلوم و بیکس پایا۔ جنھین قسطنطین کے عہد کے مظالم نے بالکل تباہ کر دیا تھا۔ اُن کی بے کسی پر اس علم دوست قیصر کو ترس آگیا۔ اور حکم دے دیا

مسجد اقصی کی تعمیر کا حکم

کہ مسجد اقصی کی عمارت اُسی گذشتہ شان و شوکت سے پھر بنا کے طیار کر دی جائے۔ اور ہدایت کر دی گئی کہ اس جدید عمارت کو کم از کم ایسا ہونا چاہیے کہ مسیحیون کے معبدون اور زیارت گاہون سے زیادہ باشان دبار دنق ہو۔ یولیانوس یہ حکم دے کے ایرانی سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور یہان بیت المقدس مین اُس کے حکم کی تعمیل کا اہتمام ہونے لگا۔

اس کے حکم کی اصلی غرض

مسیحی مورخون کا خیال ہے کہ یولیانوس کا یہ حکم فقط اتنی غرض سے تھا کہ یہودیون کی وقعت بڑھا کے اور اُن کا قدیم معبد قائم کر کے عیسائیون کو خاص بیت المقدس مین ذلیل کرے۔ اس بات کو وہ خوب سمجھا ہوا تھا کہ یہودیون کی قوم ایسی سخت ہے کہ ذرا بھی قوت حاصل ہوئی تو عیسائیون کو دبا دے گی۔ بہر تقدیر چاہے جس غرض اور جس پالسی سے ہو یہ حکم دے دیا گیا اور اس کا عجیب اثر ہوا جیسے ہی یہ خبر مشہور ہوئی یہودی اطراف و جوانب سے آنا شروع ہو گئے شاہنشاہی روم کے ہر ضلع اور صوبے سے اسرائیلی

یہودیون کا جوش و خروش

زن و مرد اپنے اصلی مرکز کی طرف دوڑے کہ قومی اقبال کی تصویر کو آنکھون سے دیکھین اور ہیکل سلیمانی کی نئی عمارت سے آنکھون کو نور بخشین یہودیون کی طرف سے اس کام مین ایسی سرگرمی ظاہر ہوئی کہ ہر دیکھنے والا متحیر تھا مرد اپنا مرتبہ اور عورتین اپنی نزاکت بھول گئین۔ انھون نے قومی عزت خیال کر کے چاندی کے بیلچے کدال اور پھاوڑے فراہم کیے اور سب زن و مرد کھڑے ہو گئے

بیت اللہ کی تعمیر شروع ہو گئی

اور تین صدی بیشتر کے منہدم خانۂ خدا کی پھر بنیاد ڈالی گئی۔ قوم یہود کا ہر متنفس ثواب سمجھ کے مزدوری کے لیے بڑھتا۔ اور آزاد مشرب قیصر روم کا شکر گذار ہوتا۔ بنی اسرائیل کے گروہ اس جوش و خروش سے بیت المقدس مین آ کے جمع ہو گئے تھے کہ عیسائی بھی دل مین ڈرنے لگے۔ اور خائف تھے کہ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔

یولیانوس کی موت

اگر عیسائیون ہی کا کہنا سچ ہے۔ خدا ہی کو نہین منظور تھا کہ یہ کام

پورا ہوا۔ یولیانوس ارض مقدس سے آگے بڑھ کے دو ایک لڑائیاں لڑا۔ فتحیابی قریب تھی کہ بیمار ہوا۔ اور افسوس یہی مرض مرض موت تھا۔ اہل فوج اور تمام رومیون کو اُس سے ایسی محبت تھی کہ اُس کے مرنے پر بجز عیسائیون کے کوئی نہ تھا۔ جو نہ رویا ہو اُسکے دم واپسین کے ساتھ روم کے مذہب قدیم کا حامی اور قوم بنی اسرائیل کا ایک زبردست مربی دنیا سے اُٹھ گیا۔ اب کون تھا جو حضرت سلیمان کے معبد کو از سرنو بنا کے کھڑا کرتا۔ عیسائیون کا پورا زور ہوا۔ اور یہودیون کی آرزوئین اُسی طرح خاک کے ڈھیر کی صورت مین پڑی رہ گئین۔عہ

مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے رکنے کے افوق العادۃ اسباب

عیسائیون کو بڑا فخر ہے کہ عین اُسوقت جبکہ یولیانوس کے حکم سے ہیکل سلیمانی کی بنیاد ڈالی جارہی تھی۔ ناگہان ایک زلزلہ آیا طوفانی ہوا کے جھونکے چلنے لگے۔ اور منہدم کھنڈرون سے کسی آتش فشان پہاڑ کیطرح سخت آتش فشانی شروع ہوگئی۔ جس نے اُس تمام نئی بنیاد کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کے پھینکسا دیا۔ اسی واقعے کے متعلق اور بھی بہت سے خلاف فطرت واقعات عیسائیون کی عقیدت مند آنکھون کو نظر آئے۔ کسی نے دیکھا کہ کھنڈرون سے جو شعلے نکلتے ہین وہ صلیبی صورت کے ہوتے ہین۔عہ بعض کی خوش اعتقادی نے اس سے بھی زیادہ تجاوز کیا۔ اور اُن کو کوہ ثوریا کی بلندی پر آگ اور دھوین کے اندر ایک سوار نظر آیا۔عہ اُسی عہد کے ایک بت پرست اور فلسفیانہ مذاق کے مورخ نے اس واقعے کی تصدیق کر کے مسیحیون کے دعوے اور بڑھا دیے ہین۔ آخری دور کے محققین نے یہ قیاس دوڑایا ہے کہ بیت المقدس

ان کے طبعی وجوہ

کے صدہا اور ہزارہا تہ خانے صدیون سے بند پڑے تھے اور اُن مین بہت ہی سخت اور خوفناک گیس بھر گیا تھا۔ اور تعمیر کی ضرورت سے جیسے ہی زمین کھودی جانے لگی یکایک وہ گیس نکل پڑا۔ اور وہی حالت ہوگئی جو کسی آتش فشان پہاڑ کی ہوتی ہے۔ مگر اس قسم کی باتین بھی مسیحیون کی طرفداری ہی مین کہی جاتی ہین۔ قیاس غالب یہ ہے۔ کہ متعصب مسیحیون نے جن کو سخت اندیشہ تھا کہ یہ معبد بن گیا تو دین عیسوی کی ساری

عہ گبن عہ تاریخ یہود مصنفہ ملمین عہ گبن۔

جو سبب زیادہ قرین قیاس ہو | رونق مٹ جائے گی۔ اندر ہی اندر پوری چالاکی اور خفیہ تدابیر
سے کام لے کے اسرائیلیون کو ضرر پہونچایا۔ اُن کو یہ پوری طرح معلوم تھا کہ شہر بیت المقدس
کے نیچے ہی نیچے تہ خانون کا سلسلہ دور دور تک چلا گیا ہے۔ باروت اور کبریتی اڑدن
کے بچھانے کا استعمال بیت المقدس والون کو صدیون پیشتر سے معلوم تھا جیسا کہ کئی مرتبہ
طیطوس وغیرہ کے زمانے مین ظاہر ہوا۔ انھین باتون سے پوشیدہ طور پر عیسائیون
نے فائدہ اُٹھایا۔ یہودی اور رومی ادبیر کھڑے تعمیر کا اہتمام کر رہے تھے اور وہ
نیچے باروت اور گندھک وغیرہ کے ڈھیر لگا رہے تھے۔ اور جب خوب اچھی طرح
باروت بچھادی تو یکایک آگ تہ خانون مین لگا کے الگ ہو گئے۔ اور یہودیون کے ذلیل کرنے کے
ساتھ اپنی حقیت کا ایک عظیم الشان معجزہ بھی دنیا کو دکھا دیا۔ یہ ہمارا ہی خیال نہین
بلکہ بعض عیسائی مورخون کو بھی اس کا احتمال ہوا ہے۔ یولیانوس کے حالات

یولیانوس کا زمانۂ سلطنت | اور کارنامون سے خیال ہوتا ہے کہ غالباً اُس نے ایک
مدت دراز تک سلطنت کی ہو گی۔ مگر نہین اُسے حکمرانی کو بہت ہی تھوڑا زمانہ ملا
سنہ ۲۱۱ قبل محمد (سنہ ۳۶۱ع) مین وہ تخت سلطنت پہ بیٹھا تھا اور سنہ ۲۰۹ قبل محمد (سنہ ۳۶۳ع)
مین آغوش لحد کے سپرد کیا گیا۔ اس کے بعد یہ بڑی دشواری پیش آئی کہ خاندان شاہی
مین سے کوئی شخص نہین باقی رہا تھا جو تخت قیصری کے لیے منتخب کیا جاتا۔ لوگون نے
پہلے ساکسطوس نام ایک رومی سردار کو قیصر بنانا چاہا مگر اُس نے اتنی بڑی ذمہ داری
کا بار اپنے سر لینے سے انکار کیا تب سب نے یویانوس[عہ] نام ایک اور سردار کو منتخب
کر لیا۔

یویانوس | یویانوس قیصر یولیانوس کے خلاف مذہب عیسوی کا پابند تھا۔ لہذا اُس نے
تخت پر قدم رکھتے ہی اُسی قسم کے احکام جاری کر دیے جن کی ایک مسیحی فرمانروا
سے امید کی جا سکتی تھی یعنی بت پرستون کی طرفداری اور مسیحیت کے روکنے کے متعلق

عہ تاریخ بیت المقدس مصنفہ والٹر بزنٹ و پامر
عہ یویانوس کو انگریزی مین جودین کہتے ہین۔

جتنے احکام جاری تھے سب منسوخ کر دیے گئے۔ اور یہودیون کو اپنی چند روزہ اور بے نتیجہ خوشی کا یہ خمیازہ بھگتنا پڑا کہ اس عہد مین انھین اپنے شعائر دینی کے ظاہر کرنے کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ لیکن یُویانوس کو یہ احکام جاری کیے چند ہی روز ہوے تھے کہ ایک طرف طرابلس غرب وغیرہ مین باغی اُٹھ کھڑے ہوے۔ اور دوسری طرف شاپور ذی الاکتاف کی فوجین بڑھنے لگین۔ کمزور اور بزدل قیصر نے ایرانیون سے دب کے صلح کر لی۔ جس کے

وہ مار ڈالا گیا

بعد ایک دن اپنے بچھونے پر مرا ہوا ملا۔ مورخین کا خیال ہے کہ ایرانیون کا دباؤ مان کے اُس نے دولت روم کو جو ذلت دی تھی اسی کے انتقام مین کسی منچلے رومی نے خوابگاہ مین گھس کے اُسے مار ڈالا اس طرح تخت نشینی کے چند مہینون ہی کے بعد اُس نے

ولنطیانوس قیصر اور اس کا بھائی ولنسوس

کسی دوسرے جانشین کے لیے جگہ خالی کر دی۔ یُویانوس کے بعد لوگون نے ولنطیانوس[عہ] نام ایک ور سردار کو قیصر بنایا۔ اس نئے قیصر نے اپنے بھائی ولنسوس[عہ] کو بھی شریک سلطنت کر لیا۔ وہ خود مغربی حصۂ سلطنت مین اور ولنسوس مشرقی حصے مین حکومت کرتا تھا۔ یہ دونون قدیم رومی مذہب کے پابند تھے۔ لہذا ان کے زمانے مین بھی مسیحیت

ان کا مذہب

کو ایک حد تک ضرر پہونچا۔ مگر اصل یہ ہے کہ ولنطیانوس نے مسیحیت سے زیادہ ضرر خود اپنے دین کو پہونچا دیا۔ کیونکہ اس نے جادوگرون کے استیصال کی کوشش کی اور جادوگری کو قدیم مذہب سے زیادہ تعلق تھا۔ چنانچہ جادوگرون کے ساتھ ساتھ بت پرستی کو بھی نقصان پہونچتا رہا۔

قوم ہن اور قوط

اُن دنون وحشی قومون کے حملے دولت روم کو تباہ کر رہے تھے۔ قوم ہن جس لقب سے آج کل غصے مین اکثر انگریز جرمنی کے لوگون کو یاد کرتے ہین شمالی و مشرقی ایشیا سے ایک ٹڈی دل کی طرح آ گری تھی۔ ان لوگون نے بڑھتے ہی اہل قوط (گاتھ) کو دبایا جو انھین کے سے وحشی تھے اور اُن سے پیشتر دولت روم کے اطراف و جوانب مین مختلف اضلاع پر متصرف ہو گئے تھے۔ ہن لوگون کے سیلاب سے پریشان ہو کے اور ان سے شکست کھا کے قوط اضلاع روم مین گھسے اور دولت

عہ ولنطیانوس Valentinian عہ ولنسوس Valens

قیاصرہ کا ملک بٹانے لگے۔ مین جس زمانے مین کہ دولت روم کی یہ نازک حالت ہو رہی تھی ولنطیانوس قیصر ۱۹۶ سنہ قبل محمد (۳۷۵ سنہ ع) مین مرگیا۔ اور اس کے چند ہی روز بعد قوطہ لوگون کا حملہ ولنسوس کی فوجون پہ ہوا ۱۹۳ سنہ قبل محمد (۳۷۸ سنہ ع) مین شہر اڈریانوپل کے قریب بہت بڑی لڑائی ہوئی۔ جس مین قوطہ نے ایسے سخت حملے کیے کہ بہت سا رومی لشکر تباہ ہو گیا۔ اور خود قیصر بھی زخمی ہوا شکست خوردہ رومی اپنے زخمی بادشاہ کو میدان سے نکال کے ایک پناہ کی جگہ لے آئے۔ مگر اہل قوطہ نے وہان تک بڑھ کے آگ لگا دی۔ اور ولنسوس جہان چھپا بیٹھا تھا وہین جل کے خاک سیاہ ہو گیا۔

ولنطیانوس کی موت

ولنسوس کا خاتمہ

اس کے بعد سے تمام قیصر عیسائی ہوے

ولنسوس کے بعد دولت روم چار مختلف قیصرون مین بٹ گئی مگر اب ہمین اس ملک کی تاریخ سے زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہین۔ اس لیے کہ اس کے بعد سے تخت و تاج روم علی العموم عیسائیون ہی کے قبضے مین رہا جن کے تعصب نے قدیم بت پرستی کا کلیتہ خاتمہ کر دیا۔ اور یہودیون پہ علی الاتصال ایسے ایسے مظالم کیے کہ شاید دنیا کا کوئی حصہ کم باقی رہا ہو گا۔ جہان بھاگ بھاگ کے اُنھون نے جان نہ بچائی ہو۔ یہودیون کا مذہب نہایت ہی مضبوط اور الہامی مذہب تھا یہ بات تو عیسائیون کے امکان سے باہر تھی کہ قدیم رومی مذہب کی طرح اس دین کو بھی صفحۂ دنیا سے مٹا دیتے۔ خاص بیت المقدس اور تمام اضلاع شام مین مذہب یہود کے فنا کر دینے کی مسلسل کوششین خاص اہتمام سے ہوتی رہی۔ مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ ہان یہ البتہ ہوا کہ اس غیر ممکن الحصول ارادے کی وحشیانہ کوششین بدنما داغ بن کے تاریخون کے صفحون پہ باقی رہ گئین۔

بت پرستی اور یہودیت پہ ان کے عام مظالم

باب ہیجدہم

مسیحیت ہی اصلی باعث زوال روم تھی

عیسویت نے دولت روم پر کیا اثر ڈالا۔ اسباب زوال دولت روم۔ اصلی سبب قومی مذہب کا بدل جانا تھا۔ پرانا مذہب اور اس کے اصول۔ قلمرو روم مین بت پرستی کے مختلف مذاہب۔ وہ سب متفق کیے جا سکتے تھے۔ فلسفیانہ اختلافات۔ ان کی بے شری مسیحیت سے ہر جگہ جھگڑے پیدا ہو گئے۔ اس مذہب سے بڑی کوئی مصیبت روم پر نہین پڑی تھی۔ عیسائیون نے رومیون کو تعصب سکھایا۔ ملکی انتظام کی طرف سے اُن کا خیال پھیر دیا۔ سلطنت کو خود اپنی رعایا سے بدگمان کر دیا۔ مسیحیت نے حکمران ہو کے کیا کیا۔ مذہب کے ساتھ ہر چیز بدل دی۔ پوری رعایا کے عیسائی ہو جانے کے بعد کیا ہوا۔ مذہب کی اندرونی تفریقین۔ قدیم مذہب بہادری سکھاتا تھا۔ عیسویت لڑائی کو حرام بتاتی تھی۔ مسیحی فوجی خدمت کو بھی ناجائز بتاتے تھے۔ ایسا عقیدہ حکمرانی کے لیے مناسب نہین۔ لڑائی مجبوراً جائز کی گئی۔ آب بھی مذہبی خوبی ترک دنیا مین تھی مسیحیت نے بہادری کی آگ بجھا دی۔ اُس نے حکومت لی۔ مگر سنبھال نہ سکی۔ مذہبی نقصانات کے مٹانے کی کوشش۔ عیسویت کے لیے جو شریعت تھی اُسے خود عیسائیون نے چھوڑ دیا مذہبی کونسلین۔

عیسویت نے دولت روم پر کیا اثر ڈالا

اب ہم اس زمانے کے قریب پہونچ گئے ہین۔ جبکہ مسیحیون کی موجودہ الہامی کتاب یعنی کتاب عہد جدید کو مسیحی دنیا مین عام مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور اسی وجہ سے ہمین اس کے مفصل حالات بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر اس بحث کے اٹھانے سے پیشتر ہم اتنی بات اور بتا دینا چاہتے ہین کہ دین عیسوی نے دولت روم کا عام اور حکمران مذہب بن جانے کے بعد اس پر کیا اثر ڈالا؟ اور اُسے کیا فائدہ پہونچایا؟ ہمارے قدیم مذاق کے لوگون کو ایسی بحثون مین زیادہ مزہ نہین آتا۔ لیکن موجودہ محققین کے نزدیک یہی امور تاریخ کی اصلی غایت ہین صرف واقعات کے جمع کر دینے کو موجودہ زمانہ افسانہ گوئی سے زیادہ وقعت نہین دیتا

اور بیشک ہے بھی ایسا ہی۔ دراصل اسی قسم کی بحثون سے ہمین کسی چیز کی بُرائی یا بھلائی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہم اس وقت دین عیسوی کی حالت پر بحث کر رہے ہین۔ اور ہمارا مقصود ہے کہ اس پر ایک سچا اور مفصل ریویو لکھین اس غرض کے لیے بجاے اس کے کہ ہم عیسائی بادشاہون کے کارنامے بیان کرین اور اُن کے زمانون کی تصویر ناظرین کے سامنے پیش کرین یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ دولت روم کی عام حالت پر نظر ڈال کے مقابلہ کرین کہ جب وہ قدیم مذہب کے فرمان رواؤن کے زیر فرمان تھی تو کس حالت مین تھی اور جب عیسائی شہنشاہون کا تسلط ہوا تو اس کی کیا کیفیت ہو گئی سلطنت روم کے ان دونون زمانون کا مقابلہ کرنے سے صاف نظر آ سکتا ہے کہ دین عیسوی نے انسانی تمدن پر مفید یا غیر مفید کیسا اثر ڈالا۔

اسباب زوال دولت روم دولت روم کے زوال و اسباب پر مسٹر گبن نے ایک ایسی کتاب لکھ دی ہے جو مورخین کی دنیا مین نہایت ہی ادب کی نگاہون سے دیکھے جانے کے قابل ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ اس نوعیت کی کوئی کتاب زمانے کو اس وقت تک نہین نصیب ہوئی۔ گبن کی تحقیق مین اہل روم کا اخلاقی بگاڑ اور دین عیسوی۔ پھر اس کے ساتھ ہی ساتھ وحشی قومون کے حملے اور سب کے آخر مین اسلام کا عروج و اقبال اس عظیم الشان اور مہذب سلطنت کے لیے باعث زوال ہوا۔ اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ ان سب اسباب نے دولت روم کے زوال مین حصہ لیا ہے۔ لیکن اس سلطنت کے زوال کا **اصلی سبب قومی مذہب کا بدل جانا تھا** اصلی سبب وہان کے قومی مذہب کا بدل جانا اور دین مسیحی کا رواج پذیر ہو جانا تھا۔ اہل اسلام بھی ایک کتابی مذہب کو بت پرستی پر ترجیح دین گے بلکہ کہا جاے گا کہ جن دنون قیاصرۂ روم نے اس مذہب کو اختیار کیا ہے ان دنون یہی مذہب خدا کا سچا اور واجب الاتباع دین تھا۔ ممکن ہے کہ مبلغان دین مسیحی نے ان دونون روم و یونان کی کسی قدر روحانی اصلاح کر دی ہو۔ مگر تمدنی حالت کی نسبت تو تاریخی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیحیت نے بالکل تباہ کر دی تھی قطع نظر اس کے ہم روم کی عیسویت کو اس زمانے مین بھی سچی مسیحیت نہین تسلیم کرتے۔

پرانا مذہب اور اس کے اصول

پرانا مذہب روم کا قومی مذہب تھا۔ وہ شہر روم کے آباد ہونے کے ساتھ ہی شروع ہوا تھا۔ لہذا ضرور تھا کہ روم بھی اس کے ساتھ ختم ہو جائے۔ اس کے پیرو اپنے دار السلطنت اور اپنے فوجی جھنڈے کی پرستش کرتے اور اپنے بہادرون اور ناموروں کو دیوتا بنا بنا کے پوجتے تھے اس مذہب کی بنیاد ہی اس امر پر ڈالی گئی تھی کہ قوم خود قوم کی پرستش کرے جو بہادر اور فلسفی ملک و قوم کو فائدہ پہونچا کے مرجاتے دیوتا بنتے اور اُن کے کارنامے الوہیت کا جامہ پہنا کے قوم کے سامنے پیش کیے جاتے۔ بعد کے لوگون کو ان کے کارنامون سے اپنی ترقی کا راستہ ملتا۔ صرف دنیاوی راستہ نہین بلکہ ان کا مذہب ہر وقت ان کے سامنے ایک آسمانی سیڑھی موجود رکھتا جس پر چڑھ کے وہ اپنے اعتقاد کے مطابق آسمان پر جا پہونچتے اور دیوتاؤن مین مل سکتے تھے۔ دیوتاؤن کی یادگار بہادری اور جوش کی اعلی مثالین ہمیشہ اُن کے پیش نظر رکھتی اور ملک و قوم کی حمایت مین جان دینا وہ اپنے دین و دنیا کا حاصل سمجھتے۔

قلمرو روم مین بت پرستی کے مختلف مذاہب

پھر اتنے بڑے دینی و قومی جوش کے ساتھ ان مین مذہبی تفریقین نہ تھین ایک ہی مذہب اور ایک ہی قسم کی بت پرستی تھی جو ساری قوم روم کا معتقد علیہ تھی۔ زیادہ جستجو سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف چار قسم کی بت پرستیان اُن دنون رومیون کی قلمرو مین تھین ایک تو سب سے پرانی مصریون کی بت پرستی۔ دوسری یونانیون کی۔ تیسری قرطاجنہ کی۔ چوتھی خود رومیون کی۔ مصریون کا مذہب رومیون سے پہلے ہی یونانیون کے فتوحات کے زمانے مین بالکل فنا ہو چکا تھا۔ ان کے دیوتا اور اُن کی دیویان صرف کہانیون مین رہ گئی تھین۔ اُن کے مندر اُجاڑ اور ویران پڑے تھے۔ اور سارا مصر رومی مذہب کا معتقد تھا۔ اگرچہ چند لوگ اپنے قدیم دیوتاؤن کو مانتے بھی تھے تو وہ کسی شمار مین نہ تھے۔ قرطاجنہ کے مذہب کو رومیون کی فتوحات نے مٹا دیا تھا صرف یونانی اور رومی دو مذہب رہ گئے تھے جن کا امتزاج اس خوبی سے ہو گیا کہ گویا وہ سب متفق کیے جا سکتے تھے کوئی اختلاف ہی نہ تھا۔ اول تو روم کا مذہب یونانیون ہی کے مذہب سے نکلا تھا مگر جب یہ طرز عمل جاری ہو گیا کہ رومی یونان کے دیوتاؤن کو اور یونانی روم کے

دیوتاؤن کو بے تکلف پوج لیتے تو اگر کوئی اختلاف تھا بھی تو کالعدم ہو گیا۔ اور اگر بالفرض اب بھی کسی قسم کا جھگڑا باقی تھا تو اہل یونان و روم کے عقائد ایسے تھے کہ بآسانی دور کیا جا سکتا تھا۔ یوکیانوس قیصر نے جب بت پرستی کو باضابطہ بنا کر ایسا وسیع مذہب بنایا کہ ہر قسم کی بت پرستی اس کے اندر شامل ہو گئی تو کسی گروہ اور کسی قوم نے اس سے اختلاف نہین کیا۔ سب نے بالاتفاق اس کی کوششون کو پسند کر لیا۔ اور اس کی خوبیون کے معترف ہو گئے۔ اگر سچ پوچھیے تو اُن تمام بت پرستیون کا ماحصل "ناموری اور ناموس پرستی" تھا۔ جس سے شجاعت۔ سپہگری۔ قومی محبت اور وطنی جوش کے پیدا کرنے مین بڑی مدد ملتی تھی۔

فلسفیانہ اختلافات اس مین شک نہین کہ ان مین وقتاً فوقتاً مختلف فلسفی پیدا ہوتے اور مسائل الٰہیات اور اخلاق و عادات کے متعلق نئے خیالات اور نئے اصول پیش کرتے مگر بت پرستون مین اُن کے قوانین و اصول ہمیشہ قبول کر لیے جاتے تھے۔ اور اگر

ان کی بے شری کسی گروہ کو اختلاف ہوتا تو اس مخالفت مین تعصب نہ ہوتا تھا۔ مسیحیت کے ظہور سے پہلے روم و یونان والون مین مذہبی اور اخلاقی مسائل کے متعلق نہ کبھی متعصبانہ جھگڑے ہوے تھے اور نہ ایسی باتون پر کبھی تلوار کھنچی تھی۔ وہ صاحب علم مخالف کی بھی قدر کرتے۔ اور قومی و ملکی امن و امان مین کبھی خلل نہ پڑنے دیتے۔ یہی چیز تھی جس کی بدولت سلطنت روم نے جتنی عمر پائی اور کسی سلطنت کو نہین نصیب ہوئی۔ یہودی غیر ملکی تاجرون اور سیاحون کی طرح البتہ ان کے ممالک مین پھیل گئے تھے۔ لیکن چونکہ وہ کسی کو اپنے مذہب مین نہ لیتے تھے۔ لہذا ان کی وجہ سے بھی کبھی کسی قسم کا فتنہ نہین پیدا ہوا۔

مسیحیت سے ہر جگہ جھگڑے پیدا ہو گئے　ناگہان اس امن و امان۔ اس خاطر جمعی و خاموشی کو مسیحیت نے نمودار ہو کے توڑا۔ جس کے ظہور کے ساتھ ہی ہر جگہ فتنہ اور فساد اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر شہر اور ہر گاؤن مین مذہبی اختلافات پر لڑائیان ہونے لگین۔ انھون نے خود ہی تعصب نہین کیا بلکہ یہ تالیف اور

اس مذہب سے بڑی کوئی مصیبت روم پر نہین پڑی تھی

اخلاق کش مرض رومی و یونانی بت پرستون کو بھی سکھا دیا۔ رومیون پر یہ تھی اور نہایت ہی خطرناک مصیبت تھی۔ اس سے پہلے وحشی لوٹیرون نے حملے کیے تھے۔ مگر اُن سب جنگلی قومون کا روم کے مقابلے مین ہمیشہ یہی نتیجہ ہوا کہ چند روز زور و شور دکھا کے دب گئین۔ اور روم ویسا ہی با عظمت و جبروت بنا رہا۔ دولتمندی و عشرت پسندی نے خود رومی شرفا کے اخلاق پر بھی بُرا اثر ڈالا تھا مگر جب کوئی لائق جری اور بیدار مغز قیصر ہوا اُس نے قومی اصلاح کر لی۔ اور گذشتہ شوکت و اقبال کا پھر سمان دکھائی دیا۔ مگر مسیحیت ایک ایسی چیز تھی جو کسی حملے آور کی حیثیت سے نہین بلکہ کسی اندرونی بلا کی طرح نمودار ہوئی۔ اور وبائی امراض کی طرح رومیون کے گھرون تک مین پہونچ گئی۔ خلاصہ یہ کہ ہر مصیبت اور خرابی کا کوئی علاج ہو سکتا تھا۔ اور اس تازہ بلا کے دور کرنے کی کوئی تدبیر نہ تھی

عیسائیون نے رومیون کو تعصب سکھایا

ابتدائی تین سو سال تک جب تک کہ رومی دین مسیحی کے پیرؤون پر ظلم کر رہے تھے مسیحیت نے اپنی کمزوری کی مخالفت سے رومیون مین تعصب پیدا کیا اور روز بروز اُن کو غصہ دلایا۔ اُن کے خیالات کو زیادہ تر

ملکی انتظام کی طرف سے ان کا خیال پھیر دیا

اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اور رعایا کے ساتھ حکمرانون کی توجہ بھی ملکی انتظام اور سرحدی حفاظت کی طرف سے ہٹ گئی۔ اب اُن کو عیسائیون کا فتنہ دور کرنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ بغیر کسی سخت مجبوری کے دیگر معاملات کا خیال ہی نہ کرتے تھے۔ ان مذہبی جھگڑون سے صرف اسیقدر نہین ہوا بلکہ اسی تعصب کی

سلطنت کو خود اپنی رعایا سے بدگمان کر دیا

بدولت جو اُنھون نے عیسائیون سے سیکھا تھا انھین خاص اپنی رعایا کے زیادہ حصے پر بدگمانی کرنی پڑی۔ جس کی وجہ سے عام بددلی پھیلی۔ اور ساری قوم کے دل بٹ گئے۔ نہ وہ اگلی یکسوئی ہی باقی رہی اور نہ وہ یکدلی۔

مسیحیت نے حکمران ہو کے کیا کیا

اس کے بعد جب عیسویت تخت قیصری پر جا پہونچی تو اور خرابیان پیدا ہوئین۔ سرحدی حفاظت اور بیرونی حملون کا روکنا درکنار خود ملک مین ہر جگہ اور ہر طرف قتل و خونریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ بیچارا مذہب جو نا معلوم زمانے سے

سارے ملک مین پھیلا ہوا تھا مٹایا جانے لگا۔ اور افسوس یہ ہے کہ یہ پالسی بھی یکسان طور پر قائم نہ رہ سکی۔ سلاطین چونکہ کبھی عیسائی ہوتے تھے اور کبھی بت پرست لہذا مختلف اور متضاد حالتین نظر آتین۔ کبھی تبخانے منہدم ہونے لگتے۔ اور کبھی گرجے۔ کبھی بت پرستون پر آفت آتی اور کبھی عیسائیون پر۔ اس بدعملی اور دو رخی حالت نے ملکی سلطنت کو اور تباہ و برباد کر دیا۔ ان انقلابات نے نہ وہ دار السلطنت ہی باقی رکھا جو دیوتاؤن کا بڑا استھان تھا۔ اور جس کی پرستش کی جاتی تھی اور نہ وہ عقابی جھنڈا جو ایک حیثیت سے قوم کا مقدس دیوتا تھا۔

مذہب کے ساتھ ہر چیز بدل دی

یہ زمانہ بھی گذر گیا۔ اور وہ زمانہ آیا جبکہ روم کے بادشاہون کے ساتھ رعایا بھی کلیۃً عیسائی تھی۔ اب چونکہ دین عیسوی فتح پا چکا تھا۔ لہذا چاہیے تھا کہ پوری طرح امن و امان قائم ہو جاتا۔ مگر نہین عیسائیون مین صدہا اندرونی فرقے تھے۔ اور سب مین انتہا سے زیادہ تعصب تھا۔ آپس مین لڑتے بھڑتے تھے۔ ایک دوسرے کے خون سے ہاتھ رنگتے تھے۔ اور دماغ پریشان کرنے والے لاینحل اور فضول خیالات کے سوا ملک کی مین کبھی کوئی ایسا مسئلہ پیدا ہی نہ ہونے دیتے تھے۔ جس کو تمدن پالٹکس اور سلطنت کی بنیاد مضبوط کرنے سے تعلق ہو۔ پہلے تثلیث کے متعلق جھگڑے تھے۔ اور جب زبردستیون اور جبر و اکراہ سے تثلیث منوا بھی لی گئی تو اسی تثلیث کے ماتحت یہ اختلافات پیدا ہوئے کہ تینون خداؤن کا جوڑ توحید کے ساتھ کیونکر بٹھایا جائے۔ یہ ایسی فضول باتین تھین جن کو سمجھتا تو کوئی نہ تھا۔ مگر بے سمجھے ایک دعوی پیدا کرتا۔ اور پھر تعصب کے ساتھ کوشش کرتا کہ ساری دنیا بھی اس کو بے سمجھے مان لے۔ اسی قسم کے اور مذہبی جھگڑے تھے جن کے لیے عیسائی حکومت کی کوششون کا نتیجہ تھا بہت سی کونسلین طلب کی جاتین اور ان مین عیسائی پادری عجیب قسم کی بحثین کرتے۔ اور کوشش کرتے کہ اگر ان کو بات کہدین تو دوسرون سے بھی منوا کے چھوڑین پھر لطف یہ کہ روح القدس ہر مقدس شخص کے سر پر اتر کے ایک نیا اصول بتاتی اور

پوری رعایا کے عیسائی ہوجانیکے بعد کیا ہوا

مذہب کی اندرونی تفریقین

قوم و ملک میں روز ایک نیا فتنہ برپا کرتی۔ لیکن سب سے زیادہ مضرت

قدیم مذہب بہادری سکھاتا ہے جو دین عیسوی سے دولت روم کو پہونچ رہی تھی۔ وہ

یہ تھی کہ جو مذہب فنا کیا گیا وہ تو بہلواتی اور زور آزمائی کو اپنے بزرگوں اور دیوتاؤں کی سنت سمجھتا تھا۔ اور اس کی جگہ جو نیا مذہب قائم ہوا اس میں اس وقت تک لڑائی کلیتہً حرام تھی۔ اس سے بحث نہیں کہ باہمی مذہبی جھگڑوں کے وقت جوش میں آکے خود مقتدایان دین عیسوی کسی کو قتل کر ڈالیں۔ مگر حضرت مسیح کے ارشاد کے مطابق مذہبی عقیدہ یہی تھا کہ "جو تلوار اُٹھائے گا وہ تلوار ہی سے مارا جائے گا"۔ ابتدائی کئی صدیوں تک مسیحی کلیسا

عیسویت لڑائی کو حرام بتاتی تھی لڑائی کو قطعاً حرام سمجھتا رہا۔ اوریجین[عہ] کا دعویٰ تھا

کہ "فوجی خدمت دین مسیحی کے خلاف ہے"۔ لیکٹینٹس[عہ] صاف کہتا ہے کہ اس الہامی فیصلے میں بالکل چون وچرا نہیں ہو سکتا کہ تو کسی کو قتل نہ کر انسان ایک مقدس ہستی ہے اور اس کی جان لینا ہمیشہ جرم ہے"۔ سب سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ اس کی مخالفت طرطولیان[سے] نے کی ہے۔ وہ کہتا ہے "تو اب تم لوگوں کو سپہگری کا پیشہ اختیار کرنے کی اجازت دوگے جبکہ خود نجات دلانے والے (مسیح) کا قول ہے جو تلوار ہاتھ میں لے گا تلوار ہی سے مارا جائے گا؟ تو وہ جسے ایسے ذرائع معاش منع کیے گئے ہیں اور جو امن ہی کا بیٹا ہے وہ لڑائی کا کام کرے گا؟ وہ جسے خود اپنی اذیتوں کا انتقام لینا منع ہے وہ دوسروں کو پابزنجیر اور اسیر بنائے گا اور انھیں ایذاؤں اور موت کے حوالے کرے گا؟"

عہ اوریجین Origen اسکندریہ کے چرچ کا بڑا فاضل سردار تھا جو ۳۳۵ قبل محمد (۱۸۵ء) میں پیدا ہوا۔ اور ۳۱۷ قبل محمد (۲۵۳ء) میں اُس نے وفات پائی (تحقیق اناجیل مصنفہ محمد صادق علیخاں)

عہ لیکٹینٹس Lactantius ایک بڑا لاطینی مصنف جو چوتھی صدی عیسوی میں گذرا ہے (تحقیق اناجیل مصنفہ محمد صادق علی)

سے طرطولیان Tertullian بڑا مسیحی فاضل ہے جو ۴۱۰ قبل محمد (۱۶۰ء) میں پیدا ہوا اور ۳۴۰ قبل محمد (۲۲۰ء) میں اس نے وفات پائی (تحقیق اناجیل مصنفہ محمد صادق علی)

مسیحی فوجی خدمت کو بھی ناجائز سمجھتے تھے

ہمین ملت عیسوی کے اُن نامور بزرگون کے اقوال نقل کرنے کی بھی چندان ضرورت نہین۔ ہم کو اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ بہت سے عیسائیون نے مرجانا گوارا کیا اور یہ نہ پسند کیا کہ فوجی ملازمت اختیار کرین۔ اور ان کو اپنی اسی مذہبی ضد کی بدولت شہدا مین داخل ہونے کی عزت حاصل ہوئی۔ سینٹ مقسی میلیان^ع ایک فوجی سپاہی کا بیٹا تھا۔ اور جب ۳۲۷ قبل محمد (۲۹۵ء) مین اُسے قیصر روم کیطرف سے اپنے باپ کی جگہ فوج مین داخل ہونے کا حکم ہوا تو اُس نے بڑی آزادی اور دینی غرور کے ساتھ جواب دیا "مین ایک مسیحی شخص ہون۔ اور یہ بُرا کام تو مین نہین کر سکتا۔" اُس کے اس عذر کی نہین سماعت ہوئی۔ اور سختی سے حکم ہوا کہ فوجی خدمت اختیار کرے۔ مگر وہ اپنے عقیدے مین اتنا مضبوط تھا کہ شاہی حکم سے قتل ہوا اور وہ شہیدون مین مل گیا۔ لیکن تلوار ہاتھ مین لینا نہ گوارا کیا۔ اسی قسم کے

ایسا عقیدہ حکمرانی کے لیے مناسب نہین

اور بھی بہت سے واقعات ہین۔ یہ ایسا عقیدہ ہے جو کسی قوم کو ایک گھڑی کے لیے بھی حکمران نہین رکھ سکتا۔ اور اسی وجہ سے جب دین عیسوی عنان حکومت ہاتھ مین لینے کے قریب پہونچا تو قسطنطین اعظم کو خواب

لڑائی مجبوراً جائز کی گئی

دکھایا یا حضرت مسیح کو اُس کے خواب مین آ کے اپنا پہلا حکم منسوخ کرنا اور یہ بتانا پڑا کہ "صلیب کو ہاتھ مین لے کے لڑائی شروع کر دے"۔ اب اگرچہ مسیحیت نے جنگجوئی گوارا کر لی تھی۔ لیکن اب بھی مذہبی فتوی یہ تھا جو سینٹ اغسطین^ب کی زبان سے ظاہر ہوا کہ "جو لڑائی کا خیال کر سکتا ہے اور بغیر دل پر بڑا صدمہ اُٹھائے اُس کی تائید کر سکتا ہے وہ درحقیقت وہ انسانی روشن ضمیری کی دنیا مین گویا مر گیا۔ مجبوراً اس کی ضرورت ہو کہ لڑائی گوارا کی جائے۔ مگر دل مین ہمیشہ صلح ہی کا شوق رہے۔

ع سینٹ مقسی میلیان Saint Maximilian ب سینٹ اغسطین Saint Martin of Tours ملک پانونیا Pannonia مین ۳۱۶ قبل محمد (۲۵۴ء) مین پیدا ہوا۔ مسیحی ہونے کے بعد شہر ٹور کا بشپ بنا اور ۲۲۴ قبل محمد (۳۹۷ء) مین اس نے انتقال کیا۔ ۵ کتاب شولری مصنفہ لیون گاٹیر۔ عیسویت اور سپہگری کے تعلقات کے متعلق سب باتین اسی کتاب سے لی گئی ہین۔

اب بھی مذہبی خوبی ترک دنیا مین تھی

اس فیصلے کے ہوجانیکے بعد امید کی جاسکتی تھی کہ دین عیسوی سپہ گری کو کسی حد تک گوارا کر سکے گا۔ مگر اب الہیات کی ماننے والے بجٹون نے عام طور پر ترک نفس کشی اور ریاضتون کو کمال انسانی کا اعلی درجہ قرار دے دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگون مین مذہبی جوش ہوتا اور سچے عیسائی بننا چاہتے وہ اکثر ارض مقدس مین آکے گوشہ گزین ہو جاتے یا کسی اور شہر کی خانقاہ مین بیٹھ رہتے لڑائی کے متعلق زیادہ پر جوش اور قطعی فیصلے عیسائیون نے حروب صلیبیہ کے شروع ہو جانے کے وقت کئے ہین جبکہ دولت روم تباہ اور برباد ہو چکی تھی۔

مسیحت نے بہادری کی آگ بجھا دی

مسیحت کی یہ شان دیکھنے کے بعد بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حکمرانی اور جہانبانی کے لیے یہ مذہب بالکل ناموزون تھا۔ رومیون کے دلون مین قدیم مذہب نے نبرد آزمائی و جہانبانی کی جو آگ روشن کر رکھی تھی وہ اس تبدیل مذہب کے ساتھ ہی بجھنا شروع ہو گئی۔ اور قسطنطین اعظم اور بعد کے مسیحی مقتداؤن نے اگرچہ کبھی کبھی پھر اس کے مشتعل کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس کو کیا کرتے کہ جس مذہب کو وہ اختیار کر چکے تھے وہ بالذات اس کی صلاحیت ہی نہ رکھتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بہادری کی آگ سرد ہوتے ہوتے بجھ گئی۔ اور سپہ گری کا جوش جاتے ہی دولت روم نہ اس قابل

اس نے حکومت لی مگر سنبھال نہ سکی

رہی کہ اپنے حریفون کو روک سکے۔ اور نہ اس قابل کہ اندرونی جھگڑون کو دبا سکے۔ لہذا اس کا کچھ جواب نہین دیا جاسکتا کہ عظیم الشان دولت روم کا خون مسیحت ہی کی گردن پر ہے۔ جس نے وقتی مناسبات سے فائدہ اٹھا کے اُسکے تاج و تخت کو تو حاصل کر لیا مگر اپنی ذاتی کمزوری کے باعث سنبھال نہ سکی۔

مذہبی نقصانات کے مٹانے کی کوشش

اب تاج و تخت پر قابض ہونے کے بعد مقتدایان دین عیسوی کوشش کرنے لگے کہ مسیحی مذہب کے جملہ نقصانات کو مٹائین۔ یہ ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ حضرت مسیح کوئی خاص شریعت نہین مرتب کرنے پائے تھے کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اصل یہ ہے کہ آپ کوئی نئی شریعت لائے ہی نہ تھے۔ آپ کا مشن صرف اس قدر تھا کہ ملت یہود مین انقلاب زمانہ سے جو عیوب پیدا ہو گئے تھے ان کو دور کر دین۔

لہذا ضمناً اس خدا شناس پیغمبر کا یہ مطلب بخوبی سمجھ لیا جا سکتا تھا کہ سوا ان خاص خاص باتون کے جن مین یہود کے مروجہ رسوم و عقائد کی مخالفت کی گئی۔ باقی جملہ امور سچے صحیح اور واجب التسلیم ہین اور یہی خیال ابتدائی مسیحون اور ناصریین کا تھا۔ مگر جب پولوس وغیرہ نے حضرت مسیح کے منشار کے خلاف شریعت یہود کو کلیتہً چھوڑ دیا تو دین عیسوی بالکل ناقص اور بے شریعت کے رہ گیا۔ یہ ناقص حالت اس وقت تک تو نبھتی چلی گئی جب تک کہ مسیحی غیر حکومت کے ماتحت تھے۔ اور صرف بت پرستون کے عقائد کی تردید کر رہے تھے۔ لیکن شاہی اختیارات ہاتھ مین لینے کے بعد یہ ناقص دین اغراض زمانہ کے لیے کسی طرح کافی نہین ہوسکتا تھا۔ یہودی شریعت رومی مسیحون کے خوش کرنے کے لیے چھوڑی گئی۔ اور بت پرستی کے اوامر و نواہی اُس وقت چھوٹے جب اُس قدیم مذہب کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ ان دونون مذہبون سے علٰحدہ ہونے کے بعد جب عیسائیون نے دیکھا تو ان کے ہاتھ مین کوئی خاص شرع نہ تھی۔

عیسویت کے لیے جو شریعت تھی اُسے خود عیسائیون نے چھوڑ دیا

اسی نقصان کے دور کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف کونسلین طلب کی گئین۔ اور بڑے بڑے بشپون اور راہبون نے باہم بیٹھ کے مذہب مین جیسی ترمیم چاہی کرلی۔ اور جیسے عقائد چاہے بنا لیے۔ انھین مین سب سے پہلی کونسل نیقیہ کی تھی جس کا حال ہم اوپر بیان کر چکے ہین۔ اور اسی نیقیہ کی کونسل مین پہلا اور سب سے اہم مسئلہ تو تثلیث کا طے کیا گیا تھا۔

مذہبی کونسلین

باب نوزدہم

اناجیل کی تدوین و تصنیف

مسلمانون کے اعتقاد مین انجیل کیا ہے۔ مسیحی انجیلین۔ ان کی کثرت۔ انجیلون اور قرآن پر

کوئی نسبت نہین۔ وہ کتب حدیث سے مشابہت رکھتی ہین۔ مگر پھر بھی فرق ہے۔
حدیثون کی تنقید کے اصول۔ انجیلون کی صحت کا ثبوت۔ مردون کی تصدیق۔
عیسائیون کا بھی اطمینان نہین ہوا۔ وہ ماننے پر مجبور کیے گئے۔ انتخاب اناجیل
کے اصول بنائے ہی نہین گئے۔ خود اُن کے عقائد معیار تھے۔ بائیبل کی مختصر
فہرست۔ عہد قدیم کو عمل سے تعلق نہین۔ عہد جدید کی فہرست۔ متی کی انجیل۔ اس
کی صحت پر جرح۔ مرقس کی انجیل یہ بھی مجروح ہے۔ لوقا کی انجیل۔ یہ بھی پایۂ اعتبار
سے ساقط ہے۔ یوحنا کی انجیل۔ یہ دیگر اناجیل سے مختلف ہے۔ مصنف بھی کوئی اور
معلوم ہوتا ہے۔ تقریباً دو صدی تک یہ انجیل مجہول تھی۔ یہ کسی رومی مسیحی کی تصنیف
ہے۔ اس انجیل کے مسیح بھی دوسرے معلوم ہوتے ہین۔ اختلافات کی فہرست۔
بعض محققین[عـه] کا بیان ہے کہ اناجیل کا تصفیہ بھی نیقیہ کی کونسل ہی نے کیا۔

انجیل کیا ہے

مسلمانون کے اعتقاد مین انجیل کو اہل اسلام ایک آسمانی کتاب مانتے ہین اور اعتقاد رکھتے ہین کہ توراۃ و زبور و قرآن کیطرح وہ کتاب جناب مسیح پر اتری تھی۔
اس قسم کی کسی کتاب کا پتہ عیسائیون کی مذہبی تاریخون سے نہین لگتا۔ چونکہ مسیحیت کے متعلق قرآن پاک کی اور سب خبرین تحقیق و تنقید کے بعد صحیح اور سچی ثابت ہوئین۔ لہذا یقیناً ایسی کوئی کتاب حضرت مسیح پر نازل ہوئی ہوگی۔ اور کیا عجب کہ پہلے اور سچے مسیحون یعنی ناصریون کے ہاتھ مین وہی اصلی اور منزل مین اللہ نسخہ ہو۔ مگر موجودہ عیسائیون کے ہاتھ مین ہم کوئی ایسی کتاب نہین پاتے جس پر قرآنی بیان صادق آتا ہو۔

مسیحی انجیلین

انجیل[عـه] جسے انگریزی مین گاسپل اور کینن[سه] کہتے ہین فی الحال اُس قسم کی کتابون سے عبارت ہے جو حضرت مسیح کے بعد آپ کے ملفوظات کے طریقے سے قلمبند کی گئین اس قسم کی

عـه تحقیق اناجیل مصنفہ محمد صادق علی صاحب۔ ستمبر سن سنہ ٹرسٹ کیو مقلہ عـه انجیل یونانی زبان کا لفظ ہے جسکے معنی خوشخبری کے ہین۔
سه کینن انگریزی کا بگڑا ہوا لفظ ہے۔ فرانسیسی اور لاطینی زبانون مین اس کا اصلی لفظ "کانون" ہے جسے عربون نے لیکے قانون بنایا۔ قانون کے معنی اصول و قواعد کے ہین۔ لہذا یہی معنی لفظ کینن کے بھی ہین۔ انجیل کو کینن۔ یا قانون اس لیے کہتے ہین کہ مذہبی احکام اسی سے مستنبط کیے جاتے ہین۔

وہ ایک کتابین ابتدائی دور کے مسیحیون نے لکھی تھین کہ یکایک عام معتقدین مین ایک گرمجوشی پیدا ہو گئی۔ اور جس کسی کو بواسطہ یا بلاواسطہ حضرت مسیح کے حالات معلوم ہوے تھے انجیلین تصنیف کرنے لگا۔ اس قسم کی کتابین تھوڑے ہی زمانے مین اس

ان کی کثرت

کثرت سے تصنیف ہو گئین کہ ڈاکٹر محمد صادق علیصاحب نے اپنے رسالہ "تحقیق الاناجیل" مین بڑی جد و جہد سے پچاس انجیلون کے وجود کا مفصل اور تاریخی ثبوت دیا ہے۔ یہ سب انجیلین غیر منضبط مسیحیت کے زمانے مین مختلف عقائد اور مختلف خیالات کے مطابق تصنیف ہو کے مسیحی دنیا مین پھیل گئی تھین۔ اور لوگون سے نہ بن پڑتا تھا کہ کس کو چھوڑین اور کس کی پیروی کرین۔

انجیلون اور قرآن مین کوئی نسبت نہین

عیسائیون کی انجیلون اور مسلمانون کے قرآن مین کسی قسم کی مناسبت نہین قرآن بلفظہ اور بجنسہ وہی کتاب ہے جو رسول اللہ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری۔ اور انجیل اگر الہامی بھی ہے تو وہ الہام نہین جس کا القا حضرت عیسیٰ کے دل پر ہوا ہو۔ بلکہ وہ الہام ہے جو روح القدس کی فیاضی سے گمنام اور مجہول الحال مصنفان اناجیل کے دل پر ہوا۔

وہ کتب حدیث سے مشابہت رکھتی ہین

بلحاظ اخبار و روایت اناجیل کو زیادہ مشابہت اہل اسلام کی کتب حدیث سے ہے۔ یعنی جس طرح کتب احادیث کے ذریعے سے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے اقوال و افعال بعد والون کی کوشش سے مدون کیے گئے ہین اُسی طرح اناجیل کے ذریعے سے حضرت مسیح کے مواعظ و نصائح آپ کے بعد قلمبند ہوے علی ہذا القیاس جس طرح تدوین حدیث کا شوق پیدا ہوتے ہی صحیح و غیر صحیح موضوع و غیر موضوع ہر قسم کی احادیث کی روایت کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ اسی طرح اناجیل کے لکھنے کا شوق پیدا ہوتے ہی لوگ ہر جگہ جھوٹی سچی ہر قسم کی انجیلین لکھنے لگے۔ تاہم انجیلون اور حدیثون مین فرق ہے

مگر پھر بھی فرق ہے

انجیلون کی تحقیق اور موضوع و غیر موضوع اناجیل مین تفریق کا خیال عیسائیون کو چوتھی صدی عیسوی کے آخر مین آیا۔ اور مسلمان اپنی حدیثون کی

تحقیق و تنقید کیطرف دوسری صدی ہجری کی ابتدا ہی مین متوجہ ہو گئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے کامون مین جتنی دیر ہوتی ہے اتنا ہی اعتبار بھی کم ہوتا ہے۔

حدیثون کی تنقید کے اصول

لیکن جب ہم یہ بتائینگے کہ دو تون جگہ تحقیق کے لیے اصول کیا قرار دیے گئے تھے تو زمانے کو اور حیرت ہوگی کہ عیسائی کس طرح جگنو کو آگ کی چنگاری تصور کر رہے ہین۔ مسلمانون نے تو حدیثون کی تحقیق کا اصول قرار دیا کہ ایک چھوٹے جملے کے لیے بھی پیش کرنے والے سے لے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلۂ روایت کو درست کیا۔ اور جتنے لوگون کے نام اس سلسلے مین آتے تھے اُن سب کے چال چلن۔ مذاق و عادت۔ دماغ و حافظہ اور اُن کے اغراض و مقاصد کا پتہ لگایا۔ ان باتون کے دریافت کرنے کے لیے گاؤن گاؤن اور ملکون ملکون مارے مارے پھرے۔ ہر راوی کے بارے مین اُس کے معاصرین کی رائین دریافت کین۔ اور اتنے مراتب طے کرنے کے بعد جو حدیثین محک امتحان پر پوری اُترین اُن کی نسبت بھی یہ دعویٰ نہین کیا کہ اُن کی صحت کا یقین کیا جا سکتا ہے بلکہ آخر تک یہی کہتے رہے کہ سب "ظنی الثبوت" ہین۔

انجیلون کی صحت کا ثبوت

اب ہمین یہ دیکھنا ہے کہ عیسائیون نے اپنی اناجیل کی صحت کا کیونکر پتہ لگایا۔ نیقیہ کی کونسل مین جو پہلی کوشش ہوئی اس کا حاصل یہ معلوم ہو سکا ہے کہ مستند و غیر مستند جتنی انجیلین ملین سب گرجے کے صدر مقام پر رکھ دی گئین۔ اور بزرگان دین نے نہایت ہی خضوع و خشوع سے دعا مانگنا شروع کی کہ جتنی کتابین روح القدس کے الہام کے مطابق ہون اوپر رکھی رہین اور جو غیر مستند ہون نیچے گر پڑین بس اس موقع پر جو کتابین نیچے گر گئین وہ تو مسترد کر دی گئین۔ اور جو اوپر رکھی رہ گئین واجب التعمیل مانی گئین۔

یہی ہین مستند اناجیل کی تصدیق ایک اور عجیب نما طریقے سے بھی ہوئی نیسئی فور۔ بار ڈیموس۔ اور اوری ڈیگئیوس فرد جیلیوس نے بالاتفاق لکھتے ہین

مردون کی تصدیق

کہ اُس کونسل کے ممبرون مین سے دو بشپ عین انعقاد کونسل کے زمانے مین مر گئے تھے اُن مین سے ایک کا نام کریسنٹ اور دوسرے کا تیسوڈلی ادس تھا۔ چونکہ کونسل کی کارروائیون کے مستند ہونے کے لیے اُس پر اُن دونون مرحومون کے دستخطون کی بھی ضرورت تھی۔ اس لیے کونسل کے ہر ایک فیصلے کی مسلین اُن کی قبرون پر جا کے رکھ دی گئین اور پہرہ مقرر کر دیا گیا کہ کوئی آ اور نہ جانے پائے مسلون کو اس طرح قبرون پر رکھوا کے محترم بزرگان دین رات بھر دعا مانگتے رہے صبح کو جا کے دیکھا تو دونون مسلون پر اُن دونون مرحومون کے بھی دستخط[لعہ] موجود تھے۔ الغرض پہلی کونسل نے اس طریقے سے موجودہ اناجیل کی صحت کا یقینی علم حاصل کیا

عیسائیون کا بھی اطمینان نہین ہوا تھا

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان الہامی اور مافوق العادت فیصلون سے جس طرح ہمارا اطمینان نہین ہوتا عیسائیون کا بھی نہین ہوا تھا چنانچہ تحقیق اناجیل کا مسئلہ اس کے بعد بھی ایک مدت تک غیر منقح و زیر تجویز رہ کے بعد کی دو کونسلون مین طے ہوا۔ ان مین سے پہلی کونسل سنہ ۲۲۹ قبل محمد (۳۹۳ء) مین افریقہ کے شہر ہپو مین منعقد ہوئی تھی۔ اور دوسری اُس کے چار سال بعد سنہ ۲۲۵ قبل محمد (۳۹۷ء) مین شہر قرطاجنہ مین قائم ہوئی۔ ان دونون کونسلون نے تمام انجیلون اور دیگر قسم کی الہامی تحریرون مین سے موجودہ اناجیل اور نوشتون کو چھانٹ کے الگ کر لیا۔ ان کی فہرست مرتب کر کے عام مسیحی دنیا کے ہاتھ مین دی اور باقی اناجیل کو غیر مستند و غیر مقبول قرار دے کے مسترد کر دیا۔[صہ]

(حاشیہ صفحہ ۱۶۷) عہ نیسی فورس ۷۵۸ تا ۸۲۸ء قسطنطنیہ کا بشپ تھا جو سنہ ۱۳۸ محمدی (۷۵۸ء) مین پیدا ہوا اور سنہ ۲۱۳ محمدی (۸۲۸ء) مین دنیا سے رخصت ہوا (تحقیق اناجیل)
عہ بارونیوس ۱۵۳۸ تا ۱۶۰۷ء مسیحی چرچ کا بڑا فاضل مورخ گذرا ہے جو سنہ ۹۴۵ محمدی (۱۵۳۸ء) مین پیدا ہوا اور سنہ ۱۰۱۶ محمدی (۱۶۰۷ء) مین بڑی عمر پا کر مرا۔ (تحقیق اناجیل) عہ اوریلینوس فروجینوس Aurelianus Pheropenus چوتھی صدی عیسوی کا بڑا لاطینی مورخ گذرا ہے (تحقیق اناجیل) لعہ تحقیق اناجیل صہ ڈی گلن

وہ ماننے پر مجبور کیے گئے | مگر اب بھی اختلافات اور جھگڑے مٹائے نہ مٹ سکے۔ اس لیے کہ بعض لوگ مذکورہ کونسلوں کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کرتے۔ اور اپنے خیال وعقائد کے مطابق مسترد شدہ انجیلوں سے سند لایا کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۵۲ قبل محمد (سنہ ۴۱۸ع) میں قرطاجنہ میں ایک اور کونسل منعقد ہوئی جس میں دو سو اٹھارہ بشپ جمع تھے اس کونسل نے بھی گذشتہ کونسلوں کی تائید کی اور اسی مروجہ مجموعہ اناجیل کو مسلم الثبوت قرار دیا[عہ]۔ لیکن جب دیکھا گیا کہ لوگ اب بھی مسترد شدہ اناجیل کے ماننے سے باز نہیں آتے تو لیون اول نے جو سنہ ۱۳۱ قبل محمد سے سنہ ۱۱۰ قبل محمد تک (سنہ ۴۴۰ع تا سنہ ۴۶۱ع) پوپ کے عہدے پر ممتاز رہا وہ تمام کتابیں جو حواریین کے نام کیطرف منسوب تھیں اور غیر مستند قرار پا چکی تھیں جس قدر مل سکیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے جلا دیں یہ بات امر کہ مذکورہ تینوں کونسلوں نے ان انجیلوں کو

انتخاب اناجیل کے اصول بتائے ہی نہیں گئے۔ | کن اصول پر منتخب کیا اور کونسی باتیں مستند و غیر مستند ہونے کی معیار قرار دی گئی تھیں اُن کو نہ اُن کونسلوں کے ارکان نے کسی کو بتایا اور نہ اِس وقت تک کسی کو معلوم ہو سکی ہیں۔ جہان تک غور کیا جاتا ہے یہی پتہ چلتا ہے کہ اُن بزرگوں نے جن انجیلوں کو اپنے

خود اُن کے عقائد معیار تھے | معتقدات اور اپنے مذاق واغراض کے موافق پایا مان لیا۔ اور جن میں کوئی بات کھٹکتی معلوم ہوئی مسترد کردی گئیں یہ روایت اور سلسلۂ استناد کے ملانے سے یہان تک بے پروائی کی گئی کہ یہ بھی یقینی طور پر نہیں ثابت کیا جا سکتا کہ اُن مروجہ اناجیل کے مصنف و مولف کون بزرگ تھے۔ آج تک باوجود بڑی بڑی تحقیقات کے کوئی مسیحی اطمینان کے ساتھ نہیں بتا سکتا کہ کس انجیل کو کس شخص نے اور کب لکھا۔

بائبل کی مختصر فہرست | مسیحوں کی معتقد علیہ کتاب بائبل کے دو مجموعے ہیں۔ کتاب عہد قدیم اور کتاب عہد جدید۔ عہد قدیم میں توراۃ زبور اور بعض دیگر انبیاے سلف کے صحیفے

عہ کیتھولک بلیف۔ عہ تحقیق اناجیل۔

ہین۔ جس کے چند حصون کے متعلق یہود اور عیسائیون کے مختلف فرقون مین بھی باہم جھگڑا ہے۔ لیکن یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ بائبل کا یہ ابتدائی حصہ عیسائیون کو صرف تاریخ یا چند پیشین گوئیان فراہم کرنے کا کام دیتا ہے۔ اوامر و نواہی اور احکام کے لحاظ سے باوجود اس اعتقاد کے کہ خدا کے احکام اُن کے نزدیک غیر قابل نسخ اور غیر تغیر پذیر ہین۔ یہ پورا حصہ تقویم پارینہ سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔ صرف پڑھنے اور پاس رکھنے کے لیے ہے اور طرز عمل سے اُس کو کچھ علاقہ نہین۔ وحی متلو ہو۔ مگر وحی معمول بہ نہین۔

عہد قدیم کے عمل سے تعلق نہین

عہد جدید کی فہرست

دوسرا حصہ یعنی عہد جدید۔ اس مین چار قسم کی تحریرین ہین جو ۲۷ کتابون کو حاوی ہین۔

(۱) پانچ تاریخی کتابین یعنی چار انجیلین اور اعمال حواریین۔

(۲) مقدس پولوس کے چودہ خطوط۔ جن مین سے دس آٹھ مختلف کلیساؤن کی طرف اور چار مخصوص شخصون یعنی فلیمون۔ تیموتیوس۔ اور طیطوس کے نام پر ہین۔

(۳) سات عام خطوط جن مین سے ایک یعقوب حواری کا ایک یہودا حواری کا دو پطرس حواری کے۔ اور تین یوحنا حواری کے ہین۔ یوحنا کے خطون مین سے دو عام نہین خاص لوگون کے نام تصور کیے جاتے ہین۔

(۴) یوحنا حواری کے الہامات و مکاشفات۔ اگرچہ یہ تحریر بھی ایک خط کی شان مین ہے جو ایشیا کے سات مختلف کلیساؤن کے نام پر لکھا گیا ہے۔ مگر یہ آخری کتاب عہد جدید کی ہے۔ سب کتابون سے زیادہ پیغمبرانہ شان رکھتی ہے۔

متی کی انجیل

پہلی پانچ کتابون مین سے اول متی کی انجیل ہے۔ مسیحون کو اس بات کا یقین ہے کہ اس کا مصنف حضرت مسیح کا حواری متی ہے۔ مگر خرابی یہ پیدا ہوگئی ہے کہ متقدمین مین سے جس کسی نے یہ لکھا ہے کہ متی نے کوئی انجیل لکھی تھی تو اُسے عبرانی زبان مین[ع۵] بتایا ہے۔ لیکن عبرانی کے اصلی نسخے کا آج تک کبھی کسی شخص کی

ع۵۔ تاریخ عہد جدید مصنفہ فلپ اسمتھ۔

اسکی صحت پر جرح

نظر سے گذرنا نہین ثابت ہوتا۔ یونانی زبان کی ایک انجیل ملی جو متی کے نام سے مشہور تھی اسی کو لوگون نے حسن عقیدت سے متی کی انجیل تسلیم کر لیا۔ لیکن کسی طرح پتہ نہ لگا سکے کہ یونانی مین کب ترجمہ ہوا۔ اور اگر ترجمہ ہوا بھی تو اصلی عبرانی نسخہ کیا ہو گیا۔ اس دشواری کے مٹانے کے لیے بعض بزرگ فرماتے ہین کہ متی نے اپنی انجیل دونون زبانون مین لکھی تھی۔ مگر متی کی حالت کا اندازہ کرنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ وہ اتنی لیاقت ہی نہ رکھتا تھا کہ زبان یونانی مین تالیف و تصنیف کی جرأت کرتا۔[عہ] جب اس انجیل کا کوئی اصلی نسخہ دکھایا ہی نہین جا سکتا۔ اور نہ یہ بتایا جا سکتا ہے کہ کس نے اور کب ترجمہ کیا تو اس کی جس قدر بے اعتباری ہو جاتی ہے ظاہر ہے اس انجیل کی تصنیف کا زمانہ بھی قیاسات سے اور بڑی دشواریون کے بعد سنہ ۵۲۲ قبل محمد اور سنہ ۵۱۰ قبل محمد (سنہ ۵۰ع اور سنہ ۶۰ع) کے درمیان مین بتایا جاتا ہے۔[عہ] اور اسی بنا پر کہتے ہین کہ سب کے پہلے دنیا مین یہی انجیل لکھی گئی۔ لیکن ظاہر ہے کہ اول تو خاص وقت کا معین نہ کیا جا سکنا ہی اس انجیل کو درجۂ اعتبار سے ساقط کر دیتا ہے۔ اور پھر لطف یہ کہ یہ غیر معین زمانہ بھی اس بات کے تسلیم کرنے کے بعد بتایا جا سکا ہے کہ اس کا مصنف متی حواری ہی تھا جو بمشکل صحت کو پہونچ سکتی ہے۔ علاوہ برین جس طرح مصنفون کا عام قاعدہ ہے کہ اپنے آپ کو متکلم کے ضمائر سے یاد کیا کرتے ہین اُس کے خلاف اس انجیل مین کہین جگہ متی حواری کا ذکر آیا ہے تو اس کا نام غیرون کی طرح لیا گیا ہے مصنف نے کسی جگہ اپنے مصنف ہونے کا اشارہ بھی نہین کیا۔[للعہ] جس سے ایک محقق شخص بھی رائے قائم کر سکتا ہے کہ متی حواری نہین بلکہ کوئی اور مجہول الحال شخص ہی اس کا مصنف

مرقس کی انجیل

دوسری انجیل مرقس کی ہے۔ اس کا مصنف پطرس حواری کے معتقدون

عہ تحقیق اناجیل۔

عہ جدید سوانح عمری مسیح مصنفہ فریڈرک اسٹروس۔ سے تاریخ جدید مصنفہ طلب آنتم

للعہ تحقیق اناجیل۔

اور خوشہ چینوں میں سے ہو۔ آپ خود حضرت مسیح سے ملنے اور آپ کی تعلیمات سے شرفیاب ہونے کی عزت تو نہیں حاصل ہوئی مگر آپ پطرس کے ایک منشی یا کاتب کی شان رکھتا تھا اور پطرس کے معتقدوں ہی کے کہنے سے اپنے حافظے سے کام لے کے اُس نے یہ انجیل لکھی۔ لیکن اس میں بڑا اختلاف ہے کہ کب لکھی۔ اسکندریہ کا کلیمنٹ[ع] یہ بھی مجروح ہے | کہتا ہے کہ مرقس نے یہ انجیل اسی زمانے میں لکھی جب پطرس حواری زندہ تھا۔ اور روم میں دین مسیحی کی تبلیغ کر رہا تھا۔ چنانچہ اُسے مرقس کی اس تصنیف کی خبر ہوئی تو اس نے نہ کسی قسم کی مدد دی اور نہ اُس سے اختلاف کیا۔ یوسیبوس[ع] اس سے بھی زیادہ خوش عقیدگی کے ساتھ کہتا ہے، "پطرس (اس تصنیف کے متعلق) لوگوں کی دینی سرگرمی دیکھ کے خوش ہوا اور اجازت دی کہ یہ رسالہ مذہبی جماعتوں میں پڑھا جایا کرے" اور کمال کی یہ بات ہے کہ یوسیبوس اپنے اس دعوے کے ثبوت میں وہی کلیمنٹ کا مذکورہ بالا بیان پیش کرتا ہے۔ مگر ہمیں اس سے بھی زیادہ حیرت ہوتی ہے جب دیکھتے ہیں کہ آیرینائوس[س] جو کلیمنٹ سے بھی پہلے گذرا ہے۔ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ پطرس اور پولوس جوارلیون کے مرنے سے پہلے مرقس نے کوئی تحریر نہیں لکھی تھی[للعہ]۔ مذکورہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انجیل کی تصنیف کا ٹھیک زمانہ بھی نہیں بتایا جا سکتا۔ قیاسات سے کام لے کے فقط اس قدر پتہ لگایا جا سکا کہ یہ انجیل ۵۰ھ اور ۱۰ھ قبل محمد (۶۳ء و ۶۰ء) کے درمیان میں لکھی گئی۔ تاریخ تصنیف کی طرح مقام تصنیف پر بھی لاعلمی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ بعضے روم بتاتے ہیں اور بعضے اسکندریہ[ص]

ع کلیمنٹ ت Clement جو اسکندریہ کے مسیحیوں کا معزز مقتدا تھا ۳۳۲ قبل محمد (۲۱۰ء) میں مرا (کیتھولک بیلیف) عہ یوسیبوس ES ی ملٹ Eusebius متوطن قیساریہ ۲۳۰ قبل محمد (۳۴۰ء) میں مرا (کیتھولک بیلیف)

س آیرینائوس متوطن لیون ۴۰۲ قبل محمد (۲۰۲ء) میں مرا (کیتھولک بیلیف)

للعہ جدید سوانح حضرت مسیح مصنفہ فریڈرک اسٹراس۔

ص تاریخ عہد جدید مصنفہ فلپ اسمتھ۔

صرف اسی قدر نہیں ہمارے مسیحی دوستوں کو اس میں بھی شک ہے کہ جو مرقس اس انجیل کا مصنف بتایا جاتا ہے آیا وہی مرقس ہے جو پطرس کا شاگرد تھا یا کوئی اور شخص[عہ] اور نیز اس میں کہ اس نے جو انجیل لکھی تھی وہی یہ موجودہ انجیل مرقس ہے یا وہ اور کوئی تھی[عہ]۔ دراصل پہلی انجیل کے اصلی انجیل مرقس ہونے کا ثبوت بس اسی قدر ہے کہ اگلے لوگوں نے مرقس کو ایک انجیل کا مصنف بتایا تھا۔ اتفاقاً یہ نسخہ اسی نام سے مل گیا۔ بس بغیر تحقیق وتنقید کے مان لیا گیا کہ یہی وہ انجیل ہے۔

لوقا کی انجیل تیسری انجیل کا مصنف لوقا نام ایک طبیب بتایا جاتا ہے جو پولوس کے ساتھ تھا اور اسی وجہ سے عیسائیوں کا خیال ہے کہ اس انجیل کو پولوس کے ساتھ وہی نسبت ہے جو مرقس کی انجیل کو پطرس حواری کے ساتھ تھی۔ کتاب اعمال حوارین کا مصنف بھی یہی شخص بتایا جاتا ہے۔ اتنا بے شک معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بعض سفروں میں پولوس کے ساتھ تھا۔ لیکن اس کے وطن حالات زندگی اور جملہ متعلقات میں اس قدر اختلاف ہے کہ اگر کوئی یہ بھی دعویٰ کرے

یہ بھی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے

کہ یہ محض ایک فرضی نام ہے تو بھی شاید عیسائیوں کو مشکل سے جواب بن پڑے گا۔ بعض لوگ تو اس کی وقعت اس قدر بڑھانے گئے ہیں کہ اسے خود حضرت مسیح کا شاگرد بتلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بارہ حوارین کے بعد آپ نے جن ستر آدمیوں کو تبلیغ دین کے لیے منتخب کیا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے شہادت کا درجہ بھی نصیب ہوا۔ وہ ایک معتقدین نے اس زیتون کے درخت کی بھی زیارت کی تھی جس پر لوقا مصلوب کیا گیا تھا۔ بعض اسے طبیب کے علاوہ ایک عمدہ نقاش ومصور بھی بتاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس نے حضرت مریم کی نہایت عمدہ تصویر بنائی تھی۔ مگر یہ سب باتیں بالکل بے بنیاد ہیں اور خوش اعتقادی کے سوا کوئی ثبوت نہیں رکھتیں۔ سب کو ماننا پڑے گا کہ اس نے جو کچھ لکھا اور بیان کیا سب آنکھوں کا دیکھا نہیں بلکہ کانوں کا سنا ہوا

عہ تحقیق اناجیل۔
عہ جدید سوانح حضرت مسیح مصنفہ فریڈرک اشٹروس

لوقا کا وطن بھی کسی کو نہیں معلوم۔ اور نہ یہ یقینی طور پر بتایا جا سکتا ہے کہ آیا یہ یہودی الاصل شخص تھا یا رومی نژاد۔ فقط اس بنا پر کہ اس کا نام رومی زبان کا نام ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک رومی اور اطالیہ کا رہنے والا تھا۔ مرقس کی انجیل کی طرح اس انجیل کے متعلق بھی لوگوں نے یہ شک ڈالا ہے کہ آیا یہی موجودہ انجیل وہ انجیل ہے جو لوقا نے لکھی تھی یا وہ کوئی اور انجیل تھی۔ مقام اور زمانۂ تصنیف کے متعلق قیاساً بتایا گیا ہے کہ غالباً یہ انجیل قیساریہ میں سنہ ۵۴۳ھ اور سنہ ۵۱۱ھ قبل محمدؐ (سنہ ۸۰ء و سنہ ۱۱۱ء) کے درمیان لکھی گئی ہوگی۔

یوحنا کی انجیل چوتھی انجیل یوحنا کی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اسے خاص یوحنا حواری نے تصنیف کیا۔ جو تمام حواریوں سے زیادہ زندہ رہا۔ اور پہلی صدی عیسوی کے آخر تک موجود تھا۔ یہ پہلے بپتسمہ دینے والے یحییٰ کا معتقد اور مرید تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ پر ایمان لا کے آپ کے حواریین میں شامل ہوا۔ کہتے ہیں کہ یہ انجیل شہر افسوس میں لکھی گئی۔ جہاں یوحنا حواری کی آخری عمر کا زیادہ حصہ گذرا۔ ہم یہ بھی سنتے ہیں کہ یہ انجیل تینوں انجیلوں کے بعد لکھی گئی۔ لیکن دیگر تین انجیلوں سے اس قدر مختلف واقع ہوئی ہے اور اس کے مصنف نے ایسی نئی نئی اور متضاد باتیں پیش کی ہیں کہ اس آخری دور کے بہت سے عیسائیوں نے بھی مجبور ہو کے کہہ دیا کہ جس مسیح کے حالات انجیل یوحنا میں ہیں وہ اور مسیح ہیں اور متی اور مرقس اور لوقا کی انجیلوں کے مسیح دوسرے مسیح۔ لطف یہ کہ جو حالات اس انجیل میں مذکور ہیں اُن کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا مصنف یوحنا نہیں کوئی بعد کا شخص ہے جو حضرت مسیح کی زیارت سے شرفیاب ہوتا در کنار بیت المقدس کا رہنے والا

یہ دیگر اناجیل سے مختلف ہے۔

مصنف بھی کوئی اور معلوم ہوتا ہے

عہ انسائیکلوپیڈیا برٹانکا۔

عہ جدید سوانح حضرت مسیح مصنفہ فریڈرک۔ اسٹرومس۔

عہ تاریخ عہد جدید مصنفہ فلب اسمتھ۔

بھی نہین معلوم ہوتا۔ اور بالفرض اگر اُسے ارض یہوداکا یہودی مان لین تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اُس نے بت پرستون کی کتابون اور فلسفہ کی تعلیم پائی تھی۔ حالانکہ کسی طرح سمجھ ہی مین نہین آسکتا کہ یوحنا حواری جو ارض جلیل کا ایک مچھلی مارتا تھا اُس کے دماغ مین اسکندریہ و یونان کے فلسفیانہ خیالات کیونکر پیدا ہو گئے۔ ان تمام باتون نے خود عیسائیون مین ایسے شبہات ڈال دیے ہین کہ محققین کا قول ہے "اس انجیل کا جس قدر اعتبار تھا جاتا رہا اور غیر ممکن ہے کہ جس وقعت کی نگاہون سے یہ انجیل گذشتہ زمانون مین دیکھی گئی آیندہ بھی دیکھی جاے" ان دشواریون کے دور کرنے کے لیے بعض لوگون کی یہ راے ہے کہ یوحنا حواری نے حضرت مسیح کی لائف کے متعلق غالباً چند نوٹ جمع کیے تھے۔ اسکے مرنے کے بعد اس کے کسی شاگرد نے اُن نوٹون کو مرتب کیا۔ اور ترتیب مین اس کے خیالات بھی داخل ہو گئے۔ لائق جرمنی مصنف شویزر نے بڑے غور و تعمق کے بعد پتہ لگا لیا ہے کہ اس انجیل مین دو مختلف شخصون کی عبارتین[۵۵] ہین۔ علاوہ برین انجیل یوحنا اور مکاشفات یوحنا مین خیالات اور اغراض کا اس قدر اختلاف ہے کہ دونون کتابین ایک شخص کی نہین بتائی جا سکتین انجیل کا مصنف یہودیت کیطرف مائل ہے اور مکاشفات کا لکھنے والا اس کا سخت مخالف اور دشمن ہے۔

تقریباً دو صدی تک یہ انجیل مجہول تھی

اگر تاریخی روایت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خود یوحنا کے شاگردون اور قریب زمانے کے لوگون مین سے کسی نے اس انجیل کا تذکرہ بھی نہین کیا۔ دوسری صدی عیسوی کے آخر مین بعض لوگ اس انجیل کا حوالہ دیتے نظر آتے ہین اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح کے ڈیڑھ سو سال بعد تک کوئی شخص اس انجیل کو نہ جانتا تھا۔ مسٹر رینن نے اپنی کتاب مذہب مسیحی مین کئی جگہ ثابت کیا ہے کہ جو تھی انجیل

[۵۵] جدید سوانح حضرت مسیح مصنفہ فریڈرک اسٹروس۔ جلد اول

یونس نامی ایک مسیحی شخص کی ہے۔ یوحنا حواری کی تصنیف نہیں۔ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ انجیل کسی رومی الاصل شخص کی لکھی ہوئی ہے جس نے بعض خاص خاص اغراض سے اسکو تصنیف کرکے یوحنا حواری کیطرف منسوب کردیا اس حالانکہ

یہ کسی رومی مصنف مسیحی کی تصنیف ہے

مصنف کی زیادہ تر تین مسئلوں پر زور دیا ہے۔ ایک اسکندریہ کی فلاسفی دوسرے مسیح کی الوہیت تیسرے مسیحی مذہب کا یہودیت کے بالکل مخالف ہونا۔ یہ تینوں مسائل بعد پیدا ہوئے۔ جو بیت المقدس اور بلاکہ عیسائیوں کے بالکل خلاف تھے اور حضرت مسیح کے خاص شاگردوں اور ہموطنوں کے کبھی معتقد علیہ نہ رہے تھے۔ لیکن یہ جعل ایسی بے احتیاطی سے کیا گیا تھا کہ جب آزادی سے تحقیق وتنقید کی گئی فورًا کھل گیا۔ ایک طرف تو لکھنے والے نے اپنی کتاب میں ایسے فلسفیانہ خیالات لکھے تھے جو یوحنا کے سے معلوم ومشہور مبلغ علم سے بہت بالا تھے۔ دوسری طرف اُس نے ارض یہودا کے جغرافیہ اور وہاں کی اُس عہد کی تاریخ کے متعلق ایسی ایسی موٹی غلطیاں کین جو کبھی فلسطین کے رہنے والے اسرائیلی نژاد شخص سے ہرگز نہ ہوسکتی تھیں۔

اس انجیل کے مسیح بھی دوسرے معلوم ہوتے ہیں

مگر اس سے بھی زیادہ حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ انجیل دیگر اناجیل سے کس قدر مختلف ہے۔ مختلف ہی نہیں ہمیں کہنا چاہیے کہ متضاد ہے۔ جزئی اختلاف بیانات پہلی تین انجیلوں مین بھی موجود ہین مگر جو اختلافات اس آخری الہامی کتاب نے پیدا کردیے اُنھوں نے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے مسیح کو ایک دوسرا ہی مسیح ثابت کردیا۔ اس موقع پر ہم ایک فہرست کا درج کرنا ضروری خیال کرتے ہین جسے کتاب تحقیق اناجیل[1] کے قابل مصنف نے مرتب کرکے شائع کیا ہے۔

[1] تحقیق اناجیل

جس مسیح کی تاریخ چوتھی انجیل مین لکھی ہے	جس مسیح کی تاریخ پہلی تین انجیلون نے لکھی ہے
اختلافات کی فہرست ۱- یہ مسیح کلمہ ہے جو ہمیشہ سے خدا کے ساتھ تھا اور خود خدا تھا سب چیزین اس سے پیدا ہوئین وغیرہ (دیکھو یوحنا باب ۱- ایک آیات ایک وغیرہ)	۱- یہ مسیح ایک انسان داؤد کی نسل سے پیدا ہوا تھا- اور داؤد کے تخت پر بیٹھکر بنی اسرائیل پر بادشاہی کرنیکے واسطے آیا تھا (دیکھو متی باب اول اور لوقا باب ایک آیات تبیس ۳۲ تنتیس ۳۳ اور باب ۳ تین آیات تیئس وغیرہ-
۲- انجیل یوحنا کے مسیح نے یوحنا سے بپتسمہ نہین پایا صرف یوحنا نے اس کی شہادت دی اور وہ بہت دن یوحنا کے پاس رہا (دیکھو یوحنا باب اول آیات پندرہ سے پینتیس ۳۵ تک)	۲- اس مسیح نے یوحنا سے بپتسمہ پایا اور اسی وقت یا اسی دن اسکے پاس سے چلا گیا- (دیکھو متی باب تین آیات تیرہ سے اٹھارہ تک مرقس باب ۱ ایک آیات نو سے بارہ ۱۲ تک لوقا باب ۳ تین آیات اکیس وغیرہ اور باب ۴ آیت ایک)
۳- مسیح چند روز یوحنا کے پاس رہکر جلیل کو چلے گئے (دیکھو یوحنا باب ۱ ایک آیت انیس ۱۹ سے پینتیس ۳۵ وغیرہ)	۳ مسیح یوحنا سے بپتسمہ پاکر فوراً شیطان کے سلسلے امتحان کیے جانے کے لیے جنگل مین چلے گئے اور چالیس دن وہان رہے (دیکھو متی باب ۴ چار آیات ایک وغیرہ مرقس باب ۱ ایک آیات بارہ ۱۲ وغیرہ لوقا باب ۴ چار آیات ایک وغیرہ)
۴ مسیح نے یوحنا کے پاس سے جاتے ہوے یوحنا کے دو شاگرد اپنے حواری بنائے جن مین سے ایک کا نام اندریاس تھا اور دوسرا بے نام خود یوحنا فرضی مصنف	۴- ان انجیلون کا مسیح بپتسمہ پاکر چالیس دن جنگل مین رہکر روزہ رکھکر یوحنا کے قید ہونے کی خبر سن کر جلیل کو گیا- وہان کئی جگہ اور کئی دن وعظ کرنے کے بعد

چوتھی انجیل کا تھا۔ اور پھر جلیل کو جاتے ہوے تین شاگرد اور بنائے جن مین سے ایک شمعون پطرس دوسرا فلپ۔ تیسرا نتھنائیل تھا (دیکھو یوحنا باب ۱ ایک آیات پینتیس ۳۵ سے اکاون تک)

جلیل کی جھیل کے کنارے پہونچا اور شمعون پطرس اندریاس۔ یوحنا۔ اور یعقوب کو اپنا شاگرد بنایا (دیکھو متی باب ۴ آیات بارہ ۱۲ سے بائیس تک مرقس باب ۱ ایک آیات چودہ ۱۴ سے بیس تک لوقا باب ۴ چار آیات چودہ سے پندرہ ۱۵ تک اور باب ۵ پانچ آیات ایک سے گیارہ تک)

۵۔ اس مسیح کا وطن یہودیہ تھا اور مسیح اس خیال سے کہ پیغمبر کی عزت اپنے وطن مین نہین ہوتی یہودیہ کو چھوڑ کر جلیل کو چلے گئے اور وہان اُن کی عزت ہوئی۔ (یوحنا باب ۴ چار آیات تینتالیس ۴۳ سے پینتالیس ۴۵ تک)

۵۔ اس مسیح کا وطن جلیل تھا اور جب وطن مین ان کی قدر نہ ہوئی تو اُنھون نے کہا کسی نبی کی قدر اپنے وطن مین نہین ہوتی (دیکھو متی باب ۱۳ تیرہ آیات چون سے اٹھاون۔ اور لوقا باب ۴ چار آیت چوبیس ۲۴ اور مرقس باب ۶ آیت چار)

۶۔ اس انجیل کے مسیح نے چند روز یوحنا کے پاس رہکر قانا سے جلیل مین جاکر ایک شادی کے موقع پر شراب کا معجزہ دکھایا (دیکھو یوحنا باب ۲ آیات ایک سے بارہ ۱۲ تک)

۶۔ ان انجیلون کا مسیح یوحنا سے جدا ہوکر جنگل مین چالیس دن تک شیطان کے زیر امتحان رہا تھا (دیکھو متی باب ۴ آیات ایک سے گیارہ ۱۱ مرقس باب ۱ ایک آیات بارہ ۱۲ سے تیرہ۔ لوقا باب ۴ آیات ایک سے تیرہ ۱۳ تک)

۷۔ اس انجیل کے مسیح نے اور اس کے شاگردون نے یوحنا کے قید ہونے سے پہلے ہی تعلیم اور بپتسمہ دینا شروع کیا تھا اور اس کے

۷۔ ان انجیلون کا مسیح یوحنا کی قید کی خبر سنکر جلیل کو آیا۔ تعلیم دینی شروع کی مگر اس مسیح نے بپتسمہ دینے کا حکم شاگردون کو

قید ہونے سے پہلے ہی ہیرود کے ڈر سے جلیل کو چلا گیا تھا (دیکھو یوحنا باب ۳ تین آیات ۲۲ بائیس سے چھبیس ۲۶ تک اور باب ۴ چار آیات ایک سے تین تک)

۸- اس مسیح نے اپنی شروع رسالت میں بیت المقدس کے دوکانداروں کو مار کر نکال دیا تھا- اور ان کا اسباب پھینک دیا تھا- (دیکھو یوحنا باب ۲ دو آیات تیرہ سے پچیس ۲۵ تک)

۹- اس انجیل کا مسیح ہمیشہ فلسفہ سکھلاتا ہے- اور کبھی تمثیلوں میں گفتگو نہیں کرتا (دیکھو یوحنا باب اول سے اخیر تک)

۱۰- اس انجیل کا مسیح زیادہ تر اپنی طاقت اور الوہیت کی تعلیم دیتا ہے اس کے سوا اور

مرنے کے بعد زندہ ہو کر دیا تھا- اس مسیح کی زندگی میں مسیح کے شاگردوں کا بپتسمہ دینا ثابت نہیں (دیکھو متی باب ۴ چار آیت بارہ سے سترہ ۱۷ مرقس باب ۱ ایک آیات چودہ ۱۴ سے پندرہ تک اور متی باب اٹھائیس ۲۸ آیت انیس ۱۹ مرقس باب ۱۶ سولہ آیات پندرہ ۱۵ سے سولہ ۱۶ تک)

۸- ان انجیلوں کے مسیح نے اپنے مرنے سے چند روز پہلے بیت المقدس کے دکانداروں کو مار نکالا تھا (دیکھو متی باب ۲۱ اکیس آیات بارہ ۱۲ سے تیرہ ۱۳ مرقس باب ۱۱ گیارہ آیات پندرہ ۱۵ سے چھبیس ۲۶- لوقا باب ۱۹ انیس آیات پینتالیس ۴۵ سے چھیالیس ۴۶ تک یوحنا باب ۲ دو آیات تیرہ سے پچیس ۲۵ تک)

۹- ان انجیلوں کا مسیح عموماً تمثیلوں میں تعلیم دیتا ہے- فلاسفی کہیں نہیں سکھلاتا- بلکہ متی کہتا ہے کہ مسیح تمثیلوں میں ہی گفتگو کرتا تھا (دیکھو متی باب تیرہ ۱۳ مرقس- باب ۴ چار- لوقا باب اٹھ ۸ اور باب پندرہ ۱۵ اور باب ۱۶ سولہ)

۱۰- ان انجیلوں کا مسیح اپنی بابت کم گفتگو کرتا ہے اور اعمال حسنہ وغیرہ نجات کا طریق

کوئی نجات کا راستہ نہین تبلاتا (دیکھو یوحنا باب ۱ چھ سات۔ آٹھ۔ دس۔ گیارہ۔ وغیرہ)

۱۱۔ اس انجیل کے مسیح کو یوحنا بپتسمہ دینے والے پہلے سے پہچانتے تھے۔ اور یقینی طور پر پہلے سے اُن کی شہادت دی ہے (دیکھو یوحنا باب ۱ ایک آیات پندرہ ۱۵ چھبیس ۲۶ ستائیس ۲۷ اور انتیس ۲۹)

۱۲۔ اس انجیل کے مسیح کا گنہگار ہونا کسی آیت سے نہین سمجھا جاتا بلکہ الوہیت کے سبب بالکل گناہ سے پاک معلوم ہوتا ہے۔

سکھلاتا ہے (دیکھو متی باب ۵ پانچ چھ سات انیس ۱۹۔ بائیس ۲۲۔ مرقس باب ۴ چار نو ۹۔ دس ۱۰ بارہ ۱۲۔ لوقا باب ۸ چھ آٹھ۔ نو ۹۔ گیارہ ۱۱۔ بارہ ۱۲۔ چودہ ۱۴ سترہ ۱۷)

۱۱۔ ان انجیلون کے مسیح کو یوحنا بزرگ تو انتے تھے۔ لیکن اُن کے مسیح ہونے مین شبہہ کرتے تھے (دیکھو متی باب ۱۱ گیارہ آیات ۲ دو سے تین تک لوقا باب سات آیات اٹھارہ ۱۸ سے انیس تک)

۱۲۔ ان انجیلون کے مسیح نے گناہ کی معافی کا بپتسمہ یوحنا سے پایا (دیکھو متی باب تین ۳ آیت چھ سے تیرہ ۱۳ تک مرقس باب ۱ ایک آیت چار سے نو ۹ تک۔ لوقا باب تین آیات تین سے اکیس تک) اور پھر ایک شخص نے جو مسیح کو نیک استاد کہکر مخاطب کیا تو مسیح نے اِس کو جواب دیا کہ خدا کے سوا کوئی نیک نہین تو مجھ کو نیک کیون کہتا ہے (دیکھو متی باب انیس ۱۹ آیات سولہ ۱۶ سے سترہ ۱۷ تک مرقس باب دس آیات سترہ ۱۷۔ اٹھارہ ۱۸ لوقا۔ باب اٹھارہ۔ آیات اٹھارہ ۱۸ اُنیس ۱۹)

۱۳۔ اس انجیل کا مسیح اپنی رسالت کے زمانے میں پانچ مرتبہ بیت المقدس کو گیا ان میں سے تین عیدیں تو یقیناً عید فسح تھیں اور دو عیدیں اور تھیں اور اس حساب سے اس مسیح کی رسالت کا زمانہ بھی تین سال کے قریب ہونا چاہیے (دیکھو یوحنا باب ۲ و ۵)	۱۳۔ ان انجیلوں کا مسیح اپنی رسالت کے زمانے میں صرف ایک مرتبہ بیت المقدس میں گیا اور وہاں جاکر صلیب پائی اس سے اس کی رسالت کا زمانہ سال سے بھی کم ہوتا ہے (دیکھو متی باب انیس ۱۹)
۱۴۔ اس انجیل کے مسیح نے عشائے ربانی کی رسم کبھی مقرر نہیں کی جو مسیحیوں کا بڑا تہوار ہے	۱۴۔ ان انجیلوں کے مسیح نے آخری کھانا کھانیکے وقت عشائے ربانی کی رسم مقرر کی جو آج تک بڑی ضروری خیال کی جاتی ہے۔ (دیکھو متی باب چھبیس ۲۶ سے انتیس تک۔ مرقس باب چودہ آیات انیس ۱۹ سے بیس تک)
۱۵۔ اس مسیح نے آخری کھانا عید سے ایک روز پہلے کھایا تھا۔ اور عید کے روز صلیب پائی (دیکھو یوحنا باب تیرہ ۱۳ باب [illegible])	۱۵۔ اس مسیح نے آخری کھانا عید کی شام کو کھایا تھا۔ اور عید کے دوسرے دن صلیب پائی (دیکھو متی باب چھبیس ۲۶ آیت سترہ ۱۷ مرقس باب چودہ ۱۴ آیت بارہ سے سولہ تک۔ لوقا باب بائیس آیات سات سے تیرہ ۱۳ تک متی باب ستائیس ۲۷ آیات پندرہ سے اکتیس ۳۱ تک۔ مرقس باب پندرہ آیات چھ سے بیس ۲۰ تک۔ لوقا باب تئیس آیات تیرہ سے پچیس ۲۵ تک)

۱۶- اس مسیح نے اپنے مرنے کے بعد فارقلیط یا روح القدس کے بھیجنے کا وعدہ کیا لیکن اپنا پھر زندہ ہونا صاف طور پہ کہین نہین بتلایا (دیکھو یوحنا باب چودہ آیات پندرہ سے اکتیس[۳۱] تک باب سولہ آیات ایک سے گیارہ تک)

۱۷- اس مسیح نے اپنی بادشاہت کی آمد اور اس کے نشانات کا ذکر کبھی نہین کیا۔

۱۸- اس انجیل کا مسیح یہود کا سخت مخالف تھا توریت کی بھی زیادہ قدر نہین کرتا تھا اس لیے نہ توریت کے احکام کی پابندی کی تاکید کرتا تھا اور نہ زیادہ اس کی پیشین گوئیون پر اعتماد کر کے مسیح کی شہادت کے لیے اس سے نقل کرتا تھا۔

۱۶- اس مسیح نے کبھی فارقلیط یا روح القدس کے بھیجنے کا وعدہ نہین کیا بلکہ مرنے کے بعد تیسرے دن اپنے زندہ ہونے کی خبر دی ہے (دیکھو متی باب سترہ آیت تئیس[۲۳] - مرقس باب نو آیت اکتیس[۳۱])

۱۷- اس مسیح نے بڑے زور و غوغا سے اپنی جسمانی بادشاہت کی آمد متعدد بار بتلائی (دیکھو متی باب چوبیس - مرقس باب تیرہ[۱۳] لوقا باب اکیس[۲۱] - پھر متی باب پچیس[۲۵] آیات اکتیس[۳۱] سے چھیالیس[۴۶] تک)

۱۸- ان انجیلون کا مسیح پکا یہودی تھا کیونکہ اول تو انجیلون مین مسیح کی شہادت کے واسطے توریت سے بہت پیشین گوئیان نقل کی گئی ہین۔ چنانچہ چند ان مین سے اس کتاب مین ایک اور جگہ لکھی گئی ہین۔ دوسرے ان مین مسیح جابجا توریت کے حکمون کی پابندی کرنے کی تاکید کرتے ہین اور نجات اور آسمانی بادشاہت کا حاصل کرنا توریت کے حکمون کے بجا لانے پر موقوف رکھتے ہین (دیکھو متی باب بائیس آیات پینتیس[۳۵] سے چالیس تک باب تئیس[۲۳] آیات ایک سے تین تک - باب پانچ

آیات سترہ سے بیس تک باب آٹھ آیت چار باب انیس آیات سولہ سے انیس تک - باب سترہ آیت اکیس مرقس باب بارہ آیات اٹھائیس سے چونتیس تک باب ایک آیت چوالیس باب دس آیت سترہ سے اکیس تک باب نو آیت اکتیس لوقا باب پانچ آیت چودہ باب اٹھارہ آیات اٹھارہ سے اکیس تک)

۱۹- اس انجیل کے مسیح کے شاگردون مین دو شاگرد بڑے درجے کے تھے ایک بطرس اور دوسرا یوحنا- مگر یوحنا مسیح کا بہت پیارا تھا اس لیے اس کا نام مسیح کا پیارا ہو گیا تھا- اور شروع سے اخیر تک اس مسیح کے شاگردون مین یعقوب شاگرد کا نام ہی نہین ہے (دیکھو یوحنا باب تیرہ آیت تیئیس- باب اٹھارہ آیات پندرہ وغیرہ- باب انیس آیات چھبیس ستائیس- باب بیس آیات دو سے چار تک باب اکیس آیات سات سے بیس وغیرہ تک)

۱۹- ان انجیلون کے مسیح کے تین شاگرد خاص تھے بطرس- یوحنا اور یعقوب بطرس ان مین زیادہ مقرب تھا- مگر دوسرے شاگرد بھی کبھی بطرس کے ساتھ مسیح کے خاص اوقات مین موجود ہوتے تھے (دیکھو متی باب سولہ آیت بائیس- باب سترہ ایک باب چھبیس آیت سینتیس مرقس باب پانچ آیت سینتیس- باب نو آیت دو باب تیرہ آیت دو- باب تیرہ آیت تین باب چودہ آیت تینتیس لوقا باب نو آیت اٹھائیس باب بائیس آیت بتیس)

۲۰- اس انجیل کے مصنف نے اپنے مسیح کو معاذ اللہ کاذب اور فریبی ظاہر کیا ہے تاہم کبھی اسکی طرف گناہ کی نسبت نہین کی مثلاً باب سات آیت آٹھ مین لکھا ہے کہ مسیح نے کہا

۲۰- ان انجیلون کے مسیح کے حالات مین کبھی کوئی معاملہ اس طرح کا نہین پایا گیا کہ جس سے مسیح کا خلاف واقع بولنا یا فریب آمیز گفتگو کرنی ثابت ہو اور باوجود اس کے یہ مسیح اپنے آپ کو نیک

تم عید مین جاؤ مین) ابھی عید مین نہین جاتا
کیونکہ میرا وقت ہنوز پورا نہین ہوا" پھر اسی باب
کی آیت دسؔ مین لکھا ہی "لیکن جب اس کے
بھائی روانہ ہوے تھے وہ بھی عید مین گیا
ظاہر مین نہین بلکہ چھپکر" ان دو آیتون کی
مقابلے سے ظاہر ہوتا ہی کہ مسیح نے اس موقع
پر سچ نہین بولا پھر باب گیارہ مین جو لعزر کے
زندہ کرنے کا قصہ لکھا ہی تو اس مین مسیح نے
لعزر کی بہن سے ایسی گفتگو کی ہی جس سے صاف
دھوکا دینا پایا جاتا ہی- آیات تئیس وغیرہ مین
لکھا ہی "یسوع نے اُس سے کہا تیرا بھائی پھر جی
اٹھیگا مرتھا نے کہا مین جانتی ہون کہ قیامت
مین پچھلے دن پھر اُٹھیگا- یسوع نے اُس سے
کہا قیامت اور زندگی مین ہی ہون جو مجھ پر
ایمان لاوے اگرچہ وہ مر بھی گیا ہو تو بھی
جئیگا- اور جو کوئی جیتا ہے اور مجھ پر ایمان
لاتا ہی کبھی نہ مریگا کیا تو یہ یقین رکھتی ہی؟ اس
نے اس سے کہا ہان اے خداوند مجھے یقین
ہی کہ خدا کا بیٹا مسیح جو دنیا مین آنیوالا تھا تو
ہی ہے" ان آیتون سے معلوم ہوتا ہے
کہ مسیح مرتھا کو یقین دلانا چاہتے تھے کہ
جو مجھ پر ایمان لاتا ہی اُس کو جسمانی موت
بھی نہین آتی- چنانچہ یہ باتین کرکے مسیح نے

نہین جانتے تھے (دیکھو متی باب انیس آیت
تیرہ مرقس باب دس آیت اٹھارہ- لوقا
باب اٹھارہ آیت انیس[۱۹])

لعزر کو زندہ کر کے ثابت کر دیا کہ جو مین کہتا تھا سچ
تھا۔ لیکن اسی انجیل کے مختلف مقامات سے اور
واقعات کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح پر
ایمان لانے سے جو زندگی ملتی تھی وہ جسمانی
نہین ہوتی تھی۔ ورنہ حواری اور دوسرے
مسیحیون کو جسمانی موت بھی نہ آیا کرتی۔

۲۱۔ اس انجیل کے مسیح کو رسالت کے شروع ہی
سے بہت لوگ مسیح جانتے تھے اور یہ مسیح اپنی
مسیحیت کو چھپانا بھی نہین چاہتے تھے (دیکھو
باب ایک آیت سترہ [۱۷] اسی باب کی آیت اکتالیس
باب دو آیت انچاس باب چار آیت پچیس [۲۵] باب
چھ آیت چودہ باب چھ آیت انہتر [۶۹]۔ باب گیارہ
آیت ستائیس باب بارہ آیت چونتیس)

۲۲۔ اس انجیل کے مسیح نے نہ کبھی بارہ شاگرد منتخب
کیے نہ کبھی بارہ شاگرد تبلیغ کرنے کے واسطے
بھیجے۔ مگر شروع سے جو منافق اسکے ساتھیون
مین اُس کا پکڑوانیوالا تھا اسکو جانتا تھا (دیکھو
باب چھ آیت چونسٹھ باب تیرہ آیت گیارہ و اٹھارہ
باب سترہ آیت بارہ)

۲۱۔ ان انجیلون کے مسیح کو رسالت کے زمانے
مین کسی نے بھی مسیح نہ جانا۔ صرف ایک دفعہ پطرس
رسول نے ان کی مسیحیت کا اقرار کیا چنانچہ متی
باب سولہ آیت تیرہ وغیرہ مین لکھا ہے اور یسوع
نے قیصریہ فلپی کی اطراف مین آکر اپنے شاگردون
سے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہین کہ مین جو ابن آدم
ہون کون ہون؟" انھون نے کہا کہ بعض کہتے
ہین کہ تو یوحنا بپتسمہ دینے والا بعضے الیاس اور
بعض یرمیاہ یا نبیون مین سے کوئی" اس نے انھین
کہا پر تم کیا کہتے ہو کہ مین کون ہون؟" شمعون پطرس
نے جواب مین کہا "تو مسیح زندہ خدا کا بیٹا ہے"

۲۲۔ ان انجیلون کے مسیح نے بارہ رسول منتخب کیے
تھے اور اُن کو تبلیغ کرنیکے واسطے بھیجا تھا۔ اور
گو انھین مین سے ایک مسیح کے پکڑوانے والا
بھی تھا مگر مسیح اُس کے نفاق کو نہین جانتے تھے
یہان تک کہ اس منافق کو دوسرے شاگردون کے
ساتھ آسمان کی بادشاہت مین حکومت کرنے کا

	وعدہ دیتے تھے (دیکھو متی باب دس آیات دو سے بیالیس تک۔ مرقس باب تین آیات تیرہ سے انیس تک و باب چھ آیات سات سے گیارہ تک لوقا باب چھ آیات بارہ سے انیس تک۔ باب نو آیات ایک سے پانچ تک۔ متی باب انیس آیت اٹھائیس)
۲۳۔ اس انجیل کا مسیح اپنے مرنے سے چھ روز پہلے بیت عنیا مین گیا۔ اور جب وہان کھانا کھانے لگا تو ایک عورت مریم نامی نے جو اس مسیح کی پہلے سے واقف تھی آکر مسیح کے پاؤن پر عطر ملا (دیکھو یوحنا باب بارہ آیت ایک و دو)	۲۳۔ ان انجیلون کا مسیح مرنے سے صرف دو روز آگے بیت عنیا مین گیا۔ اور جب وہان کھانا کھانے بیٹھا تو ایک اجنبی عورت نے جس کا نام معلوم نہین آکر مسیح کے سر پر عطر ملا (دیکھو متی باب چھبیس آیات دو و چھ سات (مرقس باب چودہ آیات ایک و دو تین۔

مندرجۂ بالا نقشہ سے صاف ظاہر ہو سکتا ہے کہ جو کتابین مقدس عیسائیون کے ہاتھ مین ہین ان مین کس قدر اختلاف ہے اور وہ کس درجہ ناقص اور ناقابل اعتبار ہین۔

دین مسیحی کا اجماع امت یعنی مستند کونسلین

مسلمانون اور مسیحیون کا فقہی اختلاف۔ اجماع مسیحی اجماع یا کونسل کی تعریف۔ مسلمانون کا اجماع مسیحیون کی مذہبی کونسلین۔ اُن کی تعداد۔ نیقیہ کی کونسل قسطنطنیہ کی پہلی کونسل۔ شہر افسوس کی کونسل۔ خالسدون کی کونسل۔ قسطنطنیہ کی دوسری کونسل۔ قسطنطنیہ کی تیسری کونسل۔ نیقیہ کی دوسری کونسل۔ تصویر پرستی کا جائز مسیحی بت شکن قسطنطنیہ کی چوتھی کونسل۔ لاطران کی پہلی کونسل۔ لاطران کی دوسری کونسل۔ لاطران کی تیسری کونسل۔ لاطران کی چوتھی کونسل۔ حروب صلیبیہ کے متعلق کونسلین۔ لیون کی پہلی کونسل۔ لیون کی دوسری کونسل۔ وین کی کونسل۔ اُن کے علاوہ اور کونسلین بھی ہین۔

مسلمانون اور مسیحیون کا فقہی اختلاف

غالباً اپنی کتاب الہامی کے مشتبہ ہونے ہی کی وجہ سے عیسائیون کو اپنی شرعی فقہ کے مرتب کرنے مین مذہبی اور قومی کونسلون سے کام لینے کی ضرورت پڑی۔ مسلمانون کے نزدیک اصول شرع چار چیزین ہین۔ قرآن۔ حدیث۔ اجماع۔ اور قیاس۔ مسیحیون مین چونکہ کلام الٰہی اور ارشاد رسالت مین کوئی امتیاز نہین ہے۔ لہذا قرآن و حدیث کے مقابلے مین صرف ایک حجت شرعی قائم ہوئی یعنی انجیل مقدس قیاس کے متعلق ہم کو کوئی خاص تصریح مسیحیون کی کتابون مین نہین نظر آتی۔ مگر ان پراٹسٹنٹ فرقے کو دیکھ البتہ رہے ہین جو قیاسات سے کام لینے مین یہان تک آزاد ہے کہ منصوصات کی بھی پروا نہین کرتا۔

اجماع

فقط اجماع باقی رہ گیا۔ جو عیسائیون مین سب سے زیادہ اہم اور بکار آمد حجت شرعی ثابت ہوا ہے۔ اجماع ہی کا نمونہ وہ کونسلین تھین جو گذشتہ اٹھارہ سو برس کے اندر وقتاً فوقتاً مرتب ہوئین۔ اور جنھون نے ہمیشہ دین عیسوی کو اپنی تجویزون کے

مسیحی اجماع یا کونسل کی تعریف

مطابق بدل لیا۔ مذہبًا کونسل کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اس کے انعقاد کی باضابطہ اطلاع ساری دنیا کے تمام بشپون کو کر دی گئی ہو۔ گو سب شریک ہون۔ اور ضرور ہے کہ اس کا محرک پوپ روم ہوا ہو یا کم از کم اس کی منظوری لے لی گئی ہو۔ اور خود اس کی یا اُس کے مجوزہ لوگون کی میر مجلسی مین انعقاد پائے۔

مسلمانون کا اجماع

مسلمانون کا اجماع اس سے زیادہ سخت ہے اُسکے لیے شرط ہے کہ ایک وقت کے تمام مسلمان بلا استثنا و امتیاز کسی خاص امر پر اتفاق کر لین۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا وقوع اسلام مین بجز عہد اولین کے چند اہم امور کے تصفیہ کے کبھی نہین ہوا۔ لہذا فقہ اسلامی کا اجماع سچ پوچھیے تو کالعدم ہو گیا۔ ہان عیسائیون کا اجماع مذکورہ کونسلون کی صورت مین اکثر وقوع پذیر ہوتا رہا۔ اگرچہ اس امر کا کوئی ثبوت نہین پیش کیا جا سکتا کہ اُن کونسلون کی باضابطہ اطلاع دنیا کے تمام بشپون کو دی جا سکی تھی یا نہین۔ اسلام مین پریسٹ ہوڈ (امامت ربّانی) چونکہ نہین ہے اس لیے کسی خاص شخص کی منظوری یا نامنظوری اور صدارات سے وابستہ نہ رہا۔

مسیحیون کی مذہبی کونسلین

اب ہم مسیحیون کی اُن مشہور کونسلون کی مختصر فہرست پیش کرتے ہین جو اس وقت تک منعقد ہو چکی ہین۔ اور جن مین سے ہر ایک دین عیسوی کے لیے بجاے خود ایک پوری حجت شرعی خیال کیجاتی ہے۔ اس فہرست سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ عیسائیون مین کیسے کیسے اختلافات پیدا ہوے۔ اور یہ بھی کہ دین عیسوی کی قسمت کہان تک بشپون کے ہاتھ مین رہی ہے۔ ہم اسوقت تک اصلی عیسویت رومن کیتھولک مذہب کو قرار دیتے آئے ہین۔ اور انھین کے عقائد کی پابندی اس فہرست کے پیش کرنے مین بھی کرتے ہین۔ اگر سچ پوچھیے تو موجودہ فرق نصارا مین وہ اصلی درخت جسے خاص دین عیسوی کہنا چاہیے یہی فرقہ ہے دیگر فرقے اسی سے مختلف شاخون کی طرح پھوٹ پھوٹ کے جدا ہوے ہین۔ لہذا دین مسیحی کی تاریخ کا اصلی تعلق رومی کلیسا سے ہے۔ اور دیگر فرقون سے اگر بحث بھی کیجاے

اُن کی تعداد | تو جہ لی بحث ہو گی۔ کل کونسلین جو اس وقت تک جمع ہوئین اُن مین سے اہم فقط پندرہ کونسلین ہین جن مین سے پہلی آٹھ ایشیا یا قسطنطینیہ مین اور باقی یورپ مین ہوئین۔ ایشیا کی آٹھ کونسلین حسب ذیل ہین۔

نیقیہ کی کونسل | (۱) نیقیہ کی کونسل۔ نیقیہ ایشیاے کوچک کا وہی شہر ہے جسے فی الحال آزنیق کہتے ہین جو قسطنطینیہ سے ۹۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ اور قلمرو عثمانیہ مین شامل ہے یہ کونسل ۳۲۵ قبل محمد (۳۲۵ء) مین منعقد ہوئی۔ اور پوپ سلوسٹر اول اس کا پریسیڈنٹ تھا۔ اس کونسل مین ۳۱۸ بشپ جمع ہوے تھے۔ اور خود شہنشاہ قسطنطین اعظم مدد و معاون تھا۔ اسکندریہ کے مقتدا آریوس کو اس کونسل نے ملزم ٹھیرایا جس نے کلمہ یا خدا کے بیٹے کی الوہیت سے انکار کیا تھا۔ اور نہ اس امر کو تسلیم کرتا تھا کہ مسیح اور خدا ایک ہی نوعیت کی ذاتین ہین۔ مذہب نیقی جس سے کیتھولک مذہب عبارت ہے زیادہ تر اسی انجمن کا طے کیا ہوا ہے۔

قسطنطنیہ کی پہلی کونسل | (۲) قسطنطنیہ کی پہلی کونسل۔ جو ۱۹۰ قبل محمد (۳۸۱ء) مین قصر شاہنشاہی کے اندر جمع ہوئی۔ پوپ دماسوس اول اس کا پریسیڈنٹ تھا۔ ڈیڑھ سو بشپ جمع تھے اور شہنشاہ تیودوسیوس بھی حاضر تھا۔ اس موقع پر مقدونیوس کے متبعین ملزم ٹھیراے گئے۔ جن کو روح القدس کی الوہیت سے انکار تھا۔ اور یہ اس کو نہ مانتے تھے کہ روح القدس اسی نوعیت کی ذات ہے جیسی کہ آب اور ابن ہین۔ اس کونسل نے اس کے علاوہ چند اور عقائد بھی مذہب نیقی مین بڑھا دیئے۔

شہر افسوس کی کونسل | (۳) شہر افسوس کی کونسل جو مقدس مریم کے کلیسا مین ۱۴۰ قبل محمد (۴۳۱ء) مین قائم ہوئی۔ پوپ سلطین اول پریسیڈنٹ تھا۔ اور دو سو بشپون کا مجمع تھا۔ اس کونسل نے نسطورویوس کو جو نسطوری فرقے کا بانی تھا ردمی کلیسا سے خارج کر دیا۔ اس شخص کا اعتقاد تھا کہ مسیح کی ذات مین دو مختلف وجود ہین ایک وجود انسانی جو مریم کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور دوسرا وجود یزدانی جس سے عبارت کلمۂ ابدی ہے۔ اسی بنا پر اس نے اس عقیدے سے انکار

کر دیا کہ جناب مریم خدا کی مان ہین۔ جو کیتھولک مذہب کا متفق علیہ مسئلہ تھا۔

خالسدون کی کونسل

(۴) شہر خالسدون کی کونسل (خالسدون کو اب سقوطری کہتے ہین جو قسطنطنیہ کے محاذی ایشیائی ساحل پر واقع ہے) یہ کونسل پوپ لیو اعظم کے عہد مین سنہ ۱۲۰ قبل محمد (۴۵۱ء) مین قائم ہوئی۔ پوپ کیطرف سے وکالۃً چند بشپ اس کے میر مجلس قرار پاے۔ چھ سو تئیس بشپون کی جماعت حاضر تھی اور قیصر روم مارقیان بھی شریک تھا۔ اس مین پوپ کی عام سرگروہی تسلیم کی گئی اور اسکندریہ کے بشپ دیوسکوروس کو الزام دیا گیا۔ جس کی تعلیم تھی کہ مسیح مین صرف ایک ہی نوعیت ہے۔ حالانکہ رومی کلیسیا مسیح کی ایک ذات مین دو قسم کے وجود مانتا تھا۔

قسطنطنیہ کی دوسری کونسل

(۵) قسطنطنیہ کی دوسری کونسل۔ جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے سترہ سال پیشتر ۵۵۳ء مین قائم ہوئی (۱۶۵) بشپ جمع تھے۔ اور شہنشاہ جسٹنیا بھی شریک تھا۔ اس کونسل کی صدارت نہ پوپ نے کی اور نہ پوپ کے نائبون نے۔ اور نہ اس کے انعقاد کے لیے پوپ سے اجازت لی گئی تھی۔ مگر چونکہ بعد انعقاد اس کی منظوری حاصل ہو گئی اس لیے اس کونسل کا فیصلہ بھی مسلم الثبوت اور واجب التعمیل مانا جاتا ہے۔ اس کونسل نے چند دیگر خیالات کو جو نسطوری عقائد کے مطابق تھے۔ ملعون ٹھہرایا۔ اور اُن کے ماننے والون کو ملزم قرار دیا۔

قسطنطنیہ کی تیسری کونسل

(۶) قسطنطنیہ کی تیسری کونسل جو خاص قصر شاہی مین بصدارت پوپ اغاتو سنہ ۶۰ محمدی (۶۸۰ء) مین منعقد ہوئی جین اُس سال جس سال کہ واقعۂ کربلا پیش آیا۔ اور حضرت امام حسینؑ دریاے فرات کے کنارے شہید ہوئے اس کونسل مین ۱۷۰ بشپ جمع تھے۔ اور مناثلی فرقے کے لوگ ملزم ٹھہراے گئے جو کہتے تھے کہ مسیح مین صرف ایک ہی فعل اور ایک ہی ارادہ ہے۔ اور اس سے مراد "ارادۂ الٰہی" ہے۔

نیقیہ کی دوسری کونسل

(۷) نیقیہ کی دوسری کونسل۔ جو بصدارت پوپ ادریان اول سنہ ۱۶۷ محمدی (۷۸۷ء) مین ہارون رشید کی تخت نشینی کے دوسرے سال منعقد ہوئی۔ اس مین ۳۶۷ بشپون کا مجمع تھا۔ پہلی کونسلون نے اگر توحید کو اصولاً بگاڑا

تھا تو اس کونسل نے خدا پرستی کی رہی سہی شان بھی مٹا دی۔ اس لیے کہ اُس نے
تصویر پرستی کا جواز اُن مسیحیون کو الزام دیا جو تصویر پرستی کے خلاف تھے۔ اور
بت شکنی کو اپنا سرمایۂ افتخار سمجھتے۔ ایسے راست باز لوگون کو اپنی جماعت سے
نکال دیا۔ اس انجمن نے مقدس بزرگون کی مورتین رکھنے اور ان کی تعظیم
کرنے کو جائز قرار دیا۔ تصویر پرستی ہمیشہ بت پرستون کے ساتھ مخصوص رہی
تھی۔ یہودیون کے عقائد کی رو سے اُس کی سخت ممانعت تھی۔ اور ابتدائی دور
کے مسیحی لوگ بھی اس کے سخت مخالف تھے۔ مگر اب غالبًا مسلمانون کی ضد مین
جائز کر لی گئی۔ جس وقت تک وہ روم کے بت پرستون سے لڑتے رہے ہین
اس وقت تک اُنھون نے بھی تصویر پرستی کے جواز کا کبھی فتویٰ نہین دیا۔
بعض نا شک فرقون نے اپنے مبتدع اور مشرکانہ عقائد کی پابندی مین حضرت مسیح
و جناب مریم کی تصویرین بنائی تھین اور اُن کی تعظیم کرتے تھے۔ مگر چند روز بعد
یہ تصویرین عام مسیحیون کو بھی اچھی معلوم ہوئین۔ اور اُن کے آگے سر جھکانے کا ایسا
شوق ہوا اور اس شوق مین اُنھون نے ایسا جوش و خروش دکھایا کہ پوپ کے مقدس
دربار مین بھی اُن کو مقبولیت حاصل ہو گئی۔ اس کی ابتدا تو صلیب پرستی، مقدس بزرگون
کی ہڈیون کے ادب اور ارض یہودا کے تبرکات کے چومنے چاٹنے سے ہوئی۔ مگر انتہا
یہ تھی کہ تمام بڑے بڑے شہرون کی قلعہ بندی بھی اس طرح کی گئی کہ چارون طرف
مسیح و مریم اور محترم شہدا و صلحا کی مورتین قائم کر دی گئین۔ ظہور اسلام کے بعد جب
عیسائیون کو اس تصویر پرستی کا الزام دیا گیا اور اُنھین اپنی خرابیان خود اپنی آنکھون
سے نظر آئین تو ایک مسیحی جماعت اس کی مخالفت پر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اسلام
کے ان غیر مکمل شاگردون نے بت شکن اپنا لقب رکھا۔ اور کوشش کرنے لگے کہ مسیحیت
کے سر سے بت پرستی کا الزام اُٹھا دین۔ مگر پوپ روم اور دولت قیاصرہ کے سامنے
اُن غریبون کی کیا چل سکتی تھی؟ نیقیہ کی مذکورہ دوسری کونسل قائم ہوئی۔ اور بغیر
اس کے کہ اُن کی حجتون کی سماعت بھی کی جائے اُن کے خلاف یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ

تصویروں کی تعظیم و تکریم میں کوئی مضائقہ نہیں۔ افسوس کہ اسی زمانے سے عیسویت کھلی بت پرستی بن گئی۔ اور بشپوں کی ضعیف الاعتقادی نے دین حق کی نورانیت پر ایسی خاک ڈالی کہ پراٹسٹنٹ لوگوں کی کوششیں بھی پوری طرح کامیاب نہ ہو سکیں۔

قسطنطنیہ کی چوتھی کونسل

(۸) قسطنطنیہ کی چوتھی کونسل جو خاص سینٹ صوفیا کے عظیم الشان کلیسیا میں سنہ ۲۵۵ھ اور سنہ ۲۵۶ھ محمدی (سنہ ۸۶۹ء اور سنہ ۸۷۰ء) میں بصدارت پوپ ادریان ثانی بعہد معتمد علی اللہ عباسی منعقد ہوئی جس میں ۱۰۲ بشپ شریک تھے اس میں بڑے پادری فوطوس کے یونانی الحاد کی تردید کی گئی یعنی یونان والوں نے جن مسائل میں کلیسیاے روم (کیتھولک مذہب) سے اختلاف کیا تھا وہ مردود قرار دیے گئے۔ اسی وقت سے یونانی کلیسیا کلیسیاے روم سے جدا ہوا اور وہ مذہب قائم ہوا جو اس وقت روس اور دولت عثمانیہ کے مسیحیوں کا معتقد علیہ ہے۔ اور جس کے سرغنا شہنشاہ روس مانے جاتے ہیں۔ مشرقی بلاد کی یہی آخری کونسل ہے جس کے بعد جتنی کونسلیں ہوئیں سب ممالک مغرب میں یا یوں کہنا چاہیے کہ یورپ میں ہوئیں۔ اس لیے کہ مشرقی یورپ اب پوپ کے اثر سے باہر تھا۔

لاطران کی پہلی کونسل

(۹) لاطران کی پہلی کونسل۔ جو روم میں سنہ ۵۱۷ھ محمدی (سنہ ۱۱۲۳ء) میں منعقد ہوئی۔ پوپ قلستوس ثانی اس کا صدر انجمن تھا اور ۳۰۰ بشپ اور (۶۰۰) ایبٹ حاضر تھے۔ اس کونسل میں زیادہ بحث انتظامات کلیسیا کے متعلق ہوئی۔ اور بشپوں اور ایبٹوں کے انتخاب میں پوپوں اور شہنشاہوں کے حقوق جدا جدا قائم کیے گئے۔

لاطران کی دوسری کونسل

(۱۰) لاطران کی دوسری کونسل جو بصدارت پوپ انوسنٹ ثانی سنہ ۵۳۳ھ محمدی (سنہ ۱۱۳۹ء) میں خاص شہر روم میں منعقد ہوئی۔ اس میں ایک ہزار بشپوں کا مجمع تھا۔ اس نے بچوں کے بپتسما دینے اور چند اور مذہبی مسائل سے جن لوگوں نے انکار کیا تھا اُن کی تردید کی۔

لاطران کی تیسری کونسل

(۱۱) لاطران کی تیسری کونسل - جو روم مین بصدارت پوپ اسکندر ثالث سنہ ۵۷۵ھ محمدی (۱۱۷۹ء) مین منعقد ہوئی - اس مین ۳۰۰ بشپ شریک تھے - اس کونسل نے جو اصول طے کیے اُن کا زیادہ تر تعلق کلیسیا کے انتظام سے تھا - بتایا گیا کہ بڑے مقتدا دین اور دیگر بشپون کا انتخاب کیونکر کیا جائے - اور غریبون کے بچون کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کی گئی -

لاطران کی چوتھی کونسل

(۱۲) لاطران کی چوتھی کونسل - جو پوپ انوسنٹ ثالث کی صدارت مین سنہ ۶۱۲ھ محمدی (۱۲۱۵ء) مین منعقد ہوئی - اس مین ۴۱۲ بشپون اور ۸۰۰ سے زیادہ ماتحت عہدہ داران کلیسیا کا مجمع تھا جو تمام عیسائی ملکون کے بادشاہون اور حکمرانون کی طرف سے نیابتہً آکے شریک ہوئے تھے - اس کونسل نے بعض خاص قسم کی وقتی بدعات کے ماننے والون کو دین عیسوی سے خارج کیا - کیتھولک مسیحیون کے اخلاق کے متعلق بعض قواعد منضبط کیے - کنفشن یعنی اقرار گناہ کی رسم جو لوگون کے لیے سال مین کئی بار فرض سمجھی جاتی تھی گھٹا کے فقط ایک بار ضروری قرار دی - اسی طرح عشاے ربانی کی رسم بھی سال مین ایک ہی مرتبہ ضروری بتائی گئی - یہ کونسل چونکہ چھٹی جنگ صلیبی کے زمانے مین منعقد ہوئی تھی - لہذا اس نے اُس جہاد کے جواز کا بھی فتوی دیا -

حروب صلیبیہ کے متعلق کونسلین

حروب صلیبیہ کے متعلق بعض اور خاص کونسلین بھی منعقد ہوئی ہین - مگر ان کا ذکر ہم چھوڑے دیتے ہین - اس لیے کہ ابھی ہم دین عیسوی کے مذہبی حالات و عقائد بیان کر رہے ہین - لہذا اس موقع پر فقط انھین کونسلون کے بیان کی ضرورت ہے جنھون نے دین عیسوی اور خاصتہً کیتھولک مذہب کو موجودہ وضع کا مذہب بنایا ہے -

لیون کی پہلی کونسل

(۱۳) لیون کی پہلی کونسل - جو مملکت فرانس مین سنہ ۶۴۳ھ محمدی (۱۲۴۵ء) مین بصدارت پوپ انوسنٹ رابع منعقد ہوئی - اس مین ۱۴۰ بشپ اور بہت سے دیگر ماتحت عہدہ داران کلیسیا شریک تھے - بالدون شہنشاہ قسطنطنیہ بھی دیگر سلاطین اور سفیرون کے ساتھ اس کونسل مین موجود تھا - اس کونسل نے شہنشاہ فریڈرک ثانی کو جو دین عیسوی کی بے حرمتی کرنے مین مشہور ہے - اور پوپ انوسنٹ رابع کا رقیب تھا - جماعت

مذہبی سے خارج کیا۔ اور باوجودیکہ اس کی طرف سے بڑی بڑی مزاحمتیں ہوئیں مگر اس کونسل نے اسے تخت سے اتار دیا۔

لیون کی دوسری کونسل

(۱۴) لیون کی دوسری کونسل جو ۷۰۴ھ محمدی (۱۲۷۴ء) میں بصدارت پوپ گریگری عاشر منعقد ہوئی اس میں ۵۰۰ بشپ اور ایک ہزار سے زیادہ دیگر عہدہ داران کلیسیا شریک تھے اس کونسل میں یونانی کلیسیا والوں نے بھی پوپ کو اپنا سردار تسلیم کر لیا۔

وین کی کونسل

(۱۵) وین واقع فرانس کی کونسل جس کا انعقاد ۷۴۲ھ محمدی (۱۳۱۱ء) سے شروع ہو کے دوسرے سال میں ختم ہوا۔ اس کا پریسیڈنٹ پوپ کلیمنٹ خامس تھا اور ۳۰۰ بشپ اور بہت سے دیگر مقتدایان ملت شریک تھے۔ اس کونسل نے بیگارڈ نام ایک مذہبی پیشوا کے اس غلط عقیدے کی مخالفت کی کہ انسان اتنی تکمیل نفس کر سکتا ہے کہ معصوم ہو جائے اور اس سے کبھی گناہ سرزد ہی نہ ہو سکے۔

ان کے علاوہ اور کونسلیں بھی ہیں

یہ صرف وہ چند اہم اور مشہور کونسلیں ہیں جن کا زیادہ استناد و اعتبار کیا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں پوچھیے تو ان گزشتہ صدیوں میں صدہا ایسی کونسلیں منعقد ہوئیں جنھوں نے اپنے مقاصد و اغراض کے مطابق دین مسیحی کو جیسے سانچے میں چاہا ڈھال لیا۔

باب بست و یکم

یہودیت کی انتہائی مظلومی اور عیسویت کا اوج و عروج

بیت المقدس کی باقیماندہ تاریخ قبل از اسلام۔ مسیحیت کی حیرت انگیز ترقی۔ یہودیت کی کمزوری۔ مگر عیسائی اسے مٹا نہ سکے۔ یہودیت اور مسیحیت کے ملانے کی کوشش۔ اس میں ناکامی۔ بیت المقدس میں مسیحیت کی شان۔ اب یہ شہر عیسائیوں کا مرجع ہے۔ یہود و نصاری کے تعصبات۔ یہودی گھبراتے ہیں۔ یہودی ارض جلیل میں۔ ان پر قسطنطین اعظم کی مظالم

قسطنطیوس بھی ظلم کرتا ہے۔ مسیحی کنیسے بن رہے ہین۔ مگر ہیکل سلیمانی منہدم و سنسان پڑی ہے۔
یہودیون کی سرتابیان۔ مسیحیت کے زور مین بیت المقدس کی حالت۔ یہودیون پر سخت ظلم
یہودیون کا ترسناک تعصب۔ شومرون کے یہودی۔ آن کا ہنگامہ اس کا انتقام قسطنطیوس
کا ظلم یہودیون پر اور مسیحیون پر اُسکی عنایتین۔ مسجد اقصی کے کھنڈرون پر گرجا۔ مسجد اقصی
کی اصلی عمارت کا کچھ نہ کچھ حصہ ہمیشہ باقی رہا۔ سینٹ صوفیا بھی مندر سے گرجا بنی۔

بیت المقدس کی باقی ماندہ تاریخ قبل از اسلام بہتر ہوگا کہ دین مسیحی کی ان ترقیون اور اس کے مذکورہ انقلابات کے تذکرے کے ساتھ ہی ہم بیت المقدس کے اس حصۂ تاریخ کو بھی ختم کر دین جسے زمانہ فتوحات اسلام کے پیشتر سے تعلق ہے۔ ہمارے گذشتہ بیان ہی سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ رومی نژاد مرقس کے بشپ قرار دیے جانے اور بیت المقدس مین مسیحیون کے آباد ہونے کے بعد پہلی صدی عموماً اسی حال مین گذری کہ ارض فلسطین کے ہر کونے مین یہودیون پر بیحد انتہا مظالم ہو رہے تھے۔ اگرچہ ممالک رُوم اور اقطار یورپ مین مسیحیون پر بھی ظلم ہو رہا تھا۔ مگر وہان فقط دینی یا مذہبی اختلاف اور تعصب تھا بخلاف ارض یہودا کے جہان یہودی پولٹیکل مجرم قرار دسے دیے گئے تھے اور ان پر کسی رومی یا یونانی شخص کو کبھی اعتبار ہی نہ ہو سکتا تھا۔

مسیحیت کی حیرت انگیز ترقی اس صدی نے مسیحیت کو یکایک ایسی خلاف امید ترقی دلا دی تھی کہ روم کا قدیم مذہب کمزور ہوتا جاتا تھا۔ اور قریب تھا کہ اگلی بت پرستی دامن فنا مین آجائے اپنے حریف مسیحیون کی اس عالمگیر ترقی کو دیکھ کے یہودی بھی گھبرا اُٹھے۔ اور عیسائیون

یہودیت کی کمزوری کو تو یقین کامل تھا کہ جب رومی مذہب کے ایسے وسیع دین کو ہم نے مٹا دیا تو پھر یہودیون کی کیا ہستی ہے؟ جن کے ہاتھ مین نہ حکومت ہے نہ سلطنت۔ مگر اصل یہ ہے کہ یہودیت اتنی کمزور نہ تھی جتنی کہ بت پرستی ثابت ہوئی۔ مقتدایان ملت یہود یکایک چونکے۔ انھون نے اپنے لوگون کو عیسائیون کے خلاف ابھارا۔ اور اسے عیسائی اسے مٹا نہ سکے۔ مذہب کو مٹنے اور فنا ہونے سے بچا لیا۔ انھون نے کچھ ایسی خیر بھی...

عہ بروشلم و پامر

مضبوطی وہوشیاری سے کام لیا کہ اُن کا قدیم مذہب آج بھی دنیا کے ہر گوشے مین پھیلا
ہوا ہے۔ اور رومی مذہب کا کہین نام ونشان بھی نہین۔

یہودیت اور مسیحیت کے ملانے کی کوشش

اسی زمانے مین پامیرہ کی مشہور ملکہ زنوبیہ کا دور دورہ ہوا جو خود بھی اسرائیلیہ تھی۔ اس حسین اور لائق ملکہ کے چند روزہ عہد مین
یہودیون کی کسی قدر اشک شوئی ہوگئی۔ اور وہ بمقابلہ سابق کے زیادہ اطمینان کی
زندگی بسر کرنے لگے۔ ایک مسیحی عالم پولوس سموساتا زنوبیہ کا دوست اور مورد عنایت
تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اسرائیلی مذہب کی ان دونون شاخون کو ایک مین ملا کے
یہودیون اور عیسائیون مین ہمیشہ کے لیے صلح کرا دے ایسی کوششین دنیا

اس مین ناکامی

مین ہمیشہ ناکام ہوا کی ہین۔ چنانچہ اس موقع پہ بھی دونون جانب
سے نفرت کے ساتھ انکار ہوا۔ جو وکلا یہودیون کے پاس بھیجے گئے تھے ان کی
توہین ہوئی۔ اور پولوس اگرچہ خود ایک مسیحی شخص تھا مگر اپنے ہم مذہب کلیسا کے
سخت فتوے کی رو سے لامذہب اور بد دین قرار دیا گیا۔ عہ

بیت المقدس مین مسیحیت کی شان

اس پہلی صدی کے بعد کی صدیان بھی اسی قسم کے جھگڑون
سے بھری ہوئی ہین۔ جن مین اب اتنی زیادتی نظر آتی ہے کہ مسیحی ولیون اور شہیدون
کی کرامتون کے قصے بڑے زور وشور سے بیان کیے جاتے ہین۔ اور صدہا بے سروپا
کہانیان لوگون کی زبان پر مشہور ہین۔ جن مین سے بعض تاریخ کے صفحون پر پہونچ
کے ہمیشہ کے لیے باقی رہ گئین۔ اور آج بھی کبھی کبھی کیتھولک کنیسون کے مجمعون
لی جاتی ہین ان دنون بشپ اسکندر کے اہتمام سے بیت المقدس مین ایک کتب خانہ
کھولا گیا مگر اسرائیلیت یہان تک تباہ وبرباد ہو چکی تھی کہ اس مذہبی اور تاریخی
مقدس شہر کو سب لوگ ایلیا کپیٹولینا کہتے اور اصلی نام یروشلیم کا جاننے والا بھی شاید

اب یہ شہر عیسائیون کا مرجع ہے

کوئی شاذ ونادر ہی باقی ہوگا۔ لیکن مسیح کی پیروی کا دعوی کرنے والے
مطمئن تھے۔ وہ جناب ابراہیم وموسی کی یادگارون کے مٹنے سے خوش تھے۔

عہ ... ل مین تاریخ یہود

ان کی جگہ حضرت مسیح اور آپ کے حواریون کے نشانون کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے دنیا مین پھیلاتے تے۔ اور اس کے ساتھ قدیم یروشلیم یا اس زمانے کے ایلیا کو ساری دنیا کا مرجع بنا رہے تھے۔ ممالک دور و دراز سے لوگ اس شہر کی زیارت کو آتے مگر یہودیون کی مجال نہ تھی کہ شہر پناہ کے اندر قدم رکھ سکین۔ غرض دونون مذہبون کے تعصبات نے یہ حالت کر رکھی تھی کہ کسی طرف کا جوش کم ہونے ہی کو نہ آتا۔ ایک طرف ہر یہودی بچے کے دل سے لگی ہوئی تھی کہ ارض مقدس اور اپنے برگزیدہ شہر مین قدم جما دے۔ دوسری طرف عیسائیون کو دھن تھی کہ جس طرح بنے مختونون (یہودیون) کی ہر آبادی کے اندر اپنا ایک کنیسہ قائم کر دین۔

یہود و نصارا کے تعصبات

قسطنطین اعظم کے عہد مین جب دین مسیحی دولت روم کے تاج و تخت کا بھی مالک ہو گیا اور اس نے اور اس کی مان ہلینا نے بڑی سرگرمی سے یہان عالیشان عمارتین تعمیر کرائین۔ مسیح کے مقبرے پر سر بفلک کنیسے قائم کیے۔ اور اصلی صلیب کو زمین سے کھود کے منظر عام مین رکھا تو زیارت کا جوش اور بڑھ گیا۔ ہر طرف سے زائر جوق کے جوق آنے۔ اور یہودی یہ دیکھ کے اور گھبراتے کہ وہی مذہب جو اُن کا رقیب اور سخت دشمن تھا۔ اب ان کی قسمت اور اُن کی جان و مال کا مالک ہے۔ آخر اپنے گرد و پیش ہر طرف مسیحیت کا جوش و خروش دیکھ کے اُنھون نے اپنی دعوے اور اپنی مخالفتین چھوڑ دین اور ارض جلیل کے چار بڑے شہرون پر قبضہ کر کے اپنے ربیون (مذہبی مقتداؤن) کی حکومت مین خموشی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ مگر قسطنطین کی بیٹی ایا نداریا نے انھین اس طرح بھی نہ بیٹھنے دیا اور اُن کی عیسائی بنانے کے لیے جبریہ کارروائیان شروع ہو گئین۔

یہودی گھبراتے ہین

یہودی کا ارض جلیل مین

یہود و نصارا کے تعلقات پر قسطنطین نے جو قوانین نافذ کیے اُن سے دیکھنے ہی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسرائیلیون کے حق مین وہ کس قدر سخت تھے

یہود و نصارا کے تعلقات پر قسطنطین اعظم کے مظالم

ہدو دالٹر بزنٹ۔ عہد ما مین تاریخ یہود۔ سہ دالٹر بزنٹ۔

یا یون کہا جاے کہ مسیحیت نے اپنا دلدادہ بنانے کے بعد اُسے انسانی ہمدردی کا کیا اور کیسا سبق دیا تھا
عام حکم تھا کہ کسی نئے ایمان لانے والے مسیحی کو کوئی ڈھیلا مارے یا ستائے گا تو زندہ جلا دیا
جاے گا۔ اسکے مقابلے مین یہودیون کو عیسائی چاہتے جتنا ستا لیتے اُن غریبون کی داد رسی
نہ ہوتی۔ دوسرا حکم تھا کہ کوئی عیسائی اگر مذہب یہود اختیار کرنے کی جرأت کرے گا تو سخت
عذاب کا مستوجب ہوگا۔ تیسرا حکم تھا کہ کوئی یہودی اس امر کا مجاز نہین کہ کسی مسیحی غلام کو
اپنے قبضے مین رکھے۔ الغرض ایسے ہی قوانین تھے جنھون نے موسوی شریعت کے حامیون
کو زندگی سے عاجز کر رکھا تھا۔ اور اُن کی ساری امیدین اس نئے عیسائی بادشاہ کی موت
سے وابستہ تھین۔ آخر وہ گھڑی بھی آئی۔ ہلینا کا خوش اقبال بیٹا مرا۔ اور قسطنطیوس باپ کے

قسطنطیوس بھی ظلم کرتا ہے

تاج و تخت کا وارث ہوا۔ یہودیون کی امیدون نے اس کی طرف رخ پھیرا
تھا کہ یکایک اگلے قانون مین یہ دفعہ اور بڑھا دی گئی کہ کوئی یہودی اس امر کا مستحق نہین ہے
کہ کسی مسیحیہ عورت کو اپنے عقد نکاح مین لائے۔" اس کے ساتھ اس پرانے حکم کی بھی از سر نو تجدید
کر دی گئی کہ "کوئی یہودی اپنے قدیم مقدس شہر (بیت المقدس) کے پاس سے بھی ہو کے نہ گذرنے
پائے۔" اب ایلیا کی چار دیواری کے اندر فرمان روا ے روم کے مسیحی ہو جانے کی وجہ سے
نہ وہ وینس کا مندر باقی تھا اور نہ وہ جیوپٹر کا بت خانہ جو ادریانوس قیصر کے حکم سے

مسیحی کنیسے بن رہے ہین

مسیح کی فرضی قبر اور ہیکل سلیمانی کے کھنڈرون مین قائم کیے گئے تھے۔
حضرت مسیح کی قبر پر تو قسطنطین کی ماں کے عالیشان کنیسے تھے جن کی رونق روز بروز
بڑھتی جاتی تھی۔ کالوری کی پہاڑی جہان حضرت مسیح کے لیے صلیب کھڑی کی گئی تھی۔
اس پر ہر وقت عجیب چہل پہل رہتی۔ مگر موریا کی پہاڑی جس پر کبھی مشہور ترانہ مسجد اقصی

مگر ہیکل سلیمانی منہدم و سنسان پڑی ہے

یا ہیکل سلیمانی تھی اور جس کے منہدم آثار ہنوز باقی تھے سنسان پڑی تھی
اور بے حمیت فاتحون اور حکمرانون کے حکم سے وہان ہل چل رہا تھا۔

یہودیون کی سرتابیان

ان سخت قوانین اور ان قومی مصیبتون کے زمانے مین یہودیون نے
عاجز آ کے سرتابی اور بغاوت کی بھی دو ایک کمزور سی کوششین کین اور ایک آدھ مرتبہ

ع۵ ل مین - تاریخ یہود

تو عیسائیون کے لوٹنے مارنے اور اُن سے انتقام لینے کا بھی تھوڑا بہت موقع حاصل کر لیا۔ مگر بہت ناکام رہے۔ اور سلطنت کے مقابلے مین نقصان کا ساتھ دینا پڑا۔ چندروز بعد یولیانوس قیصر کا عہد شروع ہوا۔ جس نے مسجد اقصی کی تعمیر کا ارادہ کر کے ساری قوم بنی اسرائیل کی ہمتین بڑھا دی تھین۔ مگر اُس تاریخی اور مقدس عمارت کی تعمیر کی اس آخری کوشش کا جو کچھ نتیجہ ہوا اور یہودیون کی امیدون کے ساتھ اُن کا جوش دخروش جس طرح خاک مین ملا اُس کا حال ہم بیان کر چکے ہین۔

مسیحیت کے زور مین بیت المقدس کی حالت درحصل اسرائیلیون کی یہ آخری کوشش تھی۔ اس کے بعد سے تین سو برس تک بیت المقدس کی تاریخ کو یہودیون سے تعلق نہین بلکہ وہ پوری پوری کلیسا کی تاریخ ہے۔ اب نہ رومی بت پرستون کی عداوتین تھین نہ یہودیون کی مخالفتین بلکہ مسیحیت کے اندرونی جھگڑے تھے۔ اس مذہبی دنگل سے پرانے پہلوان ہمت ہار کے نکل گئے تھے اور اُن کی جگہ مختلف مذاق و عقائد کے بشپ اور راہب باہم زور آزمائیان کر رہے تھے۔ اب ارض فلسطین سپہگرون کی جان بازی کا میدان نہ تھی بلکہ سخت و سست الفاظ دل آزارد درشت گالیون۔ اور کفر و الحاد کے فتوؤن کا دنگل بنی ہوئی تھی[ع]

یہودون پر سخت ظلم اس کے مقابل یہودیون کی یہ حالت تھی کہ انھین کسی جگہ سناگاگ (معبد) بنانے کی بھی اجازت نہین دیجاتی تھی۔ اُن کے پرانے معبدون مین آگ لگا دی جاتی۔ اور کوشش کیجاتی کہ جتنے ہین وہ بھی فنا کر دیے جائین۔ ان زیادتیون نے دونون جانب تعصب کو بڑھا دیا۔ اور جابجا بلوے اور ہنگامے ہونے لگے۔ جن مین بعض وقت مسیحیون کو بھی باوجود حکمرانی کے سخت نقصان پہونچ جاتا۔ پانچوین صدی عیسوی کی ابتدا ہی

یہودیون کا ترسناک تعصب مین انطاکیہ اور خالقیس کے درمیان امسطر نام ایک قصبے مین چند بدمست یہودی اس سخت گناہ و بدتمیزی کے مرتکب ہوئے کہ سر بازار حضرت مسیح کے نام کی توہین شروع کر دی۔ اور جوش مین بکتے بکتے اس قدر حد سے گذر گئے کہ ایک صلیب کھڑی کی اُس پر ایک عیسائی لڑکے کو باندھا۔ اور نہایت بے رحمی و سنگدلی کے ساتھ کوڑے مار مار کے اُسے

ع۔ بیت نٹ ویامر

مار ڈالا۔ جب مسیحی حکمران کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے مجرمون کو با خود گرفتہ کرکے سخت سزا دی۔ مگر اتنی ہی سزا سے عیسائیون کے دل کا حوصلہ نہین نکلا۔ وہ غضب اور کینے کو دل مین لیے رہے۔ جس کا آخری اُبال یون آیا کہ چند سال بعد عیسائیون نے خاص انطاکیہ مین یہودیون کے ایک سناگاگ کو ہنگامہ کرکے لوٹ لیا۔

شومرون کے یہودی — اس کے بعد سے ۵۰۰ء قبل محمد (سنہ ۹۰ء) تک ارض فلسطین اور بیت المقدس کے قرب و جوار مین امن و امان رہا۔ لیکن اس زمانے مین شومرون والون نے جو یہودیون سے کسی قدر جدا مگر انھین کے گروہ مین شامل سمجھے جاتے تھے بغاوت کا ایک خاص سلسلہ شروع کر دیا۔ شومرون کے یہودی اپنے مقدس و محترم پہاڑ جرزیم پر قابض تھے۔ اور وہین جا کے عبادت کیا کرتے تھے۔ اگرچہ وہان کوئی عمارت نہین بنی تھی۔ اور نہ کوئی معبد تھا۔ مگر ان کے اعتقاد مین پہاڑ کی چوٹی اپنی سادی حالت کے ساتھ ہی زیادہ مقدس تھی۔ عیسائی مدت دراز سے اس تاک مین تھے کہ کوئی عمدہ موقع ملے تو اس قدیم تاریخی قلّہ کوہ پر بھی اپنا ایک کنیسہ تعمیر کر دین۔ مگر یہودیون کی مستعدی سے اس کی نوبت نہین آنے پائی تھی۔ ناگہان زمانے کے مظالم نے یہود کو ایسا از خود رفتہ کیا کہ اُنھون نے خود ہی عیسائیون کے لیے اس بات کا موقع پیدا کر دیا۔ اور بات یہ ہوئی کہ جب یہود پر بے انتہا ظلم ہوے تو عاجز آکے وہ جان پر کھیل گئے۔

ان کا ہنگامہ — اور ایک ایسٹر کے دن جو نصارا کی عید کا روز تھا جوش بغاوت سے بھرے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ناپلوس کے گرجے پر عین اس حالت مین جبکہ عیسائی عبادت کر رہے تھے حملہ کر دیا۔ بہت سے مسیحیون کو قتل کیا خود بشپ کو زخمی کیا۔ اور اس کی چند انگلیان کاٹ ڈالین۔ عیسائی بشپ فریاد دے کے قسطنطنیہ پہونچا اپنا انگلیان کٹا ہاتھ خود قیصر کو دکھایا۔ اور اسی ذیل مین مسیحی شہنشاہ کو یہ بھی یاد دلایا کہ ایک عیسائی عقیدت کیش کی نظر مین شومرون کا ٹیلہ کیا وقعت رکھتا ہے۔ اور حضرت مسیح کے وہ کلمات پیش کیے جو اس ٹیلے کے متعلق ارشاد ہوے تھے۔ شہنشاہ نے برہم ہو کے حکم دیا کہ یہودی مجرمون کو سخت سزا دی جائے۔ اور کوہ جرزیم سے اہل شومرون

نکال دیے جائین -

یہ حکم پاتے ہی عیسائیون نے یہودیون کے اس ایک باقی ماندہ متبرک ٹیلے پر بھی قبضہ کر لیا - اس پر اپنا ایک عالیشان کنیسہ قائم کیا - اور زبردست پہرہ مقرر کر دیا کہ شومرون والے کبھی قریب آنے کی بھی جرأت نہ کر سکین لیکن اہل شومرون برابر تاک مین لگے رہے یہان تک کہ انطاسیلوس قیصر کے عہد مین ان کی ایک پرجوش اور جان باز جماعت نے ایک دلیر عورت کی سربراہی سے اس پہاڑی پر حملہ کیا - عیسائیون پر ناگہان جا پڑے - اور تمام پہرے والون کو قتل کر ڈالا - مگر حکومت عیسائیون کی طرفدار تھی - چند روز بعد جب عیسائیون نے دوبارہ قبضے کی کوشش کی تو یہودیون کا کوئی زور نہ چلا اور متنازع فیہ پہاڑی پھر عیسائیون کے قبضے مین تھی -

شومرون والون نے اپنی اس متبرک پہاڑی کے حاصل کرنے کے لیے پھر کوششین شروع کین - اکثر سخت خونریزیان ہوئین - اور ایک مرتبہ تو وہ مسیحیون کی ایک جماعت کثیر کو قتل و غارت کر کے کوہ جریزیم پر قابض بھی ہو گئے اس پر طرہ یہ ہوا کہ انھین مین کے ایک بلند پرواز شخص نے حریفون کو پیپا کر کے مظلومون اور فریادیون کی صورت بنائی - اور قسطنطنیہ مین یہودیہ کے شہنشاہ کے سامنے اس فصاحت و بلاغت سے اپنی قوم کی بیکسی و مظلومی اور عیسائیون کا ظلم و جور بیان کرنے لگا کہ خود عیسائی تاجدار کو اپنی قوم اور اپنے ہم مذہبون کی زیادتی کا یقین آ گیا - اور اس کی نظر مین وہی بانی فساد ثابت ہو گئے اس کارروائی کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ فلسطین کے تمام عیسائی مقتدا غافل اور مطمئن بیٹھے تھے کہ ناگہان بلا استفسار و امتیاز شہنشاہی فرمان کی رو سے گرفتار کر لیے گئے - مگر انجام یہ ہوا کہ قسطنطنیہ کے بعض صاحب اثر مسیحی مقتداؤن کی کوشش سے تحقیقات کے لیے ایک کمیشن قائم ہوا - اس کمیشن کے تمام ارکان غالباً عیسائی ہی ہون گے لہذا لازمی تھا کہ اُن کی تحقیقات مین یہودی ہی ملزم ٹھہرائے جائین -

اس کا انتقام | اہل شومرون کی کارروائی کو اس طریقے سے اُنھین پر اُلٹ کے مسیحیون نے سخت جوش و خروش سے انتقام لینا شروع کر دیا - شومرون والون کے سرگردہ اور مقتدا

قتل ہونے لگے۔ اور حکم عام دیدیا گیا کہ کسی یہودی کو نابلوس مین آباد ہونے کی اجازت نہین ہے اس کے ساتھ ہی یہ عجیب و غریب فرمان بھی نافذ ہوا کہ کوئی شومرون والا اپنے باپ کی خاندانی جائداد کا وارث نہین ہو سکتا۔ بس اسی وقت سے شومرون کی مقدس پہاڑی پہ ہمیشہ کے لیے صلیب قائم ہو گئی۔

یوسطینوس کا ظلم یہود پر | یہ زمانہ یوسطینوس قیصر کا تھا۔ جس کے سخت اور جابرانہ قوانین نے اہل شومرون اور عموماً یہودیون کے حق مین ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ نہین فروگذاشت کیا۔ ان پر ہر طرح کی زیادتی ہو رہی تھی۔ اور وہ صبر و شکر کے ساتھ حکومت کے جور و ن کو جھیل رہے تھے۔ دیوانی اور ملکی محکمون کے تمام معزز عہدون سے وہ کلیتہً محروم کر دیے گئے تھے۔ ماتحتی کی ذلیل خدمتین بجا بھی لاتے تو خیر خواہی۔ نیک چلنی۔ دیانت داری۔ اور جفاکشی کا کوئی معاوضہ نہ ملتا۔ نہ ترقی ہوتی اور نہ کسی قسم کی قدر دانی کی جاتی۔ یہ قانون عام طور پر نافذ تھا کہ جس بچے کے مان باپ مین سے کوئی عیسائی ہوا اس کے لیے لازمی ہے کہ سچے دین (یعنی مسیحیت) ہی کی پیروی کرے۔ جن مان باپ کی اولاد عیسائی ہو جائے اُن کا فرض تھا کہ اپنی جائداد اُسکی بسر کے لیے چھوڑ دین۔ اس کے حوائج ضروری کو فراہم کرین۔ مسیحیون مین اُس کی شادی کرین۔ اور اسے جہیز یا عروسی ہدیے مسیحی رسم و رواج کے مطابق دین۔ اس کا نتیجہ تھا کہ جن یہودیون کا کوئی لڑکا عیسائی ہو جاتا وہ تمام آبائی جائداد پہ قابض ہوتا۔ اور باقی ماندہ اولاد محروم رہ جاتی۔ ان سب پہ بالا یہ قانون تھا کہ شومرون والون کے تمام معبد منہدم کر دیے جائین۔ اور جو کوئی ان کی تعمیر یا ترمیم کا ارادہ کرے سخت سزا پائے۔ ان سخت اور ظالمانہ قوانین نے شومرون والون کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ مگر ان کا مذہب ایسا مضبوط اور دلون مین جگہ پیدا کر لینے والا تھا کہ روم کے قدیم مذہب کی طرح اس مذہب کو مسیحیت دنیا سے نہ مٹا سکی۔ اتنی صدیان گذر جانے کے بعد آج بھی ارض فلسطین مین چند سماری یہودی نظر آتے ہین جو اب تک اپنے اُنھین پُرانے اصول پہ قائم ہین۔

اور مسیحیون پر اسکی عنایتین | یوسطینوس کا عہد مسیحیت کے لیے نہایت کامیابی و سرسبزی کا زمانہ تھا

عـہ حل مین تاریخ یہود

اس نے اگرچہ کلیسا کے خزانے کو مہمات سلطنت کے لیے ضبط کر لیا۔ مگر اس سے انکار نہین کیا
جا سکتا کہ اس کے دور مین ارض مقدس عیسائیون کا بہت بڑا مرجع و ماوی بنی ہوئی تھی
سارے ملک شام مین راہبون اور ننون کی خانقاہین اور فقیرون کے جھوپڑے پھیلے
ہوے تھے مگر عقیدت کیشون اور تارک الدنیا درویشون کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ وہ خانقاہین
بھی کافی نہ تھین۔ اس لیے کہ کوئی غار نہ تھا جس مین کسی فقیر نے عزلت گزینی نہ اختیار کی ہو۔
اور کسی پہاڑ کا پہلو نہ تھا جس مین کوئی نہ کوئی راہب لذت دنیوی کو چھوڑ کے نہ بیٹھ رہا ہو۔
اور ہر وقت ریاضت و نفس کشی مین مشغول نہ نظر آتا ہو۔ ہوا ان لوگون کی جستجوؤن سے گونجتی
رہتی جو روحانی ترقی اور کمالات تجرد حاصل کرنے کے لیے اپنے جسمون کو طرح طرح کی
تکلیفون مین مبتلا کرتے۔ اس پر طرہ یہ تھا کہ سارا ملک تبرکات اور مقدس یادگارون کا
خزانہ خیال کیا جاتا تھا۔ اور چونکہ ممالک دور و دراز مین اُن تبرکات کی بڑی قدر و منزلت
ہوتی۔ لہذا ان کا ڈھونڈھ کے فراہم کرنا یا بنانا ایک سود مند اور موجب ثواب تجارت
قرار پاگیا تھا۔ جس مین اکثر لوگ مشغول رہتے۔ اور راہبون کا وہ وقت جو ریاضت و
عبادت سے بچتا اسی کار خیر مین صرف ہوتا۔ مجلسون اور صحبتون مین علم کلام کے مسائل
اور علم الہی کے اصول پر مباحثے ہوتے۔ اور شب و روز کنیسون اور گرجون سے گھنٹون کی
آوازین سنی جاتین۔ در حقیقت اس عہد مین یہ زمین فقط راہبون کی نذر کر دی گئی تھی۔
اور اُنھین کے ساتھ مخصوص تھی۔

مسجد اقصی کے کھنڈرون پر گرجا

یوسطینوس کی بلند حوصلگی نے یون تو بہت سے نئے کنیسے قائم کر دیے
تھے۔ مگر تعصب یا یہودیون کے دل پر ایک تازہ زخم لگانے کے لیے اس کی متعصبانہ اولوالعزمی
و سرگرمی نے ایک گرجا خاص مسجد اقصی کے کھنڈرون پر قائم کر دیا۔ اس لیے کہ جوپیٹر کا مندر
رومی مذہب کے خاتمے کے ساتھ فنا ہو چکا تھا۔ اور قدیم عمارت کے کھنڈر ویران پڑے
ہوے تھے۔ اِس عمارت کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نہایت عالیشان تھی۔ اور بڑے اہتمام سے
بنوائی گئی تھی۔ یہان تک کہ جب بن کے تیار ہو گئی تو اُس کی عظمت و شان دیکھ کے وہ نہایت

ع۵ ل مین تاریخ دین عیسوی۔

فخر و شان کے طریقے سے چلا اٹھا۔ او سلیمان! مین نے تیرا نام بھی مٹا دیا۔"[ع۱]

مسجد اقصیٰ کی اصلی عمارت کا کچھ نہ کچھ حصہ ہمیشہ باقی رہا

ہیکل سلیمانی کے بار بار کھدنے اور بننے کے متعلق اس امر کا ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ اس عمارت کا انہدام عموماً آتش زنی کے طریقے سے عمل مین آیا۔ جس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ پوری طرح کبھی منہدم نہین ہوئی جس قدر حصے کو آگ جلا سکی اتنا حصہ جل جا یا کیا مگر دیوارین اور ستون ایک ویرانے کی شان سے کھڑے رہ گئے۔ اور چونکہ بعد کی تعمیر دن مین اکثر وہی دیوارین اور وہی ستون کام مین لائے گئے لہذا کہہ سکتے ہین کہ ابتدائی بنیاد یعنی حضرت سلیمان کی تعمیر کا تھوڑا بہت حصہ ہمیشہ باقی رہا۔ اور آج تک باقی ہے۔[ع۲]

سینٹ صوفیا بھی مندر سے گرجا بنی

اسی مشہور اور اولوالعزم شہنشاہ نے قسطنطنیہ کی مشہور پرانی عمارت سینٹ صوفیا کو جو قسطنطین کے ہاتھون سے تعمیر ہو کے دانائی کی خیالی دیوی کے نام پر نذر کی گئی تھی از سر نو درست کروا کے مسیحی کنیسہ بنایا اور ملت عیسوی کی نذر کر دیا۔ سینٹ صوفیا کو بھی قسطنطنیہ کی باہمی خونریزیون اور وحشی اقوام کے حملون سے بار ہا ضرر پہونچ چکا تھا۔ دو دفعہ آگ لگائی گئی تھی اور قسطنطنیہ کی عالی شان اور شاہانہ عمارت نے ایک ویران کھنڈر کی صورت پیدا کر لی تھی۔ یوسطینوس جب اس کی تعمیر اور درستی کی طرف متوجہ ہوا تو پہلے اس کے کھنڈر کوڑے اور افتادہ پتھرون سے صاف کیے گئے۔ گرد کی زمینین زیادہ قیمت دے دے کے خریدی گئین۔ اور اس کا رقبہ پہلے سے زیادہ وسیع کیا گیا انطمیوس نام ایک درباری مہندس نے عمارت کا نقشہ مرتب کیا۔ پھر اس کے اہتمام سے تعمیر شروع ہوئی۔ دس ہزار معمار اور مزدور اس اہم کام مین لگائے گئے جو ہر روز

[ع۱] یوسطینوس کے اس جملے کو مسٹر بزنٹ و پامر نے اپنی تاریخ بیت المقدس مین اسی کنیسے کی تعمیر کے موقع پر بیان کیا ہے جو ہیکل سلیمانی کے کھنڈرون پر قائم کیا گیا تھا۔ مگر گبن نے اس متکبرانہ جملے کو اس موقع پر بیان کیا ہے جبکہ یوسطینوس نے سینٹ صوفیا کے مشہور روزگار کنیسے کی تجدید و ترمیم کی تھی۔ اگر عمارت کی عالی شانی کا لحاظ کیا جائے تو گبن کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر حضرت سلیمان کے نام کی مناسبت کا لحاظ کیا جائے تو بزنٹ و پامر کا کہنا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ [ع۲] بزنٹ و پامر

غروب آفتاب سے پیشتر اپنی مزدوری چاندی کے سکون مین پاتے۔ اور خوش خوش گھر جاتے خود شہنشاہ روز آکے کام کو دیکھتا۔ اور اپنے اخلاق دینی جوش اور انعام واکرام سے لوگون کو ایسا محظوظ کرتا کہ وہ زیادہ جی توڑ کے کام کرتے۔ تیاری کے بعد یہ عمارت ایسی خوشنما اور عالیشان نظر آئی کہ خود یوسطینوس بھی اپنی اولوالعزمی و بلند حوصلگی پہ فخر و ناز کرنے لگا۔ لیکن اس رومی سلیمان کے غرور کو بیس ہی برس مین اور اس کی زندگی ہی مین ایک سخت زلزلے نے توڑ دیا۔ اس قدرت کی بھیجی ہوئی آفت نے سربفلک گنبد کے مشرقی حصے کو منہدم کر دیا۔ مگر یوسطینوس کا جوش پھر ترمیم کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس کی تخت نشینی کے چھتیسوین سال یہ مشہور اور دیرپا عمارت دوبارہ بن کے دین عیسوی کی نذر ہو گئی۔

باب بست و دوم

دولت ساسانی عجم اور یہود

یہودی ایران مین۔ ابتداءً وہان ان کی اتنی خراب حالت نہ تھی۔ طالمود وہین تصنیف ہوئی۔ یہود مین ایک نیا مسیح اور ان پہ تاجداران عجم کا عام ظلم۔ نوشیروان عادل۔ یہود کے حق مین وہ بھی عادل نہ تھا۔ ایرانیون اور رومیون مین صلح۔ قلمرو روم پہ نوشیروان کا حملہ۔ اور صلح۔ یہود پہ ہرمز کی مہربانیان۔ خسرو پرویز اور بہرام چوبین۔ پرویز کے ہاتھ سے یہود پر ظلم۔ پرویز کا حملہ روم پہ۔ یہود کی بغاوت۔ اور عیسائیون پہ ظلم۔ اس کی پاداش شام پہ ایرانیون کا تسلط۔ یہود کا جوش مسرت۔ ہرقل قیصر روم۔ یہود کا جوش انتقام یہود نصاریٰ کے تعصبات۔ ایرانیون کی امداد مین یہود کا جوش۔ بیت المقدس کا محاصرہ حامیون کی کمزوری۔ یورش اور قتل عام۔ یہودی عیسائیون کو مول لے کے قتل کرتے ہین عیسائیون پہ سب سے بڑے ظلم۔ اصلی صلیب ایران جاتی ہے۔ ایران کی ملکہ مسیحہ صلیب اور مقتدائے نصاریٰ کی تعظیم کرتی ہے۔ حضرت مسیح کا مقبرہ پھر بنتا ہے۔ مگر ہیکل سلیمانی پھر ویران رہا۔ ارض فلسطین پہ ساسانی حکومت۔

عہ گبن ۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم تھوڑا بہت حال اُن یہودیون کا بھی بیان کردین جو مشرقی دولت روم کی قلمرو سے باہر دولت ساسانی کے زیر حمایت بسر کر رہے تھے اور مملکت ایران کے اندر آباد تھے۔ یہ لوگ ان قدیم اسرائیلیون کی یادگار تھے جو قدیم الایام مین گرفتار کرکے وہان لے جاکے آباد کیے گئے تھے۔ ان مین کے بہت سے لوگ تو واپسی کی اجازت ملتے ہی اپنی موعودہ زمین مین واپس چلے آئے تھے۔ اور بہتون نے ہمیشہ کے لیے ملک عراق اور اطراف بابل ہی مین سکونت اختیار کر لی تھی۔

ابتداءً وہان ان کی اتنی خراب حالت نہ تھی

وہ زمانہ جو ۲۲۱ قبل محمدؐ سے ۶۸ قبل محمدؐ تک (سنہ ۳۵۱ء تا سنہ ۵۰۳ء) یعنی یزدجرد اول کے عہد سے قباد کے زمانے تک گذرا اگرچہ یہودیون کے حق مین زیادہ مناسب نہ تھا مگر ویسا سخت اور جابرانہ بھی نہ تھا جیسا کہ بیت المقدس اور دیگر ممالک کی قلمرو مین گذر رہا تھا۔ وہان وہ بآزادی اپنے دین کے رسوم کو بجا لاتے۔ اور اطمینان کے ساتھ اپنے قومی مدارس مین تعلیم پاتے۔ اس مملکت کے کئی شہرون مین اُن کے اعلی مدارس قائم تھے

طالمود مین تصنیف ہوئی

جن مین موسوی آلہیات اور اسرائیلی فقہ بہت کچھ تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھائی جاتی۔ اور اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ خاص بابل مین طالمود کا ایک مقبول اور مستند حصہ تیار ہو گیا لیکن بدقسمتی سے مذکورہ زمانے کے خاتمے پر اُن مین معیر نام ایک عجیب و غریب شخص پیدا ہوا۔ جو غالباً مسیحا ہونے کا دعوے دار تھا وہ اپنے معتقدون سے کہتا کہ ایک آتشین

یہود مین ایک نیا مسیح اور اُن پر تاجداران عجم کا عام ظلم

ستون میرے آگے آگے چلتا ہے۔ بہت سے یہودی اُس کے معتقد ہو گئے۔ جن مین سے چار سو جانبازون کی جماعت کو اپنے ہمراہ لے کے اس نے بغاوت کر دی۔ قباد کی فوری توجہ نے اس فساد کو دبا دیا۔ خود معیر اپنے بعض پیرؤن کے ساتھ قتل ہوا۔ اور اُس شخص کی اس مجنونانہ کارروائی یا قومی جوش نے اپنی قوم کو بہت بڑا پولٹیکل ضرر پہونچا دیا۔ اس لیے کہ تاجداران ایران کی نظر مین ساری قوم بنی اسرائیل باغی تصور کی جانے لگی۔ اور انتقام گیر آتش پرستون کے ہاتھ سے یہودیئے تمام معززین سرگروہون کا بھی وہی حشر ہوا۔ جو معیر اور اُس کے مخصوصین کا ہوا تھا۔ ان سختیون کی وجہ سے یہودی اپنی جا مین لے کے بھاگنے لگے۔ جن مین سے چند اسی قدیم زمانے مین

مشرق کی طرف روانہ ہوے اور جزیرہ نما سے ہند تک پہونچ کے سواحل ملابار پر آباد ہو گئے۔

نوشیروان عادل اس واقعے کے ایک ہی سال بعد یعنی سنہ قبل محمد[عہ] (سنہ ۵۳۱ء) میں نوشیروان عادل ساسانی تاج و تخت کا وارث ہوا۔ جس کو یہ فخر حاصل ہے کہ اسی کے عہد میں ہمارے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔ نوشیروان اگرچہ بڑا عدل پرور شہنشاہ مشہور ہے۔ مگر یہودیوں کی بدقسمتی سے ان کے حق میں وہ بھی کچھ زیادہ رحم دل نہیں ثابت ہوا۔ اُس نے اپنے زمانے میں یہودیوں کے قومی مدارس بند کر دیے مگر انھیں دنون یوسطینوس[عہ] قیصر اپنی قلمرو کے یہودیوں پر ایسے مظالم کر رہا تھا کہ بابل و مدائن کے یہودیوں کو اپنی حالت پھر بھی اچھی اور قابل اطمینان نظر آتی۔ آخر بادشاہ کی ہمدردی حاصل کرنے اور عیسائیوں سے انتقام لینے کی غرض سے اُنھوں نے نوشیروان عادل کو امید دلائی کہ اگر حضور ارض فلسطین پر حملہ کرنے اور بیت المقدس کے لوٹنے کا ارادہ کریں تو ہم اپنی قوم کے پچاس ہزار جانباز سپاہی ہمراہ رکاب کریں گے۔ ان کی مدد سے ایک طرف تو شہنشاہ کو بے انتہا غنیمت ہاتھ آئے گی اور دوسری طرف ایک نیا ملک ساسانی قلمرو میں شامل ہو جائے گا۔ یہ درخواست منظور ہوئی۔ اور دولت ایران کی طرف سے حملے اور فوج کشی کا سامان ہونے لگا۔ مگر لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی

ایرانیوں اور رومیوں میں صلح یوسطینوس اور نوشیروان میں ایک دائمی صلح ہو گئی۔ جس نے قدیم دولت روم کا غرور یوں توڑا کہ قیصر روم کو ایک بہت بڑی رقم زبردست حملہ آوری کی نذر کرنی پڑی۔ تاجدار ایران کو تو اس طریقے سے بہت کچھ دولت مل گئی مگر یہودیوں کا حوصلہ

عہ مسلمان مورخین کا بیان ہے کہ نوشیروان عادل سنہ ۴۲ قبل محمد میں تخت نشین ہوا۔ دیکھو ابن اثیر۔ عہ انگریزی مورخین کے بیان کے مطابق نوشیروان عادل کا معاصر جسٹی نین قیصر تھا اس کے نام کو عربوں نے معرب کر کے یوسطینوس بنا لیا ہے مگر تعجب یہ ہے کہ ابن اثیر کے سے محقق مورخ نے جہاں قیاصرۂ روم کی فہرست دی وہاں تو لکھا ہے کہ نوشیروان کا معاصر یوسطینوس تھا مگر جہاں نوشیروان کے تفصیلی حالات بیان کیے ہیں وہاں لکھ دیا ہے کہ اس کا معاصر فلطیانوس قیصر تھا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ فلطیانوس قیصر سے کون مراد ہے۔

دل ہی میں رہ گیا جو اپنے بھائیوں کی مظلومی کے حالات سن سن کے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔

روم و ایران کی یہ دائمی صلح بڑی مشکلوں سے فقط سات سال تک قائم رہ سکی اور اس کے ٹوٹنے کی وجہ یہ ہوئی کہ عرب کے شمال میں مغرب کی طرف بنی غسان کا بادشاہ رومیوں کا ماتحت تھا۔ اور مشرق کی جانب حیرہ کا بادشاہ دولت ساسانی کا تابع فرمان تھا۔ ملک غسان نے کسی ذاتی مخالفت کے باعث حیرہ پر فوج کشی کر کے وہاں کے بادشاہ کو شکست دی اور اس کے مال و دولت کو لوٹ لیا۔ جب اس کی خبر نوشیروان کو ہوئی تو اس نے یوسطینوس کو لکھا کہ "یہ امر ایران و روم کی صلح کے خلاف ہے۔ ملک غسان کو لکھو کہ جو کچھ لوٹ لے گیا ہے واپس کرے۔ اور جن لوگوں کو قتل کیا ہے ان کی خون بہا ادا کرے"۔

قلمرو روم پر نوشیروان کا حملہ

یوسطینوس نے اس تحریر کی پروا نہ کی اور نوشیروان نے برہم ہو کے حملہ شروع کر دیا۔ ساتھ ہی یہودیوں کی آرزوئیں بھی تازہ ہو گئیں۔ اور تاجدار ایران کچھ اوپر ستر ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کے حدود روم میں داخل ہوا پہلے علاقہ جزیرہ میں اس کا گذر ہوا جہاں کے بلاد و امصار پر قبضہ کر کے اس نے حدود شام میں قدم رکھا۔ وہاں کے بلاد منبج و حلب وغیرہ اس کے تصرف میں آ گئے۔ اور وہ بڑھ کے شہر انطاکیہ پر قابض ہو گیا جو اس زمانے میں بہت بڑا بارونق اور آباد شہر تھا۔ نوشیروان نے انطاکیہ کو ویران کر کے ایک دوسرا شہر آباد کیا جو رومیہ کہلاتا ہے اور تمام اہل انطاکیہ کو گرفتار کر کے اس نئے شہر میں بسا یا۔ یوسطینوس سے مقابلے کی کوئی کارروائی نہ بن پڑی مگر بہت سا روپیہ فراہم کر کے اس نے تمام بلاد شام کو نوشیروان سے مول لے لیا۔ اور کچھ معینہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ الغرض ساسانی شہنشاہ تو دولت سے لدا پھندا اپنے دار السلطنت کو واپس آیا۔ مگر یہودیوں کے دل کی آرزو پھر دل ہی میں رہ گئی۔

یہودیوں پر ہرمز کی مہربانیاں

نوشیروان کے بیٹے ہرمز کا عہد یہودیوں کے لیے زیادہ امن و امان کا زمانہ تھا۔ اس نے پھر ان کے مدارس کھلوا دیے۔ اور ان کے سر سے سلطنت کے مخالف ہونے کا الزام بھی اٹھا دیا گیا۔ مگر ہرمز کے بعد بدقسمتی نے پھر انھیں ایک نیا زور دکھایا

اور بات یہ ہوئی کہ ان دنوں بہرام چوبین نام ایک غاصب شخص ہرمز کے اصلی وارث
خسرو پرویز اور بہرام چوبینا | تاج دو یعنی خسرو پرویز کو سلطنت سے محروم کرکے تخت و تاج
پر قابض ہو گیا تھا۔ یہودیوں نے نا عاقبت اندیشی سے بہرام چوبین کا ساتھ دیا۔ اور خسرو پرویز
کی طرف سے بالکل بے پروا ہو گئے۔ پرویز اپنے غاصب رقیب سے شکست کھا کے روم کی طرف
بھاگ گیا۔ اور موریق قیصر کے دربار میں پناہ لی۔ موریق بڑی خاطر و تواضع سے پیش آیا۔
اپنی بیٹی مریم اُس کے عقد نکاح میں دی۔ اور ایک بڑے رومی لشکر کے ساتھ اسے ایران
کی طرف روانہ کیا کہ بہرام چوبین کی قوت توڑ کے اپنے آبائی تاج و تخت کو حاصل کرے۔
ایران میں یہودیوں کے سوا ساری رعایا بہرام کو ناپسند کرتی تھی۔ اور اس کی دشمن ہو رہی
تھی۔ خسرو پرویز کے پہونچتے ہی رعایا ٹوٹ ٹوٹ کے اس سے ملنے لگی۔ اور دو ہی ایک
لڑائیوں میں بہرام کو مشرق کی طرف بھاگنا پڑا۔ پرویز دار السلطنت میں داخل ہو کے تخت پر
بیٹھا۔ اور اُس کی تخت نشینی کے بعد ہی بہرام علاقہ ترکستان میں گرفتار کرکے قتل کیا گیا۔
پرویز کے ہاتھ سے یہود پر ظلم | خسرو پرویز نے آبائی تخت حاصل کرنے کے بعد باغیوں اور بہرام کے
طرفداروں کو سزا دینا شروع کی۔ اور جو لوگ اس جرم میں ماخوذ ہو کے قتل ہوئے اُن
میں ایک تعداد کثیر یہودیوں کی تھی۔ مگر چند روز بعد اُن کی خطا معاف کی گئی۔ ان دنوں
اتفاقاً قسطنطنیہ میں ایک بڑا بھاری انقلاب ہو گیا تھا۔ جس نے خسرو کے مربی موریق
اور اُس کے پانچ بیٹوں کی زندگی کا چراغ گل کر دیا۔ اور فوقاس نام ایک نیا شخص
شہنشاہ روم بنا۔ خسرو پرویز نے یہ خبر سنتے ہی اپنے مربی کے خون کا بدلہ لینے کے
لیے فوج کشی کر دی۔ ان دنوں ارض فلسطین کے یہودی انتہا سے زیادہ جوش میں
پرویز کا حملہ روم پر | بھرے ہوئے تھے۔ اس لیے کہ فوقاس نے ان کو زبردستی پکڑ پکڑ کے
بپتسمہ دینا اور عیسائی بنانا شروع کر دیا تھا۔ خسرو پرویز کی فوج کشی کی فقط خبر ہی آئی تھی
یہود کی بغاوت اور عیسائیوں پر ظلم | اور ایرانی فوجیں ہنوز وہاں تک پہونچنے نہیں پائی تھیں

ع ۱ مل میں تاریخ یہود ع۲ ابن اثیر

کہ انطاکیہ کے یہودیون نے بلوہ کر دیا۔ بڑے بڑے عالیشان محلون مین آگ لگا دی۔
بہت سے عیسائیون کو قتل کر ڈالا۔ سب سے بڑے مقتداے نصارا کو نہایت سنگدلی
و بے رحمی سے سڑکون پر کھینچنا شروع کیا۔ اور یہان تک کھینچا کہ اُس غریب نے زمین
کی رگڑ کھاتے کھاتے جان دیدی۔ جب اس ہنگامے کی خبر فوقاس کو پہونچی تو اس نے
اپنے چند افسرون کو ان کی سزادہی کے لیے روانہ کیا جنھون نے آتے ہی ترنت

اس کی پاداش

یہودیون کو شکست دی۔ عام طور پہ قتل عام شروع کر دیا۔ اور بہت سخت انتقام لیا لیکن
انتقام کی کارروائی ہنوز پوری نہین ہونے پائی تھی کہ ایرانی فوجین آپہونچین۔ اور رومی
سردارون کو انطاکیہ چھوڑ کے بھاگنا پڑا۔

شام پر ایرانیون کا تسلط

ایرانی بلا مزاحمت اور بغیر کسی دشواری کے انطاکیہ پہ قابض ہو گئے
یہان تک فتح کرنے کے بعد خود خسرو پرویز تو قسطنطنیہ کی طرف بڑھا۔ اور اس کے دو
سپہ سالار دو جداگانہ فوجین لے کے جنوب کی طرف چلے۔ جن مین سے ایک تو مصر پہ حملہ
آور ہوا اور دوسرے نے خاص بیت المقدس کی طرف رخ کیا۔ اور راستے کے تمام مقامات
ایرانی سپاہیون کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہونے لگے۔ اس بے امنی اور انقلاب کی

یہود کا جوش مسرت

حالت نے یہودیون کے دل مین انتہا سے زیادہ جوش پیدا کر دیا۔ اُن کے نزدیک انتقام کا وقت
آپہونچا تھا۔ اور وہ ستائے اس قدر جا چکے تھے کہ زیادہ انتظار کی اُن مین تاب بھی نہ تھی۔
ہر گانون اور ہر شہر کے یہودی باغیانہ جوش ظاہر کرتے ہوے اُٹھے اور ایرانی فوجون مین
جا جا کے ملنے لگے۔ جہان اپنے عراقی ہم مذہبون سے بغلگیر ہوتے۔ اور حملہ آورون کی قوجی
تعداد روز بروز بڑھتی جاتی۔ کہتے ہین کہ صرف ناصرہ وغیرہ کے اطراف سے چھبیس ہزار
یہودی تاجدار ایران کی فوجون مین شامل ہو گئے[ع]۔

ایرانی فوجون نے بلاد شام پر ۱۲ھ محمدی (سنہ ۶۱۱) مین قبضہ کیا۔ مگر قسطنطنیہ مین
اس سے ایک سال پیشتر ہی فوقاس کی زندگی کا چراغ گل ہو چکا تھا۔ اور لوگون نے

ع ملمین تاریخ یہود

ہرقل قیصر روم ہرقلوس کو جسے قدیم عربی سورخین ہرقل کے نام سے یاد کرتے ہین اپنا شہنشاہ قرار دیا تھا۔ ہرقل نے تخت نشین ہونے کے بعد مشرق کی طرف سے جو پہلی خبر سنی وہ یہ تھی کہ انطاکیہ پایرانیون کا قبضہ ہوگیا۔ اور فوقاس کے بھیجے ہوئے افسر جو یہودیون کے قتل و قمع پر مامور تھے انھون نے بھاگ کے جس دامن مین پناہ لی۔ وہ ہرقل کا دامن تھا۔ مگر ہرقل ابھی ناتجربہ کار تھا۔ سلطنت کے تمام نظام بگڑے ہوے تھے۔ اور جو فتنے جابجا اُٹھ کھڑے ہوے تھے ان کا دبانا ایک دو دن کا کام نہ تھا۔ الغرض ہرقل خاموش بیٹھا رہا۔ اور زردشتی سپاہیون نے تمام ملک شام و مصر کو تہ و بالا کرنا شروع کر دیا۔[عہ]

یہود کا جوش انتقام اس وقت یہودیون کو ہر جگہ کے یہودی انتقام پر آمادہ تھے۔ مگر شہر سور یعنی طائر کے اسرائیلیون نے غضب ہی کر دیا۔ انھون نے دمشق اور دیگر بلاد کے یہودیون کے پاس خفیہ خطوط بھیج کے ایک معینہ تاریخ بتائی اور خواہش کی کہ اس روز سب لوگ شہر سور مین آجائین جب سب قریب آجائین گے تو ہم بھی بلوہ کر دین گے۔ اور باہم مل کے تمام عیسائیون کو قتل کر ڈالین گے۔ اتفاقاً عیسائیون کو اس خفیہ سازش کی قبل از وقت خبر ہوگئی۔ چنانچہ انھون نے فوراً سور کے تمام معزز اور صاحب اثر یہودیون کو گرفتار کرکے قید خانے مین ڈال دیا۔

یہود و نصاریٰ کے تعصبات اور اپنے شہر کے پھاٹک خوب مضبوطی سے بند کرکے شہر پناہ پر فوجین قائم کر دین۔ تاریخ معینہ پر چارون طرف سے یہودیون کے غول آپہونچے۔ مگر اپنی امید کے خلاف شہر کے پھاٹک بند پاکے انھون نے اطراف وجوانب کے گاؤن کی طرف رُخ کیا۔ اور گرد و پیش کے کنیسون کو منہدم کرنے لگے۔ اس کے جواب مین سور کے مسیحیون نے یہ کارروائی شروع کی کہ باہر کے یہودی جب کسی کنیسہ کو منہدم کرتے تو وہ اس کے عوض مین شہر کے ایک سو یہودیون کے سر کاٹ کے محاصرہ کرنے والون کے سامنے ڈال دیتے۔ مگر یہودیون نے اس کی کبھی چندان پروا نہ کی۔ حوالی شہر کے بیس گرجے انھون نے منہدم کیے اور اسی حساب سے دو ہزار یہودیون کے سر کاٹ کاٹ کے اُن کے سامنے پھینکے گئے۔[عہ]

عہ گبن عدہ پامرد بزنطا۔

شہر سور کے گرد یہ وحشیانہ مظالم ہو ہی رہے تھے کہ خبر آئی خسرو پرویز کی فوجین خاص بیت المقدس کی طرف بڑھ رہی ہین۔ یہودیون کے لیے یہ عجیب مژدۂ جانفزا تھا۔ اُنھون نے

ایرانیون کی امداد مین یہود کا جوش

سور کا محاصرہ بھی چھوڑ دیا۔ اور عجمی حملہ آورون سے ملنے کے لیے بے انتہا ذوق و شوق کے ساتھ روانہ ہوئے۔ انھین پر منحصر نہین۔ ہر شہر اور ہر گاؤن کے یہودیون نے بڑے جوش و خروش سے ایرانیون کا استقبال کیا۔ اور ہر شخص یہی کوشش کرنے لگا کہ خسرو پرویز کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو کے مسیحیون کی تباہی و بربادی کا تماشا دیکھے۔[عہ]

ان تماشائیون اور غیر منتظم و بے اصول اسرائیلی گروہون کے علاوہ ساسانی تاج کے جان نثارون مین چھبیس ہزار یہودی تھے جو ایران کی فوج مین شامل تھے۔ اور خاص ارض عراق سے آئے تھے۔

یہودیون ہی پر منحصر نہین مسیحیون کے دیگر مظلوم فرقون نے بھی اپنے وحشی و غارت گر پیروؤن کی ایک جماعت کثیر خسرو کی فوجون مین ملا دی۔ اس لیے کہ بہت سے یعقوبی اور نسطوری عیسائی بھی ایرانی سپہ سالار کے ہمراہ رکاب تھے۔[عہ] آخر حملہ آورون اور انتقام کی آواز بلند کرنے والون کا عظیم الشان لشکر خاص شہر بیت المقدس کے گرد آ پڑا۔ جس کے جوش

بیت المقدس کا محاصرہ

و خروش سے نظر آتا تھا کہ طیطوس کے زمانہ کا سا خوفناک اور دلون کو لرزا دینے والا وقت پھر بیت المقدس کے گنبدون اور کلسون پر اپنی نحوست کا سایہ ڈال رہا ہے۔

مگر افسوس اب کی مرتبہ مقدس شہر کی حفاظت نہایت کمزور ہاتھون سے کی گئی۔ وہ

حامیون کا کمزور ہونا

یہودیون کا جوش دین جس نے طیطوس کے حملے کے وقت رومیون کو ایک مدت دراز تک مصیبت مین مبتلا رکھا تھا۔ اور اُن کے حوصلے پست کر دیے تھے۔ حضرت مسیح کے معتقدون مین نہ تھا۔ اب تو صرف چند نفس کش اور بزدل راہب تھے جو جانبازی اور حمایت دین کے مقابلے مین ہدوسے بیٹھنے اور مظلومی ادائین دکھانے کو زیادہ موجب ثواب

عہ ملی مین تاریخ یہود عہ گبن

سمجھتے تھے پہلے ہی حملے مین ایرانیون نے شہر کے پھاٹک کھلوا لیے اور قتل عام شروع ہو گیا۔ کنیسون اور مسیحیون کی تمام مذہبی عمارتون مین آگ لگا دی گئی۔ ہر طرف شعلے بلند ہوے۔ دین عیسوی نے

یورش اور قتل عام

یعنی بیس برس کی مدت مین جو کچھ سامان فراہم کیا تھا۔ اور جس قدر رونق پیدا کی تھی سب ایک دن مین فنا کر دی گئی۔

ابتدائی قتل عام اور تاخت و تاراج مین جو کچھ مال و دولت ہاتھ لگا۔ اُس کے علاوہ روپیہ پیدا کرنے کی ایرانیون نے یہ تدبیر اختیار کی کہ عیسائیون کو گرفتار کر کے بیچنے

یہودی عیسائیون کو مول لے لے کے قتل کرتے ہین

لگے۔ یہودیون کی متعصبانہ فیاضی نے ہر گرفتار شدہ مسیحی کے مول لینے کی کوشش کی۔ لونڈی غلام بنانے کے لیے نہین بلکہ اس لیے کہ اُن کو اپنے قبضے مین کر کے قتل کر ڈالین۔ پُرجوش اسرائیلیون نے اس وحشیانہ دینی خدمت مین یہان تک سرگرمی دکھائی کہ بہتون نے اپنے خزانے اور اپنی تمام دولت صرف کر ڈالی۔ اور جہان تک امکان مین ہوا عیسائیون کے خون سے بیت المقدس کے در و دیوار کو رنگا۔ قدیم راویون کا بیان ہے کہ ایرانیون کے اس حملے نے نوّے ہزار عیسائیون کی جانین لین۔ شہر کے اندر جتنے عیسائی کنیسے تھے سب منہدم کر دیے گئے[ع]۔ اب نہ وہ جناب مسیح کا مقدس مقبرہ تھا۔ اور نہ وہ قسطنطین اعظم اور ملکہ ہلینا کی شاندار عمارتین وہی بدنصیبی کا دن جو اس پرانے شہر نے بخت نصر اور طیطوس کے زمانون مین دیکھا تھا ایک دفعہ پھر دیکھا۔ مگر افسوس کہ اب کی حضرت ارمیا کا سا کوئی مرثیہ خوان نہ تھا اور اُن کی قوم کے جو لوگ زندہ تھے وہ مدت ہاے دراز کا انتقام پانے پر خوش تھے۔ یہ واقعہ سنہ ۱۳ ہجری سنہ ۶۱۴ع کا ہے۔

اس فتنے کے نتیجے مین جو سب سے بڑی مصیبت عیسائیون پر پڑی یہ تھی کہ ان کا مقتداے

عیسائیون پر سب سے بڑے ظلم

اعظم آتش پرست فاتحون کے ہاتھ مین اسیر ہوا جسے وہ اپنے ملک یعنی قلمرو ایران مین پکڑ لے گئے۔ اور اس سے بھی بڑھ کے قومی و مذہبی ذلت یہ ہوئی کہ عشاے ربانی اور رسوم عبادت کے لیے جو قیمتی ظروف بنائے گئے تھے۔ اور نہایت متبرک خیال کیے جاتے تھے۔

اصلی صلیب ایران جاتی ہے

غارت گرون کا مال غنیمت بنے۔ اور اصلی صلیب کو بھی وہ اٹھا لے گئے

ع ڈیزنٹ ولیم عسہ گبن۔

جس کے ٹکڑے یورپ کے دور دور دراز کنیسون مین تبرک رہے تھے - اور جن کے ذریعے سے مصلوبیت مسیح کی برکت ہر عیسائی شہر مین پھیلی ہوئی تھی -

ایران کی ملکہ مسیحیہ صلیب اور مقتداے نصارٰی کی تعظیم کرتی ہے -

لیکن جس طرح ایک خوبصورت یہودیہ لڑکی استیر[ع۱] نے شہر سوسن کی ملکہ بن کے بخت نصر کے گرفتار کیے ہوے اسرائیلیون کو اسیری مین شہنشاہی کا مزہ دکھا دیا تھا - اسی طرح اس موقع پر خسرو پرویز کی ملکہ نے جو مسیحیہ[ع۲] تھی عیسائی مقتداے دین کو قید مین وطن اور آزادی سے زیادہ آرام دیا - اور صلیب کو احتیاط سے اور تعظیم و تکریم کے ساتھ رکھوایا - خسرو پرویز کے واپس جانے کے بعد اسکندریہ کے ایک فیاض عیسائی نے اپنی بے انتہا دولت صرف کر کے حضرت مسیح کے مقبرے کی عمارت از سر نو تعمیر کرا دی - مگر دوسری عمارتین مسمار ہی پڑی رہین - خاص ہیکل سلیمانی پر جو کنیسہ بنوایا گیا تھا اسے ایرانیون کے حملے نے منہدم کیا تو آخر تک مسمار ہی پڑا رہا - اب عیسائیون نے اگرچہ

حضرت مسیح کا مقبرہ پھر بنتا ہے

مگر ہیکل سلیمانی پھر ویران ہے

ع۱ استیر کا طولانی اور عجیب و غریب قصہ عہد عتیق یعنی توراۃ کی کتاب آستیر مین تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے - جن صاحبون کو اس کے دیکھنے کا شوق ہو بائبل مین ملاحظہ فرما سکتے ہین - ع۲ ایرانی اور عربی مورخین لا اتفاق کہتے ہین کہ جب خسرو پرویز بہرام چوبین کے دست برد سے بھاگ کے قسطنطنیہ مین گیا ہے تو موریق قیصر روم نے اپنی بیٹی اسکے عقد نکاح مین دی تھی عیسائی اور یورپین مورخین اس واقعے کا انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اس نے صرف فوج سے مدد دے کے خسرو پرویز کو ایران کی طرف واپس بھیجا تھا لیکن اس موقع پر جبکہ وہ دیکھتے ہین کہ خسرو پرویز کی مسیحیہ ملکہ نے زکریا کے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا اور اصلی صلیب کی قدر و منزلت کی تو انھین مختلف قسم کی تاویلین کرنی پڑتی ہین - سب سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ مسٹر گبن اپنی تاریخ کے ایک نوٹ مین لکھتے ہین کہ شیرین کو یونانی مورخین رومی الاصل اور دین مسیح کا پابند بتاتے ہین - مگر فارسی اور ترکی قصون مین وہ موریق کی بیٹی بتائی گئی ہے " دوسرے مقام پر خود اصلی تاریخ مین لکھتے ہین کہ وہی شیرویہ کی ماں تھی - یہ باتین بالکل "چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا" کی شان رکھتی ہین - شیرین آرمینیہ کی شاہزادی تھی - اُس کے مسیحیہ ہونے کا کوئی ثبوت نہین - اور اس کو شیرویہ کی ماں بتانا ایک ہمات اور فاش غلطی ہے - یہ مسیحیہ ملکہ بظن غالب موریق کی بیٹی مریم ہی تھی - جس نے اس فتح کے موقع پر زکریا اور صلیب کی قدر دانی کی -

دو ایک کنیسے بنا کے تیار کر لیے تھے مگر ارض فلسطین پر حکومت ساسانی شہنشاہوں ہی کی تھی۔ خسرو پرویز کی فتوحات کا ایک سیلاب تھا جس نے بہت تھوڑے ہی زمانے میں تمام ممالک ایشیا اور مصر کو شہنشاہ قسطنطنیہ کی حکومت سے جدا کر دیا۔ اس کے سپہ سالار خاص قسطنطنیہ کے نیچے پہونچ گئے تھے۔ اور پورے چودہ سال تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مشرقی شہنشاہی روم کے زوال کا زمانہ آ گیا۔

ارض فلسطین پر ساسانی حکومت

باب بست وسوم

ارض مقدس میں رومیوں کا آخری عہد

ہرقل کا نازک زمانہ۔ وہ بھاگنے کا ارادہ کرتا ہے۔ وحشیان آوار کا مقابلہ اور شکست۔ دولت روم کی عاجزی۔ پرویز کی خودنمائی۔ آدھی سلطنت روم باج گزار عجم۔ پرویز کے نام حضرت رسالت مآب کا خط۔ ہرقل مستعد بادشاہ بنتا ہے۔ ایرانیوں کے مقابلے کی تیاریاں۔ ہرقل کی ایرانیوں پر فوج کشی۔ سورۂ روم کی شان نزول۔ فتحمندی رومی ایران میں۔ خسرو پرویز کی پریشانی۔ دولت ایران کی نازک حالت۔ پرویز کا بیٹا شیرویہ تخت پر بیٹھ کے باپ کو قتل کرا دیتا ہے۔ ایران میں صلح۔ اصلی صلیب پھر بیت المقدس میں۔ کلیسا کا تقاضا یہودیوں پر پھر ظلم ہوتا ہے۔ اسلام کے ہاتھوں سے ان تمام جھگڑوں کا خاتمہ۔

ہرقل کا نازک زمانہ

ہرقل بھی بہ لحاظ اپنے زمانۂ حکومت کے دنیا میں ایک عجیب و غریب شہنشاہ ثابت ہوا ہے۔ جس وقت تخت نشین ہوا ہے ملک کی یہ حالت تھی کہ ایرانی فوجیں بڑھتی چلی آتی تھیں۔ اور وہ سوا اس کے کہ اپنی تخت گاہ میں بیٹھ کے روز ایک نئے شہر پر تاخت و تاراج ہونے اور رعایا کے اپنے قبضے سے نکل جانے کی خبر خاموشی سے سن لے اور کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اس کی سلطنت پر مشرق ہی کی طرف سے آفت نہیں آئی تھی۔ بلکہ مغرب اور شمال کی یورپ میں بھی وحشی اور غارت گر قوم آوار بساید بڑھتی چلی آتی تھی جس کے ہاتھوں روم شہنشاہ عاجز تھا۔

عـہ شہنشاہ روم

عـہ بجز نیاد بار۔

شریف زادیون اور شاہزادیون کے ننگ و ناموس مین جس بے عزتی اور بے رحمی سے
داغ لگائے گئے ہین شاید تاریخین اس کی نظیر سے خالی ہون گی- ان دونون طرف کی
ہولناک مصیبتون کے بعد اس اگلی بڑی مثل "مصیبت جب آتی ہے ہر طرف سے آتی ہے"
کی یون تکمیل ہوئی کہ قحط پڑ گیا- اور رعایا بھوکون مرنے لگی- ان تمام آفتون نے ہرقل کو

ہرقل بھاگنے کا ارادہ کرتا ہے

تخت پر قدم رکھتے ہی اس قدر پریشان اور بدحواس کر دیا کہ وہ سلطنت
چھوڑ کے بھاگ جانے پر آمادہ ہو گیا- شاہی اسباب جہازون پر لد چکا تھا- اور لنگر اُٹھنے ہی کی
دیر تھی کہ لوگون کو خبر ہو گئی- قسطنطنیہ کے بڑے مقتداے دین نے روکا- سمجھا بجھا کے اسے
سینٹ صوفیا کے کنیسے مین لے گیا- اور عہد لیا کہ "جن لوگون کی زندگی و موت خدا نے اسکے
ہاتھ مین دی ہے اُن کا وہ آخر تک ساتھ دے گا"- اس عہد و پیمان کے بعد

وحشیان آوار کا مقابلہ اور شکست

آوار کے مقابلے کا ارادہ کیا گیا- مگر تقدیر ابھی تک دشمن تھی- ان وحشی
لٹیرون کے مقابلے مین ہرقل کو ایسی فاش شکست ہوئی کہ بے سر و پا بھاگا
ہوا قسطنطنیہ مین آیا اور آوار نے بھی ایسا سخت تعاقب کیا کہ شور کرتے ہوے قسطنطین اعظم
کے مشہور و مضبوط شہر کے سنہرے پھاٹک کے اندر تک داخل ہو گئے- لیکن ان کا حوصلہ اتنا
تنگ تھا کہ اطراف جوانب کے چند محلے ہی لوٹنے پائے ہون گے کہ دولت سے جی بھر گیا-
دو لاکھ ساٹھ ہزار آدمیون کو گرفتار کر کے واپس گئے- اور دریاے ڈینوب سے اُتر گئے-

دولت روم کی عاجزی

ادھر سے اطمینان نہین ہونے پایا تھا کہ شہنشاہ ایران کا سپہ سالار
آ پہونچا- مگر اُس نے اپنی نیک نفسی سے ہرقل کو مشورہ دیا کہ اپنے چند وکیلون کو میرے
ساتھ دربار عجم مین بھیجیے- اور خسرو پرویز سے صلح کی درخواست کیجیے- ایسی نازک
حالت مین یہ بھی غنیمت معلوم ہوا- اور بڑے بڑے معتمدان دولت کے مشورے سے
ایک نہایت ہی عاجزانہ درخواست ایرانی شہنشاہ کے دربار کو روانہ کی گئی- مگر پرویز کا

پرویز کی خود فراموشی

خود فراموش تاجدار اس اظہار عجز پر بھی نہایت برہم ہوا- اور اپنے
سپہ سالار سامین کی طرف غصے سے دیکھ کے غیظ و غضب کے لہجے مین اُسے ڈانٹا- مین نے
تم کو اس سفارت لانے کے لیے نہین بھیجا تھا- بلکہ مین تو یہ چاہتا تھا کہ خود ہرقل کو زنجیرون

میں باندھ کے لاؤ۔ اور میرے تخت کے پاؤں کے پاس ڈال دو شہنشاہ روم جب تک اپنے
مصلوب خدا سے حلفیہ بیزاری نہ ظاہر کرے گا۔ اور آفتاب کی پرستش نہ اختیار کرے گا۔
اس وقت تک میں اسے پناہ نہ دوں گا"۔ اس کے بعد ایرانی سپہ سالار کی زندہ کھال کھنچوالی
گئی۔ اور رومی سفیر قید کر دیے گئے۔

اور صلح

تاہم چھ برس کی متواتر حملہ آوریوں سے تنگ آ کے خسرو پرویز نے صلح کر لی۔ مگر کیونکر؟ بادشاہ
روم کے سارے غرور اور تمام کرّ و فر کو خاک میں ملا کے اس صلح کی رو سے ہرقل پر واجب تھا کہ

روم باج گذار عجم

ہر سال ایک ہزار اشرفیاں، ایک ہزار روپیہ، ایک ہزار حریر کے
تھان، ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار باکرہ لڑکیاں تاجدار ایران کی نذر
کیا کرے۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ تمام ممالک میں خسرو پرویز سے زیادہ زبردست کوئی

پرویز کے نام حضرت رسالت آب کا خط

بادشاہ نہ تھا۔ روم کی قوت بالکل ٹوٹ چکی تھی۔ اور وہ انتہا درجے
کی تمکنت سے اپنے قصر میں بیٹھا عشرت پرستیاں کر رہا تھا۔ اسی حالت
میں اس کے پاس جناب رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم کا خط یا یوں کہا جائے کہ ہدایت
نامہ پہونچا۔ جس کا جو کچھ جواب دولت کے نشہ اور حکومت کی خود فراموشی نے دلوایا اس کا
حال ہم بعد کی کتابوں میں بیان کریں گے۔ ہرقل نے جس وقت تاج شاہی سر پر

ہرقل سنجیدہ بادشاہ بنتا ہے

رکھا ہے اس وقت تو وہ بالکل عیش پرست اور عشرت پسند
بادشاہ تھا۔ مگر ناکامیوں اور سلطنت کی روز افزوں زبوں حالت نے غیرت دلائی اور زمانے نے سبق
بیدار مغزی کا سبق دے کے بتا دیا کہ وہ ایک نہایت ہی مستعد اور ہوشیار فرمان روا
بن گیا۔ اور ۵ھ محمدی (سنہ ۶۲۱ء) میں اس نے اپنی سلطنت کے مضبوط کرنے اور کھوئے
ہوئے صوبجات کے واپس لینے کا سامان شروع کر دیا۔ خسرو پرویز نے اپنے حملوں
کی غرض صرف اتنی ظاہر کی تھی کہ موریق قیصر کے خون کا انتقام لے۔ اور فوقاس کو جو غاصب
تھا سزا دے۔ جس کی بنا پر رومیوں اور خود ہرقل کا یہ خیال تھا کہ فوقاس کے بعد جب
بنائے فساد ہی مٹ گئی تو خسرو روم کے صوبجات کو واپس کر دے گا۔ ہرقل ابتدا میں کئی
سال تک انتظار کرتا رہا کہ شہنشاہ ایران خود ہی واپس کرے گا۔ مگر جب اس کی نوبت

نہ آئی تو خسرو پرویز سے شکر گزاری کے ساتھ درخواست کی گئی لیکن سماعت نہ ہوئی تب معلوم ہوا کہ پرویز کی فوج کشی مین نیک نیتی نہ تھی۔ بلکہ دراصل وہ دولت روم ہی کا دشمن ہے۔ لیکن حالت یہ ہو رہی تھی کہ حملہ کرنا درکنار خود اپنی عزت بچانا اور خاص قسطنطنیہ کی حفاظت کرنا بھی دشوار تھا۔ ایران کی فوجین خود دارالسلطنت کا محاصرہ کیے ہوے تھین۔ اور اُن کے ہاتھون رومی ترقی و تہذیب کے چیتھڑے اُڑ رہے تھے۔ ان سے صلح کرنے کے بعد خسرو پرویز سے جو صلح ہوئی وہ اتنی ذلیل تھی کہ ہرقل کو اپنے تاج و تخت سے حکومت و سلطنت کا حقیقی مزہ اُٹھانا نصیب ہو سکتا تھا۔ الغرض انھین باتون سے تجربہ اٹھا کے اس نے مقدمۂ تدبیر سے کام لیا۔ اور یکایک اپنی قوت سنبھالنے کے ساتھ فوج کشی اور حملہ آوری کی تیاریان بھی شروع کر دین۔

ایرانیون سے مقابلے کی تیاریان

سب سے پہلی دشواری یہ تھی کہ خزانے مین روپیہ نہ تھا۔ اور جن صوبجات سے روپیہ وصول ہونے کی امید تھی وہ دولت روم کے قبضے سے نکل چکے تھے۔ مجبوراً بہت سے عہدون اور اداؤن کے مضبوط وعدون کے ساتھ کلیسا کے خزانے سے روپیہ لیا گیا۔ مقتدایان ملت عیسوی نے بھی قومی اور مذہبی عزت کے بچنے کے خیال سے اس کو اس دست بُرد کی اجازت دے دی۔ اور ہرقل بڑی سرگرمی سے اپنی فوجین درست کرنے لگا۔ چند ہی روز کی تیاریون کے بعد ہرقل نے شاہی کپڑے اتار کے سپاہیانہ لباس پہنا۔ اور اپنے پُرجوش سپاہیون کو

ہرقل کی ایرانیون پر فوج کشی

لے کے سواحل ایشیا پر اُتر پڑا۔ سنہ ۱ہجری محمدی سے سنہ ۵ھ تک (سنہ ۶۲۲ء تا سنہ ۶۲۶ء) یعنی پانچ سال سخت معرکہ آرائیان رہین۔ جن مین بعض اوقات رومیون کو بھی شکست ہوئی اور چند فتح کیے ہوے بلاد چھوڑ دینے پڑے۔ انھین لڑائیون

سورۂ روم کی شان نزول

کے زمانے مین ایک مرتبہ جبکہ رومیون کا قدم زیادہ پیچھے ہٹ گیا تھا مشرکین مکہ خوش ہوے۔ اور شگون لیا کہ جس طرح مجوسی اہل کتاب پر فتحیاب ہوے

ع ہ گین۔

اسی طرح ہم مسلمانون کے مقابلہ مین فتح حاصل کرین گے۔ مشرکین کی ان باتون سے مسلمان کسی قدر افسردہ خاطر ہونے لگے تھے کہ آیۂ کریمہ "الٓمٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ" نازل ہوئی۔ یعنی مغلوب ہوے رومی تھوڑی زمین مین۔ اور وہ لوگ اپنی اس مغلوبیت کے بعد پھر غالب ہون گے۔ آخر روم وایران کی ان مسلسل معرکہ آرائیون کا خاتمہ یہ ہوا کہ یونانی سپاہی خاص ایران کی حدود مین داخل ہوکے

فتحمند رومی ایران مین

بہت دور تک بڑھتے چلے گئے۔ صلیبی جھنڈا قزوین واصفہان کے قریب اُڑنے لگا۔ اور ان شہرون کے قریب کے میدانون مین رومی خیمے نصب ہوگئے۔ مذکورہ زمانے کے آخر مین ہرقل اپنی فوجون کے ساتھ خاص شہر دستگرد کی طرف بڑھا جو موصل سے کسیقدر شمال بجانب قدیم اسیریا کی سرزمین پر تھا۔ خسرو پرویز نے اس شہر کو اپنی عشرتگاہ قرار دیا تھا جہان وہ ہزارہا حسین وپرجمال عورتون کے جھرمٹ مین رہتا۔ اور شب وروز میکشی وشاہد پرستی مین مشغول رہا کرتا۔

خسرو پرویز کی پریشانی

اب خسرو پرویز کی حالت نہایت نازک ہو رہی تھی وہ پریشان تھا۔ اپنے سردارون اور افسرون پر جھنجھلاتا تھا اور کچھ زور نہ چلتا تھا۔ جب خبر پہونچی کہ رومی گھوڑے خاص دستگرد کے گرد ہنہنانا چاہتے ہین تو شیرین اور دو ایک اور عورتون کو ساتھ لے کے چپکے سے نکل بھاگا اور شہر طیسفون یعنی مدائن مین جا کے پناہ گزین ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہرقل نے دستگرد مین داخل ہو کے اُسے خوب لوٹا اور تباہ کیا۔ ادھر آگے کی تباہیان [illegible] مغلوبیت

دولت ایران کی نازک حالت

اور متواتر شکستون نے دولت ایران کی نہایت نازک حالت کر رکھی تھی۔ پرویز کی عشرت پرستی اور درشت مزاجی سے خود اس کے وزرا اور سردار تنگ آ گئے تھے۔ جن لوگون کو میدانون سے بھاگنے کا الزام دیا ان کی نسبت قتل کا حکم تھا اور وہ بھاگتے پھرتے تھے۔ آخر اس کے تخت سے اتارے جانے کے لیے ایک خفیہ سازش شروع ہوئی جس مین خود اس کا بیٹا شیرویہ بھی شریک تھا۔ جو رومی

پرویز کا بیٹا شیرویہ

شاہزادی مریم کے بطن سے تھا۔ اس سازش کا حال خسرو پر اس وقت کھلا

۱۵۶ ابن اثیر۔ عہ گبن۔

جب معاملہ اختیار سے باہر ہو چکا تھا مجبوراً قصر سے نکل کے بھاگا۔ سازشیون نے راستے مین پہچان کے پکڑ لیا۔ جس کے اسیر ہوتے ہی شیرویہ نے تخت پر بیٹھ کے تاج شاہی سر پر رکھا۔ اور اہل فوج اور دیگر ارکان سلطنت کے مجبور کرنے سے خود اپنے مقیدا باپ کے قتل کا بھی حکم دے دیا۔ مگر ایران کے اس سب سے پچھلے اولوالعزم شاہنشاہ کا قتل ششہ محمدی (سنہ ۶۲۸ع) مین بڑی شرمناک اور حد سے گزری ہوئی بے رحمیون کے ساتھ عمل مین آیا۔

وہ تخت پر بیٹھ کے باپ کو قتل کرتا ہے

اس لیے کہ ناخلف اور بے مہر بیٹے کے حکم سے خسرو پرویز نے پہلے اپنے سترہ ناز پروردہ بیٹون کے وحشیانہ قتل کا تماشا آنکھون سے دیکھ لیا تو خود جان دینے کی باری آئی۔

لیکن کہتے ہین کہ باپ اور بھائیون کے خون کا اتنا بڑا بار شیرویہ کو اپنی گردن پر نظر آتا تھا اور اس طرح اسے ہر جانب سے لعنت و نفرین کی آواز سنائی دیتی تھی کہ کبھی سلطنت مین مزہ نہین آیا اور ہمیشہ اپنی حالت پر رو گیا۔ مگر اس نے تخت پر

روم و ایران مین صلح

قدم رکھتے ہی ایران و روم کی لڑائی کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے سفیر شاہی خط لیے ہرقل کے دربار مین پہونچے۔ اور نہایت مناسب اور عمدہ شرائط پر صلح ہو گئی۔ مسیحی فرمان روا کو دولت ساسانی کا تباہ کرنا نہین منظور تھا۔ اسی سبب سے دونون سلطنتون کی وہی پرانی حدین قائم رہین۔ مصر۔ ارض فلسطین۔ جزیرہ اور تمام اقطاع ایشیا مائنر سے شیرویہ دست بردار ہوا۔ اور ہرقل نے بھی ایران کے وہ تمام شہر چھوڑ دیے جن پر گذشتہ لڑائی مین قبضہ کیا تھا۔ ایرانیون نے تمام رومی سپاہیون کو قید سے چھوڑ دیا ان کے جتنے جھنڈے چھینے تھے واپس دیے۔ اور سب سے خوشی کی بات عیسائیون کے لیے یہ تھی کہ اصلی صلیب واپس ملی جس کے لیے مشرق سے مغرب تک ہر عیسائی بیتاب تھا۔ صلح کے بعد ہرقل مغرب کی طرف واپس گیا اور قسطنطنیہ اعظم کے دار السلطنت مین اس دھوم دھام اور کر و فر سے داخل ہوا کہ گاڑی مین چار ہاتھی جتے ہوئے تھے۔ اور چارون طرف سے جوش و خروش کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔

---

۱ ابن اثیر۔ ۲ گبن۔ ۳ ابن اثیر

اصلی صلیب پھر بیت المقدس مین — دوسرے برس یعنی ۹ھ محمدی کا (۶۲۹ء) مین ایک بہت بڑی رسم بجالائی گئی۔ جو اس تقریب مین تھی کہ اصلی صلیب پھر بیت المقدس مین حضرت عیسیٰ کے مقبرے پر قائم کی جائے۔ اس رسم کی تکمیل کے لیے ہرقل نے تاج اور لباس شاہی کو اتار کے زائرون اور حقیدت کیش ویندارون کی وضع سے ارض فلسطین کا سفر کیا۔ پہلے سب سے بڑے معتقدانے اس بات کی تصدیق کی کہ یہ وہی صلیب ہے جو قسطنطین کے زمانے مین زمین سے کھود کے نکالی گئی تھی۔ مگر بظاہر اس کی چندان ضرورت نہ تھی۔ اس لیے کہ کہا جاتا ہے شیرین (جسے عیسائی میسیحہ بتاتے ہین) کی خوش عقیدگی سے وہ صلیب اس احتیاط سے رکھی گئی تھی کہ جو مہر اُس کی صندوق پر ابتدائً لگائی گئی وہی آخر تک قائم تھی۔ صرف اس مہر کا پہچان لینا اطمینان دلانے کے لیے کافی تھا اس طرح تصدیق ہو چکنے کے بعد ہزار ہا بشپون اور دیندار راہبون کے مجمع کے سامنے اور خود ہرقل کی موجودگی مین وہ اپنے اصلی مقام پر قائم کیگئی اور وہ پہلا پُرجوش منظر جو حضرت سلیمان کے عہد مین تابوت سکینہ کے ہیکل ربانی مین لا کے رکھتے وقت نظر آیا تھا بیت المقدس نے پھر ایک بار دیکھ لیا عیسائیون مین یہ دن ایک مذہبی عید قرار دیا گیا۔ اور معمول ہو گیا کہ اس کے بعد سے ہر سال صلیب کے واپس ملنے پر خوشیان منائی جاتین۔

کلیسا کا تقاضا — ہرقل نے ایک حد تک یہ بھی کوشش کی کہ ان تمام کنیسون کو از سر نو بنا کے طیار کر دے جو ایرانیون کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہو گئے تھے۔ مگر اس مین کامیابی دشوار تھی۔ اس لیے کہ کلیسا کا جو روپیہ قرض لیا گیا تھا وہ کسی صاحب مروت۔ رحم دل۔ اور فیاض دوست کا نہین بلکہ ایک سخت گیر بے مروت۔ اور بار بار تقاضا کرنے والے مہاجن کا قرض تھا جس کی ادائی کی اُسے سب سے زیادہ فکر تھی۔ اسی وجہ سے باوجود ایک نیک رحم دل بادشاہ ہونے کے اُسے کسی قدر طامع۔ سخت گیر۔ اور ظالم بننا پڑا۔ جن شہرون اور ملکون کو ایرانی جی بھر کے لوٹ چکے تھے ان پر سلطنت بدلنے مین از سر نو محاصل کا بار ڈالا گیا۔ اور روپیہ وصول کرنے مین بڑی بڑی سختیان عمل مین آنے لگین عـہ

عـہ یہ کام غالباً شیرین کا نہین بلکہ کسی ویسی کی اصلی ملکہ مریم کا ہوگا۔ جو قیصر روم کی بیٹی شیرویہ کی ماں اور مذہباً عیسوی تھی۔ عـہ کلیون

یہودیون پر پھر ظلم ہونے لگا۔ لیکن افسوس کہ رومیون کی فتحمندی کے ساتھ ہی یہودیون کی قسمت پلٹ گئی تھی۔ اُن کے لیے پھر وہی روز بد شروع ہوگیا کہ مسیحیون کی حکومت تھی۔ اور اُن سے طرح طرح کا انتقام لیا جاتا تھا مسیحی مورخین دعویٰ کرتے ہیں کہ ہرقل نے یہودیون پر کبھی ظلم نہین کیا۔ بیشک وہ ایک نیک نفس فرمان روا تھا اور ہرگز نہ پسند کرتا ہوگا کہ کسی حصہ رعایا کیلیے جبر و تشدد کی کاروائی جائز رکھی جائے۔ مگر اس کا کیا علاج کہ جس قدر رحمدلی اُس مین تھی مسیحیت مین نہ تھی اسی لیے کہ جس موقع پر جب کہ وہ زائرانہ شان سے بیت المقدس مین آیا ہے اور اصلی صلیب کھڑی کیگئی ہے سب سے بڑے مقتداے دین نے مذہبی تحکمانہ لہجے مین اس سے درخواست کی کہ یہودیون پر جو ظلم کا سلسلہ شروع کردیا جائے اسکے بعد تاریخ اگرچہ ساکت معلوم ہوتی ہے مگر قیاس سے کام لیا جائے تو صاف کھل جاتا ہے کہ صاحب اثر مسیحی سرداران دین عیسوی کے مقتداؤن نے یہودیون پر کیسی کچھ زیادتیان کی ہونگی۔ اور اس سے تو انکار ہی نہین کیا جاسکتا کہ کل یہودی بیت المقدس کی چاردیواری سے نکال دیے گئے اور وہ پرانا اور پاتوس قیصر کا قانون پھر جاری کردیا گیا کہ اس مقدس شہر کے چارون طرف تین میل کے اندر کوئی یہودی ملے گا تو سزا کا مستوجب ہوگا۔

اسلام کے ہاتھون سے ان تمام جھگڑون کا خاتمہ

لیکن عیسائیون کو یہ آزادی تھوڑے ہی دنون نصیب رہی اس لیے کہ ۵ شہ محمدی (سنہ ۶۲۶ء) مین انھون نے ایرانیون کو شکست دے کے ارض فلسطین پر قبضہ کیا تھا۔ اس کے چار ہی سال بعد سنہ ۱۱ محمدی (سنہ ۶۳۲ء) مین مجاہدین عرب نے ملک شام پر حملے شروع کردیے اور سنہ ۱۶ محمدی (سنہ ۶۳۷ء) مین شہر بیت المقدس پر علم اسلام لہرانے لگا۔ اب نہ عیسائیون کا ظلم تھا اور نہ یہودیون کی مظلومی۔ بلکہ دونون ایک دوسرے مذہب دوسری قوم اور دوسری حکومت کے تابع فرمان تھے۔ دونون کے حقوق یکسان تھے۔ اور وہ عہد شروع ہوچکا تھا جس کا حال ہم اس تاریخ کی چوتھی کتاب مین بوضاحت بیان کرین گے۔

عـہ مل مین تاریخ یہود۔

عـہ گبن۔

حاشیہ متعلقہ کتاب دوم تاریخ ارض مقدس

موسوم بہ "مسیح و مسیحیت" باب پنجم صفحہ ۳۳

حضرت مسیح کی تبلیغ مین اختلاف ہے۔ مسیحی دعویٰ کرتے ہین کہ آپ کی تبلیغ ساری دنیا اور تمام قومون کے لیے عام تھی۔ اور دلیل یہ لاتے ہین کہ جناب مسیح مصلوب ہونے کے بعد زندہ ہو کے جب اپنے حواریون سے ملے ہین تو انھین حکم دیا تھا کہ تم تمام دنیا مین جا کے ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔ جو ایمان لاتا اور بپتسمہ پاتا ہے نجات پائے گا (مرقس۔ باب ۱۶۔ آیت ۱۵ و ۱۶۔ اور یہی مضمون انجیل لوقا کے باب ۲۴ آیت ۴۷ ہے۔ اور انجیل متی کے باب ۲۸۔ آیت ۱۹ و ۲۰ سے بھی ظاہر ہوتا ہے) بخلاف مسیحیون کے مسلمان مصنفون اور مناظرون کا دعویٰ ہے کہ آپ کا شمار انبیاے بنی اسرائیل مین ہے۔ اور آپ کی نبوت و تبلیغ آل یعقوب کے ساتھ مختص تھی۔ اور اس کا ثبوت وہ انجیل سے یون دیتے ہین کہ ایک یونانی اور فینقی عورت سے جو اپنی بیٹی کے سر سے کسی دیو کے اتروانے کو آئی تھی حضرت مسیح نے فرمایا "مین اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑون کے سوا اور کسی پاس نہین بھیجا گیا۔ (دیکھو انجیل متی باب ۱۵۔ آیت ۲۴۔ اور یہی مضمون انجیل مرقس باب [illegible] آیت [illegible] سے بھی ظاہر ہوتا ہے)

میرے خیال مین مسلمانون کا دعویٰ زبردست ہے۔ اس لیے کہ جب خود حضرت مسیح نے صراحۃً فرما دیا کہ مین فقط بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہون تو پھر کسی کو اس مین عذر کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ رہا حضرت مسیح کا مرنے کے بعد زندہ ہو کے شاگردون کو نظر آنا اور عام قومون کی ہدایت کا حکم دینا وہ اُن کے زمانۂ تبلیغ کے بعد کا ہے۔ اس لیے کہ زمانۂ تبلیغ مصلوبیت کے واقعہ پر ختم ہو چکا تھا۔ بعد آپ کا نظر آنا شاگردون کا خواب و خیال بھی ہو سکتا ہے اور مشتبہ ہے۔ کسی مذہب مین بانی مذہب کا وہ قول جو اس کی وفات کے بعد کسی شاہد سے یا خواب کی بنا پر پیش کیا جائے نص قطعی اور واجب التعمیل نہین ہو سکتا خصوصاً

جبکہ اس کے زمانۂ تبلیغ کے حکموں کے صراحۃً خلاف ہو۔
ہم گو کہ بخلاف عام مسلمانوں کے حضرت مسیح کے اُس وقت دنیا میں زندہ موجود ہونے کے قائل ہیں مگر ہم بھی کسی ایسے قول کو نہیں تسلیم کر سکتے جو آپ کی غیبت کے زمانے کا ہو۔ اور کوئی شخص اسے آپ کی جانب منسوب کر کے بطریق حجت پیش کرے۔
قطع نظر اس کے یہ امر بھی خیال کرنے کے قابل ہے کہ ناصری مسیحی جو آپ کی تعلیم کی پہلی برکت تھے اور آپ کے اصلی احکام پر بغیر کسی تاویل کے عمل کر رہے تھے وہ یہی جانتے تھے کہ تعلیم مسیح بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اپنے دین کو انھوں نے کبھی غیر قوموں کے سامنے نہیں پیش کیا اور نہ کسی غیر کو اپنے دینی گروہ میں شامل کیا۔ اور اسی بنا پر ان میں اور پولوس میں جو جھگڑے ہوئے وہ ہماری اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔
انھیں مذکورہ بیانات کے مطابق ہم اپنے اس فقرے کو واپس لیتے ہیں جو اس کتاب کے صفحہ (۳۳) سطر ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ میں درج ہے۔ اور جس کا مضمون یہ ہے۔
"آپ کی ہدایت یہود اور اسرائیلیوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے باشندوں پر یکساں طریقے سے نجات کا دروازہ کھل سکتا ہے"۔
در اصل یہ فقرہ ہماری ناواقفی و غفلت کا نتیجہ ہے۔ جسے ہم ندامت کے ساتھ معافی مانگ کے واپس لیتے ہیں۔
مگر جو کچھ ہو ہماری کتاب پر اس کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ گو آپ کی نبوت مخصوص بہ بنی اسرائیل تھی۔ مگر آپ کے شاگردوں اور بخصوص پولوس نے آپ کے منشا کے خلاف ابتدا ہی سے اسے غیر قوموں کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا۔ اور ان لوگوں نے دنیا پر یہی ظاہر کیا کہ تعلیم مسیح ساری دنیا اور تمام قوموں کے لیے عام ہے۔